مِفتاح الاسرار
شرح اردو
مِشکوٰۃ الآثار
شارح
مولانا مصلح الدین قاسمی
سابق معین المدرسین دار العلوم دیوبند
دار الکتاب دیوبند

(مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ)

مفتاحُ الأسرار

شرح اردو

مشکاۃُ الآثار

تالیف

حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی

تشریح

مولانا مصلح الدین قاسمی
سابق معین مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر

دار الکتاب دیوبند

نام کتاب	مفتاح الاسرار
مؤلف	(مولانا) مصلح الدین قاسمی
ضخامت	۴۰۴
کتابت	یاسر ندیم کمپیوٹرس دیوبند
طباعت	یاسر ندیم پرنٹنگ پریس دیوبند
اشاعت اول	نومبر ۲۰۰۱ء

ناشر

- مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کے نام جس کی روح پرور وایمان افروز فضاؤں میں رہ کر کچھ لکھنے اور برتنے کا شعور پیدا ہوا۔
- بوڑھے والدین کے نام جن کی دعائے نیم شبی کے طفیل اللہ رب العزت نے دار العلوم دیوبند سے فراغت کی سعادت مرحمت فرمائی۔

اور

- ان تمام اساتذۂ کرام کے نام جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور جن کی دعاؤں کے صدقے کسی لائق ہوا

مصلح الدین قاسمی

مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ

تاریخی نام مظفر میاں ہے، دیو بند کے مشہور خاندان ساداتِ رضویہ سے تھے۔ ۱۳۲۱ھ-۱۹۰۳ء میں ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے والد بسلسلۂ ملازمت محکمہ نہر تعینات تھے۔ تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا، قرآن شریف ضلع مظفر نگر کے ایک میاں جی سے پڑھا۔ ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیو بند کے درجۂ فارسی میں داخل ہوئے اور دارالعلوم سے ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی، اولاً صوبہ بہار کے مقام آرہ شاہ آباد میں مدرس رہے، پھر مدرسہ شاہی مراد آباد میں مدت تک مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کیا، بعد ازاں جمعیۃ العلماء ہند کے ناظم مقرر ہوئے اور ایک سال تک ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے، جمعیۃ العلماء کے مخلص اور کارگزار لیڈروں میں تھے انھیں برطانوی دور میں کئی مرتبہ قید وبند سے گذرنا پڑا۔

مولانا سید محمد میاں صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، فقہ اور تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی، وہ نامور مصنف ومؤرخ تھے۔ جمعیۃ العلماء ہند کی تاریخ میں ان کی سیاسی اور تصنیفی خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی، علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے، سیرتِ محمد رسول اللہ، تاریخ الاسلام، عہد زرّیں، پانی پت اور بزرگانِ پانی پت، تحریک شیخ الہندؒ اور حدیث میں مشکوٰۃ الآثار جو درالعلوم دیو بند کے نصاب میں شامل ہے، ان کی اہم تصانیف ہیں۔ جمعیۃ العلماء ہند کا تعلیمی نصاب جو"دینی تعلیم کا رسالہ" کے نام سے موسوم ہے انہی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے، یہ رسالے اسلامی مدارس ومکاتب کے نصاب میں شامل ہیں، جمعیۃ علماء کی سیاسی تاریخ اور اس کے ریکارڈ پر ان کی نظر بڑی وسیع تھی، علمائے ہند کی سیاسی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کے لئے انھوں نے عظیم تصنیفی کارنامہ انجام دیا ہے۔

ہندوستان کے آخری عہدِ اسلامی کی تاریخ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، خاندانِ ولی اللّٰہی اور اکابرِ دیوبند کی علمی وسیاسی اور دینی وتبلیغی خدمات پر ان کی تحریریں بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں، یورپ اور امریکہ کے مصنفین بھی ان کے حوالے دیتے ہیں ان کی تصانیف کو قبول عام حاصل ہے۔

سیاسی ہنگاموں میں شرکت کے باوجود اپنی سادگی، خلوت نشینی اور اوراد ووظائف کی پابندی اور علم وفضل میں کامل دست گاہ کے ساتھ تواضع وانکسار، زہد وقناعت، ریاضت وعبادت اور صلاح وتقویٰ میں بزرگانِ سلف کا نمونہ تھے۔

زندگی کے آخری دور میں مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث اور دارۂ مباحث فقہیہ کے معتمد رہے، ۱۳۷۰ھ سے دارالعلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

۱۶ رشوال المکرم ۱۳۹۵ھ (۲۲ راکتوبر ۱۹۷۵ء) کو ۷۴ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی، دہلی میں آسودۂ خواب ہیں۔

تقریظ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی

استاذِ حدیث وایڈیٹر ''ماہنامہ دارالعلوم'' دارالعلوم دیوبند

نحمده ونصلى على رسوله الكريم! اما بعد

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کی ایماء پر حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی دہلوی رحمہ اللہ نے طلبۂ درجات ثانویہ کی تعلیم کے لئے اصولِ ستہ وغیرہ مستند کتب حدیث سے اخلاق وآداب وغیرہ ابواب پر مشتمل منتخب احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ مشکوٰۃ الآثار کے نام سے مرتب فرمایا تھا، جو دارالعلوم دیوبند اور اس کے نصاب کے مطابق تعلیم دینے والے مدارس عربیہ میں شامل درس ہے، اگرچہ احادیث پاک کی زبان بالعموم آسان اور سہل ہوتی ہے پھر بھی مبتدی طلبہ چونکہ عربی اسلوب وبیان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے پورے طور پر اس کتاب سے استفادہ ان کے لئے دشوار ہوتا ہے۔

طلبہ کی اس دشواری کے پیش نظر محب مکرم جناب مولانا مصلح الدین قاسمی سابق رفیق شعبۂ تدریب المعلمین دارالعلوم دیوبند نے ''مفتاح الاسرار'' کے عنوان سے بزبان اُردو اس کی شرح تالیف کی ہے، جس میں مبتدی کی ضرورت کے لحاظ سے احادیث کے سلیس لفظی ترجمے اور ضروری تشریحات کے علاوہ حل لغات، الفاظ مفردہ کی صرفی تحقیق بقدرِ غایت نحوی ترکیب کے بیان کا خاص اہتمام کیا ہے اس لئے بلاشبہ یہ شرح طلبہ کے لئے ایک مفید علمی تحفہ ہے جس کا بالاستیعاب مطالعہ ان کی استعداد سازی میں معین ومددگار ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف موصوف کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے ہمکنار فرمائے اور انھیں مزید علمی ودینی کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

حبیب الرحمٰن اعظمی غفرلہ
۱۳ رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

سخنِ اوّلیں

کوئی مضمون ، کوئی کتاب ، یا کسی کتاب کی شرح لکھنا بہت مشکل بھی ہے اور بہت آسان بھی ۔ اہلِ ذوق واصحابِ قلم اور میدان تحریر وصحافت کے شہ سواروں کے لیے کچھ لکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، کتنے باکمال افراد ہیں جو تحریر کے حوالے سے روزانہ نئی فکر، نئی سوچ لوگوں کو سامنے پیش کرتے اور دادِ تحسین وصول کرتے ہیں لیکن مجھ جیسے بے بضاعت اور طفلِ مکتب کے لیے یہ کام مشکل ہی ہیں ؛ بل کہ مشکل تر ہے، مگر اس میدان میں قدم رکھتے ہوئے علمی بے بضاعتی وتنگ دامنی پس روی پر مجھے اس لیے مجبور نہیں کررہی ہے کہ جب یہ شکستہ تحریر اساتذہ کے سامنے پہنچے گی تو اصلاح فرمائیں گے، ہمت باندھیں گے اور حوصلہ افزائی فرمائیں گے، طلبہ کے پاس پہنچے گی تو کسی قدر استفادہ کریں گے۔ اسی احساس اور فکر کے ساتھ رب کریم کے فضل وکرم کی امید کرتے ہوئے یہ کتاب سپردِ خدمت کررہا ہوں۔ اس سے قبل احقر کو جب مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے ۱۴۱۵ھ میں دورۂ حدیث اور ۱۴۱۶ھ و ۱۴۱۷ھ میں تکمیل ادب اور تخصص فی الادب سے فراغت کے بعد تدریب فی التدریس کا موقع ہاتھ آیا اور عربی درجات کی ابتدائی کتابیں متعلق ہوئیں تو اس بات کا احساس ہوا کہ عربی زبان کی مشق وتمرین کے لیے کوئی آسان سی کتاب ہو جائے جس میں نحو کے قواعد کے ساتھ مشق ہو تو بہت مفید ہوگا، چناں چہ اس موقع پر احقر نے "قواعد النحو والانشاء" کے نام سے ایک کتاب کی ترتیب دی جس کے ہر سبق میں پہلے نحو کے قواعد بیان کیے گئے ہیں پھر اسی کے اعتبار سے عربی واردو کے جملے لکھے گئے ہیں ۔ یہ احقر کی پہلی کاوش تھی، توقع کے خلاف کتاب کو کافی پسند کیا گیا اور ابتدائی درجے کے طلبہ واساتذہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اب وہ دوبارہ حذف واضافے کے ساتھ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آجائے گی ۔ اسی کتاب نے احقر کی ہمت کو مہمیز کیا اور تدریب کے دوسرے سال احقر نے "توضیح البلاغۃ شرح دروس البلاغۃ" کی تالیف کی جس کا تیسرا ایڈیشن کتاب میں بطور استشہاد ذکر کردہ اشعار کی لغات اور ترکیب کے اضافے نیز قدرے تغیر کے ساتھ مستقبل قریب ہی میں انشاء اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند میں معاونت تدریس کی مقررہ مدت دو سال ہے، ان دو سالوں میں احقر کو رب کریم کے فضل وکرم اور حضرات اساتذۂ کرام کی دعاؤں کے طفیل بہت کچھ سیکھنے اور برتنے کا موقع ملا جو شاید کسی اور جگہ ملنا بہت مشکل تھا۔ معاونتِ تدریس کی مدت کے اختتام کے بعد بہ ظاہر رسمی تعلق ختم کرنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا جب کہ دل کسی طرح بھی اس جدائی کے غم کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہ تھا مگر مسبب الاسباب کو کچھ اور ہی منظور تھا، ماہ شوال ۱۴۱۸ھ کو میرے محسن وکرم فرما استاذ محترم حضرت مولانا ارشد مدنی

صاحب زید مجدہم۔ تاہم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی کوشش سے کچھ اور موقع ہاتھ آیا اور حضرت والا ہی نے احقر کو یہ خوش خبری سنائی کہ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے کچھ غیر ملکی طلبہ کی تدریس کی خاطر معاونت تدریس کی مدت میں ایک سال کی توسیع فرمادی ہے اس خبر سے دل کی کلی کھل گئی، ان غیر ملکی طلبہ کی آمد کا سلسلہ چوں کہ دو سال جاری رہا اس لیے یکے بعد دیگرے دو سال کی توسیع ہوئی اس طریقے سے احقر کو مادر علمی میں چار سال کی خدمت کا موقع ملا، فالحمدللّٰہ علی ذلک۔

توسیع کے ان دو سالوں میں غیر ملکی طلبہ کے تو تمام اسباق احقر سے متعلق تھے ہی، اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی درجات کی بھی کچھ کتابیں متعلق رہیں جن میں حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مشکوٰۃ الآثار'' بھی شامل ہے، دوران تدریس احقر کو اور احقر کے دیگر رفقا کو جو معاونت تدریس کے زمانے میں احقر کے ساتھ تھے اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اگر اس کتاب کی کوئی مختصر شرح آجائے تو طلبہ واساتذہ دونوں کے لیے بہتر ہو، میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید یہ احساس صرف مجھے اور میرے رفقاء ہی کو ہے لیکن ایک روز جب میں کسی کتاب کی ضرورت کے تحت دیوبند کے مشہور کتاب خانے ''دارالکتاب'' میں گیا، تو محترم مولانا ندیم الواجدی صاحب منیجر دارالکتاب وایڈیٹر ''ترجمان دیوبند'' نے مجھ سے تاکیدی فرمائش کی اور ضرورت کا احساس دلایا، اس وقت تو میں نے حامی بھر لی اور خدا کا نام لے کر کام شروع کردیا، مگر تدریسی مصروفیت کچھ اتنی زیادہ تھی کہ میں اپنے وعدے پر پورا نہ اتر سکا، بل کہ اس سے جان بچانے کی کوشش کرنے لگا، مگر موصوف محترم ہر ملاقات میں اصرار پر اصرار کرنے لگے، یہاں تک کہ میں ملنے سے بھی کترانے لگا مگر یہ طرز عمل بھی بے سود رہا۔ تحریراً تاکید کرنے لگے پھر میں نے اللہ کا نام لے کر دوبارہ کام شروع کیا اور اس طریقے سے مسلسل کوششوں کے بعد اب یہ کتاب جیسی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ واضح رہے کہ کتاب کی تالیف یہ وہ زمانہ ہے جب احقر معین مدرسی کے مدت کے چار سال بعد حضرت الاستاذ جناب مولانا ارشد مدنی صاحب ہی کے مکان پر مقیم تھا جہاں حضرت نے اپنی زیر نگرانی بعض کتب کی مراجعت وتحقیق کے لیے روک لیا تھا۔

کتاب کے حوالے سے میں یہ وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ چوں کہ یہ کتاب ابتدائی جماعت کے طلبہ کے لیے ہے اس لیے طویل بحث سے کلیۃً احتراز کیا گیا ہے، نہ تو اتنا اختصار ہے کہ مطلب ہی خبط ہوجائے اور نہ ہی اتنی طوالت ہے کہ باعث اکتاہٹ ہو، اور کوشش اس بات کی گئی ہے کہ ان کی ذہنی سطح سے بلند کوئی بات نہ ہونے پائے، تشریح میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں حدیث کی عربی واردو شروحات سے مدد لے کر ہی بیان کی گئی ہیں، الفاظ کی تبدیلی واختصار ضرور ہے مگر ذہنی تخیل کو جگہ نہیں دیا گیا ہے بعض مواقع میں ان کتابوں کے حوالے بھی ذکر کردیے گئے ہیں۔

بہ ہر کیف مقدور بھر کوشش کے بعد یہ علمی تحفہ آپ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ چوں کہ انسان کا کوئی بھی عمل نقص سے خالی نہیں ہوتا ہے اس لیے یقیناً کچھ فروگذاشتیں ہوئی ہوں گی، اس سلسلے میں انھیں

احقر کی کم علمی پر محمول کرتے ہوئے معذور سمجھیں، مجھے انتہائی مسرت ہے کہ احقر کی اس حقیر کوشش کو حضرت الاستاذ حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب دامت برکاتہم استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند وایڈیٹر ''ماہنامہ دارالعلوم'' نے سراہا، موصوف نے اپنی تمام تر تدریسی وتحریری مصروفیات کے باوجود احقر کی حقیر درخواست کو شرف قبولیت سے نواز کر اس پر نظر ثانی فرمائی اور گراں قدر کلمات تحریر فرما کر حوصلہ افزائی بھی فرمائی، رب کریم حضرت والا کو اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے اور سایۂ عاطفت کو تادیر قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

کتاب کی اشاعت کے تعلق سے برادر مکرم جناب مولانا قاری عبدالقیوم صاحب استاذ تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند و برادرم جناب مولانا مفتی عمران اللہ صاحب قاسمی معین مدرس دارالعلوم دیوبند بے پناہ شکریے کے مستحق ہیں کہ اول الذکر نے ہر موقع پر اپنے تعاون سے نوازا، کتاب کی ترتیب وتالیف کے موقع پر جب احقر نے تنہائی اور عزلت نشینی کی درخواست کی تاکہ یکسو ہوکر کام کیا جاسکے تو موصوف نے بلا تامل احقر کی درخواست کو قبول کیا اور اپنے کمرے کی تالی عنایت فرما کر بڑا کرم فرمایا۔ اس دوران موصوف محترم برابر خیریت معلوم کرتے رہے اور اپنے تعاون کا یقین دلاتے رہے، متعدد مرتبہ صاف لفظوں میں کہا کہ کتاب کی اشاعت میں مالی تعاون میں بھی ہاتھ بٹانے سے گریز نہیں کروں گا اور موخر الذکر کا تو دست تعاون کبھی نہیں رکا۔ موصوف نے اپنے قیمتی اوقات کا بڑا حصہ کتاب کی اشاعت کے لیے وقف کردیا اور کتاب کی تصحیح نیز حسب موقع خراش تراش میں احقر کے ساتھ ساتھ رہے اور جلد از جلد کتاب کو منظر عام پر لانے کے لیے کوشاں رہے حقیقت یہ ہے کہ یہ چند جملے ان حضرات کے تعاون کی جزا نہیں بن سکتے ہیں حقیقی اجر تو رب کریم ہی اپنے فضل سے عطا فرمائے گا۔ دعا ہے کہ حق جل مجدہ تمام محسنین ومعاونین کو بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ کتاب ہذا کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور احقر کو بیش از بیش خدمت دین کی توفیق ارزانی فرمائے۔

والسلام

مصلح الدین قاسمی سدھارتھ نگری

سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

حال مقیم مدنی منزل دیوبند

۲؍رجب ۱۴۲۲ھ - ۲۰؍ستمبر ۲۰۰۱ء

کچھ کتاب کے بارے میں

قرآن کا اصل موضوع مخلوق کی ہدایت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ عوام الناس کے روبرو اس کو واضح کر کے بیان فرما دیں تا کہ لوگ اس سے صحیح طور پر مستفید ہو سکیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے ذریعہ قیامت تک باقی رہنے والی ہدایات کے نقوش جاری کرنے تھے نیز اس بیان مذکور کو تا قیامت باقی رکھنا تھا اس لیے آپ کے ارد گرد شیدائیوں کا ایسا گروہ پیدا کر دیا جو نہ صرف آپ پر جان نچھاور کرنے کے لیے آمادہ رہتا تھا بلکہ اس گروہ نے آپ کے ہر قول و فعل اور نقل و حرکت کو عملی جامہ پہنا کر محفوظ کر دیا اور اس سلسلے میں ایسی دیانت و امانت داری اور اخلاص سے کام لیا جس کے نتیجے میں صدیاں بیت جانے کے باوجود اس ذخیرے پر آج تک شک و شبہ کی گرد تک نہ آ سکی، اور آپ کے اقوال و افعال کا یہ پاکیزہ ذخیرہ من و عن محفوظ ہے، اصلاح و ہدایت کی فکر رکھنے والے افراد کا مرکزِ توجہ بنا ہوا ہے، بل کہ اس عظیم الشان ذخیرے کے ساتھ امت کے بیشتر افراد کا شغف اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی عمریں اس کی خدمت کے لیے وقف کر دی ہیں، اور وہ زمانے کے تقاضے کے مطابق ماحول و مزاج کو پرکھتے ہوئے اس ذخیرے میں سے موتی چن چن کر نئے نئے مجموعے لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں اور امت ان سے مستفید ہوتی رہتی ہے، اس طرح آپ کے اقوال و افعال کا یہ ذخیرہ امت کے لیے سرچشمۂ ہدایت بنا ہوا ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت بنا رہے گا۔

احیائے اسلام کی خاطر اور عوام الناس میں دینی شعور پیدا کرنے کے لیے جب مدارس اسلامیہ کا وجود عمل میں آیا تو ان مدارس کے نصاب میں حدیث شریف کو انتہائی اہمیت دی گئی، مادر علمی دار العلوم دیوبند کے قیام کے اسباب و محرکات میں احیائے سنت اور دین کی ترویج و اشاعت ہی خاص اور اصل تھے اس لیے یہاں کے نصاب میں دیگر علوم و فنون کے ساتھ حدیث شریف کو جزوِ اعظم کی حیثیت سے داخل کیا گیا۔ مادر علمی دار العلوم دیوبند کے اراکین ہمیشہ اربابِ بصیرت رہے ہیں اور دار العلوم کا معیارِ تعلیم ہمیشہ ان کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔

حالات کے تقاضوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر نیز تعلیم و تربیت کے رفعتِ شان اور ترقی کے لیے اس کے نصاب میں کمی بیشی کرتے رہتے رہے ہیں، چناں چہ ان کی فکر رسا اور سعی کامل نے ۱۴۱۹ھ میں یہ بات طے کی کہ درجہ وسطیٰ سے ایسی احادیث کے اسباق کا سلسلہ شروع کیا جائے جن کا تعلق عمدہ اخلاق، نیکی و گناہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ہو، تا کہ طالب علم کو ان امور کی بصیرت بھی حاصل ہو اور اخلاق و فضائل سے مزین بھی ہوں۔ اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے احادیث مبارکہ کی متداول کتابوں سے منتخب کر کے ایک مجموعہ تیار کرنے کی ایک قرارداد بھی منظور ہوئی اور یہ عظیم الشان سعادت حضرت مولانا محمد میاں صاحب

دیوبندیؒ کے حصہ میں آئی جو اس وقت دارالعلوم کی شوریٰ کے ایک مضبوط رکن تھے۔ مولانا تبحر عالم دین، بلند پایہ محدث، عظیم الشان مؤرخ، بہترین انشا پرداز، بلند حوصلہ مجاہد، نظم وضبط کے پابند اور زندہ دل انسان تھے، خوش مزاج اور ملنسار ہونے کے باوجود صوفی منش، خلوت پسند، منکسر المزاج اور نہایت متواضع بزرگ تھے، آپ نے پانچ سو سے زائد روایتوں اور بہت سی آیات کریمہ پر مشتمل یہ گراں قدر مجموعہ تیار کیا۔ جو بزواثم کے بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی دیگر مضامین کو شامل ہے، دارالعلوم اور اس کے نہج پر چلنے والے تمام مدارس اسلامیہ میں اسی وقت سے یہ داخلِ نصاب ہے، طلبہ واساتذہ اس سے بھرپور مستفید ہوتے ہیں مگر چوں کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس لیے صرف عربی زبان کی سوجھ بوجھ رکھنے والے حضرات ہی اس سے مستفید ہو سکتے تھے اور اردو داں طبقہ کے لیے تو اس سے استفادہ ممکن نہیں تھا نیز علمی حلقوں میں بھی روز بروز بڑھتے ہوئے علمی انحطاط سے، سہولت پسندی کا رجحان، دشوار تر و دارزتر مضامین سے اکتاہٹ، اور پیچیدہ عبارتوں سے تنفر جیسے برے اثرات کا رونما ہونا ایک لازمی امر تھا جس کی وجہ سے بہت سے علوم سردخانے میں جاپڑے اور ان کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوگیا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان علماء کرام کو جنھوں نے اس بیش قیمت علمی ورثہ کو ضائع ہونے سے بچایا اور آسان عام فہم، سہل انداز میں ڈھال کر قابل استفادہ بنادیا جس کی وجہ سے آج ان علوم سے ہر خاص وعام مستفیض ہوسکتا ہے۔ ع

تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

مذکورہ حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ کتاب مذکور کی بھی کوئی آسان شرح ہوجائے تاکہ عربی سے ناواقف طبقہ بھی اس سے فائدہ حاصل کرسکیں اسی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم نے بھی ایک عرصہ پہلے مفصل شرح تحریر فرمائی تھی مگر مضامین کی طوالت اور مسئلہ کی درازنفسی کی وجہ سے ابتدائی جماعت کے طلبہ کے لیے اس سے استفادہ دشوار ہوگیا، اور پھر آج کل اس کتاب کا نایاب ہونا مزید اس بات کا سبب بنا کہ اس کی شرح کی جائے خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک مایۂ ناز فرزند و برادر عزیز جناب مولانا مصلح الدین صاحب نے اس ضرورت کو پورا کردیا موصوف محترم کو مبدأ فیاض سے بڑی خوبیوں سے سرفراز کیا گیا ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں ان کا مذاکرہ ہم سبق طلبہ کے مابین بڑا مقبول تھا، زندگی کے چند سالہ تجربات نے ان صفات میں مزید جلا پیدا کردیا ہے شرح مذکور ان کی عرق ریزی اور دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، شرح کا انداز بالکل عام فہم ہے سب سے پہلے عبارت با اعراب اس کے بعد ترجمہ ہے پھر اس کے بعد لغات ومشکل تراکیب کا حل ہے پھر اس کے بعد تشریح ہے۔ زبان بالکل سادہ اور سلیس ہے مضمون کو طویل کرنے کے بجائے اس کو جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے، مؤلف اس میں کتنے کامیاب ہیں اس کا فیصلہ آپ حضرات فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام طلبہ واساتذہ کے لئے نافع بنائے اور موصوف کو مزید خدمتِ دین کی توفیق بخشے (آمین)

عمران اللہ قاسمی خادم الطلبہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۵ھ

علم حدیث کی تعریف : لغت عرب کے امام علامہ جوہریؒ نے صحاح ستہ میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں کہ "الحديث، الكلام، قليله وكثيره، وجمعه أحاديث". یہ حدیث کے لغوی معنی ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے۔ اور حدیث کے اصطلاحی معنی میں علماء کی مختلف عبارتیں ہیں، لیکن یہ اختلاف اقوال یا تو لفظی ہے یا اعتباری، اس موضوع پر سب سے بہترین بحث علامہ طاہر بن صالح الجزائریؒ نے اپنی کتاب "توجيه النظر في أصول الأثر" میں کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دراصل حدیث علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں کچھ اور ہے اور محدثین کی اصطلاح میں کچھ اور، اس لیے دونوں کی بیان کردہ تعریفوں میں فرق ہو گیا ہے۔

اصولیین کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے "أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله" اس تعریف میں تقریر بھی داخل ہے، اس لیے کہ افعال کا لفظ اس کو بھی شامل ہے، اسی طرح آپؐ کے احوال اختیاریہ بھی افعال کے لفظ میں داخل ہو جاتے ہیں، البتہ اس تعریف کی رُو سے وہ روایات حدیث کی تعریف میں نہیں آتیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال غیر اختیاریہ کو بیان کیا گیا ہے، مثلاً آپ کا حلیۂ مبارک، آپ کی ولادت یا وفات کے واقعات کا بیان، لیکن علماء اصول فقہ کے نقطۂ نظر سے ایسی روایات کا حدیث کی تعریف سے خارج ہونا کچھ مضر نہیں، کیونکہ علماء اصول فقہ کا مقصد حدیث سے استنباط احکام ہے، اور ان کے نقطۂ نظر سے حدیث صرف وہ ہے جس سے کوئی حکم مستنبط ہو، اور جن روایات میں آپؐ کے احوال غیر اختیاریہ بیان کئے گئے ہیں ان سے چونکہ کوئی حکم مستنبط نہیں ہوتا اس لیے ان کا حدیث کی تعریف سے خارج ہو جانا علماء اصول کے نزدیک مضر نہیں۔

اس کے برخلاف حضرات محدثین آپؐ کے احوال اختیاریہ وغیر اختیاریہ میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ان کا مقصود استنباط احکام نہیں بلکہ ہر اس روایت کو جمع کر دینا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بھی حیثیت سے منسوب ہو، اس لیے ان کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے "أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله وأحواله" اب یہ تعریف احوال غیر اختیاریہ کو بھی شامل ہو گئی۔ اسی تعریف کو حافظ سخاویؒ نے "فتح المغیث" (ص ۱۲ المدینۃ المنورۃ ۱۳۸۸ھ) میں اس طرح پھیلایا ہے کہ "والحديث لغة ضد القديم واصطلاحاً ما أضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلّم قولاً له أو فعلاً أو تقريراً وصفةً حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام".

علم حدیث کا موضوع : بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علم حدیث کا موضوع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال ہیں جب کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ سند اور متن علم حدیث کا موضوع ہیں، لیکن زیادہ مقبول قول علامہ کرمانیؒ کا ہے جنھوں نے فرمایا کہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم حدیث کا موضوع ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت : علم حدیث کی غرض وغایت ہے "الاهتداء بهدي النبي صلى الله عليه وسلّم". یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنانا، اور آخروی غایت تمام علوم دینیہ کی ایک ہی ہے، یعنی "الفوز بسعادة الدارين". (درس ترمذی ج ۱ ص ۲۲۔۳۵)

الحمد لله و كفى وسلامٌ على عباده الَّذين اصطفى، خصوصاً على سيدنا وسيّد الثّقلين محمد المجتبى وأحمد المصطفى وعلى آله وأهله الطيبين الطاهرين وأصحابه المزكين، وأتباعهم المصطفين، إلى يوم الدّين.

أمّابعد! فقد قال الله تعالى في كتابه المبين، وهو أصدق القائلين، "إنّا نحنُ نَزّلْنَا الذّكْرَ وإنّاله لحافظُونَ"، قال العبد الضعيف "محمد ميان" من أبدع الأمثلة لهذه الحفاظة التي وعدها الله ماتشرفت به الهند.

كان من قضاء الله أن الدولة المغولية – التي كانت عروةً للمسلمين في الهند، ومسكةً لقوتهم وشوكتهم، تستقي منها معاهدهم الثقافية، وترتوي حدائقهم العامية، انقرضت كل الانقراض، في السنة الرابعة والسبعين بعد المائتين والألف من الهجرة النبوية– على صاحبها الصلاة والسلام (الموافق ١٨٥٧م) باستيلاء الإنكليز على بلاد الهند قاطبة: فبقي المسلمون في حيرة وقلق عظيم، كأنهم يتامىٰ لاولي لهم ولاوالٍ، ولامعين لهم ولاواق.

فبمقتضى هذه الحالة المقلقة المنقلبة، كان من الطبيعي أن تخمد نيران العلوم الإسلامية، وتطفىء مصابيح مناراتهم العلمية، وتكسف في الهند شمس الملة البيضاء، وتنكدر نجومها، وتغشى ظلمات الجهل و العمه ظهورها وبطونها، وكاد ذلك أن يبدو واقعاً فإذا الطاف فضل الله العظيم ورحمته توجهت نحو عبادالله الصالحين، تلقى في قلوبهم العزم الراسخ لحفاظة الدين بطرز جديدونمط بديع لم يسبق له مثيل.

ألقى في أرواعهم وأذهانهم تأسيس معاهد علمية، تدرس فيها العلوم الدينية، مع التربية على مكارم الأخلاق، متوكلين على الله، مستغنين كل الاستغناء عن إعانة الحكومة المتسلطة، متمسكين بأذيال القناعة والصبر،

معتمدين في حوائجهم المالية على تبرعات المؤمنين القانتين وهداياهم المخلصة.

وأول من استجاب لهذه الإلقاء الروعي، لهذا المقصد العظيم والفرض القويم صلحاء هذه القرية التي تعرف باسم"ديوبند" من قرى "سهارنبور" على نحو مائة و خمسين كلومترا من عاصمة الهند"دهلي".

وجعلوا رئيسهم وقائدهم في هذا المقصد العالم الأوحد، الذكي البلمعي، الزاهدالأبر، أمام الأتقياء ، ومقتدى العلماء، مولانا الشيخ "محمد قاسم" النانوتوي– رحمة الله عليه: فرأينا على أديم الأرض في ناحية مسجد قديم تحت شجرة الزمان أستاذاً اسمه محمود يدرس تلميذاً هو اسمه محمود، كان هذا شطا للمزرع العلمي، الذي زرعه هؤلاء الصلحاء صلحاء"ديوبند" في سنة ثمان وثمانين بعد المائتين والألف من الهجرة النبوية على صاحبها آلاف آلاف تحية.

ولم يمض على نشوئه واستوائه إلا سنوات عديدة حتى عادت حديقة مخضرة وجنة مدهامَة، بلغ المنزل الأقصى من جهة العلمية الروحية، تعانقان مكارم الأخلاق، وتتحليان بسنن الهدى سنن سيد المرسلين–صلوات الله وسلامه. واليوم تعرف هذه المدرسة بـ"دار العلوم ديوبند"– وقد برز المتخرجون من هذا المعهد متصفين بهذه الخصائل الحميدة والصفات المحمودة.

ولم يزل عددهم يزداد، وحلقة تلاميذهم وتلاميذ تلاميذهم تتوسع، حتى عمت بلاد الهند وجاوزتها، حتى لم يبق قطر من أقطار الأرض حتى أرض الحرمين الشريفين مكة المعظمة، والمدينة المنورة إلا وفيه عدد من هؤلاء المستفيضين من هذا المنبع"دارالعلوم الديوبندية" يشتغلون في التدريس في مدارسهم التي أقاموها، أو التصنيف والتأليف أو الدعوة والإرشاد في مراكزهم التي أسسوها، فهؤلاء هم اليوم حملة العلوم الدينية، والمحافظون على سنن الهدى وآداب الإيمان واليقين، المصدقون ببشارة سيد المرسلين:"لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون" الشاكرون الحامدون ، لمافضلهم الله به وأكرمهم ، إنه جعلهم مظاهر وعوامل لإيفاء ماوعده بقوله المتين:"انا نحن نزلنا الذكروانا له لحافظون".

ثم إن دارالعلوم هذه التي مضى عليها أكثر من مائة سنة والتي بديرها اليوم الفاضل النبيل، الخطيب المصقع، مولانا"محمد طيب "الذي هو في فضائله

وسماته كاسمه طيب، (حفيد مولانا"محمدقاسم" المؤسس لدارالعلوم. لها مجلس استشاري، أركانه ينتخبون من العلماء الراسخين، الموثوقون بهم عند عامة المسلمين وخاصتهم، أرباب بصيرة في العلوم وأصحاب خبرة في أساليب التربية والتعليم، لهم اطلاع على أفكار جديدة ومطالب عصرية، كما لهم حذاقة في العلوم القديمة.

ولايزال منهج دراسات دارالعلوم مطمح نظرهم ومحط بصيرتهم، ويضيفون إليه وينقصون منه، كلما تقتضي الأحوال ومصالح التعليم والتدريس لرفع شأن التعليم والتربية.

وقد قضى فكرهم البالغ واجتهادهم الكامل في سنة إحدى وتسعين(من المائة الرابعة عشرة) أن يدخل في المنهج الدراسي بعض الفنون الجديدة ويضاف إلى مقررات العلوم القديمة بعض مايسهل تحصيله ويمكن نفعه ، فنظروا لهذا المقصد في الكتب المؤلفة المطبوعة، فأخذوا منها ماساعدهم في مقصدهم ، و مالم يجدوه من المؤلفات المطبوعة موافقا لمرادهم قرروا أن يؤلف ما يلائم غرضهم.

وإن أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن كانت من أهم المقاصد المنهج الديني لاتماس أهدابه إلافي أواخره وكان"مشكاة المصابيح" أول كتب الحديث درس قبل التخريج بسنة، ولعمري إن القرآن وأحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم لبغية قصوى ومنية عظمى تتعلق بالمنهج الديني، فقرروا –وماأحسن ما قرروا أن تبدأ الدروس من المرحلة الوسطى، من الأحاديث التي تتعلق بمكارم الأخلاق والبر والإثم وسنن الهدى، كي يكون المتعلم على بصيرة منها ويتحلى بها، بتوفيق الله إن كان ذاحظ من التوفيق.

ولعمرى كان من السعادة العظمى أن فوضوا هذا الأمر الجليل إلى هذا العبد الضعيف، الخامل إذ لم يجدوا في الكتب المتداولة المطبوعة مايطابق مرادهم ويوافق مطمحهم.

فهذا المجموع الوجيز الذي يحتوي على مايربو على خمسمائة من أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وأيات كتاب الله–عزّ وجلّ، أمتثال لأمرهم، وتصوير لخطتهم السعيدة وغرضهم المبارك.

وحيث أني اقتبست الأحاديث جلها بل كلها –غير أحاديث معدودة، من

كتاب"مشكاة المصابيح" رأيت التيمن بإسمه أحسن وأجمل فسميت هذا المجموع "مشكاة الآثار و مصباح الأبرار"وهذه الأحاديث وإن اقتطفتها من "مشكاة المصابيح" لكني لم اقتصر على أن أشيرإلى المشكاة فقط، وكذالك لم اكتف، بتسمية مأخذه بل ملكان من أحاديث الصحاح أدرجت في الهامش ما به الذي ورده فيه هذا الحديث، وربما وردت أرقام الصفحات أيضا: فلم اقتصر على أن أقول: رواه البخاري- مثلاً بل نكرت الباب الذي فيه هذا الحديث مع رقم صفحته، ولم أسم المطبعة التي طبع فيها هذا الكتاب ، لأن الصحيحين : صحيح البخارى، وصحيح مسلم : وإن طبعا في المطابع المختلفة ولكن أرقام صفحاتهما متوافقة منطبقة.

وأما بقية كتب الصحاح، فأرقام صفحاتها مختلفة ، فيجمل لي أن أنكر مطابعها، فالسنن كلها من سنن الترمذي، وسنن أبي داؤد وكذلك سنن النسائي، كانت عندي من مطبوعات المطبع المجتبائي، غير سنن ابن ماجة فإني أخذت من نسختها المطبوعة في المطبع النظامي(بدلهي).

وبعد هذا التمهيد والتقديم، أدعوا الله أن يتقبل مني هذا السعي، ويضع له القبول عندالعلماء وطلبة الحديث كما وضع القبول لمأخذه ويجعل هذا الفرع كمثل أصله في عموم الإفادة وكثرة الدراسة- وماذلك على الله بعزيز. راجي رحمة الرحمٰن المفتقر إلى دعوات الأكابر والإخوان۔

محمد ميان ابن السيد منظورمحمد بن السيد محمد يوسف الديوبندي

مولداً وموطناً، ومسلكاً والدهلوي إقامةً.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

إِخْلَاصُ النِّيَّةِ وَتَعْيِيْنُ الْمَقْصِدِ

(۱) اَلْحَافِظُ الْعَلَّامُ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيُّ رحمه الله يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ و إِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ إِمْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَاهَاجَرَ إِلَيْهِ.

(بخاري ص ۲ ج ۱)

اخلاص نیت اور مقصد کی تعیین

حافظ، علامہ علقمہ بن وقاص لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے سنا اس حال میں کہ وہ منبر پر فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اعمال کا دار و مدار نیتوں ہی پر ہے، (اعمال نیتوں ہی کے ساتھ واقع ہوتے ہیں) اور ہر شخص کے لیے وہی چیز ہوگی جس کی وہ نیت کرے، سو وہ شخص جس کی ہجرت دنیا کی خاطر ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی خاطر ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہوگی، جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ (جس کی خاطر اس نے گھر بار چھوڑا ہے)

لغات وترکیب

أخلص إخلاصًا (إفعال) ریا نمود اور کھوٹ سے خالی کرنا۔ عيّن تعيينًا (تفعيل) متعین کرنا۔ مَقْصِدٌ، ج، مقاصِدُ، مقصد۔ حافظٌ حَفِظَ يَحْفَظُ حِفظًا (س) زبانی یاد کرنا، نگرانی کرنا۔ محدثین کی اصطلاح میں حافظ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔ علاَّمٌ صیغۂ مبالغہ ہے، عَلِمَ يَعْلَمُ عِلْمًا (س) جاننا۔ منبرٌ، ج، منابر، منبر، بلند جگہ جہاں سے واعظ اور خطیب خطاب کرتا ہے۔ إنّما کلمۂ حصر ہے۔ إمْرَءٌ و مَرْءٌ دو لغت ہے اس کی جمع من غیر لفظہ رِجَالٌ آتی ہے۔ هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا وهِجْرَةً (ن) چھوڑنا، قطع تعلق کرنا۔ أصابَ إصابةً (إفعال). پانا۔ هَاجَرَ إلى مكانٍ يهاجِر مهاجرَةً (مفاعلة) ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا۔

إخلاص النية أي هذا بيان إخلاص النية الخ. الحافظ العلام موصوف باصفت مبدل منہ، علقمه بن وقاص، بدل على المنبر. کائنًا سے متعلق ہو کر حال اوّل اور يقول اپنے مقولہ سے مل کر حال ثانی ہوگا۔ بالنيات "معتبرةٌ" کے متعلق ہو کر الأعمال کی خبر ہے، اولیٰ یہ ہے کہ "واقعةٌ" یا "حاصلةٌ" مقدر سے متعلق کیا جائے تاکہ "الأعمال" اپنے عموم پر باقی رہے۔ لامرئ. جار متعلق ہے

حاصلٌ مقدر کے، اور یہ خبر مقدم ہے ما نوی موصول باصلہ مبتدا موخر۔ فمن، فا تفریعیہ عاطفہ ہے اور من شرطیہ ہے، فهجرته الخ جزائے شرط ہے۔ إلى دنيا كائنًا سے متعلق ہو کر کانت کی خبر واقع ہے۔

تشریح ١- **شانِ ورود۔** حدیث مذکور کا شانِ ورود یہ ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا، اس نے منظور کرلیا اور یہ شرط لگادی کہ تمہیں ہجرت کرنی ہوگی، چناں چہ انھوں نے ہجرت کی اور عورت سے نکاح ہوگیا، اسی وجہ سے ان کا نام ''مہاجرِ امّ قیس'' مشہور ہوگیا، شرّاح فرماتے ہیں کہ اُن صحابی کا نام معلوم نہیں ہوسکا مگر صحیح یہ ہے کہ قصداً ان کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ ایک صحابی اس خاص بات کے ساتھ بالتعیین مشہور نہ ہوں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کا آغاز اِس حدیث سے اس لیے کیا تاکہ معلم ومتعلم ہر شخص اپنی نیت کو خالص اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک کرلے، اس لیے کہ نیت ہی عمل کی روح ہے۔ حضرات محدثین نے اس حدیث کو نصف علم کہا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی عظمت وصحت اور کثیر الفوائد ہونے پر تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے۔ امام شافعیؒ حدیث مذکور کو ثلثِ اسلام فرماتے ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب کا آغاز اسی حدیث سے فرماکر دوسروں کو دعوتِ اخلاص دی ہے۔

نیت کے معنیٰ ہیں، دل کا ارادہ۔ اور حدیث "إنما الأعمال بالنيات" کا مطلب یہی ہے کہ انسان جب بھی کوئی عمل کرے تو رضائے الٰہی ہی کی خاطر کرے۔ وإنما لامرئ مانوى. یہ جملہ، جملۂ اولیٰ کی تاکید ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ "إنما الأعمال بالنيات" میں عمل کا نیت سے تعلق بتلایا گیا ہے اور "وإنما لامرئ مانوى" میں عامل کی حالت پر تنبیہ کی گئی ہے کہ عامل کو وہی چیز ملے گی جو اس کے ارادے میں ہوگی پس اگر ایک عمل میں دس نیت خیر شامل ہوں تو دس نیتوں کا ثواب الگ الگ ملے گا۔ واضح رہے کہ نیت کا تعلق عملِ خیر سے ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص برا کام اچھی نیت سے کرے مثلاً چوری صدقات وخیرات کی نیت سے کرے تو وہ مستحقِ ثواب نہ ہوگا۔

فمن كانت هجرته إلى دنيا: یہ جملہ ماقبل کے اجمال کی تفصیل ہے۔ اصطلاحِ شرع میں ہجرت کی دو قسمیں ہیں (١) باطنی (٢) ظاہری۔ ہجرت باطنیہ ترکِ معاصی کو کہتے ہیں، کما قال النبي صلى الله عليه وسلم "المهاجر من هجر ما نهى الله عنه" اس ہجرت کا دوسرا نام ہجرتِ حقیقیہ بھی ہے۔ ہجرتِ ظاہریہ نام ہے ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانا۔ اس ہجرت کی تین قسمیں ہیں (١) الانتقال من دار الكفر إلى دار الإيمان (٢) الانتقال من دار الفساد إلى دار الأمان (٣) الانتقال من مكه إلى مدينة. یہ تیسری قسم ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد منسوخ ہوچکی ہے کما في الحديث لاهجرة بعد الفتح. اور پہلی قسم قیامت تک جاری رہے گی، اس پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی جگہ کو کفر وشرک یا بدعت کے غلبے کی وجہ سے دین پر عمل کرنا دشوار ہو تو ہجرت واجب ہے ورنہ مستحب۔

أو امرأۃ یتزوجها: یہ تخصیص بعد التعمیم ہے چوں کہ عورت بہت زیادہ محل فتنہ ہے اس لیے اس کی تخصیص فرمادی۔

مَاذا نریٰ ونسمعُ؟

(۲) قَالَ اللّٰہُ تَعالیٰ: وَفِی الْاَرْضِ آیَاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَO وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفلَا تُبْصِرُوْنَO. (سورۃ الذٰریت / آیت ۲۰-۲۱)

(۳) رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ آمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِO.
(آیت ۱۹۳، سورۂ آل عمران)

ہم کیا دیکھیں اور کیا سنیں؟

ارشاد باری ہے: اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں بہت نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے پروردگار! لہٰذا ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمادیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجیے۔

لغات وترکیب

ماذا، ما استفہامیہ ہے اور ذا موصولہ ہے بمعنی الذي. موقنین، أیقن یوقن إیقانًا (إفعال) یقین کرنا، أنفُسٌ، واحد نَفْسٌ، روح، جان۔ منادیٌ اسم فاعل ہے نادی منادَاۃً (مفاعلۃ) پکارنا۔ کَفِّرْ، فعل امر ہے کفَّر اللہ له الذنبَ یکفِّر تکفیرًا. معاف کرنا، گناہ مٹانا۔ سیّئاتٌ: واحد سیّئۃٌ، قصور، گناہ۔ توفَّنا. توَفَّ فعل امر ہے اور نا مفعول بہ ہے۔ توفّاہ اللّٰہُ یتوفّی توفِّیاً (تفعّل) موت دینا۔

مَاذا نری ونسمع میں ما بمعنی أي شيء مبتداء ہے، اور نریٰ ونسمع معطوف علیہ ومعطوف مل کر ذا اسم موصول کا صلہ، موصول مع صلہ خبر، أن آمنوا میں أن تفسیریہ ہے اور جملہ ما قبل کی تفسیر ہے۔

تشریح ۲- ما قبل کی حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اعمال کی بنیاد نیت ہے، اب "ماذا نری ونسمع؟" کے تحت حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نیت اسی وقت معتبر ہوگی جب کہ ایمان باللہ والرسول حاصل ہو، چناں چہ پہلی آیت میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل یقین کی نگاہوں کے سامنے خداوند قدوس کے قدرت کی نشانیاں بالکل عیاں اور ظاہر ہیں۔ زمین کے نباتات و اشجار، پہاڑ اور

غار، زمین میں پیدا ہونے والی انواع و اقسام کی اشیا سب قدرت خداوندی پر دال ہیں، بلکہ انسان اگر اپنی ابتدائے پیدائش سے لے کر موت تک کے پیش آنے والے حالات ہی میں غور کرے تو اس کو حق تعالیٰ گویا اپنے سامنے نظر آنے لگیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ خدا کی قدرت کاملہ کا اعتراف کر کے اس پر ایمان لے آئے۔

دوسری آیات میں اہل ایمان کے معروضات کا ذکر ہے کہ جب وہ قدرت خداوندی میں غور وفکر کر کے اس کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ رب العزت کی حمد وثنا اور ذکر میں مشغول رہ کر اپنی معروضات بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے جس طریقے سے مخلوقات کو دیکھ کر عقلی استدلال کیا اسی طرح ہم نے ایک پکارنے والے (مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کررہے ہیں تو ہم ایمان لے آئے (اس معروض کے ضمن میں ایمان بالرب کے ساتھ ایمان بالرسول بھی آگیا لہٰذا ایمان کے جز اعتقادِ توحید اور اعتقاد رسالت کامل ہوگئے) سوائے ہمارے پروردگار ہمارے اِن گناہوں کی معافی اور نیک لوگوں کے ساتھ موت ہونے کی درخواست کو قبول فرمالیجیے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نیت اسی وقت کارآمد ہوسکتی ہے جب کہ اعتقادِ توحید و رسالت موجود ہو۔

قُصْوىٰ بُغْيَتِنَا

وَلَمَّا كَانَ قُصْوىٰ بُغْيَتِنَا وَغَايَةُ مَرَامِنَا أَنْ نَتَوَفّٰى مَعَ الْأَبْرَارِ فَعَلَيْنَا تَحْقِيْقُ مَعْنَى الْبِرِّ وَ الْأَبْرَارِ وَأَنَّ الرَّجُلَ كَيْفَ يَكُوْنُ مِنَ الْأَبْرَارِ، فَهٰذِهٖ فُصُوْلٌ وَ أَبْوَابٌ تَكْشِفُ عَنْ وُجُوْهِ الْأَجْوِبَةِ الْأَسْتَارَ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَلَهُ الْحَمْدُ.

ہماری آخری خواہش

اور چوں کہ ہماری انتہائی آرزو اور ہمارا آخری مقصد یہ ہے کہ ہماری موت نیکوں کے ساتھ ہو، تو ہمارے ذمہ بِرّ اور ابرار کے معنے کی تحقیق ضروری ہے اور یہ کہ انسان کس طریقے سے نیکوں میں سے ہوتا ہے لہٰذا یہ چند فصلیں اور ابواب ہیں جو جوابات کے چہروں سے پردے کھول دیں گے اور اللہ ہی سے توفیق طلب کرتا ہوں اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔

لغات وترکیب

قُصْوىٰ، اسم تفضیل مونث از قَصَا يَقْصُو قَصًا (ن) دور ہونا۔ بُغْيَةٌ، مطلوب، بَغٰى يَبْغِي بُغْيَةً (ض) طلب کرنا۔ غَايَةٌ، ج، غايَاتٌ، انتہا۔ مَرَامٌ اسم ظرف از رَامَ يَرُوْمُ رَوْمًا (ن) ارادہ کرنا۔ بِرٌّ، نیکی، بِرٌّ، ج، أبرارٌ، فرماں بردار، نیک۔ فُصُوْلٌ، واحد، فَصْلٌ، حد۔ کتاب کا ایک مستقل ٹکڑا۔ أَبْوابٌ: واحد بَابٌ، دروازہ۔ کتاب کا ایک مستقل حصہ۔ كَشَفَ يَكْشِفُ كَشْفًا (ض) ظاہر کرنا۔

أستار: واحد سِترٌ، پردہ۔ وفّق توفيقا (تفعيل) اسبابِ خیر مہیا کرنا۔

قصوى بغيتنا، مبتدا، هذه خبر محذوف۔ یا برعکس مبتدا محذوف خبر مذکور۔ لمّا شرطیہ ہے اور جواب شرط فعلينا تحقيق الخ ہے۔ كان فعل ناقص کا اسم قصوى بغيتنا وغاية مرامنا ہے اور خبر ان نتوفى مع الأبرار ہے۔ فهٰذه فصولٌ، فا تفریعیہ ہے، هذه مبتدا اور مابعد کا جملہ خبر ہے۔

تشریح ۳- ماقبل کے عنوان اور اس میں ذکر کردہ آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مومن انسان کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ اس کی موت نیکوں کے ساتھ ہو، اس لیے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ جب ہمارا نصب العین اور آخری آرزو "توفی مع الابرار" ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ نیکی اور نیکوں کی حقیقت کو جان لیں، اور یہ کہ ایک انسان کو نیکوں میں کس طرح شامل ہوتا ہے تو یہ چند فصلیں اور ابواب ہم نے انھیں مذکورہ امور کی وضاحت کے لیے قائم کیے ہیں۔

وَلَمَّا كَانَتِ الْأَشْيَاءُ تَتَبَيَّنُ بِأَضْدَادِهَا نَذْكُرُ بَعْدَهَا الْإِثْمَ وَشُعَبَهُ وَ فُرُوْعَهُ وَ أُصُوْلَهُ حَسْبَمَا بَيَّنَهَا الَّذِيْ أُرْسِلَ إِلَى كَآفَّةِ النَّاسِ بَشِيْراً وَّ نَذِيْراً وَبُعِثَ لِيَتْلُوَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَيُزَكِّيَهِمْ وَيُعَلِّمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَكَمَا أَشَارَ إِلَيْهَا الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ فِيْهِ تَفْصِيْلُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ نُوْرٌ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ.

ترجمہ اور چوں کہ اشیا اپنے اضداد سے واضح ہوتی ہیں تو ہم ان (فصول وابواب) کے بعد گناہ، اس کے شعبوں، اُس کے فروع اور اس کے اصول کو ذکر کریں گے، اسی کے مطابق جیسا کہ ان کو اُس ہستی نے بیان کیا ہے جن کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا اور ان کو اس لیے بھیجا گیا تا کہ وہ اہل ایمان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں اور ان کو پاک کریں اور انھیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھلائیں اور جیسا کہ اس کی طرف اس روشن کتاب نے اشارہ فرمایا ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور وہ اہل ایمان کے لیے نور وہدایت اور رحمت ہے۔

لغات وترکیب

تَبَيَّن تبيُّنًا (تفعل) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ أضدادٌ: واحد ضِدٌّ، ضد، مخالف۔ إثمٌ: ج آثام، گناہ۔ شُعَبٌ: واحد شعبةٌ، شاخ، فرقہ، جماعت۔ فُروعٌ: واحد فرعٌ، شاخ۔ أصولٌ: واحد أصلٌ، جڑ۔ حَسْبَمَا: حَسْبُ بمعنی مدد، اندازہ، موافق، ما یا تو موصولہ ہے، یا مصدریہ۔ كافّة: كافٌّ کا مونث ہے، جماعت۔ کہا جاتا ہے جاء الناس كافة، یعنی سب آئے (اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا اور اس کی اضافت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ حالیت کی بنا پر منصوب رہتا ہے)۔ بشيرٌ: ج بُشَرَاء، خوش خبری دینے والا۔ نذيرٌ: ج نُذُرٌ، ڈرانے والا۔ بعث يبعث بعثًا (ف) بھیجنا۔ زكّى يزكّي تزكية (تفعيل) پاک کرنا، صالح بنانا۔

لمّا كانت الأشياء تتبين بأضدادها شرط۔ نذكر بعدها الخ جزائے شرط۔ بشيرًا و

نذیرًا حال واقع ہیں۔ لیتلو، بُعِثَ کے متعلق ہے۔کما أشار میں کاف بمعنی مثل اور ما موصولہ ہے۔

تشریح مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرا اصل مقصد توبرّ اور ابرار کے معنی کی تحقیق ہے تاکہ انسان نیکی اور نیکوں کے اوصاف جان کر ان میں شامل ہو جائے لیکن چوں کہ ایک شے کی وضاحت دوسری شے کے ذریعے اس وقت زیادہ ہوتی جب ایک دوسرے کی ضد ہو، جیسے سفیدی، سیاہی۔ ایمان، کفر، سردی، گرمی۔اس لیے ہم''نیکی'' کے ساتھ ساتھ ''گناہ'' اوراس کے شعبوں کو بھی بیان کریں گے تاکہ برّ اور نیکی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوجائے۔متنبّی نے کہا ہے ۔ وبضدها تتبين الأشياء

اور جو کچھ بھی میں بیان کروں گا۔اسی کے مطابق بیان کروں گا جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جن کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا تاکہ مومنین کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت فرمائیں، ان کا تزکیہ کریں اور انھیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھائیں، یہ گویا بعثتِ رسول کے تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا مقصد: تلاوت آیات ہے یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تعلیم کا معانی سے، یہاں تلاوت کو مستقل طور پر بیان کرنے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قرآن کریم میں جس طرح معانی مقصود ہیں ایسے ہی اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود ہیں، کیوں کہ تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے معانی کی نہیں۔

دوسرا مقصد: تزکیہ ہے۔اس کے معنیٰ ہیں ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک کرنا، ظاہری نجاستوں سے تو سبھی واقف ہیں، باطنی نجاستیں کفر وشرک، غیر اللہ پر اعتماد کلی اور اعتقادِ فاسد، نیز تکبر وحسد، بغض وحبّ دنیا وغیرہ ہیں۔

تیسرا مقصد: تعلیمِ کتاب ہے۔کتاب سے مراد کتاب اللہ ہے اور حکمت کا لفظ تو عربی زبان میں کئی معانی کے لیے آتا ہے، حق بات پر پہنچنا، عدل وانصاف، علم وحلم وغیرہ، حکمت کی تفسیر بعض نے''تفقہ فی الدین'' سے کی ہے، اور بعض نے احکام شرعیہ سے اور بعض نے احکام الٰہیہ سے۔تمام کا حاصل تقریبًا ایک ہی ہے۔

اسی طریقے سے برّ واثم کی وضاحت میں قرآن کریم کا بھی سہارا لوں گا جس میں تمام چیزوں کی تفصیل ہے اور ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرنے سے بات پختہ اور مدلل ہو جائے گی۔

وَ الْمَقْصُوْدُ أَنْ يَتَحَلَّى الشَّابُّ الصَّالِحُ بِالْفَضَائِلِ الْمَحْمُوْدَةِ وَيَتَخَلَّى عَنِ الْخَصَائِلِ الْمَذْمُوْمَةِ لِيَسْتَظِلَّ بِظِلِّ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ.

(٤) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ، اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَ شَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً

حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا أَنْفَقَ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

ترجمہ اور مقصد یہ ہے کہ انسان لائق ستائش خوبیوں سے آراستہ ہو جائے اور بری عادتوں سے محفوظ ہو جائے تاکہ اس دن رحمٰن کے عرش کے سائے میں سایہ حاصل کرے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سات اشخاص ایسے ہیں جن کو اللہ رب العزت اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) انصاف پرور بادشاہ (۲) وہ جوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں پلا بڑھا ہو (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو (۴) ایسے دو اشخاص جنھوں نے اللہ کی خاطر آپس میں محبت کی اسی پر اکٹھا ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے (۵) وہ شخص جس کو کسی مرتبے اور حسن و جمال والی عورت نے دعوت (گناہ) دی تو اس نے کہہ دیا مجھے خدا کا خوف ہے (۶) وہ شخص جس نے ایسے مخفی انداز سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

لغات وترکیب

تحلّٰى يتحلّٰى تحلّيا (تفعّل) آراستہ ہونا۔ شابٌّ: ج شُبّانٌ، جوان۔ فضائل: واحد فضيلةٌ، خوبی۔ المحمودةُ: حمِدَ يَحْمَدُ حَمْدًا (س) سے اسم مفعول ہے، تعریف کرنا۔ تَخَلّٰى عن شئٍ يتخلّٰى تخلّيا (تفعّل) کسی چیز سے علاحدگی اختیار کرنا، چھوڑنا۔ خصائل: واحد خصلةٌ، عادت۔ مذمومة: ذَمّ يذُمّ ذَمًّا ومذمّةً (ن) برائی کرنا۔ استظلّ استظلالًا (استفعال) سایہ حاصل کرنا۔ ظِلٌّ: ج ظِلالٌ، سایہ۔ أظلّ إظلالًا (إفعال) سایہ ڈالنا۔ إمام: ج أئمّةٌ، پیشوا، مقتدا۔ نَشَأ الطفل يَنْشَأ نشأً (ف) جوانی کو پہنچنا۔ علّق تعليقاً (تفعيل) لٹکانا۔ منصبٌ: ج مَنَاصِبُ، مرتبہ۔ خاف يَخَاف خوفًا (س) ڈرنا۔ تَصدّق تَصَدُّقًا (تفعّل) صدقہ کرنا۔ شِمَالٌ: ج أشْمُلٌ، بایاں ہاتھ۔ يمِيْنٌ: ج أيْمَنٌ، دایاں ہاتھ۔ أنفق إنفاقًا خرچ کرنا۔ فاض يفيض فيضانًا (ض) بہنا۔ عينٌ: ج عيونٌ، آنکھ۔

المقصود، مبتدا ہے اور مابعد کا جملہ معطوف علیہ معطوف سے مل کر خبر ہے۔ یستظل کا لام یا تو المقصود مبتدا سے متعلق ہے یا یہ کہ متعلق محذوف ہے، اور جملہ متعلق محذوف سے مل کر ذٰلكَ مبتدا محذوف کی خبر ہے أي ذٰلكَ يستظلُّ الخ. يومَ لَاظِلَّ إلا ظِلُّهٗ. لا، لائے نفی جنس ہے، ظلٌّ اسم ہے إلّا حرف استثنا یہاں لغو ہے ظلُّه، لا کی خبر ہے اور پورا جملہ یوم کا مضاف الیہ ہے اور یوم يستظلّ کا ظرف ہے۔

سبعةٌ۔ تمیز ہے تمیز محذوف ہے أي سبعة أشخاص. مبتدا واقع ہے اور مابعد کا جملہ خبر ہے۔ حدیث کے ہر جز کی الگ الگ ترکیب بھی ہو سکتی ہے۔ أحدهم، ثانيهم وغیرہ مبتدا محذوف مان کر۔ اور

معطوف علیہ ومعطوف مان کر پورے کو ایک ہی جملہ بھی بنا سکتے ہیں۔ إخفاءً مفعول مطلق کی صفت ہے أي صدقةً مخفيةً، بمعنی مفعول۔ خاليا حال واقع ہے۔ ففاضت میں فاتفریعیہ عاطفہ ہے۔

تشریح ۴۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بز واثم دونوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کی حقیقت وانکشاف ہوجائے تاکہ صالح نوجوان عمدہ خوبیوں کو اپنالے اور برے عادات واطوار سے باز آجائے اور خدا کا برگزیدہ بندہ بن کر اللہ جل شانہ کے سایۂ عرش میں راحت وآرام سے ہم کنار ہو۔

۱- الامام العادل. سات خوش نصیب افراد میں سے ایک امام عادل ہے۔امام سے مراد ہر ذمہ دار شخص ہے، خواہ بادشاہ ہو یا وزیر یا حاکم بشرطے کہ وہ انصاف پرور ہو امام عادل کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اثرات دوسروں تک متعدی ہوتے ہیں۔ لأن الناس علی دین ملوکهم.

۲- شابٌ نشأ. دوسرا شخص وہ صالح اور خوش بخت نوجوان ہے جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے پہلے ہی نیکیوں کا خوگر بن چکا ہو، اس لیے کہ جو شخص آغاز جوانی میں نیک رہے گا جو لہو ولعب کا وقت ہوتا ہے وہ مابعد کی بھی زندگی کو سنوار لے گا۔

۳- رجلٌ قلبه معلّق في المساجد. تیسرا وہ شخص جو نماز کا رسیا بن چکا ہو، کہیں بھی ہو اس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو یہ شخص گویا اللہ کا عاشق ہے کیوں کہ کسی گھر سے تعلق صاحب خانہ سے تعلق کی دلیل ہے۔

۴- رجلان تحابّا في الله. چوتھے وہ دو سعادت مند افراد ہیں جن کے آپسی تعلق میں کوئی دنیوی غرض وابستہ نہ ہو؛ بلکہ ان کے دل اخلاص وصدق سے معمور، نفاق، بغض اور حسد سے خالی ہوں۔اللہ ہی کی خاطر ان کا تعلق ہو، اگر جدائی بھی ہو تو وہ بھی اللہ ہی کی خاطر ہو۔

۵- رجلٌ طلبته ذات منصب. پانچواں وہ باہمت انسان ہے جس کے سامنے خواہشِ نفسانی کی تکمیل کے تمام اسباب موجود ہوں اور ظاہری کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو مگر خوفِ خدا کا حوالہ دے کر نافرمانی سے محفوظ رہے۔ذات منصب و جمال کی قید لگا کر یہ بتلا دیا کہ دعوتِ گناہ دینے والی کوئی معمولی عورت نہیں، بلکہ مرتبہ اور وجاہت والی ہے نیز حسین وجمیل بھی ہے، جس کی طرف انسان فطرۃً مائل ہوتا ہے۔اس لیے کہ اگر کوئی سیاہ فام عورت دعوت دے اور کوئی شخص ٹھکرا دے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں کیوں کہ اس کی طرف اُس کا دل خود مائل نہیں ہوا مگر یہاں تو وہ عورت ہے جس پر ہزاروں ٹوٹ رہے ہیں مگر پھر بھی وہ اس کے فریب سے بچ گیا۔

إنّي أخاف الله. خواہ زبان سے کہے یا صرف دل میں یہ کیفیت پیدا ہوجائے دونوں صورتوں کو عام ہے۔

۶- رجلٌ تصدّق. چھٹا وہ مخلص انسان ہے جو راہِ خدا میں اپنا مال بہت مخفی انداز میں خرچ کرتا ہے، اتنا چھپاتا ہے کہ اگر ایک ہاتھ سے خرچ کرتا ہے تو دوسرے ہاتھ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔یہ اخفا میں مبالغہ ہے۔

۷۔ رجلٌ ذکر الله خالیًا. ساتواں وہ شخص ہے جو یادالٰہی میں رطب اللسان رہتا ہے اور تنہائیوں میں بھی خدا کو یاد کر کے آنسو بہاتا ہے۔ خالیًا کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ جلوت میں رونے سے ریاکاری کا بھی احتمال ہے کہ دوسرے لوگ اس کو اس عمل میں مخلص نہیں گردانیں گے یا یہ کہ دوسرے لوگ تو اسے مخلص ہی سمجھ رہے ہیں مگر خود رونے والے کے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ شاید میں دکھانے کے لیے رورہا ہوں مگر تنہائی میں یہ احتمال نہیں ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں (۱) غلبۂ شوق (۲) شدتِ خوف اور یہ دونوں صورتیں محمود ہیں۔

وَهٰذَا شُرُوْعٌ فِي الْمَرَامِ وَفَّقَنِي اللّٰهُ وَ إِيَّاكُمْ لِخَيْرِ الْخِتَامِ فَأَوَّلُ مَا يَلْزَمُ عَلَيْنَا تَحْقِيْقُهُ وَ تَنْقِيْحُهُ أَنَّ الْبِرَّ مَا هُوَ؟

ترجمہ اور یہ مقصد کا آغاز ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو حسن خاتمہ کی توفیق عطا فرمائے تو سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق وتوضیح ہم پر ضروری ہے یہ ہے کہ نیکی ہے کیا چیز؟

لغات وترکیب

خیرٌ، اسم تفضیل ہے أخیر کا مخفف ہے۔ الخِتام: خَتَم خَتمًا خِتامًا (ض) ختم کرنا، مہر لگانا۔ لزِم یلزَم لزومًا (س) لازم ہونا، ضروری ہونا۔ نَقّحَ الکلامَ ینقّح تنقیحًا (تفعیل) درست کرنا، اصلاح کرنا۔

"في المرام" شروعٌ سے متعلق ہوکر هذا مبتدا کی خبر۔ ما هو، ما بمعنی أيّ شيء مبتدا، هو خبر، پھر پورا جملہ أنّ کی خبر ہے۔

تشریح حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اب ہم نے اپنے مقصد کا آغاز کردیا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ حسن خاتمہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ کتاب میں مصنف برّ واثم دونوں کے متعلق بحث کریں گے، مگر چوں کہ برّ کا بیان اصل مقصد ہے اس لیے اس کو مقدم کررہے ہیں۔

اَلْبِرُّ مَا هُوَ؟

(۵) قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتَابِ وَ النَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ.

نیکی کیا ہے؟

ارشاد باری ہے: نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی سمت کرلو، لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں و پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں ومحتاجوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو، اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور تنگ دستی و بیماری میں اور قتال کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

لغات وترکیب

عَزَّ يَعِزُّ عِزًّا (ض) عزیز ہونا، قوی ہونا۔ قِبَلٌ، جانب، سمت۔ آمَن بالله إيمانًا (إفعال) ایمان لانا۔ مَلٰئِكَة: واحد مَلَكٌ، فرشتہ۔ آتى يؤتي إيتاء، عطا کرنا۔ ذوي، ذو کی جمع ہے۔ قُربى، رشتہ داری۔ يتامى: واحد يتيم، یتیم۔ مساكين: واحد مسكين، ہر وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ یا اتنا نہ ہو جو اس کے اہل وعیال کی کفالت کرسکے۔ ابن السبيل، مسافر۔ سبيلٌ: ج سُبُلٌ، راستہ۔ رقابٌ: واحد رقبةٌ، گردن۔ أوفى العهد يوفي إيفاء عہد کو پورا کرنا۔ بأساءٌ، لڑائی، بھوک۔ الضَّرَّاءُ، سختی، ضَرَّ يضُرُّ ضرًّا، نقصان پہنچانا۔ متّقون: واحد متقيٌ پرہیزگار۔

ليسَ البرَّ أن تولّوا۔ میں البرّ، ليس کی خبر مقدم اور أن تولوا بتاویل مصدر اسم مؤخر ہے۔ قِبَلَ المَشرِق والمغرب، تولّوا کا مفعول فیہ ہے۔ الموفون بعهدهم، مبتدا ہے۔ إذا عاهدوا شرط ہے اور ماقبل کا جملہ دال علی الجزاء ہے۔ الصّٰبرين منصوب علی المدح ہے، اس سے پہلے "امدح" فعل محذوف ہے۔

تشریح ۵- چوں کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا اصل مقصد بر کو بیان کرنا ہے اس لیے ابتداءً سورۂ بقرہ کی وہ آیت ذکر فرمائی جس میں بہت سے ابواب بر اجمالاً مذکور ہیں، آیت مذکورہ کا تعلق مسئلۂ تحویلِ قبلہ سے ہے کہ جب مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کردیا گیا تو دشمنانِ اسلام بالخصوص یہود و نصاریٰ نے اسلام پر طعن و تشنیع شروع کردی، اس سے پہلے کی آیات میں ان کے اعتراض کا مفصل جواب دیا گیا ہے، اس آیت میں اسی کی تکمیل ایک مخصوص انداز میں کی گئی ہے، کہ اے معترضین تم نے جہتوں کو مقصد بناکر سارا دین اسی میں منحصر کردیا ہے، حالاں کہ فی نفسہٖ کسی سمت کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ اقامتِ صلاۃ کے تابع ہونے کی وجہ سے اس میں حسن آیا ہے اگر نماز نہ ہوتی تو کسی خاص سمت میں منہ کرنا عبادت نہ ہوتا۔

شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں، عقائد، اعمال، اخلاق۔ اور تمام جزئیات انھیں کلیات کے تحت داخل ہیں، آیتِ مذکورہ میں ان اقسامِ ثلاثہ کے بڑے بڑے شعبے بیان کئے گئے ہیں۔ اعتقادات کا

ذکر "من آمن" سے "والنبیین" تک۔ عبادات کا ذکر "وآتی المال" سے "وآتی الزکاۃ" تک اور "والموفون" سے "حین البأس" تک اخلاق ذکر ہے۔

هٰذِهٖ كَلِمَاتٌ نَضَدَتْ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ تَحْتَوِيْ عَلٰى جَمِيْعِ أَنْوَاعِ الْبِرِّ وَقَدْ شَرَحَهَا وَبَيَّنَهَا الَّذِيْ بُعِثَ مُعَلِّمًا، الَّذِيْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ وَكَانَ نُطْقُهُ وَحْيَ الرَّحْمٰنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

وَهَا بَيْنَ يَدَيْكَ هٰذِهِ الشُّرُوْحُ الَّتِيْ هِيَ سُنَنُ الْهُدٰى وَ سُبُلُ السَّلَامِ. وَلَمَّا كَانَ أَوَّلُ كَلِمَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ نَتْلُوْ عَلَيْكَ الْأَحَادِيْثَ وَالْأَخْبَارَ الَّتِيْ وَرَدَتْ فِيْ شَرْحِ الْإِيْمَانِ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ.

ترجمہ یہ چند کلمات ہیں جو اس آیت کریمہ میں بالترتیب بیان کیے گئے ہیں جو "بر" کے تمام اقسام کو شامل ہیں، اور ان کی تشریح اور ان کا بیان اُس ذات گرامی نے کیا ہے جن کو معلم بنا کر بھیجا گیا جن کی عادت قرآن (کے موافق) تھی اور جن کی گفتگو اللہ رب العزت کی وحی تھی جیسا کہ ارشاد باری ہے اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کی گفتگو تو صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے (ان پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو)۔
اور لیجیے تمہارے سامنے یہ تفصیلات ہیں جو ہدایت کے طریقے ہیں اور سلامتی کی راہیں ہیں اور چوں کہ ان کلمات میں سب سے پہلا کلمہ "من آمن باللہ" ہے تو ہم تمہارے سامنے اُن احادیث اور اقوال صحابہ کو بیان کرتے ہیں جو ایمان کی وضاحت میں وارد ہوئی ہیں اور خدا ہی سے توفیق کی امید ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

لغات وترکیب

نَضَدَ ونَضَّدَ نَضْدًا و تَنْضِيدًا (ض و تفعیل) تہ بہ تہ رکھنا، ترتیوار کرنا۔ احتوى على شيء، احتوا (افتعال) کسی چیز پر مشتمل ہونا، کسی چیز کو شامل ہونا۔ بَعَثَ بَعْثًا (ف) بھیجنا۔ نَطَقَ نُطْقًا (ض) بولنا۔ هَوىٰ خواہش، عشق، خیر ہو یا شر۔ هَوِيَ يَهْوىٰ هوىً، (س) خواہش نفس میں مبتلا ہونا۔
ها، اسم فعل بمعنی خذ، جیسے ها الكتاب کتاب لو، سُبُلٌ: واحد سَبِيْلٌ، راستہ۔ أخبارٌ: واحد خَبَرٌ، اصطلاح حدیث میں خبر سے مراد قول صحابی۔ وَرَدَ يرِدُ وُرُوْدًا، (ض) وارد ہونا، اترنا۔ التكلان، سپردگی، بھروسہ۔ وَكَلَ يكِلُ وَكْلًا وَ وُكولاً، سپرد کرنا، بھروسہ کرنا۔
هٰذه، مبتدا، كلماتٌ موصوف، نضدت یہ جملہ صفت اول ہے اور تحتوي کا جملہ صفت ثانی ہے۔ معلّمًا، حالیت کی بنیاد پر منصوب ہے۔ شَرَحَ اور بيّن میں تنازع فعلین ہے جو دونوں الذي بعث معلّما کو فاعل بنانا چاہتے ہیں۔ "خلقه" كان کا اسم ہے اور "القرآنَ" خبر یا برعکس بھی جائز ہے۔ یہی ترکیب

"کانَ نطقه وحي الرحمٰن" کی بھی ہے۔ "کما" میں کاف جارہ کائنٌ سے متعلق ہوکر مثاله مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ها بين يديك، ها برائے تنبیہ، بين يديك خبر مقدم ہے اور هذه الشروح تا سبل السلام مبتدا مؤخر۔ ولمّا کان الخ واؤ مستانفہ، لمّا حرف شرط ہے أوّلُ كلمة من هذه الكلمات کانَ کا اسم اور من آمن باللّٰهِ خبر ہے۔ نتلو عليكَ یہ پورا جملہ جزا واقع ہے۔ بالله جار مجرور سے مل کر خبر مقدم ہے اور التوفيق مبتدا موخر ہے، یہی ترکیب عليه التكلان کی بھی ہوگی۔

تشریح آیت کریمہ میں ایسے جامع کلمات بیان کیے گئے ہیں جو بر کے تمام انواع واقسام کو حاوی ہیں، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کی تشریح وتفصیل بہ الہام ربانی کی ہے نہ کہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق۔

وها بين يديك الخ، حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اب ہم سرکار دوعالم کے بیان کردہ تفصیل وتشریح کا آغاز کرنے جارہے ہیں اس لیے اس پر توجہ دو اور اسے حرز جان بنالو۔ اور ''بر'' کے انواع میں سب سے پہلی چیز ایمان باللہ ہے اس لیے اسی کو مقدم فرمارہے ہیں اور اسی کے متعلق احادیث واخبار بیان کریں گے۔

شَرحُ الإيمَـــانِ

(٦) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ يَقُولُ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلىٰ جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا: هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْئَلَةِ، فَلَا تَجِدُ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ فَقَالَ: سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ: أَسْئَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ اللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ، قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلىٰ فُقَرَائِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ نَعَمْ" فَقَالَ الرَّجُلُ: اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَ أَنَا رَسُولُ مَنْ وَّرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ. (بخاري كتاب العلم ص١٥ ج١)

ترجمہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر آیا تو اسے بٹھایا پھر اسے

باندھ دیا بعد ازاں ان سے (صحابہ سے) معلوم کیا۔ تم میں محمدؐ کون ہیں؟ - دراں حالے کہ پیغمبر خدا ان کے درمیان ٹیک لگائے تشریف فرما تھے تو ہم نے کہا: یہ خوب رو شخص جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ تو اس شخص نے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے! تو نبی اکرمؐ نے فرمایا میں نے تم کو جواب دے دیا۔ پھر آپؐ سے اس شخص نے کہا۔ میں آپ سے (کچھ) سوال کروں گا تو آپ پر سوال میں کچھ سختی برتوں گا تو آپ اپنے دل میں مجھ پر ناراض نہ ہوں، تو آپ نے فرمایا: پوچھ لو اس چیز کے متعلق جو تمہارے دل میں ہو۔ تو اس نے کہا میں آپ سے آپ کے پروردگار اور آپ کے پیش روؤں کے پروردگار کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو تمام انسانوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: بخدا ہاں۔ پھر اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ شب و روز میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: بخدا ہاں۔ تو اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس ماہ کا روزہ رکھیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: بخدا ہاں۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ یہ صدقہ ہمارے مال داروں سے لے کر ہمارے غربا پر تقسیم فرمائیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا ہاں۔ تو اس شخص نے کہا: میں اس دین پر ایمان لا چکا ہوں جو آپؐ لائے ہیں اور میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں ضمام بن ثعلبہ، بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

لغات و ترکیب

بین ظرف زمان ہے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے، جب اس کی اضافت جملہ اسمیہ یا فعلیہ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے اخیر میں الف یا ما زیادہ کر کے بینا اور بینما کہتے ہیں اس صورت میں یہ ظرف زمان بمعنیٰ مفاجاۃ ہوتا ہے اور اس کے جواب میں کبھی إذ لاتے ہیں اور کبھی نہیں لاتے ہیں۔ جلوسٌ: واحد جالسٌ۔ بیٹھا ہوا شخص۔ جَمَلٌ: ج جمالٌ، اونٹ۔ أناخ الجمل إناخةً (إفعال) اونٹ کو بٹھانا۔ عقلَ يَعقِلُ عقلاً (ض) باندھنا۔ متكئٌ، إتّكأ إتّكاءً، سہارا لے کر بیٹھنا۔ ظَهرانيهم، ظَهرٌ، پشت۔ الف و نون تاکید کے لیے بڑھا دیتے ہیں ظَهرَانٌ۔ اسی کا تثنیہ ہے ظهرانان، یہاں مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے نون ساقط ہے اور یا کے ساتھ ہے یہ لفظ "درمیان" کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے۔ أجاب إجابةً جواب دینا۔ فلا تجد، وَجَدَ على أحد يَجِدُ وَجْداً وَجْدَاناً (ض) ناراض ہونا، غضب ناک ہونا۔ بدا يبدو بُدُوّاً، ظاہر ہونا۔ اللّٰهُمَّ، اصل میں یا اللہ تھا حرف ندا حذف کر کے اس کے عوض میں میم مشدد آخر میں لے آئے۔ أَنشُدُكَ بالله، نَشَدَ نَشْداً بالله (ن ض) قسم دینا۔ أغنياء: واحد غَنِيٌّ مال دار۔ فقراء۔ واحد فقيرٌ، مفلس محتاج۔ جاء يجيء مجيئةً، (ض) کوئی چیز لے کر آنا۔ رسولٌ: ج رُسُلٌ قاصد۔

عن أنس، "مروي" سے متعلق ہو کر هذا الحديث مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نحن مبتدا ہے اور جلوسٌ اپنے ظرف مع اور متعلق في المسجد سے مل کر خبر، پھر پورا جملہ بینما کا مضاف الیہ ہو کر فاجأ

فعل محذوف کا ظرف واقع ہے۔ أیکم محمد، میں أیکم مبتدا اور محمدٌ خبر ہے، یا اس کے برعکس۔ یا ابن عبد المطلب، یا حرف ندا قائم مقام ادعو فعل کے، ابن عبدالمطلب مرکب اضافی منادی مفعول بہ، فعل با فاعل ومفعول جملہ فعلیہ ندائیہ مقولہ۔ فمشدّدٌ علیك في المسئلة أي فأنا مشدّدٌ مبتدا و خبر ہے۔ اسئلك بربّك، اسئل میں ضمیر ذوالحال ہے اور بربك وربكَ من قبلك ناشدًا سے متعلق ہو کر حال ہے۔ اللّٰهُمّ نعم، اللّٰهمّ بمعنی یا اللہ جملہ ندائیہ بمعنی قسم۔ نعم قائم مقام جملہ أرسلني الله إلى الناسِ كلِّهم۔

تشریح ٦- فأناخه في المسجد، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صاحب اونٹ لے کر مسجد میں آ گئے بل کہ فی المسجد کا لفظ توسعاً ہے جیسے عموماً لوگ کہتے ہیں کہ چلو مسجد ہی میں استنجا اور وضو کر لیں گے مراد ملحقاتِ مسجد ہیں، چناں چہ ایک دوسری روایت میں "فأناخ بعیره عند باب المسجد" کے الفاظ آئے ہیں۔ أجبتك، اس کا لفظی ترجمہ ہے میں تجھ کو جواب دے چکا مگر اس ترجمے میں چوں کہ لہجہ سخت معلوم ہوتا ہے جو آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ کے خلاف ہے اس لیے ترجمہ یوں ہوگا۔ (میں تمہیں جواب دوں گا)

إنّي سائلك فمشدّد علیك، اس شخص کا یہ کہنا کہ میں سوال میں کچھ سخت لہجہ اختیار کروں گا ممکن ہے اس لیے رہا ہو تا کہ جو کچھ پوچھنا چاہے بے تکلفی سے پوچھ سکے، کیوں کہ اگر حضرات صحابہؓ کی طرح آدابِ مجلس کی رعایت کے ساتھ سوال کرتا تو ہر بات پوچھنے میں اسے تکلف ہوتا۔ یا دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چوں کہ قاصد بن کر آیا تھا اور واپسی میں قوم کو تمام پیش آمدہ واقعے کو بتلانا تھا تو یہ چیز قوم کو زیادہ متاثر کر سکتی تھی کہ آپؐ بہت ہی خلیق نظر آئے چناں چہ ہم نے سوال میں سخت لب ولہجہ بھی اختیار کیا مگر آپؐ نے بہت ہی تحمل کیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ میرے ہر سوال کا جواب دیا۔

بہر حال ضمام بن ثعلبہ نے جو بھی سوالات کیے آپؐ نے بہت وضاحت کے ساتھ ان کا جواب دیا اور انھوں نے "آمنت بما جئتَ به" کہہ کر اسی وقت اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اپنا تعارف بھی کرایا کہ قبیلۂ بنو سعد بن بکر کا ایک فرد ہوں اور انھیں کا قاصد بن کر آیا ہوں۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ کے سالِ آمد کے سلسلے میں اختلاف ہے، واقدی اور ابن حبیب کی رائے یہ ہے کہ ۵ھ میں آئے جب کہ محمد بن اسحاق اور ابو عبیدہ کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ ۹ھ کا ہے، محققین نے بھی اسی کی تصویب فرمائی ہے۔

(۷) وَعَنْهُ أَنَّهُ جَآءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ: صَدَقَ، فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ؟ قَالَ: "اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ" قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ؟ قَالَ: "اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ" قَالَ: فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ؟ قَالَ: "اَللّٰهُ عَزَّ

وجلّ" قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَآءَ وَ خَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ اللّٰهُ أَرْسَلَكَ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَ زَكٰوةً فِيْ أَمْوَالِنَا "قَالَ: صَدَقَ" قَالَ بِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ اللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِيْ سَنَتِنَا قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ اللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً. قَالَ صَدَقَ: قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ اللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَوَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ": إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ"

ترجمہ اور حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ گاؤں کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو کہا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا تو اس نے ہمیں بتایا کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا، تو اس شخص نے کہا، پھر آسمان کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے، اس نے کہا: تو زمین اور پہاڑ کس نے پیدا کیے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے۔ اس نے کہا: تو ان چیزوں میں منافع کس نے پیدا کیے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے۔ اس نے کہا: تو قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان پیدا کیا اور زمین پیدا کی اور پہاڑوں کو قائم کیا اور ان میں منافع ودیعت فرمائے کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا، آپ کے قاصد کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم پر پانچ نمازیں اور ہمارے مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے، آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا اور آپ کے قاصد کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم پر سال بھر میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں، آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ تو اس نے کہا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اور آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم (میں سے اس شخص) پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک کی استطاعت رکھتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا تو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ نہ تو بس ان چیزوں پر نہ تو کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی کروں گا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے راست گوئی سے کام لیا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

لغات وترکیب

زَعَمَ يَزْعُمُ زَعْمًا (ف ن) سچ یا جھوٹ کہنا۔ سماءٌ: ج سماوات. جِبَالٌ: واحد جَبَلٌ، پہاڑ۔

منافع: واحد منفعةٌ، فائدے کی چیز۔ سَنَةٌ: ج سَنَوَات و سِنُونَ، سال۔ حَجَّ بَيْتَ اللّٰهِ يَحُجُّ حجًا (ن) زیارت کرنا۔ استطاع استطاعة (استفعال) قدرت رکھنا۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثًا (ف) بھیجنا۔ زَادَ يَزِيْدُ زِيَادَةً (ض) زیادہ کرنا۔ نَقَصَ يَنْقُصُ نَقْصًا (ن) کمی کرنا۔

عنه، جارمجرور "رُوِيَ" فعل مجہول سے متعلق ہے۔ قال: من خلق السماء؟ قال جملہ فعلیہ خبریہ قول۔ من استفہامیہ مبتدا، خلق السماء جملہ فعلیہ شدہ خبر، مبتدا باخبر مقولہ۔ اللّٰه عز و جل۔ اللّٰهُ خلق فعل محذوف کا فاعل ہے۔ بالذي، "انشدك" سے متعلق ہے اور اس سے آگے "المنافع" تک چاروں جملے الذي کا صلہ ہیں۔ اللّٰهُ أرسلك، جملہ اسمیہ جواب قسم ہے۔ قال نعم، "نعم" "أرسلني اللّٰهُ" کے قائم مقام ہے۔ فوالذي بعثك بالحق، واو قسمیہ ہے، أي أُقسِمُ۔ لا أزِيدُ عليهن شيئًا ولا أنقص، جملہ معطوف علیہ ومعطوف جواب قسم واقع ہے۔ إن صدق جملہ شرط ہے اور ليدخلن الجنة جزا ہے۔

فا تمام جملوں میں تعقیبیہ ہے، برائے عطف بھی مان سکتے ہیں اور بعض مواقع میں تفریعیہ ہے اور بعض جگہ جزائیہ بھی مان سکتے ہیں مثلاً فوالذي میں تقدیری عبارت اگر "إن كان الأمر كما قلت" نکالیں تو فا جزائیہ ہوگا۔

تشریح ۷- اس حدیث میں بھی حضرت ضمام بن ثعلبہؓ ہی کا وہ واقعہ منقول ہے جس کا تذکرہ اس سے پہلے والی روایت میں گذر چکا البتہ اس روایت میں رسالت کے مضمون کے ساتھ توحید کا بھی بیان ہے۔ اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ نے چند امور پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور حضور اکرمؐ نے انھیں جنت کی بشارت دے دی جب کہ احکامِ اسلام انھیں مذکورہ بالا امور پر منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی چیزیں ہیں مثلاً فواحش وبے حیائی وغیرہ سے اجتناب۔ شرّاحِ حدیث نے اس سوال کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

(۱) حضرت ضمام ایک نومسلم شخص تھے ان کے نزدیک کل دین اتنا ہی تھا جتنا اُس وقت ان کے علم میں آگیا تھا، باقی احکام جو ابھی تک ان کے علم میں نہیں آئے تھے اس کے کرنے یا نہ کرنے کا وہ کیسے قصد کرسکتے تھے، اس لیے انھوں نے جو الفاظ استعمال کیے (لاازيد علىٰ هٰذا ولا انقص) وہ امتثالِ امر اور فرماں برداری کے الفاظ ہیں یعنی میں بے کم وکاست انجام انھیں دینے کی کوشش کروں گا۔

(۲) صرف انھیں امور کو بجالانے پر جنت کی بشارت دینا بھی صحیح ہے، من قال لا إلٰه إلا اللّٰه دخل الجنةَ، کے تحت، یعنی اگر کوئی شخص صرف ایمان رکھتا ہو تو دخولِ جنت اس کے لیے بھی یقینی ہے خواہ دخولِ اولی ہو یا ثانوی یعنی سزا کے بعد۔ اور روایت میں بشارت کے الفاظ مطلق دخول کے ہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اتنی بات اور نقل کی ہے "فأما هذه الهناة فو اللّٰهِ إنا كنّا نتنزه عنها في الجاهلية يعني الفواحش" یعنی رہ گئیں یہ بے حیائی کی حرکتیں تو ہم

زمانہ جاہلیت میں بھی ان سے بچا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ فواحش ومنکرات سے اجتناب تو وہ پہلے سے ہی کرتے تھے اس لیے "لا ازید" سے بقیہ احکام پر عمل نہ کرنے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

أيُّ الإسلامِ خيرٌ

(۸) عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم أيِّ الإسلامِ خيرٌ؟ قالَ تُطعِمُ الطَّعَامَ وتقرءُ السَّلامَ علىٰ مَنْ عرفتَ و من لمْ تعرفْ. (بخاري ص٦ ج١، مشكوة ص٣٩٧)

اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ فرمایا تمہارا کھانا کھلانا اور سلام کرنا اس شخص کو جسے تم پہچانتے ہو اور جسے نہیں پہچانتے۔

لغات وترکیب

أيُّ حرف استفہام ہے أيّ الإسلام خير، أي أيُّ عملِ الإسلام خيرٌ. أطعم إطعامًا إفعال) کھانا کھلانا۔ قرأ على أحدٍ سلامًا، يقرأ، قراءةً، کسی کو سلام کہنا۔ عَرَفَ يعرف مَعرِفَةً (ض) پہچاننا۔

أيّ الإسلامِ مبتدا، خيرٌ خبر۔ تطعم الطعام، معطوف علیہ تقرأ السلامَ على من عرفت و من لم تعرف دونوں اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مجرور۔ جار مجرور تقرأ سے متعلق ہے اور پورا جملہ معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر "خيرُ الإسلامِ" مبتدا محذوف کی خبر واقع ہے۔ تطعم اور تقرأ سے پہلے "أن" مقدر ہے کیوں کہ یہ دونوں فعل "تسمع بالمعيدي خيرٌ من أن تراه" کے قبیل سے ہیں۔ گویا اس جملے کی تقدیری عبارت بایں طور ہے۔ خير الإسلامِ إطعامك الطعام و قراءتك السلام على من عرفت ومن لم تعرف.

تشریح ۸- حدیث مذکور میں اسلام کے دو اہم اور بہترین عمل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ (۱) کھانا کھلانا (۲) سلام کو رواج دینا۔ الفاظِ حدیث کے اطلاق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اطعامِ طعام میں مسلم وکافر، اپنے و بیگانے سبھی داخل ہیں، اسی طریقے سے سلام میں بھی تعارف وعدمِ تعارف کا لحاظ نہیں۔

أيُّ الإسلامِ أفضلُ؟

(۹) عَنْ أَبِيْ مُوْسىٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أيُّ الإسلامِ

أَفْضَلُ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

(بخاري شريف ص٦ ج١، مشكوة ص١٢)

(١٠) عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ: وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ. (بخاري شريف ص٨٨٩، ج٢)

کون مسلمان سب سے زیادہ افضل ہے

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا مسلمان سب سے زیادہ افضل ہے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرت ابوشریحؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول کون؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے مامون نہ ہو۔

لغات وترکیب

لِسَانٌ: ج أَلْسِنَةٌ، زبان۔ يَدٌ: ج أَيْدِي، ہاتھ۔ أَيُّ الإسلام أي أَيُّ ذَوِي الإسلام أفضل. مَن سلم المسلمون الخ پورا جملہ موصول باصلہ، مبتدامحذوف (أفضل أهل الإسلام) کی خبرواقع ہے۔ جَارٌ: ج جيرانٌ، پڑوی۔ بوائق: واحد بائقةٌ، مصیبت، شروفساد، شرارت۔

واللّٰه، جارمجرور متعلق بہ اقسمُ، قسم۔ لايومن، جملہ فعلیہ جواب قسم واقع ہے۔ مَنْ، مبتدا، هو محذوف خبر۔ لايامن جارُه بوائقه فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوکر صلہ۔ موصول باصلہ، مقولہ۔

تشریح ۹- حدیث بالا میں سب سے افضل مسلمان کی علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ لفظ اگر چہ "المسلمون" ہے مگر "مسلمات" بھی اس حکم میں داخل ہیں جس طرح دیگر احکام میں عورتوں کو مردوں کے تابع بنادیا گیا ہے، ایسے ہی یہاں بھی۔ زبان سے محفوظ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ گالی گلوج۔ لعن طعن، بہتان، چغلی ہجو وغیرہ جو باتیں بھی اذیت رساں ہوں انھیں ترک کردے۔ اور ہاتھ سے محفوظ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ مار پیٹ، قتل وغارت، اور تکلیف دہ اشارے اور کنائے سے باز رہے نیز ہاتھ سے وہ الفاظ وکلمات تحریر کرنے سے بھی بچے جو دوسرے مسلمان کے لیے باعث اذیت ہو۔

روایت میں زبان اور ہاتھ کی گر چہ تخصیص ہے مگر مطلب یہ ہے کہ اس کے قول وفعل سے کسی قسم کی تکلیف

نہ پہنچے، رہا یہ کہ تخصیص کیوں کر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ زبان ہی سے تمام اقوال اور ہاتھ سے بیشتر افعال صادر ہوتے ہیں اس لیے خاص کر انھیں دونوں کو بیان کیا گیا۔

تنبیہ: جن احادیث میں "أحب، أفضل یا خیر" کا لفظ آتا ہے وہاں دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ حضرات صحابہٴ کرامؓ کے ان جیسے سوالات (أي الإسلام أفضل یاأحب یا أي الإسلام خیر) کے جوابات میں آپؐ نے مختلف اعمال بیان فرمائے۔ کسی سے فرمایا نماز سب سے افضل ہے، کسی سے فرمایا جہاد۔ کسی سے اطعام طعام اور کسی سے سلام وغیرہ وغیرہ ایسا کیوں ہے؟

اس اشکال کے شرّاح حدیث نے مختلف جوابات دیئے ہیں (۱) اختلافِ جوابات سائلین کے احوال کے اختلاف پر مبنی ہے، مثلاً سائل نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ افضلِ اعمال نماز ہے۔ جہاد سے جی چراتا تھا تو فرمایا جہاد سب سے بہتر عمل ہے۔ وسعت کے باوجود دوسروں کو نہیں کھلاتا تھا تو فرمایا کہ اطعامِ طعام سب سے پسندیدہ عمل ہے وغیرہ۔ (۲) جوابات کا اختلاف زمانے کے اعتبار سے ہے۔ جس زمانے میں جہاد کی ضرورت تھی اس میں جہاد کو افضل بتلایا جس میں نماز یا اطعام کی ضرورت تھی اس میں نماز اور اطعام کو افضل قرار دیا۔

۱۰- دوسری حدیث میں پڑوسی کے حقوق کی تاکید کی گئی ہے کہ پڑوسی کے ساتھ ایک مومن کا رویہ اتنا بہتر ہونا چاہیے کہ اس کے کسی بھی عمل سے پڑوسی کو تکلیف نہ ہونے پائے، پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، یگانہ ہو یا بے گانہ، حتی کہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہر حال میں اس کی خبر گیری اور خیر خواہی کرنی چاہیے۔ بصورت دیگر ایمانِ کامل باقی نہ رہے گا۔

حدیث مذکور یا دوسری احادیث میں جہاں "لا یؤمن" جیسے الفاظ سے ایمان کی نفی کی گئی ہے اس سے نفیِ کمال مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر بیان کردہ حکم کو نہیں بجالاتا تو مومنِ کامل نہیں رہے گا نہ یہ کہ بالکل ایمان ہی سلب ہو جائے گا۔

(۱۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

(بخاري شريف ص۷،ج۱)

(۱۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ.

(مشكوة شريف باب الاعتصام بالكتاب والسنة ص۳۰)

(۱۳) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. (بخاري شريف ص۷ج۱)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی مومن (کامل) نہیں ہو سکتا تا آں کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومنِ (کامل) نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

لغات وترکیب

والدٌ: ج وَالِدُونَ، باپ۔ وَلَدٌ، بچہ، اس کا اطلاق مذکر ومونث تثنیہ جمع سب پر ہوتا ہے۔ هواهُ، هَوِيَ يَهْوىٰ هوىً (س) محبت کرنا، خواہش کرنا۔ هَوىً، خواہشِ نفس۔ تَبَعًا، تَبِعَ يَتْبَعُ تَبَعًا، پیچھے پیچھے چلنا۔ تَبِعٌ: ج أتباعٌ، متبع، تابعدار۔ يُحِبُّ. أحبَّ يُحِبُّ حُبًّا، محبت کرنا۔ أخٌ: ج إخوةٌ وإخوانٌ، بھائی۔

لما جئت به. لام جارہ ہے اور ما موصولہ ہے، جئت به صلہ، موصول باصلہ مجرور، جار مجرور تبعاً سے متعلق ہو کر یکون کی خبر واقع ہے۔ یکون اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد مجرور، لا یومن سے متعلق ہو کر پورا جملہ مقولہ ہو جائے گا۔

تشریح ۱۱،۱۲- مذکورہ تینوں احادیث میں سے دو حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کمال ایمان کے لیے ایک چیز یہ ضروری ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن انسان بے پایاں محبت کرے یہاں تک کہ آپؐ کی محبت اس کے دل میں والدین اور اولاد کی محبت سے بھی زیادہ ہو جائے، اسی طریقے سے دوسری چیز آپ کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً و باطناً اعتقاداً و عملاً ہر اعتبار سے تابع ہونا کمال ایمان کے لیے ضروری ہے یعنی خواہشاتِ نفسانی احکامِ شرعیہ کے تابع ہو جائیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اعتقاد قلبی حاصل ہے لیکن اتباعِ ظاہری یعنی عمل میں کوتاہ ہے تو وہ مومن کامل نہیں۔

یہاں تین امور کا جاننا از حد ضروری ہے۔ (۱) محبت کی تعریف (۲) اقسام محبت (۳) یہاں محبت کی کون سی قسم مراد ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں أصل المحبة: الميل إلى ما يوافق المحب، (نووی شرح مسلم ج۱ص:۴۹) کہ کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی جانب قلب کے میلان اور جھکاؤ کو لغت میں محبت کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں المحبة في اللغة ميل القلب إلى الشيء للتصور كمال فيه. (عمدۃ القاری ج۱ص:۱۴۳) علامہ عینیؒ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ محبت لغت میں نام ہے قلب کا کسی چیز کی جانب میلان ہونا اس تصور سے کہ اس

میں کوئی کمال ہو۔

محبت کی تین قسمیں ہیں: (۱) حبِ طبعی (۲) حبِ عقلی (۳) حبِ ایمانی

حبِ طبعی: بتقاضائے طبیعت میلانِ قلب کو حبِ طبعی کہتے ہیں، جیسے والد ولد، آباء واجداد واہل قرابت سے، محبت طبعی ہوتی ہے یہ قسم غیر اختیاری ہے۔

حبِ عقلی: وہ محبت ہے جس کی بنیاد عقل پر ہے، خواہ طبعی طور پر وہ چیز گراں ہو لیکن عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے اختیار کیا جائے۔ جیسے کڑوی دوا کہ اس سے مریض کو طبعاً نفرت ہوتی ہے لیکن چوں کہ اس میں شفا ہے اس لیے بتقاضائے عقل وہی چیز مرغوب طبع ہو جاتی ہے۔

حبِ ایمانی: وہ محبت ہے جو ایمانی جذبے سے پیدا ہو، یہ محبت طبعی اور عقلی دونوں سے بالاتر ہے، حب عقلی میں نفع ونقصان پر نظر ہوتی ہے لیکن حب ایمانی میں نہ نفع کی تمنا ہوتی ہے اور نقصان کی پرواہ۔

رہا یہ سوال کہ اس جگہ ان تینوں قسموں میں سے کون سی قسم مراد ہے تو اس سلسلے میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے محبت طبعی مراد ہے، کیوں کہ روایت میں والد وولد کی محبت سے تقابل کیا گیا ہے اور والد وولد کے درمیان محبت طبعی ہوتی ہے، اس لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت طبعی ہی ہونی چاہیے۔ جب کہ بعض دوسرے حضرات کا یہ کہنا ہے کہ محبت طبعی چوں کہ غیر اختیاری ہے اور امور غیر اختیاریہ کا کسی کو مکلف نہیں بنایا جاتا۔ ارشادِ باری ہے "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" لہٰذا حبِ طبعی مراد لینا صحیح نہیں بل کہ حبِ عقلی ہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ خواہ طبعی طور پر ناگوار وگراں گذرے مگر بتقاضائے عقل منافع کی خاطر محبوب کی مرضیات کو تمام چیزوں پر ترجیح دی جائے گی۔ ایک مومن کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ ایمان میں نفع ہے اور کفر میں ہلاکت، اس لیے وہ ایمان ہی کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے، یہی حب عقلی جب ترقی کرتی ہے تو حبِ ایمانی بن جاتی ہے اور اس صورت میں مومن نفع ونقصان کی پروا کیے بغیر محبوب کی مرضیات پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

۱۴- تیسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو کمالِ ایمان اس وقت نصیب ہوگا جب وہ اپنے مومن بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے خواہ وہ چیز دنیا سے متعلق ہو یا آخرت سے، دنیوی چیز جیسے رزقِ حلال کی تلاش، علمی لیاقت وغیرہ، اخروی جیسے- نجات عن النار، جنت میں بلند درجات وغیرہ- یہاں یہ واضح رہے کہ "ما یحبُّ لنفسہٖ" سے مراد امور خیر ہیں یعنی امور خیر میں اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے، جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ چناں چہ بعض شرّاحِ حدیث فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے بلکہ اس میں ترکِ حسد سے کنایہ ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حسد لوگ عموماً امور خیر ہی میں کرتے ہیں۔

(۱٤) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ. (مسلم شريف ص٤٧ ج١)

(۱٥) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيْمَانِ قَالَ: أَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَ تُبْغِضَ لِلّٰهِ وَتَعْمَلَ لِسَانَكَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ، قُلْنَا: وَ مَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: وَ أَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ تَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ. (مشكوٰة شريف ص١٦)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ان میں سب سے معمولی راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریمؐ سے اس ایمان کے متعلق دریافت کیا جو سب سے افضل ہو، آپؐ نے ارشاد فرمایا: (افضل ایمان) یہ ہے کہ اللہ کے لیے محبت کرو، اللہ ہی کی خاطر بغض رکھو اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں لگائے رکھو۔ ہم نے عرض کیا: اور کون سا عمل اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا: اور یہ کہ تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ان کے لیے وہ ناپسند کرو جو خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

لغات وترکیب

بِضْعٌ، اس کا اطلاق مین سے نو تک کی تعداد پر ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں ایک سے نو تک، بعض کا قول ہے چار سے نو تک۔ شُعْبَةٌ: ج شُعَبٌ، شاخ۔ أَمَاطَ إِمَاطَةً (إفعال) ہٹانا، دور کرنا۔ الحياء، شرم۔ حَيِيَ يَحْيىٰ حياءً (س) منقبض ہونا، شرمانا۔ بَغِضَ يَبْغَضُ بُغْضًا (س) و أَبْغَضَ إبغاضًا (إفعال) نفرت کرنا، دشمنی کرنا۔ كَرِهَ يَكْرَهُ كُرْهًا و كَرَاهَةً (س) ناپسند سمجھنا۔

الإيمان مبتدا، بضع معطوف علیہ، سبعون معطوف دونوں مل کر ممیز، شعبة تمیز، ممیز با تمیز خبر۔

سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن أفضل الإيمان. فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر أنّ کی۔ أنّ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا موخر۔ مرويّ عن معاذ بن جبلؓ خبر مقدم۔ جملہ اسمیہ۔ أن تحبّ لله إلى في ذكر الله. معطوف علیہ ومعطوف بتاویل مفرد خبر۔ أفضل الإيمان مبتدا محذوف۔ ماذا أي ما ذا اصنع.

تشریح ۱۴- پہلی حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتلائی گئی ہے، یعنی وہ چیزیں جو کسی انسان کے اندر پائی جائیں تو وہ ایمان واسلام کا مکمل پیکر بن جاتا ہے، روایت میں تو

صرف تعداد کی بیان کی گئی ہے لیکن بعض احادیث میں ان کی تفصیل بھی منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان دراصل تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالجنان (۳) عمل بالارکان۔ پہلی قسم کے سات شعبے ہیں۔ دوسری قسم کے تیس اور تیسری قسم کے چالیس شعبے ہیں۔
جن میں سے چند یہ ہیں: کلمۂ طیبہ پڑھنا، تلاوت کلام اللہ کرنا۔ علم سیکھنا، دوسروں کو سکھانا، دعا کرنا، ذکر اللہ و استغفار کرنا، لغویات سے بچنا۔ اللہ پر ایمان لانا، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور تقدیر پر ایمان لانا، قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا، اخلاص اختیار کرنا، توبہ کرنا، خدا کا خوف رکھنا، وفا، صبر، شکر اور تواضع اختیار کرنا کی حاصل کرنا۔ اقامت نماز۔ زکوٰۃ، روزہ، حج، اعتکاف، نذر، ایفائے عہد، نکاح، حقوق والدین وغیرہ تفصیل حدیث کی بڑی کتابوں میں آئے گی۔
یہاں یہ سمجھ لینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یہاں تو "سبعون" کا لفظ ہے جب کہ بعض روایت میں "ستون" کا لفظ آیا ہے جس سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذکرِ اقل اکثر کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے جس وقت آپؐ نے "ستون" فرمایا اس وقت اتنے ہی شعبے رہے ہوں، اور بعد میں جب شعبوں میں اضافہ ہوا ہو تو آپؐ نے "سبعون" فرمادیا ہو، اور یہ بعید اس معنیٰ کر نہیں ہے کہ احکامات تدریجاً نازل ہوئے ہیں۔
والحیاء شعبةٌ من الإیمان: حیا کے لغوی معنیٰ "الحیاء في اللغة تغیّرٌ و انکسارٌ یعتري الإنسان من خوف ما یعاقب به أو یلام" یعنی حیا اس انکساری اور شکستگی کو کہتے ہیں جو کسی سزا یا ملامت کے ڈر سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے، بعض حضرات نے حیا کی تعریف بایں طور کی ہے "هو انقباض النفس من القبیح" یعنی حیا کہتے ہیں، کسی فعلِ قبیح سے نفس کا منقبض ہوجانا۔ وفي الشرع خُلق یبعث علی اجتناب القبیح و یمنع عن التقصیر في ذی الحق" اصطلاح شرع میں حیا وہ خُلق اور فطری ملکہ ہے جو قبیح چیز سے اجتناب اور کنارہ کشی پر آمادہ کرے اور صاحبِ حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکے۔
روایت میں اعلیٰ وادنیٰ شعبے کی وضاحت کے بعد خصوصیت کے ساتھ مستقل طور پر حیاء کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حیا ہی کے ذریعے ایمان کے تمام شعبے زندہ ہوتے ہیں؛ بل کہ بعض شرّاح نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حیا پہلے ایمان کا مبدأ بنتی ہے اور ایمان لانے کے بعد پھر اسے تقویت پہنچاتی ہے۔ حیا مبدأ ایمان بایں طور بنتی ہے کہ اگر انسان انعاماتِ خداوندی کے عرفان وایقان کے باوجود اللہ کی ذات پر ایمان نہیں لاتا ہے تو اس کی سب سے بڑی بے حیائی ہے اور ایمان کے بعد مومن کو حیا سے تقویت بایں طور ملتی ہے کہ انعامات کا پیہم شکریہ ادا کرنا حیا ہی کا نتیجہ ہے۔
شعبةٌ کی تنوین برائے تعظیم ہے یعنی حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اور اس کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ حیا سے تمام شعبوں کو زندگی ملتی ہے نیز حیا تمام احکامِ اسلام بجالانے کا سبب بنتی ہے اگر حیا ہے تو انسان کو یہ

فکر ہوتی ہے کہ اگر میں نماز نہیں پڑھوں گا، روزہ نہیں رکھوں گا، چوری کروں گا تو خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا اور جب انسان کے اندر سے شرم وحیا ختم ہو جاتی ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔ حدیث میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "إذا فاتك الحياء فافعل ما شئت" اور مثل بھی مشہور ہے: "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن"۔

۱۵- دوسری حدیث میں ایمانی اعمال میں سے عمدہ ترین عمل اور خصلت کو بیان کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جو کام بھی کرے محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے لیے کرے، اس کا کوئی بھی عمل کسی غرض فاسد، جذبۂ نام ونمود اور نمائش وریا کے تحت نہ ہو کسی سے محبت تعلق رکھے، یا کسی سے عداوت ودشمنی کرے تو اس میں بھی رضائے الٰہی کو ہی پیش نظر رکھے، ذکرِ خدا اپنا محبوب مشغلہ بنالے۔ اور دوسرے سوال کے جواب میں جو آپؐ نے فرمایا وہ درحقیقت پہلے نمبر کا ثمرہ اور نتیجہ ہے یعنی لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ اور ہمدردی کا برتاؤ اس طرح کرنا کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے اور جو اپنے لیے ناپسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی۔ (حدیث کے اس دوسرے ٹکڑے کی وضاحت اس سے پہلے بھی آچکی ہے)

(۱٦) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَؓ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا الْإِيْمَانُ؟ قَالَ: إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَ سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْإِثْمُ؟ قَالَ: إِذَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ.

(۱۷) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ إِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

(۱۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَ لِرَسُوْلِهِ وَ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ.

(ترمذي ص١٤ ج٢)

(۱۹) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ. (ترمذي شريف أبواب الزهد ص ٥٥ ج٢)

ترجمہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، ایمان (کی علامت) کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جب تجھ کو تیری نیکی خوش کردے اور تیرا گناہ تجھے آزردہ خاطر کردے تو تو مومن ہے۔ عرض کیا، اے اللہ کے رسول! گناہ (کی علامت) کیا ہے؟ فرمایا جب تیرے دل میں کوئی چیز تردد پیدا کرے تو تو اس کو چھوڑ دے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: دین خیر خواہی کرنے کا نام ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے پیشواؤں کی (خصوصاً) اور تمام مسلمانوں کی (عموماً)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی میں سے اس کا بے فائدہ چیزوں کو ترک کر دینا ہے۔

لغات وترکیب

سَرَّتْكَ: سَرَّ يَسُرُّ سرورًا (ن) خوش کرنا۔ حَسَنَةٌ: ج حَسَنَاتٌ، نیکی۔ سَاءَ تْكَ: سَاءَ يَسُوْءُ سُوْءًا (ن) غمگین کرنا۔ حاك الشيء يحُوك حَوْكًا (ن) کسی چیز کا دل میں کھٹک پیدا کرنا۔ دَعْهُ: وَدَعَ يَدَعُ وَدْعًا (ف) چھوڑنا۔ بايع أحدًا مبايعة (مفاعلة) کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ نَصَحَ لِأحدٍ يَنْصَحُ نُصْحًا (ف) کسی کی خیر خواہی کرنا۔ دينٌ: ج أديانٌ، مذہب، سیرت، طریقۂ حیات۔ عَنَى يعني عنيًا، مراد لینا۔

ما الإيمان، ما بمعنیٰ أي شيء مبتدا، الإيمان خبر۔ إذا سرّتك شرط۔ فأنت مومن جزا ہے۔ اسی طرح إذا حاك شرط اور فَدَعْهُ جزا۔ لمن يا رسول الله أي تقول هذا لمن، جملہ فعلیہ جواب ندا۔ لِلّٰهِ الخ چاروں معطوفات متعلق النصيحة کے۔ اور النصيحة، الدّين کی خبر ہے۔ بعد ازاں جملہ قال کا مقولہ ہوگا۔ من حُسنِ إسلام المرءِ، حاصلٌ سے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ تركه الخ مبتدا مؤخر۔

تشریح

۱۶- ما الإيمان الخ سوال کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسی واضح علامت بتا دی جائے جس کے ذریعہ ایمان کی سلامتی واستقامت کا اندازہ کیا جا سکے، آپؐ نے فرمایا: اگر تم اپنے اندر یہ کیفیت پاؤ کہ نیکی کے بعد قلب کو توفیقِ طاعت پر مسرت وخوشی ہو اور گناہ ومعصیت کے بعد عقوبت وسزا کے خوف سے دل میں حزن وملال پیدا ہو تو یہ سمجھ لو کہ تمہارے دل میں حقیقتِ ایمان موجود ہے۔

۱۷- بايعت رسول اللّٰه الخ، حضرت جریرؓ کی یہ روایت اسلام کی دو بنیادی چیزوں یعنی "التعظيم لأمر اللّٰهِ والشّفقة علىٰ خلق اللّٰه" کو جامع ہے چناں چہ اقامت صلاۃ اور ایتائے زکاۃ تو عبادات بدنیہ ومالیہ کو شامل ہیں جو حقوق اللہ میں سے ہیں اور "النصح لكل مسلم" حقوق العباد کو حاوی ہے۔

۱۸- الدين النصيحة: نصیحت کے معنیٰ خلوص (خالص ہونے) کے ہیں، عرف میں اُس خیر خواہی کو نصیحت کہتے ہیں جو خلوص محبت کا اثر ہو، علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ نصیحت ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس کو ارادۂ خیر سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس کے وسیع معنیٰ کو کسی مختصر عبارت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الدين النصيحة کا مطلب یہ ہے کہ دین میں سب سے افضل عمل اور اہم ترین چیز خیر خواہی اور خلوص ہے۔

لِلّٰهِ: اللہ کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کے وجود و وحدانیت اور صفات کمالیہ سے

منصف ہونے کا پختہ اعتقادر کھے، اخلاص نیت کے ساتھ اس کی عبادت کرے، اوامر کو بجالانے اور منہیات سے اجتناب کی پوری کوشش کرے۔ اس کے انعامات کا اعتراف کرنے کے ساتھ ان کا شکر ادا کرے۔

ولکتابہ: کتاب اللہ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کے منزل من اللہ ہونے کا اعتقادر کھے، پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کرے، اس کے معانی کی تصدیق کرے، اس کے علوم کی نشر واشاعت میں حصہ لے۔

ولرسولہ: رسول کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رسالت کا اقرار کیا جائے، آپؐ کے لائے ہوئے دین کو قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے، آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے۔

ولأئمۃ المسلمین: ائمۃ المسلمین کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اطاعت کی جائے، بوقت غفلت ان کی تنبیہ کی جائے۔ ان کی اطاعت پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ علمائے دین بھی ائمہ کی فہرست میں داخل ہیں۔

وعامتہم: عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی واخروی امور کے متعلق ان کو تعلیم دی جائے، ان کو تکلیف نہ دی جائے، ان کی منفعت کا خیال رکھا جائے وغیرہ۔ عامتہم پر حرف جر کا اعادہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تابع ہیں ائمۃ المسلمین کے۔ (کمافی المرقاۃ ص۲۲۴ ج۹)

۱۹- من حسنِ إسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ: اس حدیث کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ربع علم قرار دیا ہے۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کو چاہیے کہ وہ فضولیات ولغویات کو ترک کردے۔ فضولیات ولغویات میں وہ رسوم ورواج بھی داخل ہیں جو شادی بیاہ کے موقع پر لوگ کرتے ہیں۔ مباحات غیر ضرور یہ بھی اس حدیث کا مصداق ہیں۔ یوں تو لایعنی کا مفہوم وہ قول اور فعل ہے جس میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ دنیا کا، لیکن محاورے اور استعمال کے اعتبار سے اس کا زیادہ تر اطلاق لغو باتوں پر ہوتا ہے۔

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

(۲۰) هُوَ يَوْمُ الدِّيْنِ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ۝.

(سورة الانفطار پاره ۳۰، ع۷)

(۲۱) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ، فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۝. (سورة الأعراف پاره ۸ ع۷)

(۲۲) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۝. (الانبیاء، پارہ ۱۷ ع۴)

(۲۳) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○ (سورة المؤمنون پ۱۸ ع۶)

یوم آخرت

وہ (یوم آخرت) جزا کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کو کیا معلوم کہ بدلے کا دن کیسا ہوگا، پھر آپ کو کیا معلوم کہ وہ بدلے کا دن کیسا ہوگا، اور اس دن تمام معاملات اللہ ہی کے قبضے میں ہوں گے۔

اور اس دن اعمال کا تولا جانا حق ہے، پھر جن کا (جن کے ایمان کا) پلہ بھاری ہوجائے گا تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کا پلہ ہلکا ہوجائے گا تو یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ ناانصافی کر کے اپنے کو خسارے میں ڈال دیا۔

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا، اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا کوئی) عمل ہوگا تو ہم اسے بھی حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

پھر جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو ان کے باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ ہی کوئی کسی کو پوچھے گا، سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا، وہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے ان کے چہروں کو آگ جھلساتی ہوگی اور اس میں ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی۔

لغات وترکیب

أدریٰ إدراءً (إفعال) آگاہ کرنا۔ لاتملك۔ مَلَكَ يَمْلِكُ مِلْكًا (ض) مالک ہونا، قابو رکھنا، اختیار رکھنا۔ يومئذٍ أي يومَ إذ كان كذا، تنوین بعوض مضاف الیہ ہے۔ ثقُلَتْ۔ ثَقُلَ يَثْقُلُ ثِقَلًا (کرم) بوجھل ہونا۔ موازین: واحد مِيْزَانٌ، ترازو۔ أَفْلَحَ إِفْلَاحًا (إفعال) کامیاب ہونا۔ خفَّ يَخِفُّ خِفَّةً (ض) ہلکا ہونا۔ خَسِرَ يَخْسَرُ خُسْرَانًا (س) نقصان اٹھانا، ہلاک ہونا۔ وضَعَ يَضَعُ وَضْعًا (ف) رکھنا۔ قِسْطٌ: ج أقساطٌ، انصاف، حصہ۔ حبّةٌ: ج حبّاتٌ، دانہ۔ خَرْدَلٌ: واحد خَرْدَلَةٌ، رائی۔ كفىٰ يكفِي كفايةً (ض) کافی ہونا۔ حَسَبَ يَحْسُبُ حَسْبًا و حِسْبَانًا (ن) شمار کرنا، حساب کرنا۔ نَفَخَ يَنْفُخُ نَفْخًا (ن) پھونک مارنا۔ صُورٌ، نرسنگھا۔ أنسابٌ: واحد نَسَبٌ، قرابت، رشتہ داری۔ تَلْفَحُ، لَفَحَ يَلْفَحُ لَفْحًا (ف) جھلس دینا۔ وجُوهٌ: واحد وَجْهٌ، چہرہ۔ نَارٌ: ج نِيْرَانٌ، آگ۔ كَلَحَ يَكْلَحُ كُلُوْحًا (ف) بدشکل ہونا، تیوری چڑھانا۔

وما أدرك ما يوم الدّين. ما بمعنیٰ أيُّ شيءٍ، مبتدا، أدرك، أدریٰ فعل با فاعل، كَ مفعول اول ما، مبتدا۔ یوم الدین خبر۔ مبتدا با خبر قائم مقام مفعولِ ثانی۔ أدریٰ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبرِ مبتدا۔ يومَ لاتملك. يَصلَونها يومَ الدين میں یوم سے بدل واقع ہے یا فعل محذوف کا ظرف ہے أي يجزى الفريقان يومَ لاتملك الخ. الوزن اپنے ظرف يومئذٍ سے مل کر مبتدا الحقُّ، خبر۔ مَنْ ثقلت موازينه شرط، فاولئك هم المفلحون. جملہ اسمیہ جزائے شرط۔ نضع فعل با فاعل، الموازين القسط، موصوف صفت مفعول بہ أي ذوات القسط، ليوم القيمة متعلق بہ جملہ فعلیہ، وإن كان مثقال حبة أي وإن كان العمل مثقال حبة كائنة من خردل شرط۔ أتينا بها، جزا۔ وكفىٰ بنا حاسبين، كفىٰ، فعل، بنا متعلق لفظاً، معناً فاعل، ضمیر ذوالحال، حاسبين حال۔ ذوالحال با حال فاعل، جملہ فعلیہ۔ إذا نفخ في الصور، شرط۔ فلا أنساب بينهم أي فلا أنساب كائنة بينهم يومئذٍ. كائنةٌ، دونوں ظرف سے مل کر خبر لا۔ جملہ جزا۔

تشریح

۲۰- یہاں سے حضرت مؤلف علیہ الرحمہ ابواب برّ میں سے دوسرے باب ایمان بالیوم الآخر کو بیان فرمارہے ہیں یوم آخر سے مراد روزِ جزا یعنی وہ دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اعمال کی جزا و سزا دینے کے لیے مقرر کیا ہے۔ مؤلف علام نے یہاں چار آیتیں ذکر کی ہیں، اول میں روز جزا کی عظمت اور ہولناکی نیز دنیوی اسباب کی ناکامی کا ذکر ہے کہ کوئی شخص باختیار خود کسی دوسرے کو محشر میں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ کی ہی ہوگی۔

۲۲،۲۱- دوسری اور تیسری آیت میں وزنِ اعمال کا ذکر ہے جس کا مقصد گنہگاروں کو میدانِ حشر کی رسوائی اور عذابِ الٰہی سے ڈرانا ہے۔ وزنِ اعمال کے لیے ممکن ہے ایک ہی ترازو ہو اور موازین کا جمع لانا کثرتِ موزونات کے اعتبار سے ہو۔ یا تعددِ وزن کی وجہ سے کہ ایمان و عقائد کا وزن الگ اور اعمال کا الگ ہو۔ یا ترازو کی عظمت کی وجہ سے جمع لایا گیا ہو۔

۲۳- چوتھی آیت میں صور پھونکے جانے کا تذکرہ ہے اس صور سے مراد دوسرا صور یعنی نفخۂ ثانیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نفخۂ ثانیہ کے بعد جب تمام مردے دوبارہ زندہ ہوکر حساب و کتاب کے لیے پیش ہوں گے تو وہاں سارے رشتے اور تعلقات ختم ہوجائیں گے کوئی کسی کے کام کیا آئے گا کسی کا حال بھی دریافت نہ کرے گا پھر وزنِ اعمال و حساب کے بعد ہر ایک کے حق میں حسبِ اعمال جنتی و جہنمی ہونے کا فیصلہ ہوگا۔

(٢٤) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. (بخاري شريف ص١١٢٩، مشكوٰة شريف باب ثواب التسبيح ص ٢٠٠)

(۲۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ. قَالَ: يَا عَائِشَةُ! اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ. (مسلم شريف ص٣٨٤ ج٢، و مشكوة باب الحشر ص٤٨٣)

(٢٦) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ إِلٰى أَهْلِهَا حَتّٰى تُقَادَ الشَّاةُ الْجَلْحَاءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.

(ترمذي شريف ص٦٤ ج٢، مشكوة باب الظلم ص٤٣٥)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کے نزدیک محبوب، زبان پر ہلکے ہیں (اور) میزان عمل میں وزنی ہوں گے۔

(۱) سبحان اللّٰهِ وبحمده (۲) سبحان الله العظيم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: لوگ قیامت کے دن ننگے پیر، برہنہ بدن غیر مختون جمع کیے جائیں گے، انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نظر کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حقوق ضرور بالضرور حق والوں کو ادا کیے جائیں گے، (یا تم لوگ ضرور بالضرور حقوق اہلِ حقوق کو ادا کرو گے) یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ بھی سینگ والی بکری سے لے لیا جائے گا۔

لغات وترکیب

حبيبتانِ أي محبوبتان. خفيفتان، خفَّ يخِفُّ خِفَّةً (ض) ہلکا ہونا۔ ثَقُلَ يَثْقُلُ ثِقَلًا (ک) وزنی ہونا۔ يُحْشَرُ: حَشَرَ يَحْشُرُ حَشْرًا (ن) جمع کرنا۔ حُفَاةً: واحد حاف، ننگے پاؤں۔ حَفِيَ يَحْفىٰ حَفًى، ننگے پاؤں چلنا۔ عُرَاةٌ: واحد عاري، برہنہ بدن۔ عَرِيَ يَعْرىٰ عُرْيًا (س) ننگا ہونا۔ غُرْلٌ: واحد أغْرَلُ، غیر مختون۔ غَرِلَ يَغْرَلُ غَرَلًا (س) غیر مختون ہونا۔ لتؤدن۔ (معروف و مجہول دونوں طرح منقول ہے اگر معروف مانیں تو "الحقوق" بر بنائے مفعولیت منصوب ہوگا، اور اگر مجہول پڑھیں تو نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا) أدىٰ يؤدي تأدية، ادا کرنا۔ تُقَادُ، قَادَ يَقُودُ قَوْدًا (ن) قصاص کے لیے جانا۔ شاةٌ: ج شياهٌ، بکری۔ جَلِحَ يَجْلَحُ جَلَحًا الثَّورُ (س) بے سنگ والا ہونا۔ قَرْنَاءُ، أقْرَن کی مونث۔ قَرِنَ يَقْرَنُ قَرَنًا (س) بڑے سینگ والا ہونا۔

کلمتان، موصوف۔ حبیبتان إلی الرحمن، صفت اول۔ خفیفتان علی اللسان، صفت ثانی، ثقیلتان في المیزان صفت ثالث۔ موصوف بہ ہمراہ جمیع صفات مبتدا۔ آگے دونوں کلمے جو کلمتان کے مصداق ہیں خبر۔ حُفَاۃً عُرَاۃً، غرلاً تینوں "الناس" سے حال واقع ہیں۔ جمیعا بھی حال ہے، الرجال والنساء سے، ذوالحال حال سے مل کر مبتدا۔ ینظر بعضھم إلی بعض خبر۔ الأمر مبتدا أشد صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر۔ لتؤدُّنَ، فعل مجہول۔ الحقوق نائب فاعل إلی أھلھا متعلق اول، حتی اپنے مابعد جملے سے مل کر متعلق ثانی۔ فعل اپنے فاعل ومتعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مقولہ۔

تشریح ۲۴- حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو اتنے محبوب ہیں کہ ان کا ورد کرنے والا اللہ کا محبوب بندہ ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔ ان دونوں کلموں کے محبوب ہونے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ صفاتِ باری کی دو قسمیں ہیں (۱) صفات جودیہ جن کو صفات جمالیہ بھی کہا جاتا ہے، جیسے علم، قدرت، سمع، بصر وغیرہ (۲) صفات سلبیہ جن کو صفاتِ جلالیہ اور تنزیہیہ بھی کہا جاتا ہے، جیسے لاشریك، لا مثیل وغیرہ۔ حدیث مذکور میں سبحان اللہ میں صفات جلالیہ آگئیں اور حمد میں صفات جمالیہ۔ یعنی یہ دونوں کلمے چوں کہ اپنے اندر ایسی جامعیت رکھتے ہیں کہ ہر قسم کی صفات باری پر صادق اور تسبیح وتحمید بیانِ عظمت پر مشتمل ہیں اس لیے اللہ کے نزدیک محبوب ہیں پھر محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ زبان سے ان کی ادائیگی بھی نہایت آسان ہے یاد کرنے میں بھی دشواری نہیں اس لیے خفیفتان علی اللسان فرمایا۔ لیکن اس عملِ قلیل پر اللہ تعالیٰ نے ثواب اتنا رکھا ہے کہ میزانِ عمل ان کے ثواب سے بھر جائے گی اس لیے فرمایا ثقیلتان في المیزان۔ واضح رہے کہ حدیث شریف میں کلمتان سے مراد کلامان ہے۔

۲۵- یحشر الناس یوم القیامة الخ۔ اس دوسری حدیث میں قیامت کی ہولناکیوں کو بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح لوگ دنیا میں بے سروسامان آئے تھے نہ بدن پر کوئی لباس تھا اور نہ ہی کوئی اور ساز وسامان، اسی طرح قبروں سے ایسی ہی حالت میں اٹھیں گے، ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مختون اور میدان محشر میں حاضر ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب یہ سنا کہ ایک ہی میدان میں سب لوگ برہنہ ہوں گے تو فکر لاحق ہوئی۔ آپؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس حالت میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو کس قدر شرم آئے گی۔ حضرت عائشہؓ کا یہ سوال کمال حیا پر مبنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اس کا کسی کو ہوش ہوگا کہ کسی اور کی طرف دیکھے، ایسی نفسی نفسی کا عالم ہوگا کہ کوئی بھی کسی کی طرف دھیان نہ کرسکے گا۔ بارگاہ بے نیاز کی طرف سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہوں گی۔

۲۶- لتؤدّن الحقوق إلی أھلھا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا دن انصاف کا دن

ہوگا اُس دن وہ حقوق جو بندوں کے دنیا میں ضائع ہوگئے تھے سب دلوائے جائیں گے، انسانوں کے علاوہ حیوانات میں بھی ان کی آپس کی زیادتیوں کے بدلے چکائے جائیں گے مثلاً دنیا میں اگر سینگوں والی بکری نے بے سینگوں والی بکری کو مارا ہے تو اس کو سینگ دے کر اس زیادتی کرنے والی بکری سے بدلہ چکایا جائے گا۔ سینگوں کے ہونے اور نہ ہونے سے مراد قوت وضعف ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر مظلوم بکری کے سینگ بھی ہوں تب بھی بدلہ دلایا جائے گا۔

رہا یہ سوال کہ حیوانات میں ایسا کیوں کر ہوگا جب کہ وہ مکلف ہی نہیں۔ تو اس کا سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فعالٌ لما یُرید اور لا یُسئلُ عمّا یفعلُ ہے، حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور بندوں کو اللہ کی حکمتیں معلوم ہونا ضروری نہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ "الشاۃ الجلحاء" سے مظلوم اور "الشاۃ القرناء" سے ظالم کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلایا جائے گا مگر یہ تاویل رکیک ہے۔

(۲۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَاتَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ: وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَ عَنْ مَّالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ، وَ فِيْمَا أَنْفَقَهٗ، وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ؟. (ترمذي شريف ص٦٤ ج٢)

(۲۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِاَخِيْهِ عِنْدَه مَظْلِمَةٌ فِيْ عِرْضٍ أَوْ مَالٍ، فَجَاءَهٗ فَاسْتَحَلَّهٗ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ وَ لَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَ لَا دِرْهَمٌ، فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ إِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ حَمَّلُوْا عَلَيْهِ مِنْ سَيِّآتِهِمْ. (بخاري شريف ص٣٣١ ج١، و ص٩٦٧ ج٢ واللفظ للترمذي ص٦٤ ج٢، مشكوة باب الظلم ص٤٣٥)

ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ نبی اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے دونوں پیر اپنے رب کے پاس اس وقت تک نہ ہٹیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کرلیا جائے (۱) اس کی زندگی کے بارے میں اس کو کہاں ختم کیا (۲) اس کی جوانی کے متعلق کس شغلے میں اسے گنوایا (۳) اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا (۴) اور کس مصرف میں خرچ کیا (۵) اور جو جانا اس پر کیا عمل کیا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے [illegible] اپنے بھائی کا آبرو یا مال کے سلسلے میں کوئی حق ہو، تو وہ اس کے پاس آکر معافی [illegible] لے اس سے پہلے کہ پکڑا جائے ایسی حالت میں کہ وہاں اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم، پھر اس کے

پاس نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو وہ اپنے گناہ اس پر لادویں گے۔

لغات وترکیب

زَالَ یَزُوْلُ زَوَالًا (ن) ہٹنا۔ قَدَما قدمٌ کا تثنیہ ہے، نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے، ج أقدامٌ، پیر۔ عُمُرٌ: ج أعْمَارٌ زندگی۔ أفنیٰ یفني إفنَاءً، فنا کرنا معدوم کرنا۔ شبابٌ، جوانی۔ شبَّ یشِبُّ شبابًا (ض) جوان ہونا۔ أبْلیٰ إبلاءً ا، بوسیدہ کرنا۔ اکتسب اکتسابًا (افتعال) کمانا، حاصل کرنا۔ أنْفَقَ إنفاقًا (إفعال) خرچ کرنا۔ رَحِمَ یَرْحَمُ رَحْمَةً (س) رحم کرنا۔ مَظْلِمَةٌ: ج مَظَالِمُ، وہ چیز جو ظلمًا لی جائے (حق)۔ عِرْضٌ: ج أعْرَاضٌ، عزت۔ استَحَلَّ استحلالًا (استفعال) حلال سمجھنا۔ حَمَّلَ تحمیلًا (تفعیل) لاد دینا۔

لا تزول، فعل۔ قدما بن آدم، فاعل۔ یوم القیامة، مفعول فیہ، من عند ربه متعلق اول حتی یُسأل عن خمسٍ بتاویل مفرد ہوکر متعلق ثانی۔ عن عمره فیما أفناه أي یُسأل عن عمره. مابعد والے جملوں میں بھی یُسْأل محذوف ہے۔

رَحِمَ، فعل، لفظ الله فاعل، عبدًا موصوف، کانت فعل ناقص، مَظْلِمَةٌ موصوف، في عرض أو مال، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مجرور۔ جار مجرور کائنةٍ سے متعلق ہوکر صفت۔ موصوف باصفت اسم کانت۔ لأخیه کانت سے متعلق ہے۔ عندهٗ کانت کی خبر ہے۔ کانت فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوکر صفت ہوئی عبدٌ موصوف کی۔ موصوف باصفت مفعول ہے۔ بعد ازاں جملہ فعلیہ خبریہ۔ لیس فعل ناقص، ثَمَّ خبرِ لیس۔ دینارٌ ولا درهمٌ اسم لیس. جملہ یؤخذ کی ضمیر سے حال۔ یا مستقل جملہ ہے۔ له محذوف سے متعلق ہوکر خبرِ کانت. حسناتٌ اسم، جملہ شرط۔ أخذ من حسناته جزا۔

تشریح ۴۷- پہلی حدیث میں قیامت کے ہولناک منظر کی عکاسی کی گئی ہے کہ موقف حساب میں جہاں تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے، ہر ایک سورج کی تمازت اور شدت سے پسینے میں شرابور ہوگا کسی انسان کو وہاں سے قدم ہٹانے کی جرأت نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق دریافت نہ کرلیا جائے۔ (۱) زندگی کس کام میں صرف کی، اطاعت خداوندی میں زندگی کا کتنا حصہ لگایا۔ (۲) زندگی کے سنہرے موقعے جوانی کو کن مشاغل میں گنوایا۔ (۳) مال کہاں سے کمایا، شریعت نے جو راہیں مقرر کی تھیں اُن کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال طریقے سے، یا خواہشِ نفس کی اتباع کرتے ہوئے جو راہیں بھائی دیں اُن سے یعنی لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، رشوت، جھوٹ فریب وغیرہ۔ (۴) مال خرچ کہاں کیا، اُن مواقع میں جو بعد کی زندگی میں بھی تمہارے لیے سودمند ہوں یعنی غربا و مساکین اور ناداروں کی خیر خواہی میں، یا نفس نے جن مواقع کی رہنمائی کی یعنی عیش پرستی، حرام کاری اور دوسروں پر ظلم و زیادتی و ناجائز مقدمات

میں (۵) اس علم دین پر کہاں تک عمل کیا جو تو نے سیکھا۔ یعنی سیکھ کر خود بھی اس پر عمل کیا یا نہیں۔

بعض کم فہموں کا اس جگہ یہ کہنا کہ ہم اسی لیے علم دین نہیں حاصل کرتے کہ عمل کرنا پڑے گا اور اس کا حساب دینا پڑے گا اور علم دین حاصل نہ کرنے کی صورت میں حساب سے بچے رہیں گے یہ صرف شیطان کا دھوکہ ہے، اس لیے کہ ہر مسلمان کو اتنا علم ہے کہ دین پر عمل کرنا واجب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو فریضے الگ الگ ہیں (۱) علم دین حاصل کرنا (۲) اس پر عمل کرنا۔ جس نے دونوں پر عمل کیا وہ یقیناً انتہائی خوش نصیب ہے۔ جس نے دونوں کو ترک کر دیا وہ تو بالکل ہی محروم القسمت ہے۔ اور جس نے علم حاصل کیا مگر عمل میں کوتاہی کی، اس نے ایک فریضہ ادا کرلیا گویا وہ نصف ذمہ داری سے سبک دوش ہوگیا تو یہ شخص پہلے کی طرح بالکل ہی محروم القسمت نہیں۔

۲۸- دوسری حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر غلطی سے کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کی تو اسے معافی تلافی کر کے اپنا معاملہ دنیا ہی میں صاف کرلینا چاہیے، خواہ وہ حقوق عزت و آبرو سے متعلق ہوں مثلاً غیبت، بہتان وغیرہ یا اور کوئی مالی حق ہو "في عرضٍ أو مالٍ" میں اسی تعمیم حقوق کی طرف اشارہ ہے، حضورؐ نے معاف کر دینے والے شخص کے لیے رحمت کی دعا بھی فرمائی ہے۔ اگر دنیا ہی میں معاملہ صاف نہ کیا تو آخرت میں ظالم کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، تمام مظلومین کو حقوق دلائے جائیں گے بایں طور کہ تمام نیکیاں اس سے لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اگر پورا نہ ہوا تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔ اللهم احفظنا منه۔

حدیث مذکور پر آیت قرآنی "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" کو لے کر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ مذکورہ آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور حدیث کے الفاظ "حملوا عليه من سيئاتهم" سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دوسروں کا بوجھ بھی اسے اٹھانا پڑے گا۔ اِس لیے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اِس ظالم نے ظلم و حق تلفی کے بدلے مظلوم کے گناہوں کو خرید لیا ہے اور دوسرے کی چیز خرید لینے سے اپنی ہو جاتی ہے تو یہ گناہ خود اس کے اپنے کیے ہوئے ہیں نہ کہ کسی اور کے۔

اَلْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِيَامٍ وَّ زَكٰوةٍ وَّ يَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا فَيُقْعَدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا، اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ

فَطُرِحَ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ. (مسلم شريف باب تحريم الظلم ص ٣٢٠ ج ٢، وترمذي ص ٦٤ ج ٢، و مشكوٰة ص ٤٣٥)

امتِ محمدیہ کا مفلس شخص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص (سمجھا جاتا) ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ ساز و سامان۔ آپؐ نے فرمایا: میری امت کا نادار شخص وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ مختلف قسم کی عبادات) لے کر آئے گا، اور اِس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھالیا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا تھا، پھر اس کو بٹھایا جائے گا تو یہ اس کی نیکیوں میں سے بدلہ لے گا اور یہ شخص بھی اس کی نیکیوں میں سے لے گا، پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اِس سے پہلے کہ ان گناہوں کا بدلہ لیا جائے جو اس کے ذمے ہیں تو ان (حق داروں) کی خطاؤں کو لے کر اس پر ڈال دیا جائے گا پھر اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

لغات وترکیب

المفلس. أفلس إفلاسًا، مال باقی نہ رہنا۔ مَتَاعٌ: ج، أمتعةٌ، سامانِ زندگی۔ شَتَمَ يَشتِمُ شتمًا (ض) گالی دینا۔ قَذَفَ يَقْذِفُ قَذْفًا (ض) تہمت لگانا۔ سَفَكَ الدَّمَ يَسْفِكُ سَفْكًا (ض) خون بہانا۔ اِقْتَصَّ اِقْتِصَاصًا، بدلہ لینا۔ فَنِيَ يَفْنَىٰ فَنَاءً (س) فنا ہونا، ختم ہونا۔ طَرَحَ يَطْرَحُ طَرْحًا (ف) ڈالنا پھینکنا۔

من المفلس. من، مبتدا المفلسُ، خبر۔ مبتدا خبر مل کر تدرون کا مفعول بہ۔ المفلس فينا من لا درهم له الخ، المفلس، ذوالحال، کائنًا فينا، حال۔ ذوالحال با حال مبتدا۔ من لا درهم له ولا متاعَ، خبر۔ يا رسول الله، ندا منادیٰ، جملہ انشائیہ۔ المفلس من أمتي من ياتي الخ کی بھی یہی ترکیب ہوگی۔ ويأتي قد شتم هذا، يأتي کی ضمیر فاعل ذوالحال۔ مابعد تمام معطوفات حال واقع ہیں۔

تشریح ۴۹- حدیث مذکور میں آپؐ کا سوال استفسار کی غرض سے نہ تھا کہ مجھے مفلس کی حقیقت اور اس کے اوصاف معلوم نہیں؛ بل کہ مقصد حقیقی مفلس کو بتانا تھا گویا یہ سوال، سوالِ ارشاد تھا۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دنیوی عرف کے لحاظ سے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو مفلس اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و دولت اور دنیوی ساز و سامان نہ ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا: کہ امت محمدیہ کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکاۃ اور مختلف اعمال خیر لے کر حاضر ہوگا، مگر دنیا میں بداخلاق اور حقوق العباد میں کمی کرنے والا تھا۔ کسی کو برا بھلا کہہ دیتا، کسی پر بہتان لگا دیتا، کسی کو ناحق قتل

کر دینا، کسی کو مار پیٹ دینا، تو قیامت کے دن تمام حق تلفیوں کا بدلہ دلوایا جائے گا، تمام حق دار حاضر ہوں گے اور اپنے حقوق بایں طور وصول کریں گے کہ اس کی نیکیوں کا سارا ذخیرہ لوٹ لیں گے اور نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد بھی اگر کچھ لوگوں کا مطالبہ باقی رہ جائے گا تو وہ اپنے گناہ اس پر لاد دیں گے جس کے نتیجے میں اسے جہنم کا سخت عذاب جھیلنا پڑے گا۔

المفلس فینا۔ لفظ "فینا" سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ حضرات صحابہ کا مذکورہ جواب ان کے اپنے عرف پر مبنی تھا۔

اَلْمَلٰئِکَۃُ

(۳۰) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (سورۂ فاطر پ ۲۲ ع ۱۲)

(۳۱) اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِہِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْہُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدْتَّہُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِہِمْ وَ اَزْوَاجِہِمْ وَ ذُرِّیّٰتِہِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ وَقِہِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (پارہ ۲۴ ع ۶)

(۳۲) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝ (سورۂ حٰمٓ السجدۃ پ ۲۴ ع ۱۸)

(۳۳) اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۸)

فرشتے

تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کرتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کیا کرتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان کو بخش دیجیے جنھوں نے توبہ کرلی ہے اور وہ آپ کے راستے پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجیے۔ اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشگی کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کردیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہیں ان کو بھی داخل کردیجیے، بلاشبہ آپ زبردست حکمت والے ہیں، اور ان کو تکالیف سے بچایئے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہوگئے کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو فرشتے ان پر یہ پیغام لے کر اتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو اور افسوس نہ کرو، اور تم اس جنت کی خوش خبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دنیوی زندگی میں بھی رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لیے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ غفور رحیم کی جانب سے بطور مہمانی کے ہوگا۔

جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگراں تیار ہے۔ (بیان القرآن)

لغات وترکیب

فاطر، فَطَرَ يَفْطِرُ فَطْرًا (ض) پھاڑنا، پیدا کرنا۔ أَجْنِحَةٌ: واحد جَنَاحٌ، بازو۔ مَثْنیٰ وثُلٰث و رُبٰع، مَفْعَل و فُعَال یہ دونوں وزن اعداد میں مَوحَدُ وَ اُحادُ سے مَعْشَرُ وَ عُشَارُ تک تکرار کا فائدہ دیتے ہیں، اور یہ عدل ووصف کی بنیاد پر غیر منصرف ہوتے ہیں۔ قَدِيرٌ، قَدَرَ يَقْدِرُ قُدْرَةً قادر ہونا۔ وَسِعْتَ، وَسِعَ يَسَعُ سِعَةً (س) کشادہ ہونا۔ تَابُوا، تَابَ يَتُوبُ تَوْبَةً (ن) گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ وَقِهِمْ، وَقیٰ يَقِي وِقَايَةً (ض) بچانا، حفاظت کرنا۔ جَحِيمٌ، دوزخ۔ عَدَنَ يَعْدِنُ عَدْنًا بالمكان (ن ض) اقامت کرنا، وطن بنانا۔ صَلَحَ صلاحًا (ف ک) لائق ہونا، درست ہونا۔ ذُرِّيتٌ: واحد ذُرِيَّةٌ، آل واولاد۔ العزيز، عَزَّ يَعِزُّ عِزَّةً (ض) قوی ہونا، زبردست ہونا۔ فَازَ يَفُوزُ فَوزاً (ن) کامیاب ہونا۔ اِستَقَامَ اِستِقَامَةً، ثابت قدم رہنا۔ تَنَزَّلَ تَنَزُّلًا (تفعل) اترنا۔ أَبْشَرَ إِبْشَارًا (إفعال) خوش خبری دینا، خوش ہونا۔ أولياء: واحد وليٌّ، دوست۔ تدعون، اِدَّعیٰ اِدعاءً (افتعال) تمنا کرنا، دعویٰ کرنا۔ (ادعی اصل میں اِدتَعَی تھا تائے افتعال کو دال سے بدل دیا گیا ہے) نُزُلًا، نُزُلٌ و نُزْلٌ، ج أَنزَالٌ، وہ کھانا جو مہمان کے سامنے پیش کیا جائے۔ تَلَقّی تَلَقِّيًا (تفعل) اخذ کرنا۔ قَعِيدُ، صیغۂ صفت، قَعَدَ يَقْعُدُ قُعُودًا (ن) بیٹھنا۔ لَفَظَ يَلفِظُ لفظًا (ض) بولنا۔ عَتَدَ يَعْتُدُ عَتَادًا (ک) تیار ہونا۔

الحمد، مبتدا، فاطرٌ اپنے مضاف الیہ سے مل کر اللّٰہ کی صفت اول۔ جاعلٌ مضاف الملٰئکۃ مضاف الیہ مفعول اول، رُسُلاً موصوف اُولیٰ مضاف، اَجنحۃٍ مضاف الیہ مبدل منہ، مثنیٰ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر بدل، مبدل منہ بابدل مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر رُسلاً کی صفت۔ موصوف باصفت مفعول ثانی جاعلٌ کا۔ جاعلٌ دونوں مفعولوں سے مل کر اللّٰہ کی صفت ثانی۔ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، ثابتٌ کے متعلق ہوکر الحمدُ مبتدا کی خبر۔

ربّنا وأدخلهم جنّٰت عدنٍ التي. عدن موصوف ہے، موصول باصلہ صفت، موصوف باصفت مضاف الیہ، مضاف بامضاف الیہ مفعول فیہ، ومن صلح من أزواجهم الخ، اِس جملے کا عطف أدخلهم میں هم پر ہے، فصل ضمیر منفصل تاکیدی کے قائم مقام ہے۔ نزلاً من غفور رحيم. نزلاً جُعِلَ مقدر کا مفعول ثانی۔ إذ يتلقى. اذكر محذوف کا ظرف واقع ہے۔

تشریح ۳۰- جس طریقے سے ایک مومن کے لیے اللہ رب العزت اور یوم آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے اِسی طریقے سے فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے موجود ہونے کا اعتقاد رکھیں جن فرشتوں کے نام اور کام معلوم ہیں جیسے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام ان کے متعلق بالتفصیل یقین رکھیں اور جن کے متعلق بالتفصیل معلوم نہیں ان پر اجمالی طور پر ایمان رکھیں، ان کے متعلق اس بات پر بھی یقین رکھیں کہ وہ اللہ کے معزز و معصوم بندے ہیں کھانے، پینے، ذکورت وانوثت سے مبرا ہیں، شب و روز خدا کی حمد و ثنا و تسبیح بیان کرتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چار آتیں ذکر کی ہیں۔ پہلی آیت میں فرشتوں کی تخلیق کا ذکر کیا ہے، فرشتوں کی پیدائش بھی انسان کے لیے ایک بڑی نعمت ہے کیوں کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس وحیِ ربانی لاتے ہیں جس کی روشنی میں انسان زندگی گذار کر اپنی دنیا وآخرت سنوارتا ہے۔

۳۱- دوسری آیت میں فرشتوں کے اہل ایمان سے محبت کا ذکر ہے کہ وہ فرشتے جہاں خداوند قدوس کی تسبیح وتحمید بیان کرتے ہیں، وہیں مومنین کے حق میں دعائے استغفار بھی کرتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ بارالٰہا! مومنین اور ان کے تمام متعلقین کو جنت میں داخل فرما۔ انھیں برائیوں سے محفوظ فرما اور ان پر رحم فرما۔

۳۲- تیسری آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا اور اسی پر ثابت قدم رہے تو موت کے وقت فرشتے آکر اسے خوش خبری اور تسلی دیتے ہیں کہ آئندہ کے حالات سے گھبرانے اور اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں اب وہ جنت تمہاری منتظر ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس میں تمہارے لیے وہ ساری چیزیں ہوں گی جو تم چاہوگے۔

۳۳- چوتھی آیت میں مومن کو اِس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ انسان ہر کام سوچ سمجھ کر کرے کیوں کہ اس کے ساتھ ہر وقت اس کے اعمال لکھنے والے فرشتے موجود رہتے ہیں جو اس کی ہر اچھائی برائی کو لکھتے رہتے

ہیں صرف تین موقعوں پر یہ انسان سے جدا ہوجاتے ہیں۔ (۱) استنجا کے وقت۔ (۲) جماع کے وقت۔ (۳) حالتِ جنابت میں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا ملکہ دے دیا ہے کہ اِس حالت میں بھی اگر کوئی گناہ کریں تو ان کو معلوم ہوجاتا ہے۔

(٣٤) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَ أَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

(٣٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا نَادٰى جِبْرَئِيْلَ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِيْ أَهْلِ الْأَرْضِ.

(بخاري ص١١٥ج٢، مشكوٰة ص٤٢٥)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور عصر و فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر وہ فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں جنھوں نے تمہارے پاس رات گذاری ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں- حالاں کہ اللہ رب العزت کو ان کے بارے میں خوب معلوم ہے- کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم نے ان کو چھوڑا اِس حال میں کہ وہ نماز میں مصروف تھے اور ہم ان کے پاس پہنچے جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، چناں چہ جبرئیلؑ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیلؑ آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم سب اس سے محبت کرو، چناں چہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے لیے مقبولیت زمین والوں میں ڈال دی جاتی ہے۔

لغات وترکیب

تَعَاقَبَ تَعَاقُبًا (تفاعل) نوبت بہ نوبت آنا، باری باری کرنا۔ عَرَجَ يَعْرُجُ عُرُوْجًا (ن) چڑھنا۔ بَاتَ يَبِيْتُ بَيْتُوْتَةً (ض) رات گذارنا۔ نَادٰى مُنَادَاةً (مفاعلة) پکارنا، آواز دینا۔

يتعاقبون فيكم ملائكةٌ، میں فاعل ملائکۃ اسم ظاہر ہے پھر بھی فعل کو جمع لانا، "أكلوني

البراغیث" کے قبیل سے ہے یعنی کبھی کبھی فعل میں بھی علامت تثنیہ وجمع لے آتے ہیں۔ یا یہ تاویل کریں کہ ضمیر مبدل منہ ہے، اور "ملائکۃ" اس سے بدل واقع ہے وھو أعلم بھم، یسأل کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ وھم یصلّون دونوں جگہ ترکناہ و أتیناھم کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہے۔ إنّ اللہ إذا أحبّ عبدًا الخ۔ إذا أحبّ شرط اپنی جزا سے مل کر انّ کی خبر۔

تشریح

۳۴۔ پہلی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندوں کے ہر ہر لمحہ کے اعمال ریکارڈ کرنے والے فرشتے دو حصوں میں منقسم ہیں اور شب و روز کے الگ حصوں میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں پھر اللہ رب العزت اپنے بندوں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا رتبہ جتانے کے لیے سوال کرتا ہے کہ تم انھیں کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے اور جب ہم آئے تو اس وقت بھی نماز ہی میں مصروف تھے۔ اور یہ اظہار فضیلت اس وجہ سے ہے کہ یہی تو وہ فرشتے ہیں جنھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت اللہ کے سامنے انسانوں کی عیب گیری کی تھی "اتجعل فیھا من یفسد فیھا" حدیث مذکور سے ان دونوں اوقات کی نمازوں کی فضیلت واہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

۳۵۔ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال کے توسل اور احکام خداوندی بجالانے کے سبب خدا کا مقبول و برگزیدہ بن جاتا ہے، تو اللہ رب العزت اسے تمام فرشتوں بل کہ بندگانِ خدا کا بھی محبوب بنا دیتے ہیں، چناں چہ باری تعالیٰ خود حضرت جبرئیلؑ کو ندا دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں بندے سے محبت کی ہے تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبرئیلؑ بھی اس بندے سے محبت شروع کردیتے ہیں پھر اہل سماء کو ندا دیتے ہیں اور تمام فرشتے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین والوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کا مطلب علامہ نوویؒ کے نزدیک اس کے لیے خیر و ہدایت اور انعام کا وعدہ فرمانا ہے اور جبرئیل و ملائکہ کی محبت میں دو احتمال ہیں، استغفار، ثنا اور دعا، یا میلانِ قلب اور شوقِ ملاقات۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثانی معنیٰ زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ محبت کی حقیقت ہی میلان اور شوق ملاقات ہے۔

وَالْكِتَاب

(۳۶) الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ (سورہ بقرہ پ۱ ع۲)

(۳۷) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝ (سورہ بقرہ پ۳ ع۸)

اور کتاب (پر ایمان لائے)

یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رسول اعتقاد رکھتے ہیں اس کتاب پر جو ان کے رب کی جانب سے ان پر اتاری گئی اور اہل ایمان بھی۔ ہر ایک ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ہم (ایمان لانے میں) اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور سب نے یہ کہا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، ہم آپ سے بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب! اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

لغات وترکیب

ریبٌ، شک، شبہ۔ راب یریب ریبًا (ض) شک میں ڈالنا۔ أطعنا، أطاع إطاعةً فرماں برداری کرنا۔ غفرانك أي نطلب غفرانك. المصير، صار يصير صيرورةً لوٹنا، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا۔

الٓمّٓ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد صرف خدا کو معلوم ہے۔ ذلك الكتاب مبتدا، لاريب فيه خبر۔ المؤمنون کا عطف الرّسول پر ہے۔ کُلٌّ بر بنائے مبتدا مرفوع ہے۔ لانفرّق، فعل بافاعل اپنے ظرف بین أحدٍ اور متعلق من رسله سے مل کر جملہ فعلیہ۔ سمعنا و أطعنا ہر ایک مستقل جملہ ہے۔

تشریح ۳۶- کتاب اللہ پر ایمان لانا بھی برّ کے ابواب میں سے ایک باب ہے۔ اللہ کی کتب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب حق ہیں پھر جن کتابوں کے متعلق تفصیلی علم ہے کہ کون سی کتاب کس نبی پر نازل ہوئی ہے مثلاً، قرآن پاک، انجیل، تورات، زبور ان پر نام بہ نام تفصیلی اعتقاد رکھیں اور جن کے متعلق معلوم نہیں ہے ان پر اجمالی ایمان کافی ہے۔ کہ تمام کتب منزّلہ من السماء اپنے اپنے زمانہ میں واجب العمل تھیں اور قرآن مقدس کے نزول کے بعد سب منسوخ ہوگئی ہیں، اور اب قیامت تک یہی کتاب واجب العمل رہے گی۔

عنوان کے تحت ذکر کردہ دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت سورۂ بقرہ کی پہلی آیت ہے جس میں قرآن کریم کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں، یہ کتاب ایسے مرتبۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

۳۷- دوسری آیت سورۂ بقرہ کے اواخر کی ہے جس میں ان مومنین کی مدح کی گئی ہے جنھوں نے اللہ جل شانہ کے تمام احکام پر لبیک کہا اور تعمیل کے لیے تیار ہوگئے، چناں چہ ارشاد ہے "اٰمن الرسولُ بما أُنزِلَ إليه من ربّه والمؤمنون" مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ کا اپنی وحی پر ایمان واعتقاد ہے اسی طرح عام مومنین کو بھی اعتقاد ہے، پھر حضور کے اعتقاد کو ایک جملے میں اور اہل ایمان کے اعتقاد کو دوسرے میں الگ بیان فرمانا امتیاز کی جانب اشارہ کرنے کے لیے ہے۔ کہ آپؐ اور اہل ایمان کے نفس ایمان میں شریک ہونے کے باوجود دونوں کے درجاتِ ایمان میں بڑا فرق ہے۔ آپ کا ایمان سماع وحی کی بنا پر ہے جب کہ

دوسروں کا آپؐ کے واسطے سے۔

لانفرّق بین أحدٍ من رسله: یعنی امت محمدیہ امم سابقہ کی طرح رسولوں کے درمیان تفریق نہ کرے کہ بعض کو نبی مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسا کہ یہود نے صرف حضرت موسیٰ کو مانا اور نصاریٰ نے صرف حضرت عیسیٰ کو اور آپ کو اکثر یہود و نصاریٰ نے نہ مانا۔ "وقالو سمعنا وأطعنا" آیت کے اس جز میں صحابۂ کرام کی تعریف ہے کہ انھوں نے آپؐ کے ارشاد کو بلاتامل تسلیم کرلیا خواہ آسان ہو یا دشوار اور دعا کی کہ (اے ہمارے پروردگار ہم نے آپ کا حکم سنا، اور اس کی اطاعت کی، اگر ہم سے تعمیل حکم میں کوتاہی ہو جائے تو معاف فرمادے کیوں کہ ہم سب کو آپ ہی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے)۔

وَالنَّبِيِّيْنَ

(۳۸) قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۞ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۞ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ پ۱ ع۱۶)۔

اور انبیاء (پر ایمان لائے)

تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب (علیہم السلام) اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو اور انبیاء کو ان کے رب کی جانب سے دیا گیا، ہم فرق نہیں کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی اور ہم اسی کے مطیع ہیں، پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ راہ یاب ہو گئے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ مخالفت پر ہیں ہی، پھر آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان سے نمٹ ہی لیں گے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والے ہیں، ہم نے اللہ کے رنگ کو قبول کرلیا ہے اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

لغات و ترکیب

أَسْبَاطٌ: واحد سِبْطٌ، اولاد کی اولاد، اس کا اطلاق اکثر نواسوں پر ہوتا ہے۔ شَاقَّهٗ مُشَاقَّةً و شِقَاقًا، (مفاعلة) مخالفت کرنا، دشمنی کرنا۔ صَبَغَ يَصْبَغُ صَبْغًا وَ صِبْغَةً، رنگ کرنا۔ عَبَدَ يَعْبُدُ عِبَادَةً (ن) عبادت کرنا۔

ونحن لهٗ مسلمون. لهٗ متعلق مقدم ہے مسلمون کا۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم به. ب زائدہ ہے، مثل مصدر محذوف کی صفت ہے، ما مصدریہ ہے مابعد بہ تاویل مصدر ہو کر مثل کا مضاف الیہ ہے أي فان آمنوا إيمانًا مثل أيمانكم. فقد اهتدوا جواب شرط ہے، صبغة الله، فعل محذوف کا مفعول بہ ہے أي قبلنا أو لزمنا أو نحبّ. مفعول مطلق بھی ہوسکتا ہے أي صَبَغَ الله صبغةً.

تشریح ۳۸- ابواب بر میں سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا بھی ہے۔ انبیاء و رسل پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جن انبیاء و رسل کے متعلق تفصیلی معلومات ہو کہ کس قوم میں آئے، اور ان پر کون سی آسمانی کتاب نازل ہوئی ان پر تفصیلاً یقین کرے، اور جن کے متعلق تفصیل معلوم نہیں ان پر اجمالاً اللہ کے نبی و رسول ہونے کا یقین کرے۔ نیز تمام انبیاء و رسل کے متعلق یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ وہ معصوم و بے گناہ ہیں اور جن احکام و اخبار کے پہنچانے کا ان کو حکم ہوا پوری دیانت داری سے انھوں نے وہ تمام پیغامات الٰہیہ بندوں تک پہنچا دیئے، تمام انبیائے کرام بشر ہونے اور تمام بشری احساسات و حاجات رکھنے کے باوجود بشری کمزوریوں سے منزہ و مبرا ہیں۔

آیت مذکورہ میں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے اقوال کا جواب دینے کا حکم ہے جو وہ کہتے تھے جن کی تفصیل یہ ہے: یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ لیست النصارىٰ علی شيء۔ اور نصاریٰ کا کہنا تھا لیست الیهود علی شيء. یعنی ہر ایک اپنے مذہب کو بہتر بتانے اور دوسرے کی تکذیب میں لگا ہوا تھا۔ تو قرآن میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا "قولوا آمنّا باللّٰهِ الخ" حاصل مضمون کا یہ ہے کہ دیکھو! ہمارے دین میں کیسا انصاف اور حق ہے کہ ہم سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا جانتے ہیں سب کے معجزات کو حق جانتے ہیں، اگرچہ ان میں سے بیشتر احکام کے منسوخ ہوجانے کی وجہ سے دوسری مستقل شریعت محمدیہ پر عمل کرتے ہیں لیکن انکار اور تکذیب کسی کی نہیں کرتے، برخلاف یہودیت و نصرانیت کے کہ منسوخ ہونے کے علاوہ اب اس میں کسی کی تصدیق ہے کسی کی تکذیب، اور آیت کے اخیر "ونحن له مسلمون" سے اس ملت کے عنوانِ لقبی (اسلام) کی طرف اشارہ کردیا ایسے حق اور انصاف کا دین تو اے یہود و نصاریٰ تمھیں بھی قبول کرلینا چاہیے۔

دوسری آیت "فان آمنو بمثل الخ" میں فریقِ مخالف کے قبولِ حق نہ کرنے کی صورت میں آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم (اہلِ اسلام) ایمان لائے تب تو وہ بھی راہِ حق پر لگ جاویں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو (تم ان کی روگردانی سے تعجب نہ کرو، کیوں کہ) وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسرِ مخالفت ہیں ہی (اور اگر ان کی مخالفت سے کچھ اندیشہ ہو) تو سمجھ لیجیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے نمٹ لیں گے۔

تیسری آیت میں مزید اظہارِ شرف کے لیے فرمایا کہ یہ بھی کہہ دو کہ ہم دین کی اسی حالت پر رہیں گے جس میں اللہ نے ہم کو رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگنے کی حالت اللہ سے بہتر ہو اور ایسا چوں کہ

کوئی ہے نہیں اس لیے ہم اسی کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ

ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِی الرِّقَابِ

(۳۹) قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَنْ تَصَدَّقَ وَ اَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَ تَاْمُلُ الْغِنٰى، وَ لَا تُمْهِلْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَ لِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ. (كتاب الزكوة بخاري شريف ص۱۹۰ ج۱، و مشكوة ص۱٦٤)

(٤٠) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَ ابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَ مَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَ مَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ. (بخاري شريف كتاب الزكوة ص۱۹۲ ج۱، مشكوة ص۱٦۲)

(٤١) عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ. (بخاري كتاب النفقات ص۸۰۵ ج۲، مشكوة ص۱۷۰)

اور مال دیوے اللہ کی محبت کے باوجود

رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر سوال کیا اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے، فرمایا: تمہارا صدقہ کرنا جب کہ تم تندرست ہو، حریص ہو، تمہیں فقر کا اندیشہ ہو اور مال داری کی امید کرتے ہو، اور ڈھیل نہ دو یہاں تک کہ جان گلے میں آجائے تو تم کہو فلاں کا اتنا ہے اور فلاں کا اتنا ہے حالاں کہ وہ تو فلاں کا ہی ہو گیا۔

حضرت حکیم بن حزام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور شروع کرو ان سے جو تمہاری کفالت میں ہوں اور بہترین صدقہ وہ ہے جو مال داری کی پشت سے ہو (ضرورت سے زائد ہو) جو شخص پاک دامنی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پاک دامن بنا دیتے ہیں اور جو شخص غنی ہونا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتے ہیں۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب مسلمان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔

لغات وترکیب

أجرٌ: ج أُجُورٌ، ثواب، بدلہ۔ صَحِيْحٌ: ج أَصِحَّاءُ، تندرست۔ شَحِيْحٌ: ج شِحَاحٌ، بخیل۔ شَحَّ يَشُحُّ شُحًّا (ن) بخل کرنا، حرص کرنا۔ خَشِيَ يَخشىٰ خَشْيًا، (س) ڈرنا۔ أَمَلَ يَأمُلُ أَمَلًا (ن) امید کرنا۔ أَمْهَلَ إِمْهَالًا (إفعال) مہلت دینا۔ اَلْعُلْيَا والسُّفْلىٰ دونوں اسم تفضیل مونث ہیں عَلَا يَعلُو عُلُوًّا (ن) بلند ہونا وسَفَلَ يَسْفُلُ سفولًا (ن) پست ہونا۔ عَالَ يَعُولُ عَوْلًا و عِيَالَةً (ن) اہل وعیال کے معاش کی کفالت کرنا۔ اِستَعَفَّ اِستِعْفَافًا (استفعال) پارسائی و پاک دامنی کا طالب ہونا۔ أعفَّ إِعْفَافًا پاک دامنی عطا کرنا۔ احتسب احتسابًا (افتعال) ثواب کی امید رکھنا۔

أَعْظَمُ أجرًا. نصب تمیز کی بنا پر ہے۔ وأنت صحيحٌ، واوحالیہ ہے جملہ "تصدق" کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔ وابدأ بمن تعولُ. من موصولہ ہے، تعول صلہ ہے اور صلہ کی ضمیر محذوف ہے أي تعوله. من يستعفّ متضمن معنیٰ شرط اور يعفّه الله متضمن معنیٰ جزا ہے۔ وهو يحتسبها، المسلم سے حال واقع ہے۔

تشریح

۳۹۔ پہلی روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کے جواب میں سب سے زیادہ باعثِ اجر اُس صدقے کو قرار دیا ہے جو انسان اُس وقت کرے جب کہ تندرست ہو اس حالت میں چوں کہ عموماً زندگی کی امید ہوتی ہے اور زندگی کی مختلف قسم کی ضروریات بھی انسان کے سامنے ہوتی ہیں، انسان اُس وقت بخیل الطبع ہو جاتا ہے، خرچ کرنے سے ڈرتا ہے کہ مال ختم ہو جائے گا اور نہیں خرچ کروں گا تو مال بڑھے گا، مال دار کی وجہ سے دنیا عزت کرے گی۔ ایسی حالت میں صدقہ کرنا بڑے دل گردے کی بات ہوتی ہے اس لیے اس صدقے کا ثواب بھی زیادہ ہے۔

ولاتمهل الخ: نہی حاضر کا صیغہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال خرچ کرنے میں ٹال مٹول اور ڈھیل نہیں کرنی چاہیے بل کہ مال کی محبت دل سے نکال کر راہِ خدا میں خرچ کرتے رہنا چاہیے ورنہ رفتہ رفتہ زندگی ختم ہو جائے گی اور آخری وقت میں جب جان حلق تک پہنچ جائے گی اور ساری آرزوئیں دھری کی دھری رہ جائیں گی، مال کی وقعت دل سے نکل جائے گی تب انسان کہے گا اتنا مال فلاں کو دے دینا اور اتنا فلاں کو۔ حالاں کہ اس مال سے اب تو ورثہ کا حق وابستہ ہو گیا اب تو وہ دوسروں کا ہے ہی۔ لیکن اِس خرچ میں اب وہ اجر کہاں مل سکتا ہے جو اُس وقت ملتا جب کہ اس کے دل میں مال کی محبت تھی اور ضروریاتِ زندگی اس کے سامنے تھیں۔

۴۰۔ دوسری حدیث میں "اليد العليا خير من اليد السفلىٰ" کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ایک دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "ید علیا" سے مراد دینے والا ہاتھ اور ید سفلیٰ سے مراد نہ دینے والا ہاتھ۔ کیوں کہ دیتے وقت وہ بلند ہوتا ہے اور جو ہاتھ نہیں دیتا وہ بلند

نہیں ہوتا۔ "وابدأ بمن تعول" اس جز کا مطلب یہ ہے کہ جن کی کفالت تمہارے ذمے ہے ان کا نفقہ واجبہ ادا کرنے کے بعد صدقے کا ارادہ کرو تو انہیں سے ابتدا کرو اس میں دوگنا اجر ہے ایک تو صدقے کا ثواب، دوسرے صلۂ رحمی کا ثواب۔

وخیر الصدقة ماكان عن ظهر غنى: علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ "ظہر" اس جیسے کلام میں بطور اشباع زائد کیا جاتا ہے اور حدیث کے اس ٹکڑے کا مطلب "خیر الصدقة ما كان عن غنى" ہے، یعنی بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کی حالت میں ہو، کیوں کہ اس صورت میں صدقہ کرتے ہوئے دل میں کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا ہے۔ بعض سلف نے اس جز کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ "ما فَضَلَ عن قوت عياله و حاجته" کے معنی میں ہے۔ یعنی جو اپنی اور اہل وعیال کی ضرورت سے زائد ہو۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفس کا غنا ہے یعنی وہ سخاوت نفس کے جذبے سے خرچ کرتا ہے۔

ومن يستعفف يعفه الله: یعنی جو شخص عفت طلب کرے گا اور صبر وقناعت اختیار کرتے ہوئے لوگوں سے اپنی ضرورتوں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر وقانع بنادیں گے۔ "ومن يستغن يغنه الله" اور جو شخص لوگوں کے مال کا محتاج نہ رہنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو غنی فرمادیتے ہیں۔

۴۱- تیسری روایت کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال اور متعلقین پر ثواب کی امید کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ کرنا اس کے حق میں صدقہ ہوتا ہے۔

(٤٢) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ، صَدَقَةٌ وَ صِلَةٌ.

(ترمذي ص٨٣ج١، مشكوٰة ص١٧١)

(٤٣) قَالَ اَبُوْقِلَابَةَ: وَ اَيُّ رَجُلٍ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنْ رَّجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالٍ صِغَارٍ يُعِفُّهُمُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ يَنْفَعُهُمُ اللّٰهُ وَ يُغْنِيْهِمْ. (مسلم شريف ص٣٢٢ج١)

(٤٤) وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّكَ اِنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ اِمْرَاَتِكَ. (بخاري شريف ص١٧٣ج١، مشكوٰة باب الوصايا ص٢٦٥)

ترجمہ حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محتاج پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور وہی صدقہ قرابت دار پر دو صدقے ہیں، صدقہ اور (دوسرے) صلۂ رحمی۔

حضرت ابوقلابہ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کون شخص زیادہ ثواب والا ہوگا جو ایسے چھوٹے

بال بچوں پر خرچ کرتا ہو، جنھیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے (کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے) یا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو فائدہ پہنچائے اور انھیں بے نیاز رکھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اگر تو اپنے ورثہ کو مال دار چھوڑے (تمہارا اپنے ورثہ کو مال دار چھوڑ کر جانا) اس سے اچھا ہے کہ تو انھیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے پھریں۔ اور ہرگز تم کچھ خرچ نہیں کروگے جس سے تم اللہ کی رضامندی کو حاصل کرو مگر تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔

لغات وترکیب

الرَّحم، رشتہ داری، ج، أَرْحَامٌ۔ وَصَلَ الرَّحمَ يَصِلُ صِلَةً (ض) رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا۔ وَذَرَ الشيءَ يَذَرُ وَذْرًا (س) چھوڑنا۔ وَرَثَةٌ: واحد وارِثٌ، وارث۔ عَالَةٌ: واحد عَائِلٌ، فقیر، محتاج۔ عَالَ الرجل يَعُولُ عولًا (ن) محتاج ہونا۔ تكفّف تكفّفًا (تفعل) لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا۔ ابتغى ابتغاءً، چاہنا، تلاش کرنا۔

الصدقة على المسكين صدقة، "على المسكين" كائنةً سے متعلق ہوکر حال۔ ذوالحال با حال مبتدا۔ صدقةٌ، خبر۔ جملہ اسمیہ خبریہ۔ اسی طرح وهي على الرحم ثنتان۔ أيّ رجلٍ أعظم أجرًا من رجلٍ الخ۔ أي رجلٍ مبتدا۔ أعظم أجرًا ممیز تمیز من جار، رجلٍ موصوف بعد ازاں الخ جملہ صفت۔ موصوف باصفت مجرور۔ أعظم کے متعلق ہوکر خبر مبتدا۔ أو قال راوی کے اشتباہ کو بتلا رہا ہے کہ آپؐ نے يعفّهم فرمایا یا ينفعهم ۔ إنّكَ أن تذر۔ أنْ و إنْ دونوں طرح روایۃً ثابت ہے۔ پہلی صورت میں إن شرطیہ ہوگا اور دوسری صورت میں أن ناصبہ ہوگا۔ رہا یہ کہ إن شرطیہ کی صورت میں "خيرٌ من أن تذرهم" جو جزا ہے وہ جملہ اسمیہ ہے جس پر فا کا دخول واجب ہے اور یہاں ہے نہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں ہے تذرهم میں هم ذوالحال ہے، عالةً حال اول ہے اور يتكففون حال ثانی ہے۔

تشریح

۴۲، ۴۳۔ صدقہ کرنا فی نفسہٖ باعث ثواب ہے لیکن اگر وہی صدقہ عام مسکین پر خرچ کرنے کے بجائے رشتے دار پر خرچ کیا جائے تو ثواب دوگنا ہو جاتا ہے ایک تو صدقے کا ثواب، دوسرے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب۔ اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مشہور معروف تابعی حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ کے قول کو نقل کیا ہے جس میں انھوں نے کم سن بچوں پر خرچ کو اعظم اجر سے تعبیر کیا ہے، اس سے بچوں میں طمع ولالچ جیسے برے اوصاف پیدا نہیں ہوتے ہیں۔

۴۴۔ إنّكَ أن تذر الخ۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا جائز طریقے سے مال جمع کرکے اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑنا بہتر ہے تاکہ اس کی موت کے بعد پریشان نہ ہوں کہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ روایت سے دو باتیں اور معلوم ہو رہی ہیں۔ (۱) لوگوں سے سوال کرنا ذلت ہے، اس سے بچنا

چ ہیے۔(۳) ہر وہ خرچ جو رضائے الٰہی کی خاطر ہو باعثِ ثواب ہے یہاں تک کہ بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی باعثِ اجروثواب ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے باہمی ہم آہنگی اور محبت پیدا ہوتی ہے،اور انسان فعل حرام کے ارتکاب سے دور رہتا ہے۔

(٤٥) عَنْ فَاطِمَةَ ابْنَةَ قَيْسٍ قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الزَّكٰوةِ، فَقَالَ: إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ الْآيَةَ. (ترمذي شريف ص٨٣ج١، ومشكوة باب فضل الصدقة ص١٦٩)

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ: ذٰلِكَ لِأَنَّ فِي الْآيَةِ جِهَتَيْنِ لِلْإِنْفَاقِ، كُلٌّ مِنْهُمَا تُغَايِرُ الْأُخْرٰى، فَالْجِهَةُ الْأُوْلٰى أَنَّهُ تَعَالٰى ذَكَرَ أَوَّلًا "آتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى" الْآيَةَ. ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ ذَكَرَ الزَّكٰوةَ حَيْثُ قَالَ جَلَّ مَجْدُهٗ: أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتَى الزَّكٰوةَ" فَالزَّكٰوةُ جِهَةٌ ثَانِيَةٌ لَامُحَالَةَ، ثُمَّ إِنَّ هٰذَا الْحَقَّ سِوَى الزَّكٰوةِ رُبَّمَا يَزْدَادُ أَهَمِّيَةً فَيَجِبُ حَتْمًا كَوُجُوْبِ الزَّكٰوةِ. أَلَا تَرٰى! أَنَّ النَّاسَ حِيْنَ تُحِيْطُهُمُ الْفَاقَةُ وَتَعُمُّهُمُ الْمَجَاعَةُ حَتّٰى تَبْلُغَ أَنْفُسَهُمْ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُسْتَطِيْعٍ إِنْفَاقُ مَا اسْتَطَاعَ وَ لَوْ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ وَ إِلَّا تُحِيْطُهُ النَّارُ كَمَا أَحَاطَتْهُمُ الْمَجَاعَةُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَ هٰذَا الْوُجُوْبُ لَا يَخْتَصُّ بِصَاحِبِ نِصَابٍ بَلْ يَعُمُّ كُلَّ مَنْ يَجِدُ مَا يُشْبِعُ بَطْنَهٗ وَيُقِيْمُ صُلْبَهٗ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ:

(٤٦) لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ. (مشكوة باب الشفقة والرحمة على الخلق ص٢٢٤)

ترجمہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوۃ کے متعلق دریافت کیا۔تو آپؐ نے فرمایا: یقیناً مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے، پھر آپؐ نے وہی آیت تلاوت فرمائی جو سورۂ بقرہ میں ہے یعنی لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ۔

بندۂ ناتواں کہتا ہے کہ یہ(آیت سے استشہاد) بایں طور ہے کہ آیت میں خرچ کی دو جہتیں مذکور ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے مخالف ہے، پہلی جہت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو "آتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى الْآيَةَ" کا ذکر کیا، پھر اس کے بعد زکاۃ کو (مستقل طور پر) ذکر کیا چناں چہ اللہ رب العزت نے فرمایا "أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتَى الزَّكٰوةَ" تو زکاۃ یقینی طور پر دوسری جہت ہوئی، پھر زکاۃ کے سوا یہ حق بسا اوقات اہمیت کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے تو زکاۃ کے وجوب کی طرح قطعی طور پر واجب ہو جاتا ہے، کیا

تمہارے لیے یہ مشاہدہ نہیں کہ جب لوگوں کو فاقہ گھیر لے اور بھوک ان پر عام ہو جائے یہاں تک کہ ان کی جان تک پہنچ جائے، تو ہر صاحب استطاعت پر حسب استطاعت خرچ کرنا ضروری ہو جاتا ہے اگر چہ جَو کے چند دانے ہی کیوں نہ ہوں، ورنہ تو آگ ایسے ہی اس کا احاطہ کرے گی جیسے (آج) فاقے نے لوگوں کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ذریعے ہو اور یہ وجوب صاحب نصاب کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بل کہ ہر اس شخص کو عام ہے جو اتنی مقدار پائے جس سے اپنا پیٹ بھر لے اور اپنی کمر سیدھی کرے، اور یہی مطلب ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لیس بالمؤمن الخ" کا کہ وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

لغات وترکیب

جهةٌ: ج جِهَاتٌ، رخ۔ غَايَرَ مُغَايَرَةً (مفاعلة) مخالف ہونا۔ مَجَاعَةٌ، بھوک۔ جَاعَ يَجُوعُ جُوعًا (ن) بھوکا ہونا۔ شَعِيْرٌ: واحد شَعِيْرَةٌ، جو۔ صُلْبٌ: ج أَصْلَابٌ، ریڑھ کی ہڈی۔

ذلك کا مشارٌ الیہ۔ الاستدلال محذوف ہے۔ أوّلًا، ذَكَرَ کا ظرف ہے۔ أتى المال علىٰ حبّه الخ مفعول بہ ذکر فعل کا۔ لامحالةَ، لا برائے نفی جنس، محالة اسم، لهٗ محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ إن هذا الحق سوى الزكاة، سوى الزكاة، الحق کی صفت ہے۔ موصوف با صفت اسم إن۔ ربما يزداد أهمية إنّ کی خبر ہے۔

حتمًا. مصدر محذوف کی صفت ہے أي وجوبًا حتمًا. حتّىٰ تبلغ أنفسهم، تعمّ کے متعلق ہے۔ ولو حبات أي ولو كانت الإنفاق حبّاتٍ. جملہ فعلیہ ہے۔ وجارهٗ جائعٌ، يشبع کی ضمیر سے حال ہے پھر جملہ صلۂ موصول ہے، موصول با صلہ خبر ليس.

تشریح ۴۵، ۴۶- عبارت بالا میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ سے انفاق فی سبیل اللہ کی دو جہتوں کا استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ وَ أتى الْمَالَ عَلىٰ حبّه" پر أقام الصلوة وأتى الزكوة کا عطف کیا گیا ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ معطوف علیہ و معطوف کے درمیان تغایر ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ زکوۃ کے علاوہ بھی انفاق کی ایک جہت ہے۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ کبھی کبھی زکاۃ کے علاوہ کی جہت اہمیت کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے اور زکاۃ کے وجوب کی طرح واجب ہو جاتی ہے مثلاً قوم پر کوئی آفت ناگہانی وغیرہ آگئی اور قوم فاقے میں مبتلا ہو گئی تو ایسی صورت میں اگر کسی کے پاس مال ہے تو اسے خرچ کر کے دوسروں کی جان بچانا واجب ہے ورنہ سخت گنہ گار ہوگا۔ یہی مذکورہ مضمون حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ لیس المؤمن میں نفی کمال ایمان کی ہے۔

(۴۷) وَقَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَيَقِفَنَّ

أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ حِجَابٌ وَ لَاتَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهٗ، ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ: أَلَمْ أُوْتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ: بَلٰى! ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ: أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ: بَلٰى! فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ. (بخاري شريف ص ۱۹۰ ج ۱، مشكوة ص ۴۸۵)

(۴۸) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ. (پ۲ ع ۱۱)

ترجمہ اور حضرت عدی بن حاتمؓ نے فرمایا: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ضرور بالضرور تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے اس حال میں کھڑا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور اس شخص کے درمیان نہ تو کوئی پردہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسا ترجمان ہوگا جو اس کی ترجمانی کرے، پھر اللہ رب العزت ضرور اس سے پوچھیں گے کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا تھا؟ تو وہ ضرور جواب دے گا۔ کیوں نہیں۔ پھر اللہ رب العزت معلوم کریں گے کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ تو ضرور وہ جواب دے گا۔ کیوں نہیں۔ پھر وہ اپنے دائیں جانب نظر کرے گا تو آگ ہی دیکھے گا۔ پھر اپنے بائیں جانب نظر دوڑائے گا تو آگ ہی دیکھے گا تو تم میں سے ہر ایک کو ضرور آگ سے بچنا چاہیے اگرچہ چھوارے کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس اگر نہ پائے تو اچھی بات ہی کے ذریعے (بچے)۔

اور ارشاد باری ہے: وہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کتنا خرچ کریں، آپ فرمادیجیے جو خرچ سے زائد ہو۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے لیے احکام صاف صاف بیان فرماتے ہی تا کہ تم دنیا وآخرت کے سلسلے میں غور کرو۔

لغات وترکیب

لیقفن، وَقَفَ وُقُوْفًا (ض) کھڑا ہونا۔ تَرْجَمَ تَرْجَمَةً (فعللة) ترجمانی کرنا۔ فَلْيَتَّقِيَنَّ اِتَّقٰى اِتِّقَاءً (افتعال) بچنا۔ اَلْعَفْوُ مِنَ الْمَالِ، خرچ سے زائد جس کا دینا دشوار نہ ہو۔ تَفَكَّرَ تَفَكُّرًا (تفعّل) غور وفکر کرنا۔

ليس بينه و بينه حجابٌ ولا ترجمان. حجابٌ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ، لا زائدہ ترجمانٌ معطوف۔ بعدازاں اسم لیس۔ بينَهٗ وبينهٗ محذوف سے متعلق ہوکر خبر۔ جملہ أحدكم سے حال واقع ہے۔ بلیٰ، اٰتيتَني مالًا کے معنی میں ہے۔ فليتقين، شرط محذوف کی جزا ہے أي إذا عرفتم ذلك فليتقين۔ فإن لم يجد شرط، فبكلمةٍ طيبةٍ، جزا۔

ماذا ينفقون۔ ما بمعنی أيّ شيءٍ مبتدا۔ ذا موصول ينفقون صلہ، موصول باصلہ خبر۔ اَلْعَفْوُ أي

أنفقوا العفو۔ كَذٰلِكَ بمعنیٰ كما ذكر۔ یہ یُبَیِّنُ کا متعلق مقدم ہے۔ في الدنيا والآخرة، تتفكرون سے متعلق ہے۔

تشریح

۴۷- حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں قیامت کے دن کے احوال بیان کیے گئے ہیں کہ ہر شخص کو بارگاہِ رب العزت میں اس طرح حاضری دینی ہے کہ اس کے اور اللہ رب العزت کے درمیان نہ تو کوئی پردہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ترجمان ہوگا؛ بل کہ سوال وجواب بالمشافہہ ہوگا، گویا کہ ہر ایک بندے کے لیے نہایت سخت گھڑی ہوگی کیوں کہ اگر درمیان میں کوئی حجاب ہو تو دہشت کچھ کم ہوجاتی ہے، اسی طریقے سے اگر حجاب نہ ہو مگر اسے کچھ بولنا نہ پڑے دوسرا اس کی جانب سے گفتگو کرے تب بھی انسان کو کچھ سکون رہتا ہے لیکن وہاں تو مذکورہ دونوں صورتوں میں کوئی صورت نہ ہوگی، اللہ رب العزت دنیا میں عطا کردہ انعامات کا ذکر فرمائیں گے۔ کہ کیا میں نے تجھے مال نہیں عطا کیا تھا؟ کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ جو تجھے حقوق اللہ وحقوق العباد کے متعلق خبر دیتے بندہ فوراً اقرار کرلے گا، پھر وہ اپنے دائیں بائیں نظر دوڑائے گا کہ نجات کی کوئی سبیل مل جائے مگر وہاں تو صرف آگ ہی آگ نظر آئے گی۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ: اگر کوئی شخص اس آتشِ سوزاں سے بچنا چاہے تو اسے چاہیے کہ راہِ خدا میں اللہ رب العزت کے عطا کردہ مال میں سے صدقہ کرے، لیکن اگر بندہ نادار ہے صدقے کے لیے کوئی چیز دستیاب نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ: پھر خوش اخلاقی اور شیریں کلمات ہی کے ذریعے جہنم سے بچنے کی کوشش کرے یہی اس کے حق میں صدقے کے قائم مقام ہے۔

۴۸- ويسئلونك ماذا ينفقون الخ۔ آیت مذکورہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے ارشادات ہیں اور کوئی مقدار خرچ کی بیان نہیں کی گئی تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ سے اس سلسلے میں سوال کیا کہ کتنا خرچ کریں؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جو مال اپنی ضرورت سے زائد ہو۔ اس حکم کی مزید توضیح اس کے بعد کردی گئی کہ خرچ کرنے میں غور وفکر سے کام لو، جس طرح آخرت کی ضروریات ہیں اسی طرح دنیا کی بھی ضروریات ہیں ان سے قطع نظر کرکے سارا مال خرچ کردینا درست نہیں کہ کل خود فقر وفاقے میں مبتلا ہوجاؤ اور سوال کی نوبت آجائے یا اہل وعیال کی حق تلفی ہو اور وہ بے سروسامان ہوجائیں۔

یہ واضح رہے کہ اس سوال سے مراد صدقاتِ واجبہ یعنی زکاۃ، صدقۃ الفطر یا عشر وغیرہ نہیں کیوں کہ ان کی مقدار کی تفصیلات تو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بیان کردی گئی ہیں، یہ سوال عام صدقات وخیرات سے متعلق ہے۔

(۴۹) وَقَدْ حَدَّثَ الْمُنْذِرُ بْنُ الْجَرِيْرِ عَنْ أَبِيْهٖ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ، فَجَاءَ قَوْمٌ عُرَاةٌ حُفَاةٌ مُتَقَلِّدِيْ السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِمَا رَأٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ فَأَقَامَ الصَّلٰوةَ، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ، تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجَزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجِزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. (نسائی شریف ص۳۵۵ ج۱، ومسلم شریف ص۳۳۷ ج۲، ترمذي ص۱۱۹ ج۲، مشکوٰة کتاب العلم ص۳۳)

ترجمہ حضرت منذر بن جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے دن کے شروع حصے میں، تو کچھ لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں، تلواریں لٹکائے ہوئے آئے جن میں سے بیشتر قبیلۂ مضر کے تھے بل کہ سب ہی قبیلۂ مضر کے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہوگیا اس فاقے کی وجہ سے جس کو (جس کے آثار کو) آپ نے ان پر دیکھا تھا، پھر آپؐ اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے، پھر حضرت بلال کو حکم دیا چناں چہ انھوں نے اذان دی اور اقامت کہی، پھر آپؐ نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا، تو فرمایا: اے لوگو! تم اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے اور تم اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق کا) سوال کرتے ہو اور قرابت سے ڈرو یقیناً اللہ رب العزت تمہارا نگراں ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بڑھایا ہے، تو ہر شخص نے اپنے دینار، اپنے درہم، اپنے کپڑے اپنے گندم کی صاع اور اپنے چھوارے کی صاع سے صدقہ کیا یہاں تک کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایک انصاری صحابی ایک تھیلا لے کر آئے قریب تھا کہ ان کی ہتھیلی (اس کو اٹھانے سے) عاجز رہ جائے بل کہ عاجز ہی ہوگئی پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا تا آں کہ میں نے غلے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کو چمکتے ہوئے دیکھا ایسا لگ رہا

تھا جیسے سونے سے لپا ہوا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور ان لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جنھوں نے اس طریقے پر عمل کیا بغیر اس کے کہ وہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جنھوں نے اس طریقے پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

لغات وترکیب

صدر النهار أي أوّله، ج صدورٌ، ہر چیز کا ابتدائی حصہ۔ تَقَلَّدَ السَّيفَ يَتَقَلَّدُ تَقَلُّدًا۔ گلے میں تلوار لٹکانا۔ فَاقَةٌ: ج فَاقَاتٌ، محتاجگی۔ بَثَّ يَبُثُّ بَثًّا (ن) پھیلانا۔ رَقِيبٌ: ج رُقَبَاءُ، نگہبان، محافظ۔ صُرَّةٌ: ج صُرَرٌ، تھیلی۔ عَجِزَ يَعْجَزُ عِجْزًا (س) عاجز ہونا، تھکنا۔ كَوْمَةٌ و كُومَةٌ: ج كُوَمٌ وأكْوَامٌ، مٹی کا ڈھیر۔ تَهَلَّلَ يَتَهَلَّلُ تَهَلُّلًا (تفعل) کھلنا، چمک اٹھنا۔ مُذْهَبَةٌ أذْهَبَ الشَيءَ إذْهَابًا (إفعال) سونے کے پانی سے ملمع کرنا۔ نَقَصَ يَنْقُصُ نَقْصًا (ن) کمی کرنا۔ وِزْرٌ: ج أوْزَارٌ، گناہ۔

فجاء قومٌ عُراةً حُفاةً متقلّدي السيوف. تینوں اسم منصوب قومٌ سے حال واقع ہیں۔ عامتهم من مضر مبتدا وخبر معطوف علیہ۔ بل عاطفۃ، كلهم من مضر مبتدا باخبر معطوف۔ و الأرحامَ کا عطف "اللّٰه الذي تساءلونَ" پر ہے۔ کادت فعل مقارب ہے كفه اسم ہے اور تعجز عنها خبر ہے، جملہ معطوف علیہ، بل قد عجزت معطوف، بعد ازاں صُرّةٍ کی صفت۔ يتهلّلُ، وجه رسول الله سے حال ہے۔ من سنّ في الإسلام سنةً حسنةً شرط۔ فله أجرها۔ له خبر مقدم أجرها معطوف علیہ وأجر من عمل بها الخ معطوف۔ معطوف علیہ با معطوف مبتدا موخر۔ جملہ اسمیہ جزائے شرط۔

تشریح ۴۹۔ حضرت منذر بن جریر کی مذکورہ روایت میں في صدر النهار سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز ظہر سے پہلے ہی یہ حضرات آئے تھے، دوسری بات اس روایت میں غراۃ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''برہنہ بدن'' یہ بالکل ننگے بدن نہیں تھے، بل کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس ضرورت کے مطابق کپڑے نہیں تھے، چناں چہ مسلم شریف کی روایت میں عراۃٌ کے بعد "مجتابي النمار أو العباء" کے بھی الفاظ ہیں یعنی ستر چھپانے کے لیے کمبل یا عباء لپیٹے ہوئے تھے۔ متقلّدي السيوف تلواروں کو گلے میں لٹکانے سے کنایہ ہے ان کی غربت کی جانب کہ ان کے پاس تلواروں کے پرتلے نہیں تھے جس کی وجہ سے تلواروں کو رسی یا تسمے میں باندھ کر گلے میں ڈال رکھا تھا۔ بہر حال ان کی یہ ناگفتہ بہ صورت اور شکستہ حالی دیکھ کر آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ فوراً ہی اندر تشریف لے گئے۔ اندر تشریف لے جانے کا مقصد یا تو یہ تھا کہ اگر کچھ کھانا کپڑا ہو تو ان کی فوری اعانت فرمادیں یا پھر تجدید طہارت اور نماز کی تیاری کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ نماز کے بعد جن دو آیتوں کی آپ نے تلاوت فرمائی اس میں سے پہلی آیت میں تمام انسانوں کے رشتے

اور قرابت کو بیان فرمایا کہ سب ایک جان سے پیدا شدہ ہیں تا کہ ایک دوسرے کے تئیں ہمدردی کا جذبہ پیدا
ہو، اور دوسری آیت میں انفاق کی ترغیب دی کہ ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن کے لیے اس نے
کیا توشہ جمع کیا ہے، آپؐ کے اِس وعظ کا اثر یہ ہوا کہ حضراتِ صحابۂ کرام نے دل کھول کر تعاون کیا تا آں کہ
آپؐ کا چہرۂ انور خوشی کے مارے کھل گیا اور روشن ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کہ جس نے اسلام میں کسی نیک
طریقے کو رواج دیا اس کا ثواب تو اس کو ملے گا ہی؛ بل کہ جتنے لوگ بھی اس طریقے پر چل کر نیکیاں کریں گے
ان کا ثواب بھی اُس شخص کے نامۂ اعمال میں درج ہو گا مگر نیکی کرنے والے کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی
اس جملے میں آپؐ نے حضراتِ صحابۂ کرام کی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طریقے سے اس کے برعکس برے طریقے
کو جاری کرنے میں گناہ کے تحمل کا مسئلہ ہے۔

وَلَا يَذْهَلُ عَنْكَ أَنَّ حَاجَاتِنَا كَثِيْرَةٌ، وَ الْحَقُّ أَنَّ أَغْنِيَاءَ نَا لِأَجْلِهَا فُقَرَاءُ، فَالتَّعْلِيْمُ وَ التَّرْبِيَةُ وَ إِقَامَةُ إِدَارَةٍ عِلْمِيَّةٍ وَ صِنَاعِيَّةٍ وَ إِعْدَادُ كُلِّ قُوَّةٍ نُكَافِحُ بِهَا أَعْدَاءَ نَا فِي مَيَادِيْنِ الْحَيٰوةِ السِّيَاسِيَّةِ وَالْإِقْتِصَادِيَّةِ وَ الشَّخْصِيَّةِ وَ الْإِجْتِمَاعِيَّةِ كُلُّهَا حَاجَاتُنَا، وَ نَحْنُ فُقَرَاءُ لِأَجْلِهَا، فَالْإِنْفَاقُ فِي كُلِّهَا وَاجِبٌ عَلَيْنَا وَ الْإِمْسَاكُ هُوَ هَلَكَةٌ، وَ قَدْ نَبَّهَنَا اللّٰهُ وَ أَنْذَرَنَا أَنْ نُلْقِيَ أَنْفُسَنَا فِي الْهَلَكَةِ حَيْثُ قَالَ:

(٥٠) وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَ أَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (سورہ بقرہ آیت ١٩٤)

(٥١) وَ قَالَ اللّٰهُ رَبُّنَا الْمُتَعَالُ: هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ط وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ۝

(سورہ محمد آخری آیت)

ترجمہ اور تمہارے ذہن سے یہ بات نہ نکل جائے کہ ہماری ضروریات بہت ہیں اور حق یہ ہے کہ
ہمارے مال داران کی خاطر تنگ دست ہیں، چناں چہ تعلیم و تربیت اور علمی صنعتی ادارے کا قیام
اور ایسی قوت کا تیار کرنا جس سے ہم سیاسی، اقتصادی، انفرادی اور اجتماعی میدانوں میں اپنے دشمنوں کا
مقابلہ کریں یہ سب ہماری ضروریات ہیں اور ہم ان کے لیے تنگ دست ہیں، چناں چہ ان تمام مواقع میں خرچ
کرنا ہمارے ذمے واجب ہے اور خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے اور اللہ رب العزت نے ہمیں متنبہ کیا ہے اور ہم کو اس
بات سے ڈرایا ہے کہ ہم اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں چناں چہ فرمایا:

اور راہِ خدا میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں

دوست رکھتا ہے۔

اور پروردگار عالیشان نے فرمایا: ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے، سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

لغات وترکیب

ذَهَلَ يَذْهَلُ ذُهُولًا (ف) بھول جانا، غافل ہونا۔ أَعَدَّ إِعْدَادًا (إفعال) تیار کرنا۔ كَافَحَ يُكَافِحُ مُكَافَحَةً، مقابلہ کرنا۔ هَلَكَةٌ: ج هَلَكَاتٌ، ہلاکت۔ نَبَّهَ يُنَبِّهُ تَنْبِيهًا (تفعيل) تنبیہ کرنا۔ أَلْقَىٰ إِلْقَاءً (إفعال) ڈالنا۔ تَوَلّٰى يَتَوَلّٰى تَوَلِّيًا (تفعل) اعراض کرنا۔ أَمْثَالٌ: واحد مِثْلٌ، مشابہ۔

أَنَّ حَاجَاتِنَا كثيرةٌ۔ پورا جملہ بتاویل مفرد ہوکر لايذهل کا فاعل ہے۔ لأجلها کا متعلق أغنياء ہے، دونوں مل کر أنّ کا اسم ہے۔ فقراء خبر۔ التعليم اپنے تمام معطوفات سے مل کر مبتدا اول۔ كُلّها، مبتدا ثانی، حاجاتنا خبر، مبتدا با خبر، خبر مبتدا اول۔ الإمساك، مبتدا ہے، هو ضمیر فصل ہے اور هلكةٌ خبر ہے۔ ها حرف تنبیہ ہے أنتم مبتدا ہے اس کے بعد حرف ندا محذوف ہے اور هولاء منادیٰ ہے۔

تشریح مذکورہ عبارت میں مولفؒ نے انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف بیان فرمائے ہیں بایں طور کہ تعلیم وتربیت، علمی وصنعتی اداروں کا قیام اور سیاسی، اقتصادی، شخصی اور اجتماعی میدانوں میں سبقت کرنے کے لیے عمدہ طریقہ کار اختیار کرنا یہ سب مسلمانوں کی ملی ضرورتیں ہیں، اصحابِ ثروت کو اِن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے کیوں کہ مذکورہ مصارف میں بھی خرچ کرنا واجب ہے اور خرچ نہ کرنا گویا باعثِ ہلاکت ہے، حضرت مولفؒ نے مال داروں کی بے حسی پر اظہارِ افسوس بھی کیا ہے کہ دنیوی رسم ورواج اور مواقع شہرت میں تو لوگ خوب خرچ کرتے ہیں لیکن اِن اہم مواقع میں خرچ کرنا ہو تو تنگ دست بن جاتے ہیں۔

بعدازاں مولف علیہ الرحمہ نے دو آیتیں مزید انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق پیش کی ہیں۔ وأنفقوا في سبيل اللهِ الخ۔ اِس آیت میں اللہ رب العزت نے جہاد کے لیے بقدرِ ضرورت مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، حضرات فقہاء کرام نے اسی آیت سے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کے علاوہ دوسرے حقوق فرض ہیں جن میں سے چند کا بیان سابقہ سطور میں ہوا۔ مگر نہ تو وہ دائمی ہیں اور نہ ہی ان کے لیے کوئی نصاب ومقدار متعین ہے؛ بل کہ بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت اس کا انتظام سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور عدم ضرورت کی صورت میں کچھ فرض نہیں۔ جہاد کا خرچ بھی اسی میں داخل ہے۔

۵۰- وَ لَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت چوں کہ ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے ہمیں اس کی تفسیر بخوبی معلوم ہے واقعہ یہ ہوا کہ جب اللہ

رب العزت نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو ہم میں یہ گفتگو ہوئی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے وطن میں رہ کر مال و جائداد کی خبر گیری کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے یہ بتلا دیا کہ ہلاکت سے مراد اس جگہ ترک جہاد ہے۔ اور اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ترک جہاد مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

واحسنوا إنّ الله يحبّ المحسنين۔ اس جملے میں ہر کام کو اچھی طرح کرنے کی ترغیب ہے۔

۵۱- هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ الخ. اس آیت میں بھی انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور خرچ نہ کرنے پر سخت وعید بھی ہے۔ فرمایا کہ: تم کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے پکارا جاتا ہے تو تم میں سے بعض بخل کرنے لگتے ہیں حالاں کہ تمہارا خرچ کرنا خود اپنے فائدے کے لیے ہے نہ دوگے تو اپنا ہی نقصان کروگے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پروا۔ واللّٰهُ الغنيّ وانتم الفقراء۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مال خرچ کرنے کی اس تاکید کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ اللہ یا اس کا رسول مانگتا ہے ایسا ہرگز نہیں؛ بل کہ یہ سب تمہارے فائدے کے لیے ہے۔

وانْ تتولّوا يستبدل قومًا غيركم. یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت و مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں، فرض کیجیے تم اگر بخل کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو تو وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کردے گا جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی، بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرے گی۔ بہرکیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔

حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے؟ جس کی طرف اشارہ ہوا ہے، آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اِن کی قوم" اور فرمایا "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے" الحمد للہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس بے نظیر ایثار اور جوشِ ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی تاہم اہلِ فارس نے ایمان میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنھیں دیکھ کر ہر شخص کو چار و ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بہ وقتِ ضرورت عرب کی جگہ پُر کر سکتی تھی، ہزارہا علما و ائمہ سے قطع نظر تنہا حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا وجود ہی اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے؛ بل کہ اس بشارتِ عظمیٰ کے کامل اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (ماخوذ از ترجمہ شیخ الہند)

اَلْقَــرْضُ الْحَسَــنُ

وَ سَمّٰى اللّٰهُ تَعَالٰى الْإِعْطَاءَ فِيْ أَمْثَالِ هٰذِهِ الْحَاجَاتِ الْقَرْضَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ رُبَّمَا عَبَّرَهُ بِالْإِنْفَاقِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰيَاتِ أُتْبِعَ أَمْرَ الْقَرْضِ أَمْرَ الزَّكٰوةِ كَمَا قَالَ: أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا.

(۵۲) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(سوره بقره پ۲ آیت ۲۷٤)

(۵۳) وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمُكْثِرِيْنَ هُمُ الْمُقِلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا، فَنَفَحَ فِيْهِ يَمِيْنَهُ وَ شِمَالَهُ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ وَرَائَهُ وَعَمِلَ فِيْهِ خَيْرًا. (بخاري ص۹۵۳ج۲)

(۵٤) وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلىٰ السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَ إِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ. (بخاري ص۱۹۰ج۱)

ترجمہ اور اللہ رب العزت نے ان جیسے مقامات میں خرچ کرنے کو "قرض فی سبیل اللہ" سے اور کہیں "انفاق فی سبیل اللہ" سے تعبیر کیا ہے اور بہت سی آیات میں قرض کے حکم کو زکوۃ کے حکم کے تابع بنایا ہے، جیسا کہ فرمایا: نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ اپنے مال شب و روز اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لیے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس اور نہ ہی ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی غمگین ہوں گے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار ہی قیامت کے دن محتاج ہوں گے مگر جس کو اللہ نے مال عطا کیا تو اس نے اس میں اپنے دائیں، بائیں اور اپنے آگے پیچھے خرچ کیا اور اس میں اچھا عمل کیا۔

اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک شخص بازار جاتا تو بار برداری کرتا پھر ایک مد (غلہ) پاتا اور آج ان میں سے بعض کے پاس لاکھوں (دراہم ودنانیر) ہیں۔

لغات وترکیب

قَرَضَ يَقْرِضُ قَرْضًا (ض) بدلہ دینا۔ أَقَلَّ الرَّجُلُ يُقِلُّ إِقلَالًا (إفعال) محتاج ہونا۔ نَفَحَ نَفْحًا (ف) دینا، عطا کرنا۔

الإعطاء سمّٰی کا مفعولِ اول ہے اور "القرض في سبيل الله" مفعولِ ثانی۔ بالإنفاق اور في سبيل الله دونوں "عبّر" سے متعلق ہیں۔ في كثير من الآيات، أتبع کا متعلق مقدم ہے، "أمر القرض و أمر الزكوٰة" دونوں "أتبع" کا مفعول بہ ہیں۔ إنّ المكثرين هم المقلّون يوم القيامة. هم مبتداء المقلّون خبر يوم القيامةِ، المقلّون کا ظرف ہے، مبتدا با خبر جملہ اسمیہ، بعد ازاں خبر إنّ.

إذا أمرنا شرط۔ إنطلق أحدنا اپنے دونوں معطوف سے مل کر جزا۔ شرط و جزا مجرور کان۔

تشریح وسمّی اللّٰہ تعالیٰ الخ۔ حضرت مولف فرماتے ہیں کہ ضروریات مذکورہ میں خرچ کرنے کو اللہ رب العزت نے دو نام سے موسوم کیا ہے، ایک تو قرض فی سبیل اللہ سے دوسرے انفاق فی سبیل اللہ سے۔ قرض سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے جزا کے التزام پر کہ جس طریقے سے قرض کی ادائیگی لازم اور ضروری ہوتی ہے اسی طریقے سے گویا اللہ رب العزت نے اپنے اوپر اس کی جزا کو لازم قرار دے لیا ہے۔ اقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و أقرضوا اللّٰہ قرضا حسنًا میں اقرضوا کا عطف آتوا الزکاۃ پر کرنے میں اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ قرض فی سبیل اللہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ کیوں کہ معطوف علیہ و معطوف کے درمیان مغایرت ہوتی ہے۔

۵۲- وقال تعالیٰ الذین ینفقون أموالھم الخ آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لیے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے جو راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں، آیتِ کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ انفاق کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے شب و روز میں جب اور جس وقت چاہے خرچ کرے۔

اِس آیت کے شانِ نزول کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے چالیس ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کیے۔ دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں، دس ہزار خفیہ اور دس ہزار علانیہ۔ (معارف القرآن جلد اول)

۵۳- عن أبی ذر الخ۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے دنیا میں مال عطا کیا اور انھوں نے راہِ خدا میں خرچ کر کے اسے دارِ آخرت میں منتقل نہیں کیا ایسے دولت مند قیامت کے دن محتاج و نادار ہوں گے، مگر وہ دولت مند جنھوں نے تمام ابواب خیر میں حصہ لیا اور بے دریغ خرچ کیا تو ایسے لوگ آخرت میں بھی خوش حال رہیں گے۔

دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب سرکارِ دوعالم صدقے کا حکم فرماتے تو صحابۂ کرام کے پاس اتنا بھی مال نہیں ہوتا تھا کہ صدقہ کر دیں مگر تعمیلِ حکم نبوی اور کارِ خیر میں حصہ لینے کے جذبے سے فوراً بازار جاتے اور مزدوری کرتے تو جو اجرت ملتی اسی کو صدقہ کر دیتے تھے۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آج انھیں صحابہ میں سے بعضوں کے پاس لاکھوں درہم ہیں۔ حدیث کے اِس آخری ٹکڑے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صدقے سے مال میں کمی نہیں ہوتی ہے، چناں چہ حضرات صحابہ خرچ کر کے مال دار ہو گئے اور ہم جمع کر کے محتاج ہو گئے۔

ذوی القُربیٰ

(۵۵) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهٖ قَالَتِ الرَّحِمُ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ

قَالَ: نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ: بَلٰى يَارَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ. (بخاري ص۸۸۵ج۲، ومشكوٰة باب البر والصلة ص۴۱۹)

(۵۶) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَ مَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ. (بخاري ص۸۸۵)

(۵۷) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ فِيْ رِزْقِهٖ وَ يُنْسَأَ لَهٗ فِيْ إِثْرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ. (حواله ۵۶،۵۷۔ بخاري ص۸۸۵ و مشكوٰة ص۴۱۹)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، یہاں تک کہ جب مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا تو قرابت نے کہا: یہ آپ کی پناہ لینے والے کا کھڑا ہونا ہے قطع تعلقی سے، فرمایا: ہاں! کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں اس سے جڑا رہوں گا جو تجھ سے جڑا رہے گا اور میں اس سے قطع تعلقی کرلوں گا جو تجھ سے قطع تعلق ہوجائے گا۔ قرابت نے کہا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار، فرمایا: تو یہ تیرے لیے ہے۔

اور انھی سے مروی ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: کہ رحم رحمٰن کی ایک شاخ ہے، چناں چہ حق تعالیٰ نے فرمایا جو تجھ سے ملا رہے گا میں اس سے ملا رہوں گا اور جو تجھ سے ناطہ توڑے گا میں میں اس سے ناطہ توڑلوں گا۔

اور انھی سے (ابوہریرہؓ سے) مری ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت کردی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کردی جائے تو چاہیے کہ وہ اپنے قرابت سے جڑا رہے۔

لغات وترکیب

فَرَغَ يَفْرُغُ فَرَاغًا (ن) خالی ہونا۔ رَحِمٌ: جمع أرحامٌ، قرابت، رشتہ داری۔ عَاذَ بِأَحَدٍ يَعُوْذُ عَوْذًا (ن) کسی کی پناہ لینا۔ شُجْنَةٌ: جمع شُجَنٌ الجھی ہوئی شاخ۔ بَسَطَ يَبْسُطُ بَسْطاً (ن) پھیلانا، وسیع کرنا۔ نَسَأَ يَنْسَأُ نَسْأً (ف) مؤخر کرنا۔ أَثَرٌ وَ إِثْر، جمع آثارٌ مدت عمر۔

قال: نعم أي هذا مقام العائذ، نعم قائم مقام جملہ اسمیہ۔ بلىٰ يا ربِّ: أي أرضىٰ بذٰلك يا ربِّ، فهو لكِ، شرط محذوف کی جزا ہے۔ أي إن كنت ترضين بذاك فهو لكِ۔

تشریح ۵۵- پہلی حدیث میں خلق الله الخلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے علم میں مخلوقات کی پیدائش اور ان کے وجود کو طے فرمایا، اور "فرغ من خلقه" کا مطلب تخلیق کا فیصلہ فرماچکے۔ نہ کہ فراغ حقیقی مراد ہے جو شغل کی ضد ہے، اس لیے کہ فراغ کے معنی حقیقی کا اطلاق باری

تعالی پر درست نہیں، کیوں کہ وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا۔ بہر کیف فیصلۂ تخلیق کے بعد قرابت نے عرض کیا، کلمۂ عرض کے متعلق دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حق تعالی نے رحم کو جسمی شکل دے کر قوت گویائی عطا فرمادی ہو۔ دوسرے یہ کہ صورت وتجسیم کے معنوی طور پر قیام وعرض ہوا ہو۔ غرض یہ کہ قرابت نے مدد کی درخواست کی کہ کوئی مجھ سے قطع تعلق کر کے آپ کے غضب میں نہ گرفتار ہو جائے تو اللہ رب العزت نے وہ درخواست قبول کی کہ جو تیری رعایت کرے گا، میں اس کی رعایت کروں گا اور جو تجھ سے برگشتگی اختیار کرے گا میں اس سے علاحدہ ہو جاؤں گا، یعنی وہ میری رحمت سے گویا دور رہے گا۔

۵۶- الرّحم شجنة من الرحمٰن. روایت کا مطلب یہ ہے کہ "رحم" میں پائے جانے والے حروف "رحمٰن" میں موجود ہیں تو گویا رحم اور رحمٰن باعتبار حروف اس طرح متداخل ہیں جیسے درخت کی شاخیں۔ لہٰذا جس طریقے سے باعتبار لفظی تعلق ہے اسی طرح ان میں معنوی اور حقیقی تعلق بھی ہے، پس جو شخص رحم یعنی قرابت کو جوڑے گا وہ اپنے آپ کو رحمتِ خداوندی سے جوڑے گا اور جو قرابت کو قطع کرے گا وہ اپنا تعلق رحمتِ رحمٰن سے منقطع کرلے گا۔

۵۷- من أحبّ أن يبسط الخ. اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی انسان کے رزق میں وسعت وفراخی اور عمر میں برکت کا سبب ہے، لیکن اس روایت پر اشکال یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ انسان کے آجال وارزاق متعین ہو چکے ہیں چناں چہ موت کے متعلق نص قطعی ناطق ہے "إذا جاء أجلهم لايستاخرون ساعةً و لا يستقدمون" اور رزق کے متعلق حدیثِ رسول ہے "ألا وان نفسا لن تموت حتّٰى تستكمل رزقها" تو پھر رزق وعمر میں وسعتِ درازی کا کیا مطلب ہے؟

اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں: (۱) عمر ورزق میں زیادتی کا مطلب برکت ہے کہ اس کو من جانب اللہ جو بھی متعین روزی ملے گی مقدمات، علاج اور فضولیات میں ضائع نہ ہوگی نہ یہ کہ سو روپے صلہ رحمی کرنے سے دو سو روپے ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ برکت ہی ہے اسی طرح عمر میں برکت بایں طور کہ صلۂ رحمی کی وجہ سے اپنی زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دے گا کہ کبھی عمر بھی اس کے لیے ناکافی ہوتی مثلاً حفظِ قرآن بجائے تین سال کے ایک سال میں مکمل کرے گا، کسی کتاب کی تصنیف بجائے دس سال کے چھ ماہ میں کرے گا نہ یہ کہ اس کی عمر ستر سال سے بڑھا کر اسّی سال کردی جائے گی۔

(۲) حقیقۃً رزق وعمر میں زیادتی ہے لیکن یہ زیادتی مخلوق کے اعتبار سے ہوتی ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالی نے مقرر کردیا ہے کہ فلاں شخص کی اتنی روزی اور اتنی عمر ہے، لیکن اگر یہ صلۂ رحمی کرے گا تو اس کی عمر میں اضافہ کردیا جائے گا۔ اللہ تعالی کو بخوبی معلوم ہے کہ وہ صلۂ رحمی کرے گا یا نہیں لیکن اس کا علم فرشتوں کو نہیں دیا گیا، اب اگر صلہ رحمی کی وجہ سے اس کی عمر بجائے ستر سال کے اسّی سال قرار پائی اور رزق میں کشادگی ہوئی تو فرشتوں کے اعتبار سے حقیقۃً عمر ورزق میں زیادتی ہوئی اگرچہ اللہ جل شانہ کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

(۳) درازیٔ عمر سے مراد اس کی موت کے بعد دنیا میں اس کا نیک کام باقی رکھنا ہے۔

بِرُّ الْوَالِدَيْنِ

(٥٨) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوْكَ. (بخاري ص ۸۸۳ج۲، و مشكوٰة ص٤١٨)

(٥٩) وَعَنْهُ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ. (مسلم، باب برّ الوالدين ص٣١٤ج٢، ومشكوٰة ص٤١٨)

(٦٠) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (سوره لقمان پ٢١ ع٨)

(٦١) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ: أَتَتْنِيْ أُمِّيْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. (بخاري ص٨٨٤ج١، و مشكوٰة ص٤١٨)

(٦٢) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: رَغِمَ أَنْفُهٗ رَغِمَ أَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرُ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ. (مسلم ص٣١٤ج٢، و مشكوٰة ص٤١٨)

(٦٣) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ إِذْ أَقْبَلَتْ امْرَأَةٌ حَتّٰى دَنَتْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ، فَجَلَسَتْ فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوْا: أُمُّهُ الَّتِيْ أَرْضَعَتْهُ. (أبوداؤد ص٣٥٣ج٢، و ترمذي ص١٣٨ج١ و مشكوٰة ص ٤٢٠)

(٦٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ. قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَ يَسُبُّ أُمَّهٗ فَيَسُبُّ أُمَّهٗ.

(بخاري ص٨٨٣. مسلم ص٦٤ج١. مشكوٰة باب البر و الصلة ص٤١٩)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

اور انھی سے روایت ہے، فرمایا کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! حسنِ سلوک کا زیادہ مستحق لوگوں میں سے کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرے اقرب فالاقرب رشتے دار۔

ارشاد باری ہے: اور اگر تجھ پر وہ دونوں (ماں باپ) اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو، تو تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر، اور اس شخص کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے، پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو تم کرتے تھے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ: میری والدہ میرے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ توقع لے کر آئیں، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، عرض کیا گیا کون ہے وہ اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جس شخص کے والدین نے یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے اس کے سامنے بڑھاپے کو پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل (ہونے کا مستحق) نہ ہوا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے، اچانک ایک عورت آئی یہاں تک کہ نبی اکرمؐ کے قریب آگئی تو آپؐ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھادی، تو وہ بیٹھ گئی، تو میں نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ آپ کی وہ والدہ ہیں جنھوں نے آپؐ کو دودھ پلایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! کوئی اپنے ماں باپ کو کس طرح لعن طعن کر سکتا ہے؟ فرمایا: (اس طرح) کہ وہ کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو (جواباً) گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

لغات وترکیب

صَحِبَ یَصْحَبُ صَحَابَۃً (س) دوستی کرنا، ایک ساتھ زندگی بسر کرنا۔ جَاهَدَ مُجَاهَدَةً (مفاعلۃ) پوری طاقت صرف کرنا۔ مَعْرُوْفٌ اسم مفعول ہے بمعنی خیر، خوبی، رزق۔ أَنَابَ إِنَابَةً (إفعال) رجوع

ہونا۔ رَغِبَ فِيْ شيءٍ يَرْغَبُ رَغْبَةً (س) چاہنا، خواہش کرنا۔ رَغِمَ يَرْغَمُ رَغْمًا (س) ناپسند کرنا۔ ذلیل ہونا۔ الأنف، ناک خاک آلود ہونا۔ أَنْفٌ: ج آنَافٌ وَ أُنُوفٌ، ناک۔ قَسَمَ يَقْسِمُ قِسْمَةً (ض) بانٹنا، تقسیم کرنا۔ أَقْبَلَ إِقْبَالًا (إفعال) سامنے سے آنا۔ رِدَاءٌ: ج أَرْدِيَةٌ، چادر۔ أَرْضَعَ إِرْضَاعًا (إفعال) دودھ پلانا۔

مَنْ أحق بحسن صحابتي. بحسن صَحابتي، أحقُّ سے متعلق ہوکر "من" مبتدا کی خبر ہے، حدیث نمبر ۵۸ اور ۵۹ دونوں میں "أُمُّكَ" کو رفع اور نصب دونوں طریقے سے پڑھنا باعتبار ترکیب جائز ہے۔ رفع کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے، تقدیری عبارت ہے "الأحق بحسن صحابتك امُّكَ" اور نصب کی صورت میں تقدیری عبارت ہوگی "الزم امَّكَ" مگر پہلی روایت میں رفع ہی متعین ہے اس لیے کہ روایت کے آخر میں "أبوكَ" رفع کے ساتھ ہے، اور دوسری میں نصب متعین ہے "ثُمّ أباكَ ثُمّ أدناكَ أدناكَ" کی وجہ سے۔ وهي راغِبَةٌ، أمي سے حال واقع ہے۔ أصِلُهَا قال نعم أي صِلِيْهَا جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔ قيل مَن يا رسول الله. مَن مبتدا، خبر محذوف أي من هو، یا برعکس أي هو من. من أدرك والديه عنده الكبرُ أحدَهما أو كليهما. الكبرُ، أدرك کا فاعل ہے أحدهما أو كليهما، والديه سے بدل واقع ہے۔ أمه التي أرضعته أي هي امه الخ. مِن أكبر الكبائر، ثابت سے متعلق ہوکر إنّ کی خبر مقدم، أن يعلن الرجل الخ بتاویل مفرد اسم موخر۔

تشریح ۵۸، ۵۹- پہلی دونوں روایتوں میں والدین اور دیگر رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ احسان وسلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے، اس کے بعد باپ، بعد ازاں اقرب فالاقرب رشتے دار، امام نووی علیہ الرحمہ نے تو صلہ رحمی کی ترتیب بھی بیان کی ہے۔ والدہ، والد، اولاد، اجداد، جدات، بھائی، بہن، پھر دوسرے محارم۔

محدثینؒ نے والدہ کے ساتھ احسان وسلوک کی تین مرتبہ تاکید کی علت بھی بیان کی ہے کہ والدہ کی تین مشقتیں ایسی ہیں جن میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ (۱) حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا (۲) وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (۳) وَحَمْلُهُ وَ فِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا. یعنی حمل کی مشقت، وضع حمل کی مشقت، پھر دودھ پلانے کی مشقت۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

وَ إِنْ جَاهَدَاكَ الخ. اس آیت میں بھی والدین کے ساتھ بھلائی سے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: دنیا میں ماں باپ سے زیادہ کسی کا حق نہیں، پر اللہ کا حق ان سے زیادہ ہے، اس لیے اگر والدین اللہ کی نافرمانی مثلاً شرک کا حکم دیں اور اس کے لیے کتنا بھی زور صرف کریں تب بھی ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اوّلاً خدا کا اور ثانیاً اپنے والدین کا حق پہچانے خصوصاً ماں کا، کیوں کہ وہ مہینوں تک اس کا بوجھ اٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ

پلایا اس دوران نہ معلوم کیسی کیسی سختیاں جھیل کر بچے کی تربیت کی، اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔

۶۰- وصاحبهما في الدنيا معروفا. یعنی دین کے خلاف تو ماں باپ کا کہنا نہ مان تاہم دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرتا رہ۔ واتبع سبيل من أناب إلي. یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل۔ ثم إلي مرجعكم. یعنی سب کو عدالت میں حاضر ہونا ہے اس وقت بتلا دیا جائے گا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

۶۱- أتتني أمي وهي راغبة الخ. حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ مکے سے مدینے آئی تھیں، اُس وقت تک وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی تھیں اور یہاں آنا صلح حدیبیہ کے بعد زمانہ صلح میں ہوا تھا۔ حضرت اسماءؓ نے آپؐ سے صلہ رحمی کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں بالکل صلہ رحمی کرو، مشرکہ ہونے کے باوجود آپ کا حسن سلوک کی اجازت دینا والدہ کے مرتبے کی بلندی پر کھلی ہوئی اور واضح دلیل ہے۔

۶۲- رغم أنفه الخ. اس جملے سے مراد ذلت ہے یعنی ذلیل ہوا وہ شخص، اِس صورت میں یہ خبریہ ہوگا۔ اور اگر بددعا ہے تو معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ذلیل ہو جائے۔ اور تکرار اِس لیے ہے تاکہ مضمون سامع کے دل میں راسخ ہو جائے۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ والدین کی خدمت ان کے بڑھاپے ہی میں ضروری نہیں ہے؛ بل کہ جوان و تندرست ہوں تب بھی ضروری ہے مگر بڑھاپے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بڑھاپے میں انھیں خدمت اور نفقہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اور ان کے سن رسیدہ ہونے کے باعث والدین کو ان سے اکتاہٹ ہونے لگتی ہے۔

ثم لم يدخل الجنة کا مطلب یہی ہے کہ ان کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنالیا تو دخولِ اوّلی سے محروم رہے گا۔

۶۳- عن أبي الطفيل الخ. اِس روایت میں بھی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلے میں آپؐ کے عمل کو دکھلایا گیا ہے کہ آپؐ نے گوشت تقسیم کرنے کے دوران ہی اپنی والدہ کے لیے فوراً چادر بچھایا۔ یہ واقعہ غزوۂ حنین کا ہے اور آنے والی خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ تھیں جنھوں نے آپ کو پوری مدت رضاعت دودھ پلایا تھا۔ ایک دوسری خاتون حضرت ثوبیہ نے بھی دودھ پلایا ہے مگر وہ یہاں مراد نہیں کیوں کہ فتح خیبر کے بعد حضرت ثوبیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

۶۴- إن من أكبر الكبائر. اِس روایت میں والدین کو برا بھلا کہنے کو سخت ترین گناہ شمار کیا گیا ہے چوں کہ عرب کے جاہل بھی والدین کی ایذا رسانی کو عیب سمجھتے تھے تو صحابۂ کرام کیوں کر اسے معیوب نہ سمجھتے اور حیرت نہ ہوتی۔ اس لیے حضراتِ صحابہ کو حیرت ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے والدین ہی کو برا بھلا کہے، آپؐ نے فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ انسان والدین کو گالی دیے جانے کا سبب بن جائے۔ اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے۔

(٦٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَ أَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَ عَلٰى رَأْسِهِ فَقَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: أَصْلَحَكَ اللّٰهُ إِنَّهُمْ الْأَعْرَابُ. إِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ. (مسلم ص٣١٤ ج٢. و مشكوة ص٤١٩)

(٦٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ.

(ترمذي ص١٢ ج٢. و مشكوة ص٤١٩)

(٦٧) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ.

(ترمذي ص١٢ ج٢. ابن ماجه ص٢٦٩. مشكوة ص٤١٩)

(٦٨) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. (بخاري ص٨٨٥ ج٢. مشكوة ص٤١٩)

(٦٩) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا.

(بخاري ص٨٨٥ ج٢. و مشكوة ص٤١٩)

(٧٠) عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَؓ قَالَ: مَامِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يُدَّخَرُ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ.

(أبوداؤد ص٣٢٣ ج٢. و مشكوة ص٤٢٠)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مکہ کے راستے میں ایک اعرابی سے ان کی ملاقات ہوگئی تو حضرت عبداللہؓ نے اس سے سلام کیا، اور اُس کو وہ گدھا سواری کے لیے دے دیا جس پر وہ سوار ہوتے تھے، اور اپنا وہ عمامہ بھی دے دیا جو ان کے سر پر تھا، حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے اُن سے عرض کیا: اللہ آپ کو سلامت رکھے- یہ تو گاؤں والے ہیں، تھوڑی سی چیز پر خوش ہوجاتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: اس کا باپ (میرے والد محترم) حضرت عمر بن خطابؓ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعلیٰ درجے کا حسن سلوک لڑکے کا اپنے باپ کے دوستوں سے تعلق رکھنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پروردگار کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: باب جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، پس اگر چاہو تو اسے ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرلو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: صلہ رحمی کرنے والا بدلہ دینے والا نہیں ہے، ہاں رشتہ جوڑنے والا تو وہ شخص ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑ دیا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کے مرتکب کو جلد سزا دی جائے دنیا میں اس عذاب کے باوجود جو اس کے لیے آخرت میں جمع ہو رہا ہے ظلم اور قطع تعلقی سے۔

لغات وترکیب

حِمَارٌ: ج حميرٌ، گدھا۔ عِمَامَةٌ: ج عمائمٌ، پگڑی، دستار۔ أَعْرَابٌ: واحد أعرابيٌّ، عرب دیہات کے باشندے۔ وُدٌّ، بتثلیث الواو، اسم جمع بمعنی محبین ہے۔ وَدَّ يَوَدُّ وَدًّا وَ وُدًّا (س) محبت کرنا۔ رَضِيَ يَرْضىٰ رِضىً (س) خوش ہونا۔ سَخِطَ يَسْخَطُ سَخَطًا (س) غضبناک ہونا۔ وَسَطٌ: ج أوساطٌ، درمیانی چیز۔ الْمُكَافِيُ، كَافىٰ يُكَافِيُ مُكَافَاةً (مفاعلة) بدلہ لینا۔ أحْرىٰ اسم تفضیل ہے حَرِيَ، يَحْرىٰ حرىً (س) لائق ہونا۔ بَغىٰ يَبْغِيُ بَغْيًا (ض) ظلم کرنا۔

إنّهم الأعراب۔ هم اسم إنّ، الأعراب، خبر۔ إنّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ مبدل منہ إنهم يرضون باليسير جملہ بدل واقع ہے۔ ليس الواصل بالمكافي۔ الواصل اسم ليس، بالمُكافي خبر، جملہ معطوف علیہ۔ ولكنّ الواصل الذي الخ معطوف۔ مامن ذنب أحرىٰ الخ۔ ما مشابہ بليس۔ من زائدہ استغراقیہ برائے تاکید لفظی، ذنب اسم، أحرىٰ صیغہ صفت، أن يعجّل الخ بتاویل مفرد ہو کر مجرور ہوا بائے محذوفہ کا أي بأن يعجّل، پھر أحرىٰ کا متعلق اول، من البغي و قطيعة الرحم متعلق ثانی۔ أحرىٰ ما کی خبر واقع ہے۔

تشریح ۶۵- احسان وسلوک ایک تو اصلی ہے اور ایک فضلی، گذشتہ روایات میں قسم اول کا بیان تھا، اور حضرت عبداللہ بن دینارؒ کی مذکورہ روایت میں قسم ثانی کا بیان ہے جس کی توضیح یہ ہے؟

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جس اعرابی کے ساتھ مسلسل حسن سلوک کیا - کہ پہلے سلام کیا، پھر سواری دے دی اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنا عمامہ سر سے اتار کر اس کو دے دیا- وہ نہ تو حضرت عبداللہ کا قریبی تھا اور نہ ہی اُن کے والد کا؛ بل کہ اُس اعرابی کے والد حضرت عبداللہؓ کے والد محترم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قریبی تھے۔ گویا یہ تعلق بالواسطہ تھا، پھر اس احسان کے بعد فرمایا کہ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے بڑا حسن سلوک یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے ملنے جلنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ اسی روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو شخص والد کے متعلقین کے ساتھ ایسا بہتر سلوک کرے گا وہ والد اور اپنے اقرباء کے ساتھ اس سے کہیں بڑھ کر حسن سلوک کرے گا۔

۶۶- رضی الرب في رضی الوالد الخ. والد کی رضا مندی میں پروردگار کی رضا مضمر ہے بشرطے کہ باپ مومن ہو، لہٰذا اگر باپ کافر و فاسق ہے اور اپنے بیٹے سے نیک کاموں پر ناراض ہوتا ہے تو اس کی ناراضگی معتبر نہیں "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"

۶۷- الوالد أوسط أبواب الجنّة الخ. حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں أي خير الأبواب وأعلاها. یعنی درمیانی دروازہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے دروازوں سے شاندار اور بلند تر ہے، پھر فرماتے ہیں کہ جس چیز کے ذریعہ وہاں تک رسائی ممکن ہے هو مطلوعة الوالد. وہ والد کی اطاعت ہے اور ظاہر ہے کہ جب والد کی اطاعت میں یہ صلہ و انعام ہے تو والدہ کی اطاعت میں تو اس سے زیادہ ہی انعام ہوگا کیوں کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی نصوص میں زیادہ تاکید ہے۔ (حاشیہ ترمذی شریف جلد ثانی ص۱۲)

۶۸- لایدخل الجنة قاطعٌ. اِس جیسی روایت پہلے بھی آچکی ہے کہ جنت میں عدمِ دخول کا مطلب یہ ہے کہ دخولِ اولی نصیب نہ ہوگا جب تک کہ قطع تعلق کی سزا نہ مل جائے مگر یہ عدل ہے اور فضلِ خداوندی تو اس سے بالاتر ہے، وہ اپنے فضل و کرم سے دخولِ اوّلی سے بھی سرفراز کرسکتا ہے۔ کیوں کہ یہ گناہ شرک کے علاوہ ہے۔ اور ارشاد باری ہے "إنّ اللّٰه لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشآء".

۶۹- ليس الواصل بالمكافي، أي ليس الواصل الرحم الذي يكافي ويجزي إحسانًا. مطلب یہ ہے کہ صلۂ رحمی یہ نہیں ہے کہ انسان احسان کا بدلہ احسان سے دے، اور اگر احسان و بھلائی نہ کرے تو دوسرا بھی بھلائی نہ کرے بلکہ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ انسان برائی کا بدلہ بھی بھلائی سے دے اور قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا برتاؤ کرے۔ (حاشیہ ترمذی شریف، ج۲ ص۱۳)

۷۰- مامن ذنب أحرى الخ. اس روایت میں قطع رحمی پر سخت وعید ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ظلم اور قطع رحمی یہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کو ملتی ہے، جب کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ جب ان کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے تو آخرت میں اللہ رب العزت معاف فرمادیں گے اس کی

سزا نہ ہوگی۔ (كما في ابن كثير تحت قوله تعالىٰ ويعفو عن كثير، ج ٤)

وَالْيَتَامٰى

(۷۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَبَضَ يَتِيْمًا مِنْ بَيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ. (ترمذي ص١٤ ج٢. و مشكوٰة ص٤٢٣)

(۷۲) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَ الْوُسْطٰى. (بخاري ص٨٨٨ و مشكوٰة ص٤٢٢)

(۷۳) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَ شَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ. (ابن ماجه ص٢٧٠، مشكوٰة ص٤٢٣)

(۷۴) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلّٰهِ، كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ. (مشکوٰۃ ص۴۲۳)

(۷۵) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ نِالْأَشْجَعِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَنَا وَامْرَأَةٌ سَعْفَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ أَوْمَأَ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ إِلَى الْوُسْطٰى وَ السَّبَّابَةِ: اِمْرَأَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا أَوْ مَاتُوْا. (أبوداؤد شريف ج٢ ص٣٥٤. و مشكوٰة ص٤٢٣)

اور یتیموں پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے کی طرف بلالیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے مگر یہ کہ کوئی ناقابل معافی گناہ کرلے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے آپؐ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپؐ نے اپنی شہادت اور بیچ کی دونوں انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد

فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا وہ گھر ہے جس میں کوئی ایسا یتیم ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جا رہا ہو اور سب سے برا گھر مسلمانوں میں وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہو۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اس حال میں کہ اس پر ہاتھ صرف اللہ کی رضا کے لیے پھیرا تو اس کے لیے ہر اس بال کے عوض میں جس پر اس کا ہاتھ گذرا ہے کئی نیکیاں ملیں گی۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور وہ عورت جس کے دونوں رخساروں پر جھائیاں پڑ گئی ہوں قیامت کے دن اس طرح ہوں گے اور (روای حدیث) یزید بن ذریع نے وسطیٰ اور سبابہ کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی وہ مرتبے اور حسن و جمال والی عورت جو بیوہ ہو گئی ہو جس نے اپنے کو یتیموں پر روک لیا یہاں تک کہ وہ جدا ہو گئے یا جاں بحق ہو گئے۔

لغات وترکیب

قَبَضَ يَقْبَضُ قَبْضًا (ض) سمیٹنا، ہاتھ سے پکڑنا۔ يتيمٌ: ج يتامىٰ، وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو۔ كَفَلَ يَكْفُلُ كَفَالَةً (ن) نان ونفقہ کا ذمہ دار ہونا۔ أَحْسَنَ إلىٰ أحدٍ إحْسَانًا، کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ أَسَاءَ إلىٰ أحدٍ يُسِيءُ إسَاءَةً، کسی کے ساتھ بدسلوکی کرنا۔ مَسَحَ يَمْسَحُ مَسْحًا (ف) کسی پر ہاتھ پھیرنا۔ إمرَأَةٌ سعفاء الخدين سُعِفَ الوجهُ يُسْعَفُ سُعْفًا (ف) چہرے کا پھنسیوں والا ہونا۔ (مجہول الاستعمال ہے) خَدٌّ: ج خدودٌ، رخسار۔ بَانَ يَبِيْنُ بَيْنُوْنَةً (ض) جدا ہونا۔ آمَ يَئِيْمُ أَيْمًا (ض) بیوہ ہونا۔

من بين المسلمين، قَبَضَ کا متعلق اول ہے، إلى طعامه و شرابه متعلق ثانی جملہ فعلیہ شرط، أدخله الله الجنة، فعل، فاعل، مفعول بہ، مفعول فیہ جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ، إلاّ أن يعمل ذنبًا لا يغفر جملہ مستثنیٰ جزا۔ أَلْبَتَّةَ فعل محذوف بَتَّةً کا مفعول مطلق ہے۔ اصبعيه مبدل منہ ہے السَّبَابَة والوسطىٰ اسی سے بدل ہے، لم يمسحه إلاّ لله جملہ مَسَحَ کی ضمیر سے حال واقع ہے، أنا و امرأةٌ سفعاء الخدين الخ۔ أنا معطوف علیہ، امرأةٌ موصوف، سفعاء الخدين صفت، مرکب توصیفی مبتدا۔ كهاتين محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ مبتدا با خبر خبر مبتدا اوّل۔ يومَ القيامةِ اسی محذوف کا ظرف ہے۔

تشریح ۷۱- من قبض يتيمًا من بين المسلمين الخ۔ مطلب یہ ہے کہ یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرلے۔ یتیماً کو نکرہ لانے میں تعمیم کی طرف اشارہ ہے یعنی خواہ اپنا عزیز ہو یا نہ ہو۔ من بين المسلمين کی قید سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ فضیلت یتیم مسلم کی پرورش میں ہے۔ یتیم کے ذکر سے یتیمہ کی پرورش کی فضیلت از خود واضح ہو جاتی ہے کیوں کہ اس کی پرورش میں زیادہ مشقت بھی ہے اور مونث بہ نسبت مذکر کے احسان کی زیادہ محتاج ہے۔ إلاّ أن يعمل ذنبًا

لا یغفر سے مراد شرک ہے۔ (كذا في حاشية الترمذي)

۷۲- أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا الخ. یعنی میرے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے درمیان بس اتنا معمولی فاصلہ رہے گا جتنا کہ سبابہ اور وسطی کے درمیان ہے۔ اور اگر طول کا اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دونوں قریب تو ہوں گے مگر نبوت کی وجہ سے میرا مقام کچھ بلند رہے گا جس طرح وسطی شہادت کی انگلی سے بلند ہے۔

۷۳- خير بيت المسلمين الخ. روایت میں مسلمانوں کے اُس گھر کو سب سے بہترین گھر قرار دیا گیا ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور اس گھر کو بدترین قرار دیا گیا ہے جس میں یتیم کے ساتھ ناروا سلوک ہو۔ یہ واضح رہے کہ یتیم پر ظلم کرنا اس کو زد وکوب کرنا جرمِ عظیم ہے البتہ اگر مناسب تنبیہ برائے تادیب وتعلیم ہو تو مضایقہ نہیں۔

۷۴- من مسح رأس يتيم. مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خالص رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے، یعنی اس کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے اسے نیکیاں عطا فرماتے ہیں جس پر اس کا ہاتھ گذرتا ہے۔

۷۵- أنا وامرأة سفعاء الخدين الخ. روایت میں اُس بیوہ عورت کے مقام ومرتبے کو بیان کیا گیا ہے جس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اپنی توجہ اپنے یتیم بچوں پر کی، بایں طور کہ اس نے نکاح ثانی پر توجہ نہ دی، زیب وزینت کو ترک کر دیا یہاں تک کہ اس کے رخسار پر جھائیاں پڑ گئیں مگر اِن چیزوں کی پرواہ کیے بغیر یتیم بچوں کی پرورش میں لگی رہی یہاں تک کہ وہ جدا ہو گئے یعنی مستقل بالامر ہو گئے، ماں کی دیکھ ریکھ کے محتاج نہیں رہ گئے یا وہ مر گئے تو اُس کے اِس مجاہدے اور صبر کے بدلے اللہ رب العزت آخرت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مقام ومرتبہ عطا فرمائیں گے۔

وَالْمَسَاكِيْن

(۷۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: السَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَ الْمَسَاكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

(بخاري ص۸۸۸ج۲. ومشكوٰة ص۴۲۱)

(۷۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَ اللُّقْمَتَانِ وَ التَّمْرَةُ وَ التَّمْرَتَانِ، وَ لٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَ لَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَ لَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ. (بخاري ص۲۰۰ج۱. مشكوٰة ص۱۶۱)

(۷۸) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا

يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْباً فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ (پ۳ ع۵)

(۷۹) عَنْ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ: رُبَمَا سَقَطَ الْخِتَامُ مِنْ يَدِ أَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِؓ فَضَرَبَ بِذِرَاعِ نَاقَتِهٖ فَيُنِيْخُهَا فَيَاْخُذُهٗ فَقَالُوْا لَهٗ: فَلَا اَمَرْتَنَا نَتَنَاوَلُكَهٗ فَقَالَ: اِنَّ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ اَنْ لَا اَسْاَلَ شَيْئًا. (مظہری)

اور مسکینوں پر خرچ کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور محتاجوں کے لیے کوشش کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرتا رہے جس کو ایک دو لقمے اور ایک دو کھجور ٹال دیتے ہیں لیکن مسکین تو وہ شخص ہے جو اتنی وسعت نہ پائے جو اس کو کافی ہو سکے اور نہ اس کے حال سے باخبر ہوا جائے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ ہی وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (خیرات) اُن فقراء کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں، ملک میں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف ان کو مالدار خیال کرتا ہے سوال سے بچنے کی وجہ سے، تم ان کو ان کی علامت سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔

حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نکیل چھوٹ جاتی تھی تو آپ اپنی اونٹنی کے اگلے پیر پر مارتے پھر اسے بٹھا دیتے پھر نکیل کو لیتے، تو لوگوں نے آپؓ سے عرض کیا کہ: آپ ہم لوگوں کو حکم کیوں نہیں فرما دیتے کہ ہم اسے لے کر آپ کو دے دیں تو فرمایا: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں۔

لغات و ترکیب

أرملةٌ: ج أَرَامِلُ، ضعیف محتاج، بیوہ۔ لُقْمَةٌ: ج لُقَمٌ، لقمہ۔ فَطِنَ يَفْطَنُ فَطَانَةً (س) سمجھنا، ادراک کرنا۔ أَحْصَرَ إِحْصَارًا (إفعال) روکنا۔ ضَرَبَ في الأرضِ ضَرْبًا، سفر کرنا۔ سِيْمَا، علامت۔ تَعَفَّفَ تَعَفُّفًا (تفعل) حرام یا غیر مستحسن سے بچنا۔ أَلْحَفَ إِلْحَافًا، اصرار کرنا، چمٹنا۔ خِطَامٌ: ج خُطُمٌ، مہار، نکیل۔

الساعي على الأرملةِ، مبتدا، كالمجاهد کائنٌ سے متعلق ہو کر خبر۔ للفقراء سے پہلے الصدقات مبتدا محذوف ہے۔ لايسطيعون، الفقراء سے حال اول ہے، يحسبهم، حال ثانی،

تعرفهم حال ثالث، لا يسئلون الناس إلحافا، حال رابع۔ بعدازاں مجرور ہوکر خبر مبتدا محذوف۔

تشریح ۷۶- الساعي على الأرملة الخ. مطلب یہ ہے کہ بیواؤں اور محتاجوں کے لیے محنت وکوشش کرنے اور ان کے کام آنے میں اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کو، اس لیے کہ دونوں کے عمل کا مقصد اللہ کی مخلوق کو راحت وآرام پہنچانا ہے۔ مجاہد عملِ جہاد سے انصاف قائم کرکے خلق خدا کو آرام پہنچاتا ہے اور یتیم کی کفالت کرنے والا اپنی محنت ومشقت سے آرام پہنچاتا ہے۔

۷۷- ليس المسكين الذي الخ. روایت میں مسکین شرعی کی آپؐ نے نشاندہی فرمائی ہے بایں طور کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں سے ایک دو لقمے مانگتا پھرتا ہے یہ تو مسکین عرفی ہے، مسکین شرعی تو حقیقت میں وہ غیرت مند محتاج ہے جو ہر ایک کے سامنے اپنی محتاجگی کا اظہار نہیں کرتا ہے، یعنی محتاجگی کے باوجود شرافت وخودداری کا یہ عالم ہے کہ بغل میں رہنے والا پڑوسی بھی اس کی اصل حقیقت نہیں جانتا، ولكنّ المسكين الذي لا يجد غنىً يغنيه یعنی اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے۔

۷۸- للفقراء الذين أحصروا الخ. آیت کریمہ میں فقراء سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو دینی مشغولیت کی وجہ سے کوئی دوسرا کام نہیں کرسکتے خواہ وہ مشغولیت درس وتدریس کی ہو یا تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ اور جہاد وقتال کی ہو۔ گویا مدرسین، مصنفین، مؤلفین، مبلغین اور مجاہدین سب اس آیت کے تحت داخل ہیں۔

يحسبهم الجاهل اغنياء الخ. یعنی ان کی ظاہری ہیئت اور شکل وصورت چوں کہ فقیرانہ نہیں رہتی ہے اس لیے ناواقف انھیں غنی تصور کرتے ہیں لیکن ان چیزوں کے آثار سے انھیں پہچانا جاسکتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں "مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے زرد اور بدن دبلے ہوتے ہیں اور آثار جدوجہد ان کے چہرے سے نمودار ہوتی ہے" آیت مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی فقیر قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس کی وجہ سے اس کو غنی نہیں کہا جائے گا، اور ایسے آدمی کو زکوۃ دینا بھی صحیح ہوگا۔

لا يسئلون الناس إلحافا. یعنی وہ ایسے ہیں کہ لپٹ کر نہیں مانگتے، لیکن بغیر لپٹ کر مانگنے کی نفی نہیں ہے چناں چہ بعض حضرات کا یہی قول ہے، لیکن جمہور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سوال بالکل ہی نہیں کرتے۔ (معارف القرآن اول: ص ۵۸۴، ربانی بک ڈپو، دہلی)

۷۹- ربما سقط الختام الخ. روایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال سے بچنے اور احتیاط کرنے کا واقعہ مذکور ہے مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انسان کو اپنا کام خود کرنا چاہیے اور حتی الامکان کسی بھی طرح کا سوال کرنے سے بچنا چاہیے۔

وَ ابْنَ السَّبِيْل

(۸۰) عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّهُ أُبْدِعَ بِيْ فَاحْمِلْنِيْ فَقَالَ: مَا عِنْدِيْ، فَقَالَ رَجُلٌ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أنَا اَدُلُّهٗ عَلىٰ مَنْ يَّحْمِلُهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ دَلَّ علىٰ خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ أجرِهٖ. (مشكوة كتاب العلم ص٢٣. ترمذي ص٩١ج١. أبوداؤد ص٣٥١-٣٥٢ج٢)

اور مسافر کو مال عطا کرے

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میری سواری عاجز ہو گئی لہٰذا مجھے ایک سواری عنایت فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس موجود نہیں ہے تو ایک دوسرے شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اس کو ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جو اُسے سواری دے دے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی اچھے کام کی رہنمائی کرے تو اس کے لیے اس کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا۔

لغات وترکیب

أبدِعَتِ الراحلة تُبدعُ إبداعا (إفعال) سواری کا تھک جانا۔ دَلَّ أحدًا علىٰ أمرٍ يدُلّ دَلالَةً، کسی کی کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا۔

من دلّ علىٰ خيرٍ، شرط۔ فا جزائیہ، له خبر مقدم، مثل أجره مبتدا موخر۔ مبتدا باخبر جملہ اسمیہ شدہ جزائے شرط۔

تشریح ۸۰- روایت بالا میں مسافر کے ساتھ حسن سلوک اور مدد کی ترغیب ہے، روایت میں آپؐ کے فرمان "ما عندي" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپؐ نے دینے سے انکار کیا؛ بل کہ آپؐ نے بروقت نہ ہونے کا عذر کیا ہے کہ اگر میرے پاس سواری ہوتی تو میں ضرور تمہاری مدد کرتا لیکن اس وقت نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں۔ اسی وجہ سے جب اس شخص نے عرض کیا میں رہنمائی کر دوں؟ اے اللہ کے رسول! تو آپؐ نے منع نہیں فرمایا؛ بل کہ اور ترغیب دی کہ ضرور بتلاؤ کیوں کہ کارِ خیر کی طرف رہنمائی کرنے والے کو خیر کا کام کرنے والے کے برابر اجر ملتا ہے۔

والسائلين

(٨١) عَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقُوْمُ علىٰ بَابِيْ فَمَا أجِدُ شَيْئًا أُعْطِيْهُ إيَّاهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إنْ لَّمْ تَجِدْ لَهٗ شَيْئًا تُعْطِيْهِ إيَّاهُ إلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا فَادْفَعِيْهِ إلَيْهِ فِيْ يَدِهٖ.

ترمذي ص٨٤ج١. أبوداؤد ص٢٤٢ج١. مشكوة ص١٦٦)

(۸۲) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ. (أبوداؤد شريف ص۲٤۲ ج۲)

(۸۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَاْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

(بخاري شريف ص۱۹۹ ج۱۔ و مشكوٰة شريف ص۱٦۲)

(۸٤) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ فِيْ حِجَّةِ الْوَدَاعِ وَ هُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا، فَرَفَعَ فِيْنَا الْبَصَرَ وَ خَفَضَهُ، فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَ لَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَ لَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ.

(أبوداؤد شريف ص۲۳۸ ج۱۔ و مشكوٰة شريف ص۱٦۱)

(۸۵) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَبْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ تِسْعَةً فَقَالَ: أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ وَ كُنَّا حَدِيْثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا: بَايَعْنَاكَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَا فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلٰى مَا نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَ تُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَ تَسْمَعُوْا وَ تُطِيْعُوْا وَ أَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً قَالَ: وَ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا قَالَ فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ أُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهٗ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا أَنْ يُنَاوِلَهٗ إِيَّاهُ.

(أبوداؤد ص۲۳۹ ج۱)

اورسوال کرنے والوں پر

حضرت ام بُجید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور یہ ان صحابیات میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتی جو اسے دے دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم کوکوئی ایسی چیز نہ ملے جس کو تم اسے دو سوائے جلی ہوئی کھر کے تو وہی اس کے ہاتھ میں دے دیا کرو۔

حضرت فاطمہ بنت حسین اپنے والد حسین بن علیؓ سے نقل کرتی ہیں انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سائل کا حق ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی ہمیشہ

لوگوں سے مانگتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عدی بن خیار سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ آپ حجۃ الوداع میں تھے اور صدقہ تقسیم فرما رہے تھے تو ان دونوں نے آپؐ سے صدقے میں سے مانگا، (وہ کہتے ہیں) تو آپؐ نے ہماری جانب نگاہ اٹھائی پھر جھکالی، آپؐ نے ہمیں تندرست دیکھا تو فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو دے دوں، مگر صدقے میں مال دار اور طاقت ور کمانے والے آدمی کا حصہ نہیں۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ ہم سات، یا آٹھ یا نو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ حالاں کہ جلد ہی ہم لوگوں نے بیعت کی تھی تو ہم نے کہا: ہم آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا تو ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور ہم نے بیعت کر لی۔ تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم تو آپؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر چکے ہیں تو ہم کس چیز پر آپ سے بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نمازِ پنج گانہ ادا کرتے رہو گے اور سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آپ نے چپکے سے فرمائی۔ فرمایا: اور لوگوں سے کچھ نہ مانگنا۔ راوی کا بیان ہے تو اس جماعت میں سے بعض ایسے بھی ہوئے جن کا کوڑا اگر جاتا تو وہ کسی سے نہ مانگتے کہ وہ کوڑا ان کو پکڑا دے۔

لغات وترکیب

ظِلْفٌ: ج أَظْلَافٌ، پھٹا ہوا کھر۔ أَحْرَقَ إِحْرَاقًا (إفعال) جلانا۔ مُزْعَةٌ: ج مُزَعٌ، گوشت یا چربی کا ٹکڑا۔ خَفَضَ يَخْفِضُ خَفْضاً (ض) پست کرنا۔ جَلْدٌ: ج أجلَادٌ، مضبوط، قوی، تندرست۔ إِكْتَسَبَ إِكْتِسَابًا، کمانا۔ نَفَرٌ: ج أَنْفَارٌ، تین سے لے کر دس تک کی جماعت۔ سَوْطٌ: ج، أَسواطٌ، کوڑا۔

أن لم تجدي شيئًا تعطيه إيّاه جملہ شرط ہے إلّا ظلفًا محرقًا أي سوى الظلف المحروق صفت ثانی ہے شيئًا کی، فادفعيه إليه جزا۔ حتى ياتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم۔ ياتي میں ضمیر فاعل ذوالحال، ليس في وجهه الخ في وجهه، خبر مقدم۔ مزعة لحم اسم موخر، جملہ حال ہے۔ وهو في حجة الوداع بھی "النبي" سے حال واقع۔

تشریح ۸۱، ۸۲- حضرت ام بُجید کی روایت اور حضرت فاطمہ بنتِ حسینؓ کی روایت دونوں میں سائل کو محروم نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر زیادہ مقدار میں سائل کو دینے کے لیے کوئی چیز نہ مل سکے تو معمولی ہی چیز دے دینی چاہیے مگر محروم نہیں کرنا چاہیے، اسی طریقے سے دوسری روایت میں ہے کہ

خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے یعنی ظاہری حالت سے اس کی محتاجگی کا اندازہ نہ لگایا جا سکے لیکن یہ واضح رہے کہ دونوں روایتوں میں سائل سے مراد پیشہ ور فقیر نہیں ہیں بلکہ وہ مضطر اور مسکین ہیں جن کے پاس قوت لایموت بھی نہ ہو یا وہ ارباب علم جو خدمتِ دین میں مصروف ہیں جن کی ظاہری شکل وصورت فقیرانہ نہیں رہتی۔

۸۳- ما يزال الرجل يسأل الناس الخ. مطلب یہ ہے کہ جو آدمی سوال کو اپنا پیشہ بنالے اور لوگوں سے مانگتا پھرتا رہے تو قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کو ایسی ذلیل صورت میں اٹھائیں گے کہ عزت وآبرو سے قطعاً محروم ہوگا، اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا وہ چہرے کی رونق وشادابی سے محروم کردیا جائے گا یعنی اسی علامت سے لوگ پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری اور ذلیل انسان ہیں۔

۸۴- إن شئتما أعطيتكما الخ. اس روایت میں شیخ ابن ہمام کی تفسیر کے مطابق اعطاء کی حلت وحرمت سے بحث نہیں ہے؛ بل کہ سوال کی حلت وحرمت سے ہے یعنی بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا سوال جائز نہیں کیوں کہ تم غنی ہو یا اگر ایسا نہیں تو کم از کم تندرست اور کمائی پر قدرت رکھنے والے ہو۔ لیکن اگر تمہاری حقیقت ظاہر کے خلاف ہے یعنی تم واقعی حاجت مند ہو تو تمہارا سوال جائز ہے اور میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ اس روایت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ مال دار اور قوی مکتسب کے لیے اکثر حالات میں سوال جائز نہیں وہیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر کسی تندرست آدمی کی آمدنی اُس کے اور اُس کے اہل وعیال کے لیے ناکافی ہو تو اسے صدقہ دینا اور لینا دونوں جائز ہے۔

۸۵- حضرت عوف ابن مالکؓ کی روایت میں بیعت کے بعد آپ کا دوبارہ بیعت پر تاکید کرنا امور مذکورہ کی اہمیت کو دل میں راسخ کرنے کے لیے تھا اور سوال کے متعلق آہستہ سے فرمانا یعنی طرز بدل دینا اس کے امتیازی شان کو نمایاں کرنے کے لیے تھا کہ دوسروں سے سوال کرنے سے بچنا سے، یہ اگرچہ ماقبل کے اوامر کا نتیجہ اور فرع ہے مگر بہت اہم ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کے اس فرمان پر کمالِ اطاعت کا مظاہرہ کیا کہ اگر کوڑا بھی ان کے ہاتھ سے گر جاتا تو اسے بھی کسی سے نہیں مانگتے۔ حالاں کہ یہ سوال ممنوع نہیں تھا۔ مگر صورتِ سوال سے بھی غایت درجہ احتیاط کرتے تھے۔

وَفِي الرِّقَابِ

(۸٦) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهِ. قَالَ: قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَغْلَاهَا ثَمَنًا وَ أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا. قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ. قَالَ: تُعِيْنُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ. قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تُصَدِّقُ بِهَا عَلَىٰ نَفْسِكَ. (بخاري ص۳۴۲ ج۱- و مشكوة كتاب العتق ص۲۹۳)

اور گردنوں کے چھڑانے میں (مال عطا کرے)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا راوی کہتے ہیں تو میں نے کہا: (آزاد کرنے کے لیے) کون سا غلام بہتر ہے فرمایا: ان میں جو بیش قیمت ہو اور اپنے مالک کے نزدیک پسندیدہ ہو، میں نے کہا پس اگر میں نہ کرسکوں۔ فرمایا: کسی کام کرنے والے کی مدد کردو، یا کسی ناتجربے کار کے کام آجاؤ، میں نے عرض کیا تو اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں۔ فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دو برائی سے (تکلیف نہ پہنچاؤ) کیوں کہ یہ بھی صدقہ ہے جس سے تم اپنے اوپر صدقہ کرتے ہو۔

لغات و ترکیب

أغلاَهَا۔ غَلاَ السِعْرُ يَغْلُوْ غَلاَءً (ن) بھاؤ بڑھنا۔ نَفُسَ يَنْفُسُ نَفَاسَةً (ک) مرغوب ہونا۔

إيمانٌ باللّٰه مبتدا محذوف کی خبر ہے أي أفضل الأعمال إيمانٌ باللّٰه۔ اسی طرح أغلاها ثمنا بھی أفضل الرقاب۔ کی خبر ہے۔

تشریح ۸۶- حدیث مذکور میں أيّ العمل افضل سے عام عمل مراد ہے یعنی خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ آپؐ نے دونوں اعمال بیان فرمادیے کہ عملِ باطنی تو افضل ایمان باللہ ہے اور عملی ظاہری جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ غلام کے بارے میں فرمایا کہ: جو زیادہ قیمت والا ہو اُس کا آزاد کرنا زیادہ باعث ثواب ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو فرمایا: کسی کام کرنے والے کے کام آجاؤ یا کوئی ناتجربے کار ہے جو اپنا کام درست نہیں کرسکتا ہے اس کی مدد کرکے اس کا کام درست کردو۔ پوچھا کہ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو کیا کروں فرمایا: لوگوں کو اپنی جانب سے تکلیف نہ پہنچاؤ اور بعض نے "تدع الناس الخ" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لوگوں کو ان کے شر کی وجہ سے چھوڑ کر خلوت اور تنہائی اختیار کرلو۔

وَأَقَامَ الصَّلوٰةَ

(۸۷) عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلىٰ هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادىٰ بِهِنَّ، فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدىٰ، وَ إِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سُنَنَ الْهُدىٰ، وَ لَعَمْرِيْ لَوْ أَنَّ كُلَّكُمْ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَ لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلِلْتُمْ، وَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَ مَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادىٰ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُدْخَلَ فِي الصَّفِّ وَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ، فَيَعْمِدُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ فَمَا يَخْطُوْ خُطْوَةً

اِلَّا رَفَعَ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَۃً وَ حَطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃً۔ (ابن ماجه ص۵۷. مشكوة ص۹٦ بغير ترتيب مذكور و كذا في المسلم ص۲۳۲ ج۱)

(۸۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ لِیُحْطَبَ، ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنَ لَھَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ، وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُھُمْ اَنَّہٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَھِدَ الْعِشَاءَ۔ (بخاري شريف ص۸۹ ج۱. مشكوة شريف ص۹۵)

اور نماز قائم کرے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کل حالتِ اسلام میں اللہ سے ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ ان پنج گانہ نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے، کیوں کہ یہ نمازیں ہدایت کی راہیں ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبیؐ کے لیے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں اور قسم ہے میری زندگی کہ اگر تم سب کے سب اپنے گھر میں نماز پڑھنے لگو تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور ہم تو اپنا حال دیکھتے تھے کہ نماز سے وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو، اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چلتا تھا یہاں تک کہ اسے صف میں داخل کر دیا جاتا تھا، اور جو شخص پاکی حاصل کرے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے پھر مسجد کا رخ کرے اور اس میں نماز ادا کرے تو کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک درجہ بلند فرما دیں گے اور اس کے ایک گناہ کو اُس قدم کی بدولت معاف فرما دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میرا جی چاہتا ہے کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں کہ نماز کے لیے اذان دی جائے پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر (بے نمازی) لوگوں کے پاس جا کر ان کے اوپر ان کے گھروں کو نذرِ آتش کر دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ معمولی گوشت دار چکنی ہڈی یا دو عمدہ کھر پائے گا تو ضرور عشاء میں بھی حاضر ہوگا۔

لغات و ترکیب

ضَلَّ یَضِلُّ ضَلَالًا (س ض) گمراہ ہونا۔ تَخَلَّفَ تَخَلُّفًا (تفعل) پیچھے رہنا۔ ھَادٰی فُلَانٌ فُلَانًا مُھَادَاۃً (مفاعلة) ایک کا دوسرے کو چلانا، سہارا دینا۔ خَطَا یَخْطُوْ خَطْوًا (ن) قدموں کے درمیان کشادہ کر کے چلنا۔ حَطَّ یَحُطُّ حَطًّا (ن) اتارنا، معاف کرنا۔ ھَمَّ یَھُمُّ ھَمًّا (ن) چاہنا، ارادہ

کرنا۔ حَطَبَ يَحْطِبُ حَطْبًا (ض) لکڑی چننا۔ أَمَّ يَؤُمُّ إِمَامَةً (ن) امامت کرنا۔ خَالَفَ إِلَىٰ مَكَانٍ يُخَالِفُ مُخَالَفَةً (مفاعلة) چلنا، جانا۔ عَرْقٌ: ج عِرَاقٌ، وہ ہڈی جس پر سے اکثر گوشت اتار لیا گیا ہو۔ مِرْمَاةٌ، بکری کا کھر۔ شَهِدَ مَكَانًا يَشْهَدُ شُهُوْدًا (س) حاضر ہونا۔

من سره أن يلقى الله الخ: أن يلقى الله، ضمیر يلقى ذوالحال، مسلماً حال۔ ذوالحال باحال فاعل، فعل بافاعل ومفعول بہ ومفعول فیہ جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہوکر "سرّ" کا فاعل۔ ترجمہ ہوگا، جس کو خوش کرے یہ بات کہ الخ۔ پھر من سرّہ پورا جملہ متضمن معنی شرط اور فليحافظ الخ۔ متضمن معنی جزا۔ يُهَادىٰ الرّجل سے حال واقع ہے۔ لَشَهِدَ العشاء، لو يَعْلَمُ کا جواب واقع ہے۔

تشریح ۸۷۔ پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی آرزو یہ ہو کہ وہ کل قیامت کے دن مسلمان اور کامل فرماں بردار ہوکر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو تو وہ نماز پنج گانہ کی پابندی کرے اور باجماعت مسجد میں ادا کرے یعنی جس طریقے سے نماز کی مشروعیت ہوئی تھی اسی طریقے سے ادا کرے اور نماز باجماعت ہی مشروع ہوئی ہے، چناں چہ حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ نماز کی مشروعیت کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر باجماعت نماز پڑھائی اور وقت کی نشان دہی فرمائی۔ پھر حضرات صحابۂ کرامؓ کے نماز باجماعت کے سلسلے میں شوق واہتمام کا بیان ہے کہ اگر ان میں کوئی بیمار ہو جاتا تو جماعت میں شرکت کے لیے دو آدمیوں کے سہارے سے جاتا اگر سہارے سے جاسکتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ منافق بھی اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کے لیے جماعت میں شریک ہوتے ہاں جن کا نفاق سب کو معلوم ہوتا تو چوں کہ ان کے اہتمام سے نفاق پر پردہ نہ ڈل سکتا تھا اس لیے وہ اہتمام بھی ترک کر دیتے تھے۔

۸۸۔ دوسری روایت میں باجماعت نماز ادا نہ کرنے والوں کے لیے سخت تہدید ہے آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ حضرات کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور کسی کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر دوں پھر جا کر ان لوگوں کے گھروں کو نذرِ آتش کر دوں جو بغیر کسی عذر کے جماعت میں شریک نہیں ہوتے پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو تھوڑے سے دنیوی نفع کی توقع ہو مثلاً کوئی کھانے والی چیز کے ملنے کی امید ہو تو وہ اس تھوڑے سے نفع کی خاطر عشاء کی نماز میں بھی حاضر ہو جائیں گے جب کہ اُس وقت کی حاضری دن والی نمازوں کے بالمقابل مشکل ہے۔

ثمّ امر رجلًا فيؤم النّاس۔ اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بوقت ضرورت کسی کو اپنا قائم مقام بنایا جاسکتا ہے۔ إِلَىٰ رِجَالٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جو بلا عذر جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے خواہ وہ گھر میں ادا کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ معذورین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ خواہ وہ عذر بیماری ہو یا نابینا ہونا، یا سخت تاریکی یا دشمن کا خوف یا کرفیو یا ان کے علاوہ کوئی اور عذر ہو۔

حدیث مذکور سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جس عمل پر آپؐ اوروں کو سزا دینا چاہتے ہیں ان کو سزا دینے کی صورت میں اسی عمل یعنی ترکِ جماعت کا ارتکاب آپؐ سے بھی لازم آتا۔ اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آپؐ

نے تہدید افرمایا، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپؐ اِس کو عملی جامہ پہناتے تو آپؐ پہلے یا بعد میں جماعت ہی سے نماز ادا کرتے اور بوقت ضرورت ایسا کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں اس سے تقدیم وتاخیر جماعت ضرور لازم آتی ہے مگر ترک لازم نہیں آتا۔

(۸۹) وَعَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: صَلوٰةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلىٰ صَلوٰتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَ فِيْ سُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّ عِشْرِيْنَ ضِعْفاً، وَ ذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلىٰ الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلوٰةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَ لَايَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلوٰةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلوٰةَ.

(بخاري شريف ص۸۹ج۱ وص ۹۰ ج۱۔ ومشكوٰة ۶۸)

(۹۰) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى يُنَاجِيْ رَبَّهٗ. (بخاري ص:۷۲ج۱۔ مشكوٰة ص۸۱ باختلاف اللفظ عن ابن عمر و البياضی)

(۹۱) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

(بخاري شريف ص۱۰۰ ج۱۔ مشكوٰة ص۹۷)

(۹۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلوٰةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ اضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ الْمَضَاجِعِ.

(أبوداؤد شريف ص۷۷ج۱۔ مشكوٰة ص۵۸)

ترجمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز با جماعت پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے اس کے اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں، اور یہ اس وجہ سے کہ جب وہ وضو کرتا ہے پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز ہی کے ادا کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے تو کوئی قدم نہیں رکھتا ہے مگر اس کی وجہ سے ایک درجہ بلند ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا معاف ہوجاتی ہے پھر جب نماز پڑھ لیتا ہے تو فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اور تم میں سے ہر کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے

شک تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی صفیں سیدھی کرلیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرمادے گا۔

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوجائیں اور (نماز ترک کرنے پر) ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہوجائیں اوران کو بستروں میں الگ الگ کردو۔

لغات وترکیب

ضَعَّفَ تَضعِيفًا (تفعيل) دوچند کرنا۔ ضِعفٌ: ج أضعَافٌ، دوچند۔ نَاجىٰ يُنَاجِي مُنَاجَاةً (مفاعلة) ایک دوسرے سے سرگوشی کرنا۔ سَوّىٰ يُسَوِّي تَسوِيَةً (تفعيل) برابر کرنا۔ مَضَاجِعُ: واحد مَضْجَعٌ، خواب گاہ۔

صَلوٰة الرجل، موصوف یا ذوالحال، في الجماعة، كائنة سے متعلق ہوکر حال یا صفت۔ موصوف باصفت یا ذوالحال باحال مبتدا، تُضَعَّفُ إلى ضِعفًا خبر۔ إذا توضأ شرط، فأحسن الوضوء، معطوف علیہ، ثمّ خرج إلى الصّلوة الخ معطوف، بعدازاں جزا۔ شرط باجزا جملہ شرطیہ جزائیہ خبر أنّ۔ جملہ بتاویل مفرد ہوکر خبر ذلك مبتدا۔ لا يخرجه إلّا الصّلوة، خرج کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ لم يخط خطوةً حال ثانی ہے اسی طرح سے وهم أبناء سبع سنين. أولادكم سے حال ہے اسی طریقے سے وهم أبناء عشر، هم ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح ۸۹- صلوٰة الرجل في الجماعة الخ. اِس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انفرادی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے گویا انفرادی نماز پڑھنے والا اپنا بہت بڑا نقصان کرتا ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اتنا بڑا نقصان صرف دوطرح کے لوگ برداشت کرتے ہیں (۱) جسے اتنے بڑے ثواب کا یقین نہ ہو (۲) وہ کم عقل جو اس نفع بخش تجارت کو کوتاہ فہمی کے سبب اختیار نہ کرسکے۔ روایت میں ثواب کے مضاعف ہونے کی وجہ بھی آپؐ نے بیان فرمادی ہے کہ گھر سے وضو کرکے جانے پر ہرقدم حطِ سیئات اور رفعِ درجات کا ذریعہ بنتا ہے اور مسجد میں رہنا نماز میں شرکت کے مرادف اور فرشتوں کی دعاؤں کا سبب ہے۔

سوال: اس روایت میں خمسة و عشرين ضعفًا کا لفظ ہے جب کہ بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں بسبع و عشرين درجةً کا لفظ آیا ہے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے کہ ایک روایت سے جماعت کی نماز منفرد کی نماز سے پچیس درجہ افضل معلوم ہوتی ہے اور دوسری سے ستائیس درجہ۔

جواب: دونوں روایتوں کے درمیان ترجیح یا تطبیق کے سلسلے میں متعدد اقوال ہیں (۱) اس عدد سے

مراد کثرت ہے کسی عدد میں حصر نہیں ہے۔ (۲) پہلے آپؐ کو پچیس کی اطلاع دی گئی تھی پھر دو درجے کا اضافہ کر کے ستائیس کی اطلاع دی گئی (۳) یہ اختلاف نمازیوں کے اختلاف احوال پر مبنی ہے اخلاص کے تفاوت کی وجہ سے کہ بعض کے لیے پچیس اور بعض کے لیے ستائیس۔ (ایضاح البخاری جلد سوم ص ۲۸۴ چہارم ص ۱۴۶)

۹۰- إنّ أحدكم إذا صلّى يناجي ربّه. نمازی اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بندے کو اللہ رب العزت کا قرب بدرجۂ کمال حاصل ہوتا ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ تمام آداب وشرائط کی پوری رعایت کرے اور اپنے قلب سے کسی اور طرف بالکل ہی متوجہ نہ ہو۔

۹۱- لتسون صفوفكم الخ. اس روایت میں تسویۂ صفوف کی تاکید کی گئی ہے کہ تم اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں یا ذات میں مخالفت پیدا کر دے گا۔ تسویۂ صفوف کا مطلب یہ ہے کہ ایک صف میں جتنے نمازی ہیں وہ سب برابر ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو اور نمازیوں کے درمیان فاصلہ بھی نہ ہو۔ وجہ سے مراد حقیقتِ وجہ یعنی چہرہ بھی ہوسکتا ہے اور مجازاً ذات یا قلب بھی ہوسکتا ہے۔
پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم حکم کی خلاف ورزی کر کے صفوں میں آگے پیچھے رہو گے تو خدا تمہارے چہرے کے نقوش بھی آگے پیچھے کر دے گا، یا چہرے کو پلٹ دے گا، منہ گدی کی طرف اور گدی سامنے کی طرف کر دی جائے گی گویا چہرہ مسخ کر دیا جائے گا۔ اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں تمہارے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی یعنی ظاہری مخالفت باطن پر اثر انداز ہوگی۔

۹۲- مروا أولادكم بالصّلوٰة. روایت مذکورہ میں بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کی عادت ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ سنِ بلوغ تک پہنچتے پہنچتے اس کے عادی ہو جائیں، اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرات محدّثین فرماتے ہیں کہ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچپن ہی سے اولاد کی تربیت کا پورا خیال رکھیں تا آں کہ سات کی عمر میں انھیں نماز کے متعلقات۔ بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی وغیرہ کا قدرے علم ہو جائے لیکن دس سال سے پہلے تک ان کی پٹائی نہیں کی جائے گی ہاں دس سال کا ہو جائے تو تربیت کے لیے مارنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ (۱) ضرب شدید نہ ہو (۲) غصے کی حالت میں نہ ہو (۳) اظہار غصہ نہ ہو (۴) چھڑی سے نہ مارے (۵) سر چہرے اور نازک مقامات پر نہ مارے۔

وفرّقوا بينهم في المضاجع. دس سال کی عمر ہو جائے تو بستر بھی الگ کر دینا چاہیے کیوں کہ یہ ابتدائے شہوت کا زمانہ ہوتا ہے اگر اسی وقت سے ان کو گناہوں سے بچا لیا گیا تو آئندہ بھی ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے ورنہ عادت کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ رہا یہ کہ نماز اور تفریق بین المضاجع ان دونوں حکموں کو جمع کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مقصد اوامر کی محافظت اور منہیات سے اجتناب کی عادت ڈالنا ہے یا یہ کہ اول میں عبادتِ حق کی تعلیم ہے اور ثانی میں معاشرت بین الخلق کی تعلیم ہے۔

وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ

(۹۳) قَالَ تَعَالیٰ: وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (پ۴ع۹)

(۹۴) عَنْ أَبِيْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، ثُمَّ یَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَیْهِ یَعْنِيْ شِدْقَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا کَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْآیَة.

(بخاري ص۱۸۸ج۱، مشكوة ص۱۵۵)

(۹۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَی الْیَمَنِ قَالَ: إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی قَوْمٍ أَهْلِ الْکِتَابِ فَلْتَکُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَیْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ یَوْمِهِمْ وَ لَیْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَدْ فَرَضَ عَلَیْهِمْ زَکٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَ تَوَقَّ کَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ. (بخاري شريف ص۱۹٦ج۱، ومشكوة ص۱۵۵)

اور زکاۃ ادا کرے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ رب العزت نے انھیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے؛ بل کہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، ان لوگوں کے گلوں میں وہ مال قیامت کے دن طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال ایک سخت زہریلا سانپ بنادیا جائے گا کہ جس کی آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے دن اسے اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا پھر وہ اس شخص کی دونوں باچھیں یعنی اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا، میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی و لا یحسبن الذین یبخلون الآیۃ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچ رہے ہو جو اہل کتاب ہیں تو چاہیے کہ سب سے پہلی وہ چیز جس کی طرف تم انھیں بلاؤ اللہ کی عبادت ہو، پھر جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پس جب وہ کرلیں تو انھیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے

ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹادی جائے گی، پھر جب وہ اس کو مان لیں تو ان سے (زکوٰۃ) لے لو اور لوگوں کے عمدہ مالوں سے بچو۔

لغات وترکیب

طَوَّق تَطوِيقًا (تفعيل) طوق پہنانا۔ مَثَّلَ يُمَثِّلُ تمثيلاً (تفعيل) تصویر بنانا۔ شُجَاعٌ: ج شِجْعَانٌ، مذکر سانپ۔ أَقْرَعُ مِنَ الحية: وہ زہریلا سانپ جس کے سر کے بال زہر کی وجہ سے گر گئے ہوں، جمع، قُرْعٌ۔ زَبِيبَةٌ: ج زَبِيبٌ، وہ سیاہ نقطہ جو سانپ یا کتے کی آنکھ کے اوپر ہوتا ہے۔ لِهْزِمَةٌ: ج لَهَازِمُ، جبڑا۔ شِدْقٌ: ج أَشداقٌ، باچھیں۔ تَوَقّىٰ تَوَقِّياً (تفعل) بچنا۔ کَرائمُ: واحد كَرِيمَةٌ، عمدہ مال۔

مَنْ اٰتاه اللّٰهُ مالاً جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فلم يؤدّ زكوته معطوف۔ معطوف علیہ با معطوف شرط۔ مُثّل لهٗ الخ جزا۔ شجاعًا موصوف، أقرع صفت اول، له زبيبتان مبتدا با خبر صفت ثانی۔ يُطَوّقه يوم القيامة صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفتوں سے مل کر مُثّل کا مفعول۔ فلتكن أوّل ما تدعوهم الخ۔ اوّل ما تدعوهم إليه، تكن کی خبر مقدم عبادة الله اسم موخر۔ كرائم أموال الناس، اضافت الصفت إلى الموصوف کے قبیل سے ہے۔

تشریح ۹۳، ۹۴۔ آیت کریمہ میں بخل کی مذمت اور اس پر وعید شدید مذکور ہے کہ مال خرچ کرنے سے جی چرانا اور یہ خیال کرنا کہ یہ ہمارے حق میں اچھا ہے کہ بہت سارا مال اکٹھا ہو جائے گا خیال باطل ہے، یہ مال کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، بالفرض اگر دنیا میں کوئی مصیبت پیش نہ بھی آئی قیامت کے دن یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مذکور سے بالکل وضاحت ہو رہی ہے کہ مانعین زکاۃ کا مال سخت زہریلے اژدہے کی شکل میں متمثل کر کے ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس کی باچھیں پکڑ کر چیر دے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

۹۵- فلتكن أوّل ما تدعوهم إليه عبادة الله. أي عبادة الله على طريق محمد رسول الله۔ توحید کی دعوت ضروری اس لیے تھی کہ وہاں بھی مشرکین تھے اور اہلِ کتاب میں بھی شرک آچکا تھا، پھر بعض موحدین رسالت کے منکر ہو سکتے ہیں اور بلا تصدیقِ رسالت توحید ناقص ہے اس لیے توحید و رسالت دونوں چیزوں کی دعوت کا حکم دیا گیا۔ اس روایت میں صرف توحید کا ذکر ہے مگر مشکوٰۃ اور مسلم کی روایت میں رسالت کا بھی ذکر ہے اور الفاظ یہ ہیں۔ فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلاّ الله وأنّ محمد رسول الله.

فإذا عرفوا الله فأخبرهم أن الله الخ۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ ایمان لے آئیں تو ان کو فرضیتِ نماز کے متعلق بتلاؤ جب اس پر بھی عمل پیرا ہو جائیں تو فرضیتِ زکوٰۃ بتلاؤ کہ تمہارے اموال میں زکوٰۃ فرض ہے مگر یہ زکوٰۃ صرف مال داروں پر واجب ہے جو ان سے لے کر فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی وصول یابی میں یہ خیال رہے کہ لوگوں کے عمدہ ترین مال کو مت لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے دو باتیں مزید معلوم ہوئیں (ا) کفار سے قتال کے وقت ان کو دعوت اِلی الاسلام دینا ضروری ہے ہاں اگر ان کو دعوت اسلام پہنچ چکی ہو تو پھر واجب نہیں البتہ مستحب ضرور ہے۔(۲) فإذا عرفوا الله فأخبرهم اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفار صرف اصول کے مخاطب ہیں فروع کے نہیں ہیں، فروع کے مخاطب صرف اہل ایمان ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ جب تک کافر مومن نہیں ہوگا فرضیتِ نماز و روزہ و زکوٰۃ کا مخاطب کیسے ہوسکتا ہے۔

(۹٦) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌO (پ۱۰ ع۱٤)

فَهٰؤُلَاءِ مَصَارِفُ الصَّدَقَاتِ الْوَاجِبَةِ لَا يَجُوْزُ صَرْفُهَا فِيْ غَيْرِهِمْ وَ مَا كَانَ مِنَ الْحَاجَاتِ الْمِلِّيَّةِ فَيُصْرَفُ فِيْهَا مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْخِرَاجِ وَ الْجِزْيَةِ أَوْ مِنْ خُمُسِ الْغَنِيْمَةِ وَ خُمُسِ الرِّكَازِ وَ غَيْرِهَا فَإِنْ لَّمْ تَتَيَسَّرْ هٰذِهِ الْمَدَّاتُ أَوْ قَصُرَتْ عَنِ الْحَوَائِجِ يُسْتَقْرَضُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا

(۹۷) قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً.

(۹۸) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافاً كَثِيْرَةً.

وَعَدَ اللّٰهُ تَعَالیٰ هٰذَا الْقَرْضَ نُصْرَةً لَّهٗ حَيْثُ قَالَ: وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ. (آیت ٤۰ سوره حج)

ترجمہ اورارشاد باری ہے: زکوٰۃ تو صرف فقراء، مساکین، زکوٰۃ وصول کرنے والوں اوران لوگوں کے لیے ہے جن کے دلوں کو مانوس کیا گیا ہو اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں (صرف کیا جائے) اور قرض داروں کے قرضے میں اور جہاد میں اور مسافروں (کی امداد میں) یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

پس یہ حضرات صدقاتِ واجبہ کے مصارف ہیں جن کے علاوہ میں صدقات کا صرف کرنا جائز نہیں ہے اور جو ملی ضروریات ہیں تو اُن میں وہ مال خرچ کیا جائے گا جو خراج اور جزیے یا مالِ غنیمت کے خمس اور رکاز وغیرہ کے خمس سے لیا جائے پس اگر یہ مدات حاصل نہ ہوسکیں یا ضروریات سے کم رہ جائیں تو مسلمانوں سے راہِ خدا میں قرض لیا جائے گا جیسا کہ

ارشاد باری ہے: تم نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو عمدہ قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر کئی گنا کردیوے اور اللہ تعالیٰ نے اس قرض کو اپنی مدد شمار فرمایا ہے، چناں چہ فرمایا: اور اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس شخص کی مدد فرمائیں گے جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں، زبردست ہیں۔

لغات وترکیب

والمؤلّفة قلوبهم. أَلَّفَ يُأَلِّفُ تَأْلِيفًا (تفعيل) جوڑنا، ملانا۔ رِقَابٌ: واحد رَقَبَةٌ گردن، مراد غلام۔ غَارِمِيْنَ: واحد غَارِمٌ، وہ دیون جو مالکِ نصاب نہ ہو۔ خَرَاجٌ: ج أَخْرَاجٌ، زمین کا محصول، جزیہ۔ جِزْيَةٌ: ج جِزىً، ٹیکس۔ رِكَازٌ: واحد رِكْزٌ، زمین کے اندر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی دھاتیں۔

فريضةً مفعول مطلق واقع ہے أي فرض الله فريضةً. وما كان من الحوائج الملية. ما موصول، ضمیر كانَ اس کا اسم من الحوائج الملية متعلق سے مل کر خبر، بعد ازاں صلہ۔ موصول باصلہ مبتدا، فيصرف فيها الخ خبر۔ نُصرةً لهٗ، عدّ کا مفعول ثانی ہے۔

تشریح ۹۶- یہ امر بالکل یقینی ہے کہ نماز کے بعد سب سے اہم فریضہ زکوٰۃ ہے چناں چہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں نماز کے ساتھ جابجا زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ آیتِ مذکورہ "إنما الصّدقات الخ" میں مصارف زکوٰۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلا مصرف فقراء ہیں، دوسرا مساکین، فقیر اور مسکین کے اصلی معنی میں اگر چہ اختلاف ہے، ایک کے معنی ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو، دوسرے کے معنی ہیں جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو لیکن حکمِ زکوٰۃ میں دونوں یکساں ہیں، کوئی اختلاف نہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اس کی ضروریاتِ اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز ہے۔

تیسرا مصرف: "العاملين عليها" یہاں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوٰۃ وعشر وغیرہ لوگوں سے وصول کرکے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں یہ لوگ چوں کہ اپنے تمام اوقات اسی خدمت میں خرچ کرتے ہیں اس لیے ان کی ضروریات کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہے۔

چوتھا مصرف: "مؤلفة القلوب" ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لیے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے یہ چار قسم کے لوگ تھے۔ (۱) وہ غیر مسلم جن کے اسلام میں داخل ہونے کی توقع تھی ان کو زکوٰۃ، صدقات کے ذریعے اسلام سے قریب کیا جاتا تھا۔ (۲) وہ نومسلم جن کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا ان کو اسلام پر جمانے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ (۳) کچھ وہ مسلمان تھے جن پر اس مصلحت سے مالِ زکوٰۃ صرف کیا جاتا تھا کہ ان کے قبیلوں کے دوسرے افراد بھی اسلام قبول کرلیں اور اسلام کی نوازشوں اور ہمدردیوں

کو دیکھتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھانے کی حرص ان کو ایمان و ہدایت سے سرفراز کردے۔ (۴) کچھ وہ لوگ تھے جن کو اِس مصلحت سے مالِ زکوٰۃ دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے دفاع کریں گے اور کفار کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں گے۔ غالبًا یہ غیر مسلم ہوتے تھے، بعض مفسرین نے ان کو بھی مسلمان لکھا ہے۔

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں کو چوں کہ آپؐ کے عہد مبارک میں ایک خاص علت اور مصلحت کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی، آپؐ کے وصال کے بعد جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہوگئی اور کفار کے شر سے بچنے یا نومسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہوگئی اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہوگیا جس کو بعض فقہاء نے منسوخ ہوجانے سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ، حسن بصریؒ، شعبی، امام ابوحنیفہؒ اور مالک بن انسؒ کی طرف یہی قول منسوب ہے۔

اور بہت سے حضرات نے فرمایا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ نہیں بلکہ صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں اس کو ساقط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے ان کا حصہ ساقط کردیا گیا، آئندہ کسی زمانے میں پھر ایسی ضرورت پیش آئی تو پھر دیا جاسکتا ہے۔ امام زہریؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے۔

پانچواں مصرف: "في الرقاب" رِقَابٌ، رَقَبَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ گردن۔ عرف عام میں اس شخص کو رقبہ کہا جاتا ہے جس کی گردن کسی دوسرے کی غلامی میں مقید ہو۔ جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک یہاں رقاب سے مراد مکاتب ہیں۔ رہا یہ کہ عام غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا، یا ان کے آقاؤں کو رقمِ زکوٰۃ دے کر یہ معاہدہ کرلینا کہ وہ ان کو آزاد کردیں اس میں ائمۂ فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبل رحمہم اللہ اس کو جائز نہیں سمجھتے، اور امام مالک علیہ الرحمہ بھی ایک روایت کے مطابق جمہور کے ساتھ ہیں جب کہ ایک دوسری روایت میں رقمِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

چھٹا مصرف: "الغارمين" یعنی وہ لوگ ہیں جن کے ذمے کسی کا قرض ہو، اِس مصرف میں شرط یہ ہے کہ اس قرض دار کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کرسکے اور بعض ائمۂ فقہاء نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ یہ خرچ اس نے کسی ناجائز کام کے لیے نہ کیا ہو۔

ساتواں مصرف: "في سبيل اللّٰهِ" ہے اور یہ مصرف پہلے سب مصارف سے افضل اور بہتر ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو غریب مفلس کی امداد، دوسرے دینی خدمت میں اعانت، کیوں کہ فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی اور مجاہد ہے جس کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خریدنے کے لیے مال نہ ہو۔ حضرات فقہاء نے طالب علموں کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منقطع الحاج ہیں یعنی جو لوگ حج کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے ہوں اور اثناء سفر میں کسی وجہ سے مفلس ہوجائیں کہ حج کو نہ جاسکیں۔

آٹھواں مصرف: "ابن السبيل" ہے یعنی وہ مسافر جس کے پاس سفر میں بقدرِ ضرورت مال نہ ہو

اگرچہ اس کے وطن میں اس کے پاس کتنا ہی مال ہو ایسے مسافر کو مالِ زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے سفر کی ضروریات پوری کر لے اور وطن واپس جا سکے۔

فھؤلاء مصارف الصدقات الواجبة الخ. حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ مصارفِ ثمانیہ کے علاوہ میں زکوٰۃ کے مال کو خرچ نہیں کیا جائے گا دیگر ملی ضرورتوں کے لیے خراج، جزیہ، خمسِ غنیمت اور خمسِ رکاز وغیرہ سے حاصل شدہ مال کو خرچ کیا جائے گا۔

خراج: زمین کے محصول کو کہتے ہیں۔

جزیہ: وہ مال ہے جو ذمیوں سے (یعنی ان کفار سے جو مسلمانوں سے عہد و پیمان کے ساتھ ان کی حکومت میں رہتے ہیں) لیا جاتا ہے۔

مالِ غنیمت: وہ مال ہے جو جہاد کے نتیجے میں کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہو، اس میں سے خمس بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے اور باقی چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں۔

رکاز: وہ مال جو زمین میں مدفون ملے خواہ کسی نے اس کو دفن کیا تھا یا وہ قدرتاً زمین میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن معدن خصوصاً اس مال کو کہتے ہیں جو کسی نے گاڑا نہ ہو بلکہ وہیں پیدا ہوا ہو جیسے کہ کنز (خزانہ) کا اطلاق صرف اس مال پر ہوتا ہے جو کسی نے دفن کیا تھا۔

فإن لم تتيسر الخ. فرماتے ہیں کہ اگر مذکورہ مدات ملی ضرورتوں کے لیے ناکافی ہوں تو مسلمانوں سے راہِ خدا میں قرض لیا جائے گا۔

۹۷- **و أقيموا الصلوٰة وأتوا الزكوٰة.** آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے نماز و زکوٰۃ کے حکم کے بعد قرضِ حسن کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کے مستحقین تو وہ مصارفِ ثمانیہ ہیں جن کا ذکر ماقبل میں آچکا اور اس قرضِ حسن کو مستحقین زکوٰۃ کے علاوہ پر خرچ کیا جائے گا، مثلاً اپنے اقارب و اعزاء کو کچھ دینا، یا مہمان کی مہمان نوازی پر خرچ کرنا، علما صلحا کی خدمت کرنا اور ملی ضروریات میں خرچ کرنا۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو اس عنوان سے تعبیر کیا گیا کہ گویا یہ خرچ کرنے والا اللہ کو قرض دے رہا ہے، اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی الاغنیاء ہے اس کو دیا ہوا قرض کبھی مارا نہیں جا سکتا ضرور وصول ہو گا۔

۹۸- **من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً.** اِس آیت میں بھی قرضِ حسن سے مراد وہی انفاق ہے جو زکوٰۃ کے علاوہ ہے جس کی تفصیل آیت کریمہ "**وأقرضوا الله قرضاً حسناً**" کے تحت گذری۔ واضح رہے کہ اِس کو قرض مجازاً کہا گیا ہے ورنہ سب اللہ کی ملک ہے مطلب یہ ہے کہ جیسے قرض کا عوض ضرور دیا جاتا ہے اسی طرح تمہارے انفاق کا عوض ضرور ملے گا، اور بڑھانے کا بیان تو ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک خرما اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا

(۹۹) عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَ بَيْنَ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَ كَانَ يَسِيْرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى بِرْذَوْنٍ وَ هُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ، فَنَظَرُوْا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَ لَا يَحُلُّهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ).

(أبوداؤد ص۲۳ ج۲، ترمذي ص۱۹۱ ج۱، مشكوٰة ۳۴۷)

(۱۰۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَماً، فَقِيْلَ لَهُ: كَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِناً يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِيْ وَ الَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا: عَمَّ ذٰلِكَ قَالَ: تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَيَشُدُّ اللّٰهُ قُلُوْبَ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ.

(بخاري شريف ص۴۵۱ ج۱)

(۱۰۱) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَ لَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطُوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ. (مشكوٰة باب الاعتصام بالكتاب والسنة ص۲۹، و أبوداؤد مجتبائي ص۷۶/۷۷ ج۲)

اور وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کرلیں

سلیم بن عامرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: کہ حضرت امیر معاویہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا، اور امیر معاویہؓ ان کے شہروں کی جانب سفر کر رہے تھے، تا کہ جب مدتِ عہد پوری ہوجائے تو ان پر حملہ آور ہوں، تو ایک شخص ترکی گھوڑے پر سوار آئے دراں حالے کہ وہ کہہ رہے تھے: اللہ اکبر اللہ اکبر عہد پورا کرنا چاہیے، عہد شکنی نہیں ہونی چاہیے، چناں چہ لوگوں نے دیکھا تو حضرت عمرو بن عبسہ تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس (کسی کو) بھیجا تو انھوں نے (قاصد نے) ان سے معلوم کیا، تو فرمایا: میں نے سرکار دو عالمؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ شخص جس کے اور کسی قوم کے درمیان عہد ہو تو وہ نہ تو کوئی گرہ مضبوط کرے اور نہ کھولے تا آں کہ اس کی مدت گذر جائے یا وہ (عہد) ان کو اِس طرح واپس کردے کہ (اِس اطلاع میں) برابر ہوجائیں، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس ہوگئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ تم نہ تو خراج کا کوئی دینار جمع کر سکو گے اور نہ کوئی درہم؟ اُن سے عرض کیا گیا: اے ابو ہریرہؓ! آپ کو کیسے معلوم کہ ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا: ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے (یہ جانتا ہوں) لوگوں نے عرض کیا: یہ کس وجہ سے ہوگا؟ فرمایا: اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو پامال کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ذمیوں کے دلوں کو سخت کر دیں گے جس کی وجہ سے وہ اپنے مال نہ دیں گے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں کہ تم بغیر اجازت اہلِ کتاب کے گھروں میں داخل ہو اور نہ ہی ان کی عورتوں کے مارنے اور ان کے پھل (بلا اجازت) کھانے کو حلال کیا ہے جب کہ وہ تمہیں اپنے اوپر واجب شدہ (جزیے) دیتے رہیں۔

لغات و ترکیب

أوفی العهد يوفي إيفاءً (إفعال) عہد پورا کرنا۔ انقضیٰ انقضاءً (انفعال) گذرنا۔ غزا يغزو غزوًا (ن) حملہ کرنا۔ بِرذونٌ: ج براذين، گھوڑا، ترکی گھوڑا۔ غَدَر يغدِر غدرًا (ض) خیانت کرنا۔ شَدَّ يشُدُّ شَدًّا (ن) مضبوط کرنا۔ عُقْدَةٌ: ج عُقَدٌ، گرہ۔ حَلَّ يَحُلُّ حَلًّا العُقْدَةَ (ن) گرہ کھولنا۔ أَمَدٌ: ج آمادٌ، مدت۔ اجتبأ يجتبيءُ إجتباءً (افتعال) منتخب کرنا، جمع کرنا۔ عَمَّ، اصل میں "عن ما" تھا۔ انتك الحرمة ينتهك انتهاكاً (افتعال) آبروریزی کرنا، حرمت کو پامال کرنا۔ ذمّةٌ: ج ذِمَمٌ، عہد۔

بين معاوية و بين الروم، فعل ناقص کی خبر ہے اور "عهدٌ" اسمِ موخر ہے۔ فإذا عمرُ بن عبسةَ. إذا مفاجاتیہ ہے، هو مبتدا محذوف، عمرٌو خبر۔ یا "عمرو بن عبسة" مبتدا "قائل" خبر محذوف۔ من مبتدا متضمن معنیٰ شرط۔ فلا يشد عقدةً جزا۔ كيف أنتم إذا الم تجتبؤا. كيف اسم مبہم مبنی بر فتحہ مبتدا، أنتم خبر، یا برعکس۔ جملہ اسمیہ جزائے مقدم۔ إذا لم تجتبؤا الخ شرط موخر۔ عن قول الصادق المصدوق، علمت محذوف کے متعلق ہے۔ إلّا بإذن. إلّا حرف استثنا لغو، بإذن، "تدخلوا" سے متعلق ہے۔ "ضربَ نسائهم" اور "أكل ثمارهم" کا عطف "أن تدخلوا" پر ہے۔ أن تدخلوا بہ تاویل مفرد ہو طر خبر إنّ. جملہ اسمیہ جزائے موخر۔ إذا اعطوكم. شرط موخر۔ عليهم، ثبت محذوف کے متعلق ہے۔

تشریح ۹۹- پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو اشخاص یا دو قوم و دو فریقین کے مابین کسی معاملے میں معاہدہ ہو چکا ہو تو اس معاہدے کی پوری رعایت کرنی چاہیے، عہد شکنی نہیں کرنی

چاہیے، البتہ اگر مدتِ معاہدہ کا پورا کرنا وقت اور مصلحت و سیاست کے خلاف ہو تو اس عہد کو واپس کر دینا چاہیے یعنی واضح الفاظ میں فریقِ ثانی کو اطلاع دے دینی چاہیے کہ ہم معاہدہ ختم کرتے ہیں، اب ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں؛ تاکہ وہ مطمئن نہ رہیں۔ "علی سواء" کا مطلب یہی ہے کہ ہر دو فریق نقضِ عہد یا صلح و معاہدہ ختم ہو جانے کے علم میں برابر ہو جائیں، کیوں کہ بغیر اطلاع کے فریقِ ثانی سے تعرض کرنا فریب اور دھوکہ ہے جو اسلام میں ممنوع ہے۔

روایت بالا کے سلسلے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تو نقضِ عہد میں داخل نہیں، کیوں کہ اُن کا ارادہ تو مدتِ عہد کے اختتام کے بعد حملے کا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ عمل درحقیقت نقضِ عہد نہیں تھا مگر صورت نقضِ عہد ہی کی تھی، اس لیے کہ فریقِ ثانی بالکل غافل اور بے خبر تھے، اس لیے عمرو بن عبسہ کی زبان سے جیسے ہی حدیث سنی واپس آ گئے یہ بھی حضراتِ صحابہ کی شان تھی کہ سرکارِ دو عالم کے اشارے پر اپنی تمام خواہشات قربان کر دیتے تھے۔

۱۰۰- كيف أنتم إذا لم تجتبؤا الخ. دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب ذمیوں کے ذمے جو جزیہ اور ٹیکس ہے اہلِ اسلام اسے وصول کرنے پر قادر نہ رہیں گے۔ لوگوں نے تعجب سے کہا: ایسا کیسے ہوگا؟ جب کہ وہ ہمارے محکوم ہیں اور محکوم بہر حال حاکم کا تابع ہوتا ہے، پھر کیا معلوم کہ یہ آپ اندازاً فرما رہے ہیں یا یہ کہ کسی اور طریقے سے آپ کو معلوم ہوا ہے، فرمایا: میں نے یہ بات سرکارِ دو عالم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنی ہے جن کی صداقت میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ معلوم کیا گیا ایسا کیوں ہوگا؟ تو فرمایا کہ: ذمیوں کو جو شرعاً حقوق حاصل ہیں اہلِ اسلام ان کی ادائے گی میں کوتاہی برتیں گے، ان پر ظلم کریں گے جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہو جائیں گے اور فرماں برداری کے بجائے نافرمانی پر اتر آئیں گے، اور اہلِ اسلام میں اُن سے مقابلے کی قوت باقی نہیں رہے گی۔ روایتِ مذکورہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حق تلفی اور ظلم و زیادتی سرکشی اور بغاوت کا سبب ہے۔

۱۰۱- إنّ الله لم يحل لكم الخ. اس تیسری روایت میں ذمیوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں کہ اہلِ اسلام کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہوں اور ان کے جان و مال سے تعرض کریں، ان کی عورتوں کو ماریں پیٹیں، ضرب سے جماع کی طرف بھی کنایہ ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اہلِ ذمہ کی عورتیں مسلمانوں کے لیے حلال نہیں ہیں کہ وہ اُن سے جماع کریں، اسی طریقے سے ان کے درختوں کے پھل کو کھانا بھی بلا اجازت جائز نہیں۔

إذا أعطوكم الذي عليهم. مطلب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ذمی ہونے کے سبب ہے لہٰذا جب تک اپنے اوپر واجب شدہ جزیے کو ادا کرتے رہیں یہ احکام باقی رہیں گے، اس لیے کہ سرکارِ دو عالم کا فرمان ہے "دماؤهم كدمائنا و أموالهم كأموالنا" کہ ان کے (اہلِ ذمہ کے) جان و مال ہمارے جان و مال کی طرح ہیں۔ البتہ اگر وہ جزیے کی ادائے گی سے انکار کر دیں تو ان کا عہد ختم ہو جائے گا اور وہ تمام احکام میں

اہلِ حرب کے حکم میں ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مسلمانوں کے لیے ان کی سب چیزیں (دماء، اموال، نساء) حلال ہو جائیں گی۔

(١٠٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَرْبَعُ خِلَالٍ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، مَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا. (بخاري شريف ص٤٥١ ج١، مسلم شريف ص٥٦ ج١، مشكوٰة ص١٧)

(١٠٣) عَنْ أَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ (وَ فِيْ رِوَايَةٍ يُنْصَبُ بِغَدْرَتِهٖ).

(بخاري شريف ص٤٥٢)

(١٠٤) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ نَفْساً مُعَاهَدَةً لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللّٰهِ، فَلَا يُرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً. (ترمذي ص١٦٨ ج١)

(١٠٥) وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِداً أَوِ انْتَقَصَهٗ أَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئاً بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهٖ فَأَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(مشكوٰة باب الصلح ص٣٥٤)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ وہ شخص کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے، اور جب عہد کرے تو توڑ دے، اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اُس میں نفاق کی ایک عادت ہوگی تا آں کہ اس کو چھوڑ دے۔

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہر عہد شکنی کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، جو قیامت کے دن نظر آئے گا اور وہ اُس کے ذریعے پہچان لیا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے اُس جھنڈے کو کھڑا کیا جائے گا اُس کے عہد شکنی کرنے کی وجہ سے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے معاہد شخص کو قتل کردے، جس کے لیے اللہ کا عہد ہو اور اس کے رسول کا عہد ہو تو گویا اس نے اللہ رب العزت کے عہد کو توڑ دیا، لہٰذا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جبکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جائے گی۔

اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! جو شخص کسی معاہد (ذمی ومستامن) پر ظلم کرے گا یا اس کے حق میں کمی کرے گا، یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ مجبور کرے گا، یا بغیر اس کی رضامندی کے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن میں اس کا مقابل ہوں گا۔

لغات وتركیب

خِلَالٌ: واحد خَلَّةٌ، عادت، خصلت۔ اَخْلَفَ الْوَعْدَ يُخْلِفُ إِخْلَافًا (إفعال) وعدہ خلافی کرنا۔ خَاصَمَ مُخَاصَمَةً (مفاعلة) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔ فَجَرَ يَفْجُرُ فُجُوْرًا (ن) زنا کرنا، زبان پر گندی بات لانا۔ خَصْلَةٌ: ج خِصَالٌ، عادت۔ لِوَاءٌ: ج اَلْوِيَةٌ، جھنڈا۔ نَصَبَ يَنْصِبُ نصباً (ض) گاڑنا۔ ذِمَّةٌ: ج ذِمَمٌ، عہد۔ اَخْفَرَ الْعَهْدَ يُخْفِرُ إِخْفَارًا (إفعال) عہد توڑنا۔ أَرَاحَ يُرِيْحُ إراحةً (إفعال) بو محسوس کرنا۔ خَرِيْفٌ، موسمِ خریف، گرمی اور جاڑے کے درمیان کا زمانہ، مراد "سال"۔ انتقص انتقاصاً (افتعال) حق میں کمی کرنا۔ حَجِيْجٌ، مقابل، دلیل میں غالب آنے والا۔ حَجَّ يَحُجُّ حجاً (ن) حجت اور دلیل پیش کرنا۔

تشریح ۱۰۲- أربع خلال من كن فيه الخ. حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں گی۔ (دروغ گوئی، وعدہ خلافی، عہد شکنی، گالی گلوچ) وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں کوئی ایک خصلت پائی جائے گی اس میں نفاق کی ایک خصلت یعنی چوتھائی نفاق ہوگا۔ البتہ اگر اس عادت کو چھوڑ دے اور تائب ہو جائے تو نفاق سے بری ہو جائے گا۔

حدیثِ مذکور میں ایک زبردست اشکال ہے وہ یہ کہ اس زمانے میں تو بہت سے مسلمانوں میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں بل کہ بعض سچے پکے مسلمان بھی اس میں ملوث ہیں تو کیا انھیں منافق مانا جائے؟ جب کہ علمائے امت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ جس کو تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی حاصل ہو وہ مومن ہے۔ پھر اسے منافق کہنا یا ماننا کیسے صحیح ہوگا؟

اِس اشکال کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں (۱) نفاق کی دو قسمیں ہیں، نفاقِ اعتقادی، نفاقِ عملی۔ نفاقِ اعتقادی کفر کا سبب ہے اور نفاقِ عملی صرف فسق کا سبب ہے۔ قسمِ ثانی سے متصف انسان کافر نہیں ہوتا ہے اور حدیث میں دوسری قسم (نفاقِ عملی) مراد ہے۔ (بذل المجہود ج۳ ص۲۱۰)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "إن المراد من النفاق نفاق العمل، واستدل بقولِ عمر لحذيفة رضي الله عنه: هل تعلم فيَّ شيئاً من النفاق؟ فإنه لم يرد بذلك نفاق الكفر بل نفاق العمل". (عيني ج١ ص:٢٢٢)

(۲) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تشبیہ مقصود ہے، یعنی جس کے اندر یہ صفتیں ہوں گی اس کو منافقین کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی، گویا ان اوصاف کے حاملین پر مجازاً نفاق کا اطلاق کیا گیا ہے

منافقین کے ساتھ مشابہت کی بنا پر۔ (مرقاۃ ج ۱ص:۱۰۸)

(۳) تیسرا جواب علامہ خطابیؒ نے یہ دیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "منافقاً خالصاً" تغلیظاً فرمایا ہے، درحقیقت منافق بتانا مقصود نہیں، اور قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد "حتی یدعها" فرمایا، اگر حقیقۃً منافق ہوجاتا تو "حتّٰی یجدد إیمانه" فرماتے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیثِ پاک میں عادت مراد ہے، یعنی جو شخص اِن صفات کا عادی بن جائے وہ منافق ہوگا اور اہلِ ایمان کی شان سے یہ بعید تر ہے کہ وہ ان چیزوں کی عادت بنالے، اور قرینہ یہ ہے کہ یہاں "إذا" ہے اور "إذا" استمرار ودوام اور تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ص:۱۰۶)

۱۰۳- لکل غادر لواء یوم القیامة. روایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اور یہ جھنڈا اِس لیے ہوگا تاکہ دیکھتے ہی لوگ اسے جان لیں کہ یہ اس کے غداری کی علامت ہے، اِس طریقے سے گویا اُس کی رسوائی مقصود ہے ایک روایت میں "ینصب بغدرته" کا لفظ آیا ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے اس کے دو مطلب بیان کیے ہیں ایک یہ کہ باسببیت کے لیے ہے اور "بغدرته" کی تفسیر "بسبب غدرته" سے کی ہے، اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کے عہد شکنی کی وجہ سے اس کو یہ رسوائی اٹھانی پڑے گی یعنی یہ عہد شکنی کی سزا کے طور پر ہوگا۔ اور دوسری تفسیر "بقدر غدرته" سے کی ہے، اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کی عہدِ شکنی کے بقدر وہ جھنڈا نصب کیا جائے گا جس قدر بڑی غداری ہوگی اتنا ہی بلند اس کی رسوائی کا نشان ہوگا۔

۱۰۴- من قتل نفساً معاهداً الخ. معاہد کے معنٰی ہیں ''عہد کرنے والا'' وہ کافر جو دارالاسلام میں جزیہ دے کر رہے، یا جو کافر ویزہ اور اجازت سے دارالاسلام آئے تجارت وغیرہ کی غرض سے۔ دونوں پر معاہد کا اطلاق ہوتا ہے، ہاں اصطلاح میں جزیہ دے کر رہنے والے کو ''ذمی'' اور اور اجازت سے آنے والے کو ''مستامن'' کہا جاتا ہے۔ معاہد کا جان ومال مسلمان کی طرح شرعاً بالکل محفوظ ومامون رہتا ہے۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی معاد کو ناحق قتل کرے گا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جنت کی خوشبو سے محروم رکھا جائے گا جب کہ جنت کی خوشبو کا حال یہ ہے کہ وہ ستر سال کی مسافت کی دوری سے بھی محسوس ہوگی، اس سزا کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شرعی عہد میں دست درازی اور غداری کی ہے۔ خوشبو سے محروم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں دخولِ اولی سے محروم رہے گا۔ الا یہ کہ فضل خداوندی ہوجائے۔

۱۰۵- ألا! من ظلم معاهداً الخ. اِس روایت میں بھی عہد کی خلاف ورزی کرنے والے کے لیے سخت وعید مذکور ہے کہ معاہد پر ظلم کرنا اس کے حقوق میں کمی کرنا، اس کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف دینا گویا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل ہونا ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ معاہد کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کا قیامت کے دن میں ساتھ نہیں دوں گا؛ بلکہ مظلوموں کی طرف سے غداروں سے مقابلہ کروں گا۔ اور ان سے ان کا حق دلاؤں گا۔

وَالصّٰبِرِيْنَ

فِي الْبَاسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝.

(۱۰۶) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَا يُخَافُ أَحَدٌ وَ لَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَا يُوْذىٰ أَحَدٌ وَ لَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَ مَالِي وَ لِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ إِبْطُ بِلَالٍ. (ترمذي ص۷۰ ج۱، مشكوٰة ص۴۴۸)

(۱۰۷) حَدَّثَ قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: إِنِّيْ لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمىٰ بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى أَنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ أَوِ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ. (بخاري شريف ص۵۲۸، مشكوٰة ص۵۶۷)

(۱۰۸) قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَ إِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدٍ.

(شمائل ترمذي ص۲۷)

اور قابل ستائش ہیں وہ لوگ جو ثابت قدم رہنے والے ہوں

تنگ دستی میں اور بیماری میں اور قتال کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً مجھ کو اللہ کے (دین کے) بارے میں ڈرایا گیا اور کوئی اتنا ڈرایا نہ جاتا ہے، اور بے شک میں ستایا جاتا ہوں اللہ کے (دین کے) بارے میں جب کہ کوئی اتنا نہیں ستایا جاتا ہے، مجھ پر (مسلسل) تیں رات دن ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے پاس کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جگر والا (جانور) کھا سکے مگر اتنی جس کو بلال کی بغل چھپالے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں وہ شخص ہوں جس نے راہ خدا میں سب سے پہلے تیر اندازی کی ہے، ہم لوگ (ابتدا میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ درخت کے پتے کے سوا ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ ہوتی تھی، یہاں تک کہ ہم میں سے جو بھی رفع حاجت کرتا تھا تو اس طرح جیسے اونٹ یا بکری مینگنیاں کرتے ہیں کہ اس میں کوئی چپک نہ ہوتی تھی۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے اپنی یہ حالت دیکھی ہے کہ میں ان سات اشخاص میں سے ایک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمارے پاس درخت کے پتے کے سوا کوئی چیز کھانے کی نہ تھی، یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے تھے، پھر مجھے (اتفاقاً) ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد کے درمیان تقسیم کرلی۔

لغات وترکیب

البأساء، لڑائی، بھوک۔ بَؤُسَ يَبْؤُسُ بَأسًا (ك) مضبوط و بہادر ہونا۔ الضَّرّاءُ، سختی، قحط۔ أخَاف يخيف إخافةً (إفعال) ڈرانا۔ كَبِدٌ: ج أكْبَادٌ، جگر۔ وَارىٰ يُوَارِيْ مُوَارَاةً (مفاعلة) چھپانا۔ ابطٌ: ج آبَاطٌ، بغل۔ سَهْمٌ: ج سِهَامٌ، تیر۔ رَمَى السَهمَ يَرمي رَمْيًا (ض) تیراندازی کرنا۔ خِلْطٌ، ملاوٹ، خَلَطَ يخلِطُ خَلطاً (ض) ملانا۔ تَقَرَّحَ يَتَقَرَّحُ تَقَرُّحًا (تفعل) زخمی ہونا۔ اِلتَقَطَ يَلْتَقِطُ التِقَاطاً (افتعال) پانا۔ بُرْدَةٌ، ج بُرْدٌ وبُرَدٌ، چادر، کالا کمبل۔ قَسَمَ يقسِمُ قَسمًا (ض) تقسیم کرنا۔

مالي ولبلال طعام يأكله ذوكبد إلا شيء يواريه إبط بلال، "ما" مشابہ بہ ليس "لي ولبلال" كائناً کے متعلق ہوکر خبر مقدم "طعام" موصوف "يأكله ذوكبد" جملہ صفت، موصوف باصفت مستثنیٰ منہ، شيء يواريه الخ موصوف باصفت مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ و مستثنیٰ ما کا اسم ہوا، ما اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ حالیہ ہوا۔

"إني لأوّل العرب" میں لا برائے تاکید ہے یہ اپنی صفت جملہ (رمى بسهم الخ) سے مل کر خبر إن۔ مالنا طعام إلا ورق الشجر کی ترکیب وہی ہوگی جو ماقبل میں گذری۔ حتى أنّ أحدنا میں "حتى" ابتدائیہ ہے، کما میں "ما" مصدریہ موصولہ دونوں ہوسکتا ہے۔ وَ إنّي لسابع سبعة جملہ "رأيتني" کے فاعل یا مفعول سے حال واقع ہے۔ مالنا الخ کی ترکیب حسب سابق ہے۔

تشریح ۱۰۶- بر کے ابواب میں جن اعمال کا اب تک بیان ہوا ان کا تعلق اعمالِ ظاہرہ سے تھا، صبر بھی نیکی ہی کی کے ابواب میں سے ہے مگر اس کا تعلق اعمالِ باطنہ سے ہے اور اعمال باطنہ میں سے صرف "صبر" ہی کو بیان کیا گیا ہے، کیوں کہ صبر کے معنی ہیں نفس کو قابو میں رکھنا، برائیوں سے بچانا۔ اگر غور کیا جائے تو تمام اعمالِ باطنہ کی اصل روح صبر ہی ہے اسی کے ذریعہ اخلاقِ فاضلہ حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ "الصابرين" کا منصوب ہونا بر بنائے مدح ہے، اِس سے پہلے "امدح" مقدر ہے۔

لقد أخفت في الله الخ۔ روایت مذکورہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صبر اور ثبات قدمی

کو بیان فرمایا ہے اور یہ فرمانا بطور تحدیثِ نعمت کے ہے نہ کہ بطور شکایت کے۔ فرمایا کہ تبلیغ دین کے سلسلے میں مجھے جتنا ڈرایا گیا اور اِس راستے میں مجھے جو تکلیفیں پہنچائی گئیں کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا، میں تنِ تنہا دعوت و تبلیغ کے لیے اٹھا تو کفار ہر طرح میرے مخالف ہو گئے، مجھے طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں مگر میرے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی، اور فقر و فاقے کا عالم یہ تھا کہ ایسا بھی وقت آیا کہ مہینوں گذر گئے میرے اور بلال کے لیے کھانے کا کوئی نظم نہ تھا، اگر کھانے کے لیے کچھ بھی تو اتنی قلیل مقدار میں جس کو بلال کی بغل چھپالے۔ روایت میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وقت آنے پر اپنیوں کو بھی صبر و استقلال سے کام لینا چاہیے۔

۱۰۷- إني لأول العرب رمی بسهم في سبيل الله. یہ حدیث تفصیلاً بخاری شریف میں مذکور ہے اور یہاں صرف وہ اجزا ذکر کیے گئے ہیں جن کا تعلق عنوانِ مذکور "صبر" سے ہے۔ بخاری شریف کی روایت سے حضرت سعدؓ کے اِس فرمان کا پس منظر بھی سمجھ میں آ جاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں کوفہ کے امیر تھے، اُس وقت کچھ لوگوں نے خصوصاً بنو اسد نے حضرت فاروقِ اعظمؓ سے آپؓ کی بہت سی شکایات کیں، مثلاً یہ کہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے ہیں، تقسیم میں مساوات نہیں کرتے وغیرہ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بلا کر دریافت فرمایا جس کے جواب میں آپؓ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اپنے کارناموں کا ذکر کیا۔ یہ بطور فخر و غرور کے نہیں بل کہ مذکورہ شکایات کے ازالے کے لیے ہے۔ پھر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے تحقیقِ حال کے لیے دو آدمیوں کو کوفہ روانہ کیا تو معلوم ہوا کہ شکایت مبنی بر حقیقت نہ تھی، حضرت سعدؓ نے اپنے ارشاد میں دو قصوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

إني لأول العرب. راہِ خدا میں تیر اندازی کرنے والا میں عرب کا پہلا شخص ہوں، تیر اندازی کا یہ واقعہ ۱ھ میں پیش آیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جو ساٹھ حضرات مہاجرین پر مشتمل تھا سفیان بن حرب اور دیگر مشرکین کے مقابلے میں مقام رابغ کی جانب روانہ فرمایا تھا۔ جن کے امیر حضرت عبیدہ بن الحارثؓ تھے، اسلام میں یہ سب سے پہلا سریہ تھا، باقاعدہ جنگ کی نوبت تو اس میں نہیں آئی البتہ تیر اندازی ہر دو جانب سے ہوئی، اس موقع پر مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہی چلایا تھا جس کی طرف اِس روایت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تین اور چیزوں کو بھی اس واقعے میں اولیت حاصل ہے۔ جھنڈا باندھنا، جنگ کے لیے باقاعدہ مجاہدین کی جماعت تیار کرنا۔ کفار و مسلمین کے مابین جنگ کا افتتاح۔ گویا چار چیزیں اِس موقعے پر پہلی مرتبہ اسلام میں پیش آئیں۔

وکنّا نغزو مع النبیؐ. اس عبارت میں سریۃ الخبط کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت سعدؓ اور دیگر صحابۂ کرام کو مختلف مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بہ اختلاف روایت ۵ھ یا ۸ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سرکردگی میں قبیلۂ جہینہ کے مقابلے کے لیے تین سو صحابۂ کرام پر مشتمل مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا اور کھجوروں کی ایک تھیلی بطور توشہ عنایت فرمایا، پندرہ دن قیام رہا، سارے توشے ختم ہو گئے تو درختوں کے پتے اور کیکر کے پھل وغیرہ کا بھی سہارا لینا پڑا، اس میں اِسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

قال عتبة بن غزوان۔ روایت میں حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ مجھے اپنی وہ حالت یاد ہے جب میں ان سات آدمیوں میں سے ایک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف درختوں کے پتے تھے، ان کے کھانے سے ہمارے منہ چھل گئے تھے، مجھے اتفاقاً ایک چادر مل گئی جس کو میں نے اپنے اور سعدؓ کے درمیان نصف نصف تقسیم کرلی۔ اس روایت میں بھی گویا حضراتِ صحابۂ کرام کی تنگ حالی اور عسرت کو بیان کیا گیا ہے کہ انھیں کن کن حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے مگر پھر بھی ان کے پائے استقامت میں جنبش نہیں آئی۔

(۱۰۹) عَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي غَزَاةٍ وَ نَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَ نَقِبَتْ قَدَمَايَ وَ سَقَطَتْ أَظْفَارِي فَكُنَّا نَلُفُّ عَلَىٰ أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نُعَصِّبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلَىٰ أَرْجُلِنَا وَ حَدَّثَ أَبُومُوسَىٰ بِهٰذَا ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ قَالَ: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ.

(بخاري شريف ص۵۹۲ج۱)

(۱۱۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْثاً قِبَلَ السَّاحِلِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَاعُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَ أَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتَّىٰ إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ وَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلاً قَلِيلاً، حَتَّىٰ فَنِيَ فَلَمْ تَكُنْ تُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ: وَ مَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ، فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

(بخاري ص۳۳۷ج۱ و ص۶۲۵ج۲ و ص۶۳۷ج۲)

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوے میں گئے دراں حالے کہ ہم چھ آدمی تھے، ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا جس پر ہم نوبت بہ نوبت (باری باری) سوار ہوتے تھے، جس کی وجہ سے ہمارے پیر گھس گئے اور میرے دونوں پاؤں بھی زخمی ہوگئے اور میرے ناخن گر پڑے، تو ہم اپنے پیروں پر چیتھڑے لپیٹتے تھے، اسی وجہ سے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع (چیتھڑوں والا غزوہ) رکھ دیا گیا۔ اس لیے کہ ہم اپنے پیروں پر چیتھڑوں کی پٹیاں باندھ

تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے اس کو بیان فرمایا پھر اسے نامناسب سمجھا۔ فرمایا کہ: اس کو بیان کر کے کیا کروں گا؟ گویا کہ انھوں نے اس بات کو نامناسب سمجھا کہ وہ اپنے کسی عمل کا افشا کریں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی جانب ایک لشکر بھیجا چناں چہ ان کا امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بنایا، ان کی تعداد تین سو تھی، اور میں بھی انھیں میں تھا، تو ہم لوگ چلے یہاں تک کہ جب ایک راستے میں تھے تو توشہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اس لشکر کے توشوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، چناں چہ سب توشے جمع کر دیئے گئے، تو وہ چھوارے کے دو تھیلے ہوئے، وہ ہمیں روزانہ تھوڑا تھوڑا دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ قریب الختم ہو گیا، تو ہمیں صرف ایک ایک چھوارا ملتا تھا۔

میں نے کہا: ایک چھوارے سے کیا ہوتا ہوگا؟ تو فرمایا: ہم نے اس کے نہ ہونے کو اس وقت محسوس کیا جب وہ بھی ختم ہو گیا، راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ سمندر پر پہنچے تو ہم کو ایک مچھلی ٹیلے جیسی ملی، تو اس لشکر نے اس میں سے اٹھارہ دن تک کھایا، پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیوں کو (کھڑا کرنے کا) حکم دیا، چناں چہ دونوں کھڑی کی گئیں، پھر ایک اونٹنی پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا، تو کجاوہ کس دیا گیا، پھر اس اونٹنی کو اس کے نیچے سے (سوار بیٹھا کر) گذارا گیا تو وہ اونٹنی ان دونوں سے نہ ٹکرائی۔

لغات وترکیب

غَزَاةٌ: ج غَزَوَاتٌ، جنگ، وہ جنگ جس میں آپؐ نے بہ نفس نفیس شرکت کی ہو۔ نَفَرٌ: ج أنفارٌ، تین سے دس تک کی جماعت۔ إعتَقَبَ الراحِلَةَ و عَلَيْها يَعتقب اعتقاباً (افتعال) نوبت بہ نوبت سواری پر سوار ہونا۔ نقِبَ يَنْقَبُ نَقَبًا (س) پھٹنا، گھسنا۔ أظفارٌ: واحد ظُفُرٌ، ناخن۔ لَفَّ يلُفُّ لَفًّا (ن) لپیٹنا۔ خِرَقٌ: واحد خِرْقَةٌ، چیتھڑا۔ رِقَاعٌ: واحد رُقعَةٌ، کپڑے کا پیوند، چیتھڑا۔ عَصَّبَ تعصيباً (تفعيل) پٹی باندھنا۔ بَعثٌ: ج بُعُوثٌ، فوج، لشکر، وہ جماعت جو کہیں بھیجی جائے۔ سَاحِلٌ: ج سَوَاحِلُ، کنارہ۔ أمَّرَ يأمِّرُ تأميراً (تفعيل) امیر بنانا۔ زَادٌ: ج أزوِدَةٌ و أزْوَادٌ، توشہ، زادِراہ۔ فَنِيَ يفنىٰ فناءً (س) ختم ہونا۔ انتهىٰ إلى مكانٍ ينتهي انتهاءً (افتعال) کسی جگہ پہنچنا۔ حوتٌ: ج حيتانٌ، مچھلی۔ ظِربٌ: ج ظراب، چھوٹا ٹیلہ۔

بينينا بعيرٌ نعتقبه، بيننا متعلق مقدر ہو کر خبر مقدم، بعيرٌ موصوف، نعتقبه جملہ ہو کر صفت، موصوف باصفت مبتدا موخر۔ جملہ اسمیہ شدہ صفتِ ماقبل یا حال۔ لما كنّا نعصّب، لام جارہ، ما موصولہ، كنّا نعصّب فعل، من الخرق متعلق اول على أرجلنا، متعلق ثانی، فعل بہ ہر دو متعلق جملہ خبریہ شدہ صلہ موصول۔ موصول باصلہ مجرور، جار بامجرور متعلق "سمیت" فعل کے۔

حتى إذا كنا ببعض الطريق الخ۔ حتى ابتدائیہ، إذا كنا ببعض الطريق شرط۔ فني الزاد۔

جزا، جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ قليلاً قليلاً، اول منصوب ہے مفعول مطلق کی بنیاد پر، ثانی اول کی تاکید لفظی ہے۔

تشریح ۱۰۹- خرجنا مع النبي۔ حضرت ابوموسیٰؓ کی بھی اِس حدیث میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کے مصائب پر صبر کا ذکر ہے، روایت مذکورہ میں ''غزوۂ ذات الرقاع'' کی طرف اشارہ ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد ایک ماہ سے زیادہ عرصے تک آپؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے، اِس عرصے میں بنومحارب اور بنوثعلبہ کے متعلق متواتر خبریں پہنچیں کہ وہ شرارت پر آمادہ اور حملے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ آپؐ حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینے کا عامل مقرر فرما کر صرف چار سو صحابہ کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے، وہ لوگ ایک نخلستان میں جمع ہوگئے، اسلامی لشکر جب ان کے قریب پہنچا تو وہ سب منتشر ہوکر بھاگ گئے، کوئی معرکہ نہیں ہوا۔ یہ واقعہ ۴ھ میں وقوع پذیر ہوا، ایک روایت میں ۵ھ اور ایک دوسری روایت میں ۶ھ کا بھی تذکرہ آیا ہے۔

ذات الرقاع اس کا نام اِس لیے رکھا گیا کہ پہاڑی اور پتھریلی زمین پر سفر کرنے سے اکثر صحابۂ کرام کے پاؤں زخمی ہوگئے تھے جس کی وجہ سے حضرات صحابۂ کرامؓ نے پاؤں میں کپڑے لپیٹ لیے تھے، بعض کا خیال ہے کہ ذات الرقاع اس پہاڑی کا نام ہے جہاں علاقۂ نجد میں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور آپ کو دیکھ کر کفار فرار ہوگئے تھے۔ (تاریخ اسلام ج ۱۔ از اکبر شاہ نجیب آبادی ص: ۱۷۲-۱۷۳)

حضرت ابوموسیٰؓ نے اِس واقعے کو بطور بڑائی کے نہیں بل کہ عبرت و نصیحت کے لیے ذکر فرمایا تھا، مگر پھر بھی اسے بہتر نہیں سمجھا کیوں کہ اس سے اُن کے ایک عمل کا افشا ہوگیا اور یہ بات انھیں بالکل پسند نہیں کہ ان کا کوئی عمل ظاہر ہو، اِس لیے کہ انھوں نے یہ عمل اخلاص کے ساتھ رضائے الٰہی کے لیے کیا تھا نہ کہ اظہار کے لیے۔

۱۱۰- بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثاً۔ حضرت جابرؓ کی اِس حدیث کا تعلق غزوۂ سیف البحر اور سریۃ الخبط سے ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ ۵ھ میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح بہ حکم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سیف البحر کی طرف تین سو مہاجرین کے ساتھ روانہ ہوئے کہ وہاں قبیلۂ جہینہ کے حالات کی تفتیش کریں، کیوں کہ اس طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی تھیں، حضرت ابوعبیدہؓ اور آپؓ کے ہمراہیوں کو اس سفر میں کھانے پینے کی سخت اذیت برداشت کرنی پڑی، سب کے توشے بہ حکمِ امیر جمع کیے گئے تو دو تھیلیاں بھر گئیں، امیرِ لشکر تھوڑا تھوڑا اس میں سے دیتے تھے جب یہ توشہ قریب الختم ہوگیا تو پھر ہر سپاہی کو ایک ایک چھوارہ ملنے لگا۔ یہی مطلب ہے "وكان يقوتنا إلي إلا تمرة تمرة" کا۔ مخاطب کو اس پر تعجب ہوا تو بول پڑے کہ ایک کھجور سے کیا ہوتا رہا ہوگا؟ فرمایا: اُس ایک چھوارے کی قدر ہمیں اُس وقت معلوم ہوئی جب اس سے بھی محروم ہوگئے یہاں تک کہ روایت میں ہے کہ خشک پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آگئی۔ اسی لیے اِس سریے کو ''سریۂ خبط'' بھی کہتے ہیں (خبط کے معنیٰ پتے جھاڑنے کے ہے) آخر اِس فاقہ کش لشکرِ اسلام کی غیب سے مہمان نوازی ہوئی اور ساحلِ سمندر پر ایک بہت بڑی مچھلی دست یاب ہوئی جس میں سے تین سو مجاہدین اٹھارہ دن تک مسلسل کھاتے رہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم سے دو پسلیاں زمین

پر کھڑی کی گئی اور سواری مع سوار اس کے نیچے سے اس طرح گذر گئی کہ پسلی کی ہڈی اس کو مس نہ کر سکی۔
روایت میں اس مچھلی کا نام عنبر بھی مذکور ہے اس لیے اس کو "سریۃ العنبر" بھی کہتے ہیں۔

(۱۱۱) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ، فَتَمَخَّطَ أَبُوْهُرَيْرَةَ فِيْ أَحَدِهِمَا ثُمَّ قَالَ: بَخْ بَخْ يَتَمَخَّطُ أَبُوْهُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَ إِنِّيْ لَاخِرٌّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوْعِ مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِيْ يَرٰى أَنَّ بِيَ الْجُنُوْنَ وَ مَا بِيْ جُنُوْنٌ، وَ مَا هُوَ إِلَّا الْجُوْعُ. (ترمذي شريف ص۵۹ج۲)

(۱۱۲) عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ، وَ هُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ، حَتّٰى تَقُوْلُ الْأَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنَ أَوْ مَجَانُوْنَ، فَإِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِنْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّ حَاجَةً.

(ترمذي شريف ص۵۹ج۲)

ترجمہ:۔ حضرت امام محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس تھے اس حال میں کہ ان کے اوپر دو گیروے رنگ کے کپڑے تھے، تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ان میں سے ایک میں ناک صاف کی، پھر فرمایا: واہ واہ ابو ہریرہ تو کتان میں ناک صاف کرر ہے ہیں، یقیناً مجھے خوب یاد ہے کہ میں منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجرۂ عائشہ کے درمیان بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا، پھر آنے والا آتا اور میری گردن پر پیر رکھتا اس کا خیال ہوتا کہ مجھے جنون ہو گیا ہے حالاں کہ مجھے کچھ بھی جنون نہ ہوتا؛ بل کہ وہ تو صرف بھوک ہوتی۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو بہت سے لوگ نماز میں فاقے کی وجہ سے کھڑے کھڑے گر پڑتے تھے اور وہ اصحاب صفہ تھے، یہاں تک کہ گاؤں کے لوگ (ناواقفیت کی وجہ سے) کہتے کہ: یہ لوگ پاگل ہیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہوتے، پھر فرماتے: اگر تمہیں معلوم ہو جائے وہ اجر جو تمہارے لیے اللہ رب العزت کے پاس ہے تو تم اِس بات کی تمنا کرو کہ تمہارا فاقہ اور محتاجگی زیادہ ہو جائے۔

لغات وترکیب

ثَوْبٌ مُمَشَّقٌ، گیرو سے رنگا ہوا کپڑا۔ مَشَّقَ وأمشَقَ الثوب يمشق إمشاقاً (إفعال و

تفعیل) گیرو سے رنگنا۔ کتّانٌ، ایک باریک قسم کا کپڑا ہوتا ہے۔ تمَخّط یتمخّطُ تمخُّطاً (تفعل) ناک صاف کرنا۔ بَخٍ بَخٍ، اسم فعل ہے تعریف اور اظہار خوشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خَرَّ یَخِرُّ خُرُوْرًا (ض) اوپر سے نیچے گرنا۔ جُنونٌ، دیوانگی، پاگل پن، جَنَّ یَجُنُّ جُنُوْنًا (ن) دیوانہ ہونا، پاگل ہونا۔ مَجَانِیْنُ: واحد مَجْنُونٌ، دیوانہ، پاگل۔ اِزْدَادَ یَزْدَادُ اِزْدِیَاداً (افتعال) زیادہ ہونا۔

علیه ثوبان ممشقان، علیه خبر مقدم متعلق بہ "کائنان" ثوبان موصوف، ممشقان، صیغۂ صفت "من کتان" سے مل کر صفت، مرکب توصیفی مبتدا موخر، جملہ اسمیہ حال واقع ہے "أبي هریرة" سے۔ بخ بخ، اپنے فاعل أنت سے مل کر جملہ فعلیہ۔ مغشیاً عليَّ، رأیتُ میں فاعل سے حال واقع ہے۔ یری، فعل با فاعل۔ أنّ حرف مشبہ بہ فعل "بي" متعلق ہوکر خبر مقدم، الجنون موخر، جملہ اسمیہ ہوکر "یری" کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ مَابي جُنُونٌ، میں "ما" مشابہ بہ لیس ہے، بي خبر مقدم، جنونٌ اسم موخر۔

وهم اصحاب الصفّة، رِجَالٌ سے حال واقع ہے۔ هؤلاء مَجَانِینَ أو مَجَانُونَ، مبتدا و خبر ہے، رُواۃ کو اشتباہ ہے کہ حضرت فضالہؓ نے "مجانون" فرمایا، یا "مجانین"۔

تشریح ۱۱۱- عن محمد بن سیرین کنا عند أبي هریرةؓ. اِس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے گذشتہ اور موجودہ حالت کو بیان کیا ہے کہ ایک وقت میرے اوپر ایسا گذرا ہے کہ میں منبرِ رسول اور حجرۂ عائشہؓ کے درمیان بے ہوش ہوکر گر پڑتا تھا، آنے والے کو میرے بارے میں یہ خیال ہوتا کہ مجھ کو جنون ہوگیا ہے، کیوں کہ وہ احوال سے ناواقف ہوتا، دستورِ زمانہ کے موافق میری گردن پر پیر رکھ کر مجھے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا، حالاں کہ جنون وغیرہ کوئی چیز نہ ہوتی تھی، وہ تو صرف فاقہ اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ہوتا۔ اور آج میرا یہ حال ہے کہ میں کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہوں۔

روایتِ مذکورہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کو فراخی دستی کی حالت میں تنگ دستی کے زمانے کو نہیں بھولنا چاہیے۔

۱۱۲- کان إذا صلّی بالنّاس یخرّ رجالٌ. اِس روایت میں بھی حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنگ دستی کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے کہ نماز ہی کی حالت میں شدت بھوک کی وجہ سے گر جاتے، یہ اصحابِ صفہ تھے جو ہمہ وقت درِ اقدس پر پڑے رہتے، اگر سرکارِ دوعالمؐ کے پاس کچھ آجاتا تو کھلادیتے ورنہ یہ بھوکے رہتے۔ اعرابی یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہیں۔ سرکارِ دوعالمؐ نے نماز کے بعد فرمایا: اگر آپ حضرات کو عنداللہ ملنے والے اجر و ثواب کا اندازہ ہوجائے تو اِس فقر و فاقے کے میں زیادتی ہی کی تمنا کروگے۔

وَمِنْ أَبْوَابِ الْبِرِّ الْإِحْسَانُ إِلَى الْجَارِ وَ الْعَبِيْدِ

(۱۱۳) قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبىٰ وَ الْيَتٰمىٰ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبىٰ وَ الْجَارِ

الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُم إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۝ (پ۵ع۳)

وَ قَدْ مَرَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ. قِيْلَ: وَ مَنْ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (أي الإسلام أفضل ۱۰، مشكوة ٤٢٢)

بر کے ابواب میں سے پڑوسی اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

ارشاد باری ہے: اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں، محتاجوں اور پاس اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی، ہم مجلس کے ساتھ اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور اپنے غلام و باندیوں کے ساتھ بھی، بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے اور شیخی باز کو پسند نہیں فرماتے۔

اور یہ حدیث گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول کون؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ و مامون نہ ہو۔

لغات وترکیب

يَتَامٰى: واحد يَتِيْمٌ، وہ نابالغ بچہ جس کے والد کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا ہو، جَارٌ: ج جِيْرَانٌ، پڑوسی۔ قُرْبٰى، رشتہ داری۔ جُنُبٌ، غیر فرماں بردار، اجنبی، مسافر، دور (واحد، تثنیہ، جمع، مذکر مونث سب کے لیے مستعمل ہے) مُخْتَالٌ، متکبر، اترانے والا۔ فَخَرَ يَفْخَرُ فَخْراً (ف) فخر کرنا۔

وبالوالدين إحساناً أي أحسنوا بالوالدين إحساناً حرف جر "أحسنوا" فعل محذوف کے متعلق ہے۔ بذي القربىٰ بھی اپنے تمام معطوفات سے مل کر اُسی "أحسنوا" محذوف کے متعلق ہے۔ ما ملکت میں "ما" موصولہ ہے ضمیر صلہ محذوف ہے أي ملكته.

تشریح ۱۱۳- سورۂ نساء کی مذکورہ آیت میں حقوق کی دونوں قسموں (حقوق اللہ وحقوق العباد) کا بیان ہے۔ حقوق اللہ یعنی عبادت وتوحید کے بیان کو مقدم کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جس شخص کو خدا کا خوف اور اس کے حقوق کا اہتمام نہ ہو تو اس سے دنیا میں اور کسی کے حقوق کی ادائیگی کی کیا امید کی جاسکتی ہے، بعد ازاں اللہ رب العزت نے اپنی عبادت اور اپنے حقوق کے متصل حقوق العباد میں سے سب سے پہلے والدین کے حقوق کو بیان فرما کر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ حقیقت کے اعتبار سے تو سارے احسانات اللہ ہی کے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسانات انسان پر اس کے والدین کے ہیں، کیوں کہ عام اسباب میں وہی اس کے وجود کا سبب ہیں۔ پھر ذوی القربیٰ یعنی تمام رشتہ داروں کے

ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی اس کے بعد یتیموں اور مسکینوں کا ذکر فرمایا کہ لاوارث بچوں اور بے کس لوگوں کی امداد واعانت کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا اپنے رشتہ داروں کے لیے کرتے ہیں۔

چوتھے نمبر پر ارشاد فرمایا "والجار ذی القربی" اور پانچویں نمبر میں "والجار الجنب" جارِ ذی القربیٰ اور جارِ جب کی تفسیر وتشریح میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال مختلف ہیں۔ چنانچہ عام مفسرین نے فرمایا کہ: "جارِ ذی القربیٰ" سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان کے متصل رہتا ہے اور "جارِ جب" سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلے پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "جارِ ذی القربیٰ" سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی ہے اور رشتے دار بھی، اِس طرح اس میں دو حق جمع ہوگئے اور "جارِ جب" سے مراد وہ شخص ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتے دار نہیں، اس لیے اس کا درجہ پہلے سے موخر رکھا گیا۔

بعض حضراتِ مفسرین کا خیال ہے کہ "جارِ ذی القربیٰ" وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل اور مسلمان ہے اور "جارِ جب" سے غیر مسلم پڑوسی مراد ہے۔

والصاحب بالجنب. اس کے لفظی معنی "ہم پہلو ساتھی" کے ہیں جس میں رفیقِ سفر بھی داخل ہے جو ریل، جہاز، بس اور گاڑی میں آپ کے برابر بیٹھا ہو اور وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی عام مجلس میں آپ کے برابر بیٹھا ہو۔

وابن السبیل یعنی راہ گیر، اس سے مراد وہ شخص ہے جو دورانِ سفر آپ کے پاس آجائے، یا آپ کا مہمان ہو جائے، چوں کہ اس اجنبی شخص کا کوئی تعلق والا یہاں نہیں ہے تو قرآن نے اس کے اسلامی بل کہ انسانی تعلق کی رعایت کر کے اس کا حق بھی آپ پر لازم کردیا کہ بقدرِ وسعت واستطاعت اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

و ما ملکت أیمانك. اس سے مراد غلام اور باندیاں ہیں، ان کا حق بھی یہ لازم کردیا گیا کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کریں، استطاعت کے موافق کھلانے پلانے، پہنانے میں کوتاہی نہ کریں اور نہ ہی ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام ڈالیں۔

إنّ اللّٰه لایحب من کان مختالًا فخورًا. آیتِ کریمہ کا یہ جملہ پچھلے تمام ارشادات کا تکملہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اِن حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر اور فخر وغرور ہے۔ اللّٰھم احفظنا منه (معارف القرآن ج ۲ ص: ۴۰۹ تا ۴۱۴ ملخصاً)

واللّٰهِ لا یؤمن الخ اِس حدیث کی تشریح حدیث نمبر ۱۰ "أي الإسلام أفضل" کے تحت آچکی۔

(۱۱۴) وَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَازَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ. (بخاري شريف ص۸۸۹ج۲، ومشكوة ص۴۲۲)

(۱۱۵) وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَ لَوْ فِرْسَنُ شَاةٍ. (بخاري شريف ص۸۸۹ج۲، مشكوة ۱۶۷)

(۱۱۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْجِيْرَانُ ثَلٰثَةٌ فَجَارٌ لَهٗ ثَلٰثَةُ حُقُوْقٍ: حَقُّ الْجِوَارِ وَ حَقُّ الْقَرَابَةِ وَحَقُّ الْإِسْلَامِ، وَ جَارٌ لَهٗ حَقَّانِ: حَقُّ الْجِوَارِ وَ حَقُّ الْإِسْلَامِ، وَ جَارٌ لَهٗ حَقٌّ: حَقُّ الْجِوَارِ، وَ هُوَ الْمُشْرِكُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. (ابونعيم في الحلية والبزاز في مسنده) تفسیر مظهری۔

(۱۱۷) عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍوؓ ذُبِحَتْ لَهٗ شَاةٌ فِيْ أَهْلِهٖ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: أَهْدَيْتُمْ لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ أَهْدَيْتُمْ لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ؟. (ترمذي ص۱٦ج۲)

ترجمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھ سے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کرلیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے (کوئی چیز) حقیر نہ جانے اگر چہ وہ بکری کی ایک کھری ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑوسی تین قسم کے ہیں، ایک تو وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہیں، پڑوس کا حق، رشتے داری کا حق اور اسلام کا حق، اور ایک وہ پڑوسی جس کے لیے دو حق ہیں، پڑوس کا حق اور اسلام کا حق، اور ایک وہ پڑوسی ہے جس کے لیے صرف ایک حق ہے، پڑوس کا حق، اور وہ مشرک کتابی ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ایک بکری ان کے گھر والوں میں ذبح کی گئی، تو جب آپؓ تشریف لائے تو فرمایا: کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ دے دیا؟ کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ دے دیا۔

لغات وترکیب

وَرَّثَ يُوَرِّثُ تَوْرِيْثاً (تفعيل) وارث بنانا۔ حَقَرَ يَحْقِرُ حَقْراً (ض) چھوٹا اور ذلیل سمجھنا۔
فِرْسَنٌ: ج فَرَاسِنُ، اونٹ کے کھر کا کنارہ۔ أَهْدَىٰ لِأَحَدٍ يُهْدِيْ إِهْدَاءً (إفعال) کسی کو ہدیہ دینا۔

حتی ظننت أنه سیورّثه، ظننت فعل با فاعل، أن حرف مشبہ بہ فعل، ہٗ اس کا اسم، سیورثه جملہ خبر، جملہ اسمیہ شدہ، ظننت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہوا۔ ولو فرسنُ شاة۔ لو وصلیہ ہے فرسن شاة مبتدا محذوف کی خبر ہے أي ولو هو فرسنُ شاة۔

فجارٌ له ثلثة حقوق، فا تفصیلیہ، جارٌ موصوف، لهٗ متعلق بہ کائنٌ خبر مقدم، ثلثة حقوق مرکب اضافی مبدل منہ، حق الجوار اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر بدل، مبدل منہ با بدل مبتدا موخر، جملہ اسمیہ شدہ صفتِ جارٌ، مرکب توصیفی "أحدها" محذوف کی خبر۔

تشریح ۱۱۴،۱۱۵- پہلی روایت میں پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کی نہایت بلیغ انداز میں تاکید کی گئی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ برابر آپؐ کو پڑوسیوں کے بارے میں تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کو یہ گمان ہونے لگا کہ شاید اولاد و والدین کی طرح میراث میں پڑوسیوں کا بھی حصہ ہو جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا کہ کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کی خدمت میں بقدر وسعت کوئی چیز بطور ہدیے کے پیش کی جائے کیوں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، بغض پیدا نہیں ہوتا، اور جیسے ہدیہ دیا جائے اس کے بارے میں آپؐ نے تاکیدی طور پر فرمایا کہ وہ ہدیہ کی جانے والی کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ معمولی سے معمولی ہی کیوں نہ ہو، یہی مطلب ہے "ولو فرسن شاۃ" کا۔ اور عورتوں کو مخاطب بنانے میں نکتہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان کے یہاں بڑی تیزی ہوتی ہے اور وہ انکار کرنے میں تردد محسوس نہیں کرتیں۔

۱۱۶- الجیران ثلثۃ الخ. روایت کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسیوں میں بھی قرب و بعد کے اعتبار سے درجات و مراتب ہیں ایک تو وہ پڑوسی ہے جس کے تین حق ہیں، حقِ پڑوس، حقِ قرابت، حقِ اسلام، دوسرے وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔ حقِ پڑوس و حقِ اسلام تیسرے وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہے، حقِ پڑوس۔

یوں تو پڑوسی ہونے کی حیثیت سے ہر ایک کا حق واجب ہے اور بقدر استطاعت اس کی امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے، البتہ وہ شخص جو پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان اور رشتے دار بھی ہے وہ ادائے گی حقوق اور اعانت میں مقدم ہوگا ان لوگوں پر جو دو حق یا ایک حق والے ہیں۔ یعنی جن کو اسلام اور پڑوس کا حق یا صرف پڑوسی ہونے کا حق حاصل ہے۔ حدیث پاک میں اسی قرب اور بعد و فرقِ مراتب کی طرف اشارہ ہے۔

۱۱۷- عن مجاهد أن عبدالله بن عمرو الخ. اس روایت میں پڑوسی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو کے حسنِ سلوک کا بیان ہے کہ آپؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پڑوسی کے متعلق معلوم کیا کہ اس کے یہاں گوشت پہنچایا نہیں۔ باوجودے کہ وہ پڑوسی یہودی تھا، پھر بھی آپ نے اس کا اس قدر خیال کیا۔

(۱۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَ خَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ. (ترمذي شريف ص۱٦ ج۲، ومشكوٰة شريف ص٤٢٤)

وَقَدْ مَرَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ. (مشكوٰة ص٤٢٤)

(۱۱۹) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَ هَا وَ تَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ. (مسلم شريف ص۳۲۹ ج۲، ومشكوٰة ص۱۷۱)

(۱۲۰) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ قَالَ: إِلٰى أَقْرَبِهِمَا بَابًا. (بخاري شريف ص۸۹۰ ج۲، ومشكوٰة ص۱۷۱)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساتھیوں میں بہترین ساتھی اللہ رب العزت کے نزدیک وہ ہے جو اُن میں اپنے ساتھی کے لیے سب سے بہتر ہو، اور پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے سب سے بہتر ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت گذر چکی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو جائے جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم شوربا (گوشت) پکاؤ تو اس کا پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ کروں؟ فرمایا: ان دونوں میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

لغات وترکیب

شَبِعَ يَشْبَعُ شَبْعًا (س) سیر ہونا۔ مَرَقَةٌ، شوربا۔ تَعَاهَدَ يَتَعَاهَدُ تَعَاهُداً، خبر گیری کرنا۔

خير الأصحاب مبتدا، خيرهم لصاحبه خبر، عند اللهِ متعلق بہ کائناً حال۔ إنّ لي جارَيْنِ. جارين اسم موخر ہے۔ لي محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ إلى أيهما، "أهدي" کا متعلق مقدم ہے۔ إلىٰ أقربهما باباً "أهد" محذوف کے متعلق ہے۔

تشریح ۱۱۸- خير الأصحاب عند اللهِ. روایت میں ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کو "خیر" کے لقب سے موسوم کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ انسان کے بہتر ہونے کا معیار ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے پر ہے۔ جتنا اچھا برتاؤ کرے گا، عنداللہ وہ اتنا ہی بہتر ہوگا۔

\ ليس المؤمن الذي يشبع و جارهٗ جائعٌ. حدیث میں کمالِ ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ (وضاحت گذر چکی)

۱۱۹- إذا طبخت مرقةً فأكثر ماء ها. اِس روایت میں بھی پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک اور اس کی خبر گیری کا حکم دیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے عمدہ کھانوں میں پڑوسی کو بھی شریک کرلیا کرو اور اس کی خبر گیری کا مطلب اس کے دکھ، درد، ہنسی، خوشی اور رنج وغم میں شریک ہونا ہے۔

۱۲۰- عن عائشةَ. اِس آخری حدیث میں قریبی پڑوسی کو مقدم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے پاس ایک ہی چیز ہدیہ کرنے کی ہو تو جس کا گھر تم سے بہت قریب ہے اسی کو دے دو۔

الصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ مُجَاهِدٌ وَ عِكْرِمَةُ وَ قَتَادَةُ: هُوَ الرَّفِيْقُ فِي السَّفَرِ، وَ قَالَ ابْنُ جُرَيجٍ وَ ابْنُ زَيْدٍ: الَّذِي يَصْحَبُكَ رَجَاءَ نَفْعِكَ فَيَشْتَمِلُ التِلْمِيْذَ وَ تِلْمِيذَ أُسْتَاذِهِ

أي الشَّرِيْكَ فِيْ حَلْقَةِ الدَّرْسِ وَقَالَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللّٰهِ وَإِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ: هُوَ الْمَرْأَةُ تَكُوْنُ مَعَ جَنْبِهٖ. وَ قَالَ الْبُخَارِيُّ: اَلصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ. (تفسیر مظهری)

پہلو کا ساتھی

حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عکرمہ اور قتادہ نے کہا کہ وہ رفیق سفر ہے، اور ابن جریجؒ و ابن زیدؒ نے فرمایا وہ شخص ہے جو تم سے کسی نفع کی امید میں تمہارے ساتھ ہے، تو یہ شاگرد اور استاذ کے شاگرد یعنی ہم سبق ساتھی کو بھی شامل ہوگا۔ اور حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ اور ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد بیوی ہے جو شوہر کے پہلو میں رہتی ہے، اور امام بخاری نے فرمایا کہ وہ رفیقِ سفر ہے۔

لغات و ترکیب

صَحِبَ يَصْحَبُ صَحْباً (س) ساتھ رہنا۔ حَلْقَةٌ: ج حَلَقَاتٌ، حلقہ۔ جَنْبٌ: ج أَجْنَابٌ، پہلو۔
رَجَاءَ نَفْعِكَ مضاف با مضاف الیہ مفعول لہٗ واقع ہے يصحب کا، جملہ "الذي" کا صلہ ہے، موصول باصلہ مبتدا، فيشمل التلميذ الخ۔ خبر۔

تشریح ۱۲۱۔ عبارت بالا میں "الصاحب بالجنب" کی تین تفسیریں ذکر کی گئی ہیں، پہلی تفسیر حضرت بن عباس، مجاہد، قتادہ اور عکرمہ کی ہے کہ اِس سے مراد رفیق سفر ہے، دوسری تفسیر ابن جریج کی ہے جو فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص اِس کا مصداق ہے جو اپنے فائدے کے لیے کسی کے پاس رہتا ہے اِس اعتبار سے یہ شاگرد اور ہم سبق ساتھی دونوں کو شامل ہے، کیوں کہ شاگرد استاذ کے پاس اپنے فائدے کے لیے رہتا ہے، اسی طرح ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے ساتھ رہتا ہے کیوں کہ ہر ایک کا دوسرے سے فائدہ ہے۔ حضرت علیؓ، عبداللہؓ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ بیوی مراد ہے جو شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمہ کا قول وہی ہے جو ابن عباسؓ وغیرہ کا ہے کہ مراد رفیق سفر ہے۔ یہ اِن حضرات کی اپنی رائے ہے ویسے یہ لفظ عام تمام ہم نشینوں کو شامل ہے، جیسا کہ آیتِ کریمہ کے ذیل میں آچکا ہے۔

وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

أي الْعَبِيْدُ وَ الْإِمَاءُ قُلْتُ: وَ يَدْخُلُ فِيْهَا الْبَهَائِمُ أَيْضاً

(۱۲۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ وَ قَدْ وَلِيَ حَرَّهٗ وَ دُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ وَ لْيَأْكُلْ، فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهاً قَلِيْلاً فَلْيَضَعْ بِهٖ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ.

(بخاري شريف ص۳٤٧ج۱)

(۱۲۲) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ،

فَمَا قَالَ لِيْ: أُفٍّ وَ لَا لِمَ صَنَعْتُ وَ لَا أَلَّا صَنَعْتَ. (بخاري و مسلم، مشكوة ص١٥٨)

(١٢٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ ثُمَّ أَعَادَ إِلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ: قَالَ: أُعْفُوْ عَنْهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.

(أبوداؤد باب حق في حق المملوك كتاب الأدب ص٣٥٥ج٢، ترمذي أبواب البر ص١٧ج٢)

(١٢٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَا: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهٗ بِبَطْنِهٖ، فَقَالَ: اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ كِلُوْهَا صَالِحَةً.

(أبوداؤد كتاب الجهاد ص٣٥٢ج١)

اور جو تمہارے مالکانہ قبضے میں ہیں

یعنی وہ غلام اور باندیاں، میں کہتا ہوں اور اس میں چوپائے بھی داخل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم اس کا کھانا تیار کرے اور اس نے اس کی گرمی اور دھویں کو برداشت کیا تو چاہیے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھائے اور اسے (خادم کو) چاہیے کہ (بیٹھ کر) کھالے، پس اگر کھانا تھوڑا ہو تو چاہیے کہ اس میں سے اس کے ہاتھ میں ایک یا دو لقمے رکھ دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ کو اُف نہیں فرمایا، اور نہ یہ کہ تم نے (یہ کام) کیوں کیا اور نہ یہ کہ (یہ کام) کیوں نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم خادم کو کتنا معاف کریں، آپ خاموش رہے، پھر اس نے آپؐ سے دوبارہ یہی بات عرض کی، تب بھی آپؐ خاموش رہے تو جب تیسری مرتبہ ہوا تو فرمایا: اس کو روزانہ ستر مرتبہ معاف کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سہل بن حنظلیہؓ سے نقل کرتے ہیں فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت اس کے پیٹ سے لگ گئی تھی، تو آپؐ نے فرمایا: اِن بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر ایسی حالت میں سوار ہو کہ وہ ٹھیک ہوں اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ ٹھیک ہوں۔

لغات و ترکیب

اَلْإِمَاءُ: واحد أَمَةٌ، باندی۔ بهائمُ: واحد بهيمةٌ، چوپایہ، بے زبان جانور۔ دُخَانٌ: ج أدخِنَةٌ، دھواں۔ وَلّی الحرّ يولّي تولية (تفعيل) گرمی برداشت کرنا۔ شُفِهَ الطَّعَامُ يُشْفَهُ شَفَهاً (ف)

بہت کھانے والوں کا ہونا، (اس معنی میں مجہول الاستعمال ہے)۔ عَفَا عَنْ أحدٍ يَعْفُو عَفواً (ن) کسی کو معاف کردینا۔ لَحِق بِشيءٍ يَلْحَقُ لُحُوقاً (س) کسی چیز سے جاملنا۔ مُعْجَمٌ اسم مفعول ہے أعْجَمَ سے بمعنی گونگا، بے زبان۔ وَكَلَ يَكِلُ وَكْلاً (ض) چھوڑ دینا، سپرد کردینا۔

وقد ولّی حرّہٗ، ترکیب میں "خادمه" سے حال واقع ہے۔ فإن كان الطعام مشفوهاً جملہ شرط، فليضع به الخ جزا۔اور "قليلاً" مشفوهاً کا بیان ہے۔کم نعفو عن خادم، کم کی تمیز محذوف ہے أي كم مرّةً نعفو، ممیز باتمیز مفعول بہ مقدم، نعفو فعل بافاعل۔ سبعين مرّةً "اعفو" کا مفعول فیہ ہے۔ لحق ظهره ببطنه، جملہ "بعير" کی صفت واقع ہے۔

تشریح ۱۲۱- حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے "ما ملكت أيمانكم" کی تفسیر بیان کی ہے کہ حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر "غلام" اور "باندیوں" سے کی ہے پھر اپنی رائے بھی پیش کی ہے کہ میرے نزدیک چوپائے بھی "ما ملكت الأيمان" کے تحت داخل ہیں۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی آخری روایت "اتقوا الله في هٰذه البهائم المعجمة" سے اس کی تائید بھی ہورہی ہے۔

إذا صنع لأحدكم خادمه. روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے کہ جب خادم تمہارے لیے کھانا تیار کرے تو اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھاؤ، اس میں مساوات کا سبق ہے، اور مخدومین کے کبر کا علاج بھی۔البتہ اگر مہمانوں کی کثرت ہو اور کھانے کی مقدار کم ہو یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے ساتھ کھلانا ممکن نہ ہو تب بھی آپؐ نے فرمایا کہ محروم نہ رکھو؛ بل کہ ایک دو لقمے پھر بھی دے دو۔ اس سے ایک طرف خادم کی دل جوئی ہوگی اور دوسری طرف اگر کھانے میں کچھ کمی ہے تو آئندہ اس کے اصلاح کرنے پر تنبیہ بھی ہوجائے گی۔

۱۲۲- عن أنسؓ قال خدمت. اِس روایت میں خادمِ رسول حضرت انسؓ نے سرکار دوعالمؐ کے اپنے ساتھ حسنِ خلق کو بیان کیا ہے کہ میں نے دس سال سرکارِ دوعالمؐ کی خدمت کی مگر آپؐ نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، یہاں تک کہ "اُف" بھی نہیں کہا اور نہ ہی کسی عمل پر کوئی نکیر فرمائی کہ یہ کام کیوں کیا؟ یا یہ کام کیوں نہیں کیا؟

۱۲۳- جاء رجلٌ إلى النبيؐ. روایتِ مذکورہ میں بھی خادم کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید ہے۔ اور سائل کے سوال کے جواب میں خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ سائل اِس سلسلے میں آپؐ کے اخلاق کو دیکھ کر خود سمجھ لے، اخلاق کا مظاہرہ کسی عدد پر منحصر نہیں مگر اصرار کے بعد آپؐ نے فرماہی دیا کہ ایک دن میں ستر مرتبہ معاف کرنا چاہیے یہ عدد تحدید کے لیے نہیں ہے؛ بل کہ تکثیر کے لیے ہے کہ معاف ہی کرنا چاہیے۔

۱۲۴- مرّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِبَعِيرٍ. اِس روایت میں چوپایوں کی خبر گیری پر تنبیہ مقصود ہے اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ چوپایوں سے اُن کی طاقت کے مطابق ہی کام لینا چاہیے، انھیں کھلانے پلانے میں کمی نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ قیامت کے دن ان کے بارے میں

بھی باز پرس ہوگی۔

وَمِنْ أَهَمِّ أَبْوَابِ الْبِرِّ حُسْنُ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ

(۱۲۵) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۝ (نساء آیت۱۹)

(۱۲۶) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ، وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ (بقرہ آیت۲۲۸)

(۱۲۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ. (مشکوٰۃ ص۲۸۰،بحوالہ مسلم)

(۱۲۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ.

(بخاري ص۷۸۲ج۲)

(۱۲۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي اٰخِرِ الْيَوْمِ.

(مشکوٰۃ ص۲۸۰، بحوالہ بخاري و مسلم)

بر کے اہم ترین ابواب میں سے گھر والوں کے ساتھ اچھی زندگی گذارنا ہے

ارشادِ باری ہے: اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو، پس اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اور فرمایا اللہ رب العزت نے: اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ انھیں حقوق کے مثل ہیں جو اُن عورتوں پر ہیں قاعدۂ (شرعی) کے موافق، اور مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو دوسری پسند ہوگی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب عورت (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گذارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں تا آں کہ وہ لوٹ آئے۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو، غلام کو کوڑا مارنے کی طرح نہ مارے کہ پھر رات کو اس سے جماع کرے گا۔

لغات وترکیب

عَاشَرَ یُعَاشِرُ مُعَاشَرَۃً (مفاعلۃ) باہم زندگی گذارنا۔ فَرِكَ یَفْرَكُ فَرْكًا (س) بغض رکھنا۔ بَاتَ یَبِیْتُ بَیْتُوْتَۃً (ض) رات گذارنا۔ لَعَنَ یَلْعَنُ لَعْنًا (ف) لعنت بھیجنا۔ جَلَدَ یَجْلِدُ جَلْداً (ض) کوڑے مارنا۔

فَاِن کرھتموھن، جملہ شرط، فعسیٰ الخ، جزا۔ "لھنّ" محذوف سے متعلق ہوکر خبر مقدم، مثل مضاف، الذی اسم موصول، علیھن متعلق بہ "ثبت" فعل محذوف کے "بالمعروف" متعلق ثانی۔ فعل بہ ہردو متعلق جملہ شدہ صلہ، مضاف الیہ۔ مضاف بامضاف الیہ مبتدا۔ یہی ترکیب بعد والے جملے کی ہے۔ مُھَاجِرَۃً، باتت کی ضمیر سے حال واقع ہے، فِرَاشَ زَوْجِھَا، مُھَاجِرَۃً کا مفعول بہ ہے۔ جملہ شرط ہے اور "لعنتھا الملائکۃ" جزا ہے۔ جلْدَ العَبْدِ، لَا یَجْلد کا مفعول مطلق ہے۔

تشریح ۱۲۵- اسلام سے پہلے صنفِ نازک پر جو مظالم روا سمجھے جاتے تھے ان میں سے ایک بہت بڑا یہ ظلم تھا کہ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو ناپسند ہوتی تو شوہر اس کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کرتا، مگر طلاق دے کر اسے نجات بھی نہ دیتا تھا کہ یہ تنگ آکر زیور اور زرِمہر جو وہ اسے دے چکا ہے اسے واپس کردے، یا اگر ابھی نہیں دیا ہے تو معاف کردے تبھی اسے آزادی ملے گی، اور بعض اوقات شوہر طلاق بھی دے دیتا تھا لیکن پھر بھی اپنی اُس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتا تاکہ وہ مجبور ہوکر اس کا دیا ہوا مہر واپس کردے، یا واجب الادا مہر کو معاف کردے، اِسلام نے آتے ہی اِن جیسے تمام مظالم پر روک لگادی، اور ظلم وفساد کی ممانعت کا عام طریقہ ہے کہ صیغۂ نہی سے منع کیا جائے، لیکن قرآن کریم نے اِس عام طریقے کو چھوڑ کر "لَایَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا الخ۔" میں "لایحلّ" فعل مضارع منفی کو استعمال کیا، جس میں ایک تو اس معاملے کے شدید گناہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور دوسرا اشارہ اِس طرف ہے کہ اگر کسی عورت کو مجبور کرکے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لیا، یا واجب الادا مہر کو جبراً معاف کرالیا تو یہ جبری واپسی یا معافی شرعاً معتبر نہیں، نہ اُس سے لیا ہوا مال شوہر کے لیے حلال ہوتا ہے اور نہ کوئی حقِ واجب معاف ہوتا ہے۔ اس لیے عورتوں پر ظلم ڈھانے کے بجائے ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو، یعنی خوش اخلاقی سے پیش آؤ، نان ونفقہ کی ادائیگی میں کمی نہ کرو۔ اور اگر بمقتضائے طبیعت وہ تمہیں ناپسند ہوں مگر ان کی طرف سے کوئی امر ناپسندیدگی کا موجب واقع نہ ہو تو تم بہ مقتضائے عقل یہ سمجھ کر برداشت کرو کہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اس میں اللہ رب العزت کوئی بڑی منفعتِ دنیوی یا دینی رکھ دے، مثلاً وہ تمہاری خدمت گار، آرام رساں اور ہم درد ہو، یہ دنیا کی منفعت ہے، یا اس سے کوئی اولاد پیدا ہوکر بچپن میں مرجائے یا زندہ رہے اور صالح ہو، جو ذخیرۂ آخرت ہوجائے یا کم ازکم ناپسند چیز پر صبر کا ثواب تو ضرور ہی ملے گا، اس لیے نرمی ہی کار دو یہ اپنا کر اس کے ساتھ زندگی گذار لو۔ (معارف القرآن ج:۲ ص:۳۴۹ تا ۳۵۲، از مفتی محمد شفیعؒ)

۱۲۶- ولهنّ مثل الذي عليهن بالمعروف. آیت کریمہ میں عورتوں اور مردوں کے باہمی حقوق و فرائض اور اُن کے درجات کے سلسلے میں ایک شرعی ضابطے کو بیان کیا گیا ہے کہ مردوں کے ذمے عورتوں کے حقوق ادا کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے کہ عورتوں پر مردوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے، آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر فریق کو اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے بجائے اپنے فرائض پر نظر رکھنا چاہیے، اگر وہ ایسا کرلیں تو مطالبۂ حقوق کا قضیہ ہی درمیان میں نہیں آئے گا، کیوں کہ مرد کے فرائض ہی عورت کے حقوق ہیں اور عورت کے فرائض مرد کے حقوق ہیں جب فرائض ادا ہو گئے تو حقوق خود بہ خود ادا ہو جائیں گے۔

دوسرا اشارہ اِس آیت میں یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں سبقت کرنا چاہیے، کیوں کہ عورتوں کے حقوق کا ذکر مردوں کے حقوق سے پہلے کیا گیا ہے، جہاں تک مرد کا تعلق ہے تو وہ اپنی قوت اور خداداد تفوق کی بنا پر عورت سے اپنے حقوق وصول کر ہی لیتا ہے۔ فکر عورتوں کے حقوق کی ہونی چاہیے کہ وہ عادۃً اپنے حقوق زبردستی وصول نہیں کر سکتیں۔

وللرجال عليهن درجة. اس کا مشہور مطلب ومفہوم تو یہی ہے کہ حقوقِ طرفین مساوی ہونے کے باوجود حق تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجے کا تفوق اور حاکمیت عطا فرمادی ہے۔ اور اس میں بڑی حکمتیں ہیں جس کی طرف آیت کے آخری الفاظ "والله عزيزٌ حكيم" میں اشارہ فرمادیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مقابلے میں بڑا درجہ عطا کیا ہے اس لیے ان کو زیادہ تحمل سے کام لینا چاہیے، اگر عورتوں کی طرف سے ان کے حقوق میں کوئی کوتاہی ہو بھی جائے تو ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ اس کو برداشت کریں اور صبر سے کام لیں۔

(معارف القرآن ج:۲ ص:۵۴۷)

۱۲۷- لايفرك مؤمن مؤمنة. روایت کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کے تمام افعال وخصائل برے نہیں ہوتے: بل کہ اگر اس کے کچھ افعال برے ہیں تو کچھ اچھے خصائل بھی ہیں، لہٰذا ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کے اُن اچھے افعال واخلاق کو پیشِ نظر رکھے جو اس کی نظر میں پسندیدہ ہوں اور خرابی کو نظر انداز کرکے خوش گوار و پُر مسرت زندگی گذارے۔

۱۲۸- إذا باتت المرأة مهاجرةً فراش زوجها. یہ وعید اس وقت ہے جب زوجین میں ناچاقی اور بگاڑ ہو، اور ناراضگی میں ایک دوسرے سے علاحدگی ہو اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہو یا عذرِ شرعی مانع ہو تو پھر وہ اس وعید کی مستحق نہیں۔

۱۲۹- لايجلد أحدكم امرأته، حدیث پاک میں مردوں کو عورتوں پر شفقت اور رحم وکرم کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور آپ ﷺ نے ایک بڑا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے جنسی لذت حاصل کرتا ہے اس کے لیے یہ بات کس طرح زیبا ہے کہ ایک طرف تو اس کے ساتھ یہ پرکیف معاملہ ہو اور دوسری طرف اس کے ساتھ یہ وحشیانہ اور بے دردانہ سلوک کرے، اگرچہ نافرمانی پر مارنے کی اجازت ہے مگر غیر مہذب طریقے

سے نہیں۔ "جلد العبد" میں عرف عام کو بیان کیا گیا ہے ورنہ آپ کی تعلیمات تو یہی ہے کہ غلاموں کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کیا جائے، جیسا کہ ماقبل میں متعدد روایتیں گذری ہیں۔

(۱۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ وَ إِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا. (بخاري ص۷۷۹ج۲، مشكوٰة ۲۸۰)

(۱۳۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي فَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ. (مشكوٰة ص۲۸۱)

(۱۳۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. (ترمذي ص۱۳۸ج۱، مشكوٰة ص۲۸۲)

(۱۳۳) عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَاكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ قَالَتْ: كَانَ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ. (بخاري ص۸۹۲ج۲، مشكوٰة ۵۱۹)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کے ساتھ تمہیں بھلائی کی تاکید ہے، کیوں کہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہوتی ہے لہٰذا اگر تم اُس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی، پس تم سب عورتوں کے سلسلے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں پس اگر تمہارا کوئی ساتھی مرجائے تو اس کو چھوڑ دو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو ان میں عادات کے اعتبار سے بہتر ہو اور تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں تم میں سب سے بہتر ہوں۔

حضرت اسودؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی اکرمؐ اپنے گھر والوں میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: آپؐ اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے پھر جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔

لغات وترکیب

اِسْتَوْصیٰ یَسْتَوْصِي اِسْتِیْصَاءً (استفعال) وصیت قبول کرنا۔ ضِلَعٌ: ج ضُلُوْعٌ و اَضْلَاعٌ، پسلی۔ عَوِجَ یَعْوَجُ عَوَجًا (س) ٹیڑھا ہونا۔ کَسَرَ یَکْسِرُ کَسْراً (ض) توڑنا۔ مِھْنَۃٌ: ج مِھَنٌ، خدمت، کام۔

إنّ أعوج شيء في الضلع أعلاه. "أعوج" اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر إنّ کا اسم۔ "أعلاہ" خبر۔ "تقیمه" ذهبتَ کے فاعل سے حال واقع ہے۔ کسرته جزا ہے۔ خَیرُکم، مبتدا، خیرکم لأهله، مبتدا وخبر جملہ اسمیہ شدہ مبتدائے اول کی خبر۔ أکمل المؤمنین إیماناً، ممیز تمیز سے مل کرے مبتدا۔ "أحسنهم خلقاً" ممیز باتمیز خبر۔

تشریح ۱۳۰- استوصوا بالنّساء خیراً. ارشادِ گرامی میں عورتوں کی خلقت وطینت کے بارے میں دو بنیادی نکتے بیان کیے گئے ہیں اول یہ کہ عورتوں کی اصل بنیاد حضرت حوّا ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی اوپری پسلی سے پیدا ہوئیں جو بہت زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ جس طرح پسلی کا حال یہ ہے کہ اسے کوئی سیدھا نہیں کرسکتا، اگر کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال عورتوں کا ہے کہ ان کی کجی کو سخت روی سے دور نہیں کیا جاسکتا، ورنہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور ٹوٹنے سے مراد طلاق ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں وضاحت ہے "وکسرها طلاقها" روایت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح ودرستگی کا معاملہ بہت پیچیدہ اور نازک ہے، ان کی کوتاہیوں پر سخت روی اور غیظ وغضب کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے؛ بل کہ خوش اسلوبی سے گذران کرلینا چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ معاشرتی امور سے گذر کر اگر وہ گناہ ومعصیت میں مبتلا ہوجائیں تب بھی اُس پر صبر کیا جائے بل کہ ایسی صورت میں تنبیہ کرنا اور سختی سے پیش آنا ضروری ہے ورنہ تعاون علی الاثم ہوگا جس کی وجہ سے شوہر گنہ گار ہوگا۔

۱۳۱- خیرکم خیرکم لأهله. یعنی خداوند قدوس اور اس کی مخلوق کے نزدیک سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے بیوی، بچوں اور اپنے عزیز واقارب وماتحتوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرے یہ اس کے خوش اخلاقی وخوش مزاجی کی دلیل ہے اور یہی انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اور دوسرے جز "فإن مات صاحبکم فدعوه" کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارا کوئی عزیز رشتے دار یا دوست وغیرہ دنیا سے رخصت ہوجائے تو اس کی برائیوں کو ذکر کرنا چھوڑ دو، گویا اِس جملے کے ذریعہ یہ تعلیم مقصود ہے کہ مرنے والوں کی غیبت نہ کرو، اِسی مضمون کو ایک دوسری روایت میں اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "اذکروا محاسن موتاکم" کہ اپنے مرنے والوں کی صرف خوبیاں ہی ذکر کرو، برائیوں کا تذکرہ نہ کرو۔ کیوں کہ ان کے تذکرے سے کوئی فائدہ نہیں۔

بعض علماء نے اِس جملے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص مرجائے تو اس کی محبت کی وجہ سے اس کی موت پر رونا دھونا چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ اب اس کے ساتھ تمہارا کوئی جسمانی تعلق باقی نہیں رہا ہے۔

۱۳۲- أكمل المؤمنين إيماناً الخ. روایت کا مطلب یہ ہے کہ حسنِ اخلاق اور اہل وعیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کمالِ ایمان کی دلیل ہے اس لیے کہ یہ چیز خشیتِ الٰہی پر موقوف ہے جس کے دل میں جتنا زیادہ خدا کا خوف ہوگا اسی قدر وہ مخلوق خدا بالخصوص اپنے متعلقین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے گا۔

۱۳۳- كان في مهنة أهله. اِس روایت میں گھروالوں کے ساتھ آپؐ کے برتاؤ اور حسنِ معاشرت کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا حال یہ تھا کہ اپنے گھروالوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے، ان کے راحت وآرام کی فکر کرتے تھے البتہ نماز کا وقت ہوجاتا تو پھر نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے اور گھر کے کام کاج کو چھوڑ دیتے تھے۔

(١٣٤) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَ أَفْطِرْ وَ قُمْ وَ نَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقّاً وَ إِنَّ لِعَيْنِكَ حَقّاً وَ إِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقّاً.

(بخاري ص٧٨٣ج٢، مشكوٰة ص١٧٩)

(١٣٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْأَمِيْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَ الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَ وَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

(بخاري ص٧٨٣، مشكوٰة ٣٢٠)

(١٣٦) عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ فَاطِمَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَشْكُوْا إِلَيْهِ مَا تَلْقٰى فِيْ يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى وَ بَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ قَالَ: فَجَاءَنَا وَ قَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا، فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهِ عَلٰى بَطْنِيْ فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِيْنَ وَ احْمَدَا ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِيْنَ وَ كَبِّرَا أَرْبَعاً وَ ثَلَاثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ. (بخاري ص٨٠٧ج٢، مشكوٰة ص٢٠٩)

ترجمہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے فرمایا: کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ہے کہ تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور رات کو (نماز میں) کھڑے رہتے ہو، میں نے عرض کیا ایسا ہی ہے اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا تو ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو، کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم سب ہی سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور امیر بھی نگراں ہے اور ہر شخص اپنے گھر والوں کا نگراں ہے، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کی اولاد کی نگراں ہے، غرض تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم سب ہی سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس پریشانی کا شکوہ کرنے کے لیے جو وہ اپنے ہاتھ میں محسوس کر رہی تھیں چکی (پیسنے) کی وجہ سے، جب کہ انھیں یہ خبر پہنچی تھی کہ آپؐ کے پاس غلام آئے ہیں، تو ان کی آپؐ سے ملاقات نہ ہو پائی اس لیے حضرت عائشہؓ سے اس بات کا ذکر کردیا، پھر جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپ کو خبر دی، راوی (حضرت علیؓ) کا بیان ہے کہ آپؐ ہمارے پاس (گھر) تشریف لائے جب کہ ہم اپنا بستر لے چکے تھے، تو ہم اٹھنے لگے، تو آپؐ نے فرمایا: اپنی جگہ لیٹے رہو، پھر آپ تشریف لے آئے اور میرے و فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آپؐ کے قدم کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی، پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتلادوں جس کا تم نے سوال کیا ہے، جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

لغات وترکیب

رَاعٍ: ج رُعَاةٌ، نگراں، حاکم۔ رَعِيَّةٌ: ج رَعَايا، ماتحت، عام لوگ۔ شَكَا إلى أحدٍ يَشْكُو شِكَايَةً (ن) کسی کے پاس شکایت لے جانا۔ صَادَق مُصَادَقَةً (مفاعلة) ٹکرانا۔ رَقِيقٌ، غلام (مفرد جمع دونوں کے لیے) مَضْجَعٌ: ج مَضَاجِعُ، خواب گاہ، بستر۔ خَادِمٌ: ج خُدَّامٌ، خادم۔

ألم أخبر أنك تصوم النهار، "أنك تصوم النهار الخ" جملہ اسمیہ "أخبر" کا مفعول بہ ہے۔ كلّكم" مبتدا "راعٍ" خبر۔ "تشكو إليه" جملہ "أنت" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ "وقد أخذنا مضاجعنا" "نا" ضمیر مفعول سے حال ہے۔ "على مكانكما" جملہ فعلیہ انشائیہ ہے أي الزما مكانكما۔

تشریح

۱۳۴- الم أخبر أنك تصوم النهار. حدیث پاک میں سرکار دو عالمؐ نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو عبادت و ریاضت میں حد اعتدال سے گذر جانے پر تنبیہ فرمائی ہے، اور اعتدال کے ساتھ حسنِ معاشرت کی تعلیم دی ہے کہ حقوق اللہ میں اس قدر انہماک کہ اعتدال پر قائم نہ رہ سکو اور حقوق العباد میں کوتاہی لازم آئے مناسب نہیں، اس لیے آپؐ نے بہترین انداز میں متنبہ فرمادیا کہ مستقل روزہ رکھنے اور پوری رات نماز پڑھنے کے بجائے یہ ہونا چاہیے کہ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور کچھ حصے میں سو بھی جایا کرو، کیوں کہ تمہارے اوپر جسم کا بھی حق ہے، آنکھ کا بھی حق ہے اور بیوی بچوں کا بھی حق ہے اور ایک مومن کو ہر ایک کے حقوق ادا کرنے چاہیے۔

۱۳۵- كلكم راع و كلكم مسئول. روایت مذکورہ میں ہر شخص کو اس کی ذمے داری کا احساس

دلایا گیا ہے، کہ ہر شخص نگراں ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، یہ اور بات ہے کہ ذمے داری و نگرانی ہر ایک کی الگ الگ ہے، کوئی پورے ملک کا بادشاہ ہے کوئی کسی خاص علاقے کا ذمے دار ہے، بہرکیف جس کو جتنی ذمے داری ملی ہے اسی کے مطابق اس سے باز پرس ہوگی۔

حسنِ معاشرت کے باب میں اس حدیث کو لانے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ چوں کہ ہر شخص اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس لیے ہر شخص کو گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے ان کے حقوق ادا کرنے چاہئیں ورنہ حقوق میں کوتاہی پر سوال ہوگا۔

۱۳۶- أتت النبيّ تشكو إليه. روایت مذکورہ میں شکایت کا مطلب اس پریشانی کو بیان کرنا ہے جو چکی چلانے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیش آرہی تھی، آپ کو نہ پا کر واپس چلی گئیں اور والدہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تذکرہ کردیا، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ بذاتِ خود تشریف لے گئے اور بے تکلف اپنی صاحبزادی اور حضرت علیؓ کے درمیان بیٹھ گئے اور خادم عطا کرکے دنیوی راحت پہنچانے کے بجائے ایسا نسخہ بتلایا جس سے ابدی راحت وچین حاصل ہو۔ یعنی "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر" یہ ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار اور اپنوں کے مقابلے میں غیر کو ترجیح۔

مِنْ أَعْظَمِ أَبْوَابِ الْبِرِّ

اَلْحُبُّ فِيْ اللّٰهِ وَ الْبُغْضُ فِيْ اللّٰهِ

(۱۳۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ. (رواه مسلم مشكوة ص٤٢٥)

(۱۳۸) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا أَحَبَّ عَبْدٌ عَبْداً لِلّٰهِ إِلَّا أَكْرَمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. (رواه احمد مشكوة ص٤٢٧)

(۱۳۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِأَبِيْ ذَرٍّ: يَا أَبَا ذَرٍّ أَيُّ عُرَى الْإِيْمَانِ أَوْثَقُ؟ قَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: اَلْمُوَالَاةُ فِيْ اللّٰهِ وَ الْحُبُّ فِيْ اللّٰهِ وَ الْبُغْضُ فِيْ اللّٰهِ. (مشكوة شريف ص٤٢٦)

(۱٤٠) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِناً وَ لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ. (ترمذي أبواب الزهد ص٦٢ ج٢، أبوداؤد كتاب الأدب ص٣١٦ ج٢ مشكوة ٤٢٦)

بر کے عظیم ترین ابواب میں سے اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر بغض رکھنا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت

قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے نے کسی بندے سے اللہ کی خاطر محبت کی اس نے اپنے رب ذوالجلال کا اکرام کیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: اے ابوذر! ایمان کے حلقوں میں سے کون سا حلقہ زیادہ مضبوط ہے، عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب معلوم ہے فرمایا: اللہ کی خاطر آپس میں دوستی رکھنا، اللہ ہی کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھنا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سوائے مومن کے کسی کی ہم نشینی اختیار مت کرو اور تمہارا کھانا متقی ہی کھائے۔

لغات وترکیب

تَحَابَّ يَتَحَابُّ تَحَابُباً (تفاعل) باہم محبت کرنا۔ أَظَلَّ يُظِلُّ إِظْلاَلاً (إفعال) سایہ عطا کرنا۔ ظِلٌّ: ج ظِلاَلٌ، سایہ۔ عُرىٰ: واحد عُرْوَةٌ، حلقہ، قابل اعتماد چیز۔ وَثُقَ يَوْثُقُ وَثَاقَةً (ک) قوی ومضبوط ہونا۔

من أعظم أبواب البرّ، كائنٌ سے متعلق ہوکر خبر مقدم، "الحبّ" مصدر في الله اسی مصدر سے متعلق ہوکر معطوف علیہ، البغض في اللهِ معطوف۔ معطوف علیہ با معطوف مبتدا موخر۔ جملہ اسمیہ خبریہ۔

أيّ عُرى الإيمان، مبتدا، "أوثق" خبر۔

تشریح ۱۳۷- أين المتحابون بجلالي. شعبہائے ایمان میں سے ایک اہم شعبہ "الحب في الله" اور "البغض في الله" ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو نماز سے لے کر جہاد تک، معاملات سے لے کر مسائل امامت وسیاست تک ہر ایک میں انتہائی معاون ہے اور اسی جیسی پرخلوص محبت کرنے والے قیامت کے دن "سایۂ رحمت" جیسی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے سائے سے مراد یا تو عرش کا سایہ ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سایے کی نسبت اس کی تعظیم وتکریم کے لیے ہوگی۔ یا سائے سے مراد حفاظتِ خداوندی اور رحمتِ الٰہی ہے، جیسا کہ "السلطان ظل الله في الأرض" فرمایا گیا ہے۔ یا سائے کے ذریعہ قیامت کے دن کی ان راحتوں اور نعمتوں کو تعبیر کیا گیا ہے جو اِس صفت سے متصف لوگوں پر اس دن ظاہر ہوں گی، اور عربی زبان میں لفظ "ظل" راحت ونعمت کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ خوشی اور راحت کے ساتھ گذرنے والی زندگی کو "عيش ظليل" کہا جاتا ہے۔ (فتح الملہم شرح مسلم)

۱۳۸- ما أحب عبدٌ عبداً لِلّهِ. روایت میں بندۂ خدا سے محبت کرنے کو تعظیم خداوندی سے تعبیر کیا

کیا ہے۔ یہاں دونوں جگہ "عبد" سے مراد "عبد مومن" ہے۔ مومن بندے سے محبت کرنا گویا کہ اللہ جل شانہٗ کی تعظیم وتکریم کرنا ہے، کیوں کہ غلام سے محبت آقا سے محبت کی دلیل ہوتی ہے۔ اس لیے بندۂ مومن سے محبت بھی اس بات کی نشانی ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی عظمت ومحبت ہے۔

۱۳۹- أيُ عُرى الإيمان أوثق. ایمان کا کون سا حلقہ زیادہ مضبوط ہے یعنی کون سا عمل زیادہ مضبوط ہے؟ یہ سوال برائے استفہام نہیں تھا بل کہ برائے ارشاد تھا، آپ کو خود اس کی طرف رہنمائی کرنا مقصود تھا، اس لیے حضرات صحابہ ان جیسے مواقع میں جواب دینے کے بجائے "اللّٰہ ورسوله أعلم" فرمادیتے تھے۔ اس جیسے سوال میں یہ حکمت ہوتی تھی کہ مخاطب متوجہ ہوکر جواب کا منتظر ہوجائے اور اس کو جواب ذہن نشین ہوجائے، اس لیے کہ سوال وجواب سے بات اوقع فی النفس ہوجاتی ہے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا: "الموالاة في اللّٰہ والحب في الله والبغض في اللّٰہ"۔ روایت سے معلوم ہوا کہ کفار سے محبت ودوستی درست نہیں البتہ کام کاج کی ضروریات میں اشتراک بقدر ضرورت اور چیز ہے اس میں کوئی مضایقہ نہیں، مگر دلی دوستی بالکلیہ ممنوع ہے، ارشاد باری ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ"

۱۴۰- عن أبي سعيد أنه سمع النبيّ. ارشاد گرامی میں دشمنانِ دین اور بدکاروں کے ساتھ محبت وہم نشینی سے منع کیا گیا ہے اور متقیوں کی مصاحبت اختیار کرنے اور کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ "لَا یاکل طعامك إلّا تقيّ" کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم اپنی روزی جائز وحلال طریقے سے حاصل کرو تاکہ وہ نیک وپرہیزگار مسلمانوں کے کھانے کے قابل ہو، اور اس کھانے کے ذریعہ انھیں عبادتِ خداوندی اور نیک کام کی قوت حاصل ہو، غیر متقی اور بدکاروں کو مت کھلاؤ کہ اس سے انھیں گناہ کی طاقت حاصل ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ صرف متقی اور پرہیزگاروں کو کھانا کھلانے کا حکم محض دعوتِ طعام اور تقاریب سے ہے، ضرورت مندی اور احتیاج کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کے لیے کسی قسم کا امتیاز روا نہیں ہے، چناں چہ آیت کریمہ "وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا" بھی اس پر شاہد ہے، اس لیے کہ اس آیت میں دوسرے ضرورت مندوں کے ساتھ جن اسیروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ کافر تھے۔

(١٤١) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَ لَهٗ مَا اكْتَسَبَ. (ترمذي ص٦١ج٢، أبوداؤد ص٣٥١ج٢)

(١٤٢) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ. (ترمذي ص٦٠ج٢، أبوداؤد ص٣١٦ج٢، مشكوٰة ٤٢٧)

(١٤٣) عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سلَّمَ: إذَا أحَبَّ الرَّجُلُ أخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إيَّاهُ. (ترمذي ص٦٢ج٢، أبوداؤد ص٣٥١ج٢، مشكوة ص٤٢٦)

(١٤٤) عَنْ يَزِيْدِ بْنِ نَعَامَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إذَا لَقِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْئَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَ اسْمِ أبِيْهِ وَ مِمَّنْ هُوَ، فَإنَّهٗ أوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ. (ترمذي ص٦٢ج٢، مشكوة ص٤٢٧)

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی اور اس کے لیے وہی عمل ہوگا (کام آئے گا) جو اس نے خود کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک دیکھ لے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو چاہیے کہ اُس محبت کی اس کو خبر دے دے۔

حضرت یزید بن نعامہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ایک شخص دوسرے سے ملاقات کرے تو چاہیے کہ اس سے اس کا نام، اس کے والد کا نام اور اس کے قبیلے کا نام معلوم کرلے، کیوں کہ یہ چیز محبت کو زیادہ جوڑنے والی ہے۔

لغات وترکیب

خَلِيْلٌ: ج أخِلَّاء، دوست۔ خَالَّ يُخَالُّ مُخَالَّةً (مفاعلة) دوستی کرنا۔ أعْلَمَ إعْلَامًا، بتلانا، خبر کرنا۔

"المرء مع من أحبّ" "المرء" مبتدا، مع مضاف، من أحب، موصول صلہ مضاف الیہ، مضاف باضاف الیہ محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ "له" خبر مقدم، ما اکتسب موصول صلہ مبتدا مؤخر۔ فإنّه أوصل للمودّة، فا تعلیلیہ ہے "للمودّة" أوصلُ سے متعلق ہے۔

تشریح ۱۴۱- المرء مع من أحب. سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کا شان ورود یہ ہے کہ آپؐ سے حضرات صحابۂ کرامؓ نے یہ دریافت کیا کہ اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جو کسی جماعت سے محبت رکھتا ہو مگر عمل میں ان کے درجے کے نہیں پہنچ سکتا آپؐ نے فرمایا "المرء مع من أحبّ" معلوم ہوا کہ جو شخص اولیا وصلحاء سے دنیا میں محبت کرے گا آخرت میں اسے ان کی معیت نصیب ہوگی۔ "وله ما اكتسب" مطلب یہ ہے کہ انسان کا وہی عمل اس کے کام آئے گا جو اس نے دنیا میں کیے ہیں ہر ایک کو اپنے ہی کیے کا پھل ملے گا۔

۱۴۲- الرجل على دين خليله. خلیل اس جگری دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت دل میں رچی بسی

ہو، حدیث پاک میں یہی دلی دوستی مراد ہے نہ کہ ظاہرداری اور خوش اخلاقی، یعنی سچی اور دلی دوستی کرتے وقت انسان کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ اس کے عقائد ونظریات، عادات واطوار اور اعمال وکردار کیسے ہیں، پھر صالحیت اور تقوے کو دیکھ کر ہی دوست بنائے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ حریص کی ہم نشینی ومخالطت حرص کا ذریعہ بنتی ہے اور ظاہر کی ہم نشینی ومخالطت سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، کیوں کہ صحبت واختلاط کا اثر قبول کرنا اور اپنے ہم نشین ومصاحب کی مشابہت وپیروی اختیار کرنا انسانی طبیعت وجبلت کا خاصہ ہے

یہ مثل سچ ہے کہ ہوجاتا ہے صحبت کا اثر — آدمی کیا درودیوار بدل جاتے ہیں

۱۴۳- إذا أحب الرجل أخاه فليعلمه إيّاه. یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ جب مومن کو معلوم ہوگا کہ فلاں شخص مجھ سے دوستی اور محبت رکھتا ہے تو وہ بھی اس سے دوستی اور محبت رکھے گا اور دوستی کے حقوق ادا کرے گا نیز اس کے حق میں دعاگو اور خیرخواہ رہے گا۔

۱۴۴- مشکوٰۃ شریف میں إذا لقي الرجل کی جگہ إذا آخى الرجلُ الرجلَ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے مواخاۃ اور بھائی چارگی ودوستی قائم کرے تو اس کے بارے میں پوری خبر رکھ لے اس کی علت آپؐ نے خود بیان فرمادی ہے کہ اس سے محبت میں پائے داری اور استواری آتی ہے۔

مِنْ أَفْضَلِ أَبْوَابِ الْبِرِّ - ذِكْرُ اللّٰهِ

(١٤٥) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلوٰةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْداً وَّ عَلىٰ جُنُوْبِكُمْ. (نساء آیت ١٠٣)

(١٤٦) عَنْ أَبِي رَزِيْنٍؓ قَالَ: قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلىٰ مِلَاكِ هٰذَا الْأَمْرِ الَّذِيْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ؟ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ أَهْلِ الذِّكْرِ وَ إِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَ أَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَ أَبْغِضْ فِي اللّٰهِ. (مشكوٰة ص٤٢٧)

(١٤٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ.

(ترمذي ص٥٦ ج٢، مشكوٰة ٤٤١)

(١٤٨) عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: كُلُّ كَلَامِ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ. (ترمذي ص٦٤ ج٢، مشكوٰة ١٩٨)

بر کے افضل ترین ابواب میں سے ذکرِ خداوندی بھی ہے

ارشاد باری ہے۔ پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور لیٹ کر (ہر حال میں)

حضرت ابورزینؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس معاملے (دین) کی ایسی بنیادی چیز نہ بتادوں جس کے ذریعے تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرلو؟ تم اہلِ ذکر کی مجلسوں کے پابند ہوجاؤ، اور جب تم تنہائی میں ہو تو اپنی زبان کو جہاں تک ہوسکے ذکر اللہ میں مشغول رکھو، اللہ ہی کی خاطر محبت کرو اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دنیا ملعون ہے اور دنیا کی ساری چیزیں ملعون ہیں مگر اللہ کا ذکر اور جو چیز اس کی معین ہو یا عالم یا متعلم۔

حضرت ام حبیبہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کا ہر کلام اس کے حق میں ضرر رساں ہے، اس کے حق میں سودمند نہیں ہے مگر کسی بھلائی کا حکم دینا یا کسی برائی سے روکنا یا اللہ کا ذکر کرنا۔

لغات و ترکیب

مِلَاكٌ، مٹی، مِلَاكُ الْأَمْرِ، سہارا، سرمایۂ بقا۔ خَلَا يَخْلُوْ خَلْوَةً (ن) تنہائی میں ہونا۔ أَصَابَ يُصِيْبُ إِصَابَةً (إفعال) پہنچنا، پانا۔ وَالَى يُوَالِي مُوَالَاةً (مفاعلة) دوستی کرنا، مدد کرنا۔

قِيَامًا، قعودًا اور على جنوبكم تینوں "اذكروا" کی ضمیر سے حال واقع ہیں۔ على جنوبكم "مضطجعين" کے متعلق ہے۔ "عليك" اسم فعل بمعنی "الزم" بمجالس أهل الذكر اسی سے متعلق ہے۔ ما استطعت موصول صلہ مل کر "حرّك" کا مفعول ہے مَلْعُوْنٌ ما فِيهَا "ملعون" خبر مقدم، ما موصولہ "فيها" وَقَعَ سے متعلق ہوکر صلہ، موصول باصلہ مبتدا موخر۔ كلّ كلام بن آدم، مبتدا، عليه أي ضرره عليه۔ مبتدا خبر ہوکر خبر مبتدا اول۔ لا لَهٗ أي لا نَفْعَ له۔

تشریح ۱۴۵- فإذا قضيتم الصّلوٰة. آیتِ کریمہ میں ہر حال میں ذکر کی تاکید کی گئی ہے، ذکر اللہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے کوئی وقت اور کوئی مقدار خاص نہیں ہے، یہ تمام عبادات میں آسان ہے برخلاف دیگر عبادات کے مثلاً نماز، اس کے وقت اور تعداد دونوں متعین ہیں، روزے کے لیے بھی ایک خاص مہینہ اور ایک تعداد مقرر ہے، حج کے لیے خاص ایام خاص مقام اور خاص اعمال ہیں، زکوٰۃ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اور ایک متعین مقدار میں فرض ہے اور ذکر اللہ کے لیے کوئی شرط وقید نہیں۔

سورۂ نساء کی یہ آیت صلوٰۃ المسافر اور صلوٰۃ الخوف کے بعد مذکور ہے اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز (خوف) کو ادا کر چکو تو بدستور اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی یعنی ہر حال میں حتی کہ عین لڑائی کے وقت بھی اللہ کا ذکر جاری رکھو، دل سے بھی اور احکام شرعیہ کے اتباع سے بھی کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہے، غرض نماز تو ختم ہوئی مگر ذکر ختم نہیں ہوتا، سفر یا خوف کی وجہ سے نماز میں تو تخفیف ہوگئی تھی

لیکن ذکر اپنی حالت پر ہی ہے۔

تشریح

۱۴۶- الا أدلك على ملاك هذا الأمر. حدیث پاک میں ہے دنیا وآخرت کی بھلائی کا راز بیان کیا گیا ہے کہ وہ مجالس کر، تنہائی میں ذکر خداوندی میں رطب اللسان رہنا اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اسی کی خاطر دشمنی کرنا ہے۔ اوپر جیسا کہ بیان گذر چکا ہے کہ صحبت واختلاط کا اثر قبول کرنا انسانی جبلت وفطرت کا خاصہ ہے تو جب انسان اہل ذکر کی مجالس اور ان کی صحبتوں میں بیٹھے گا تو یہ بھی ضرور ذاکرین میں شامل ہوگا۔ اور تنہائیوں میں جب اللہ رب العزت کو یاد کرے گا تو اخلاص پیدا ہوگا اور ریا وسمعہ سے محفوظ رہے گا، نتیجتاً ایسے عبادت گذار کے دل میں خود بخود خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی پھر اس کے دل میں محبوب کے اولیا سے محبت اور دشمنوں سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور وہ "أحب في الله و أبغض في الله" کا مصداق بن جائے گا اور دنیا وآخرت کی بھلائی سے مالا مال ہوگا۔

۱۴۷- إن الدنيا ملعون وملعون ما فيها. دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں کی اللہ رب العزت کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں ہے یہ ساری چیزیں اللہ کی یاد سے دور رکھنے والی ہیں۔ ملعونیت سے مستثنیٰ چیز ذکر اللہ ہے اور جو چیز ذکر میں معاون ہو مثلاً بزرگوں کی صحبت، پسندیدہ اعمال واخلاق، رزق حلال وغیرہ۔ عالم اور متعلم بھی ملعونیت سے مستثنیٰ ہیں۔ یہاں "أو" بمعنی واو ہے۔ اِن کی صحبت سے بھی خدا کی یاد آتی ہے اِس لیے "وما والاه" کے تحت یہ بھی داخل ہیں لیکن تخصیص بعد التعمیم کے تحت انھیں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۴۸- كُلّ كلام بن آدم عليه. روایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہر بات اس کے حق میں ضرر رساں اور نقصان دہ ہو سکتی ہے سوائے ایسی باتوں کے جس میں نفع رسانی کا پہلو ہو یعنی بھلائی کی جانب رہنمائی اور برائی سے روک تھام۔ یا وہ کلام جس میں اپنا فائدہ ہو یعنی ذکر اللہ، خواہ کسی بھی شکل میں ہو اس لیے ایک مومن انسان کو انھیں چیزوں میں اپنی زبان کھولنی چاہیے اور لغویات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

وَمِنْ أَصْعَبِ أَبْوَابِ الْبِرِّ
كَسْبُ الْحَلَالِ وَطَلَبُ الطَّيِّبِ مِنَ الرِّزْقِ

(١٤٩) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً.

(المؤمنون آیت ١٥)

(١٥٠) وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. (سورة النساء پ ٤ آیت ٢٩)

(١٥١) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّباً، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ: يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً د اِنِّيْ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۝. وَقَالَ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، وَ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ اِلَى السَّمَآءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟.

(ترمذي ص۱۳۲ ج۲، مشكوٰة ص۲٤۱)

(۱۵۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ لَهُ اَتْرَكَ، وَ مَنِ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَ الْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهُ. (بخاري كتاب البيوع ص۲۷۵ ج۱، مشكوٰة ۲٤۱)

اور بر کے دشوار ترین ابواب میں سے حلال کمائی اور پاکیزہ رزق حاصل کرنا ہے

ارشاد باری ہے۔اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (عبادت) کرو میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔

اور فرمایا: اللہ رب العزت نے: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی ہی کو قبول فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے، چناں چہ فرمایا: اے رسولو! نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کی ہے اور آپؐ نے ایسے شخص کا تذکرہ کیا جو دور دراز کا سفر کرتا ہے دراں حالے کہ وہ پراگندہ حال اور غبار آلود ہے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے "یاربّ یاربّ" اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار۔ اور اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو اس کی پکار کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: حلال بالکل واضح ہے اور حرام بھی بالکل واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، سو جو شخص ایسی چیزوں کو چھوڑ دے جن میں گناہ کا احتمال ہے تو وہ کھلے ہوئے گناہ کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اور جو شخص اس چیز پر دلیری کرے گا جس میں گناہ کا احتمال ہے تو قریب ہے کہ وہ اس چیز میں اپنے آپ کو ڈال دے جو کھلا ہوا حرام ہے۔ اور ممنوعات اللہ کی چراگاہ ہیں، جو چراگاہ کے آس پاس چرے گا تو قریب ہے کہ وہ اس (چراگاہ) میں بھی پہنچ جائے۔

لغات وترکیب

تَرَاضیٰ یَتَرَاضیٰ تَرَاضِیًا (تفاعل) باہم رضامند ہونا۔ أَطَالَ الفِعْلَ یُطِیْلُ إِطَالَةً، کو لمبا کرنا۔ شَعِثَ یَشْعَثُ شَعْثًا (س) پراگندہ ہونا۔ غَبِرَ یَغْبَرُ غَبَرًا (س) غبار آلود ہونا۔ غذا یغذو غَذْوًا (ن) بالطعام، خوراک دینا۔ اسْتَجَابَ یَسْتَجِیْبُ إِسْتِجَابَةً (استفعال) کسی کی پکار کو سن کر لبیک کہنا۔ إِسْتَبَانَ یَسْتَبِیْنُ إِسْتِبَانَةً (استفعال) ظاہر ہونا۔ إِجْتَرَأَ عَلیٰ أَمْرٍ یَجْتَرِئُ اِجْتِرَاءً (افتعال) کسی کام پر دلیری کرنا۔ حِمیٰ، وہ چراگاہ کہ جس میں دوسروں کے جانور چرانے کی ممانعت ہو۔ رَتَعَ یَرْتَعُ رَتْعًا (ف) الدوابّ، چرانا۔

"یطیل السفر" ترکیب میں "الرجل" کی صفت واقع ہے اور جملے کا معرفہ کی صفت ہونا اس لیے ہے کہ یہ معرفہ نکرہ کے درجے میں ہے اور یہ وہ الف لام ہے جس سے کسی فرد معین پر دلالت نہیں ہوتی ہے۔ جیسے "ولقد امرّ علی اللّئیم یسبّني" أشعث و أغبر، دونوں حال مترادفہ ہیں، اسی طریقے سے یمدّ یدیه کا جملہ بھی حال ہے، یاربّ یاربّ "یقول" فعل محذوف کا مقولہ ہے، أنّی بمعنی کیف ہے۔ من ترك ما شبّه من الاثم مبتدا متضمن معنی شرط ہے اور کان أترك لما استبان له جزا۔

تشریح

۱۴۹- آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے اپنے وقت میں دو ہدایات دی ہیں، ایک یہ کہ کھانا حلال اور پاکیزہ کھاؤ دوسرے یہ کہ عمل صالح کرو، اور جب یہ خطاب انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے جن کو اللہ رب العزت نے معصوم بنایا ہے تو ان کی امت کے لوگوں کے لیے یہ حکم زیادہ قابل اعتماد ہے اور اصل مقصود بھی امتیوں ہی کو اس حکم پر چلانا ہے۔

حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ ان دونوں حکموں کو ایک ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے، جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بہ خود ہونے لگتی ہے اور غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہے۔

(معارف القرآن جلد ۷ ص ۳۱۵-۳۱۶، از: مفتی شفیع صاحبؒ)

۱۵۰- لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. آیت کریمہ میں "لاتاکلوا" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں "مت کھاؤ" مگر عام محاورے کے اعتبار سے اس کے معنی ہیں کہ دوسرے کے مال میں ناحق طور پر تصرف مت کرو خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور جمہور صحابہ کے نزدیک لفظ "باطل" ان تمام صورتوں پر حاوی ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں جس میں چوری، ڈاکہ، غصب، خیانت، رشوت، سود، قمار اور تمام معاملات فاسدہ داخل ہیں۔ (بحر محیط)

دوسرے جملے میں جائز طریقوں کو حرمت سے مستثنیٰ کردیا ہے یعنی وہ مال حرام نہیں جو بذریعۂ تجارت باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو۔ جائز طریقے اگرچہ تجارت کے علاوہ اور بھی ہیں، مثلاً عاریت، ہبہ،

صدقہ، میراث لیکن عام طور پر ایک شخص کا مال دوسرے کے تصرف میں آنے کی معروف وجاری صورت تجارت ہی ہے۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کسبِ معاش کے ذرائع میں تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعۂ معاش ہے۔ (معارف القرآن جلد دوم ص: ۳۷۷-۳۷۸)

۱۵۱- ذکر الرجل يطيل السفر. حدیث پاک کے مضمون سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حلال غذا کا قبولیت دعا میں بڑا دخل ہے، ایک شخص طویل سفر کرتا ہے، پراگندہ بال غبار آلود ہے مگر اس کا کھانا پینا حرام ہے اور حرام مال سے اس کی پرورش ہوئی ہے ایسی حالت میں اس کی دعا قبول نہیں ہوتی حالاں کہ مسافر کی دعا کی قبولیت کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے اس لیے کم از کم اتنے حرام سے تو ضرور بچنا چاہیے جو فتوے کی رو سے حرام ہو۔

ذکر الرجل میں "الرجل" مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے، بعض نسخوں میں مرفوع ہے اس صورت میں مبتدا اور مابعد خبر ہوگا۔ اور أنّى يستجاب لذلك" میں "ذلك" سے اشارہ یا تو "الرجل" کی طرف ہے تو لام صلہ کا ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ اِس شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی، اور اگر اشارہ مطعم ومشرب کی ہے تو لام تعلیل کے لیے ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ اِس حرام مال کی وجہ سے اور اِس کے ہوتے ہوئے کیسے دعا قبول ہوسکتی ہے۔

۱۵۲- عن النعمان بن بشيرؓ. حدیث پاک کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اکثر احکام کی حلت وحرمت بالکل واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے اور اس جیسے احکام پر عمل کرنا تو ہر شخص کا فرض ہے البتہ بعض احکام ایسے ہیں جو بالکل واضح نہیں ہیں من وجہ حلال کے مشابہ ہیں اور من وجہ حرام کے، اکثر لوگوں کو اس میں شبہ واقع ہوتا ہے ہاں جو صاحب علم وفہم ہیں، انھیں اِن احکام میں بھی اشتباہ نہیں، شریعت کا یہی حصہ محلِ امتحان ہے۔ اب جن حضرات کے لیے اپنے علم وتحقیق اور فہم وبصیرت کی وجہ سے یہ احکام بھی مشتبہ نہیں وہ اپنی تحقیق پر عمل کریں اور جن کے لیے مشتبہ ہیں انھیں چاہیے کہ ان سے اجتناب کریں اگر اپنی ہمت سے اِن مشتبہات سے بچ گئے تو جن کا حرام ہونا بالکل واضح ہے ان سے بچنا اور آسان ہو جائے گا، اور اگر خواہشات نفسانی میں گرفتار ہو کر ان مشتبہات میں پڑ گئے اور گناہ کے مرتکب ہو گئے تو پھر حرام کاموں میں ملوث ہونے کے سلسلے میں اپنے آپ پر قابو نہ پاسکیں گے۔ اسی لیے علما نے فرمایا ہے کہ مشتبہ امور میں مناسب ہے کہ بیان آنے اور معاملے کے واضح ہونے تک توقف کریں، یا اس کو چھوڑ دیں۔

علامہ خطابی علیہ الرحمہ نے حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس چیز کے بارے میں اپنے مملوک ہونے کا یقین ہو وہ حلال بین ہے اور جس کے غیر مملوک ہونے کا یقین ہو وہ حرام بین ہے اور جس چیز کے متعلق معلوم نہ ہو کہ یہ اپنی ہی مملوک ہے یا غیر کی وہی مشتبہ ہے اور اسی سے اجتناب کا نام ورع اور تقویٰ ہے۔ (عینی ج ۵ ص ۳۹۸، بذل المجہود ج ۳ ص ۲۳۸)

(۱۵۳) وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئاً أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ. (بخاري شريف ج١ ص٢٧٥)

(١٥٤) عَنْ قَيْسِ بْنِ غَرْزَةَؓ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ نَحْنُ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ فَقَالَ: يَا مَعَاشِرَ التُّجَّارِ إِنَّ الشَّيْطٰنَ وَ الْإِثْمَ يَحْضُرَانِ الْبَيْعَ فَشُوْبُوْا بَيْعَكُمْ بِالصَّدَقَةِ. (ترمذي ص١٤٥ ج٢، مشكوٰة ص٢٤٣)

(١٥٥) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ.

(ترمذي ص١٤٥ ج٢، مشكوٰة ص٢٤٣)

(١٥٦) عَنْ رِفَاعَةَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّاراً إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَ بَرَّ وَ صَدَقَ.

(ترمذي ص١٤٥ ج٢، مشكوٰة ص٢٤٤)

(١٥٧) عَنْ صَخْرٍ بِالْغَامِدِيِّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلاً تَاجِرًا وَ كَانَ إِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَ أَوَّلَ النَّهَارِ فَأَثْرٰى وَ كَثُرَ مَالُهٗ. (ترمذي ص١٤٥ ج١، مشكوٰة ص٣٣٩)

ترجمہ حضرت حسان بن ابی سنانؒ کا قول ہے کہ: مجھے پرہیزگاری سے زیادہ آسان کوئی چیز معلوم نہ ہوئی، جو چیز تم کو تردد میں مبتلا کرے اس کو چھوڑ دو اور ایسی چیز کو اختیار کرلو جس میں تمہیں تردد نہ ہو۔

حضرت قیس بن ابی غرزہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہمیں "سماسرہ" کے نام سے موسوم کیا جارہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: اے تجار کی جماعت! بے شک شیطان اور گناہ دونوں خرید وفروخت میں آجاتے ہیں، لہٰذا تم اپنی تجارت کے ساتھ صدقے کو ملالو۔

حضرت ابوسعیدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سچا امانت دار تاجر (آخرت میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حضرت رفاعہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تاجر لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اس حال میں کہ وہ نافرمان (لوگوں میں شامل) ہوں گے مگر جو اللہ سے ڈریں، نیکی اختیار کریں اور سچ بولیں (وہ نافرمانوں میں شامل نہیں ہوں گے)

حضرت صخر غامدیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے لیے اس کے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما، اور حضرت صخر ایک تاجر آدمی تھے، وہ جب اپنے تاجروں کو بھیجتے تو صبح ہی کے وقت بھیجتے تھے، چناں چہ وہ مال دار ہوگئے اور ان کے مال میں اضافہ ہوگیا۔

لغات وترکیب

هانَ الأمر يَهُوْنُ هَوْناً (ن) آسان ہونا۔ وَرِعَ يَوْرَعُ وَرَعاً (س) پرہیزگار رہنا، گناہوں سے

بچنا۔ أَرَابَ يُرِيبُ إِرَابَةً (إفعال) شک میں ڈالنا۔ سَمَاسِرَةٌ: واحد سِمْسَارٌ، دلال۔ شَابَ يَشُوبُ شَوْبًا (ن) ملانا۔ بَكَرَ يَبْكُرُ بُكُوْرًا (ن) صبح کے وقت آنا، بُكْرَةٌ، صبح کا وقت۔ أَثْرىٰ إثراءً، صاحب ثروت ہونا۔

دع ما يريبك إلى ما لا يريبك۔ "دع" فعل بافاعل، ما موصولہ "يريبك" صلہ، موصول باصلہ مفعول بہ، إلى جارہ، ما موصولہ "لا يريبك" صلہ، موصول مجرور شدہ متعلق بہ "انتقل" جملہ انشائیہ۔ "السماسرة" نسمى کا مفعول واقع ہے۔ "فُجَارًا" يُبْعَثُونَ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ إذا بعث تجارہ شرط ہے بعث أول النهار جزا ہے۔

تشریح

۱۵۳- حضرت حسان بن ابی سنانؒ فرماتے ہیں کہ سب سے آسان چیز پرہیزگاری ہے جس میں صرف یہ کرنا ہے کہ جس چیز کے متعلق تمہارے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوا سے چھوڑ دو اور جس چیز کے سلسلے میں دل مطمئن ہو اسے اختیار کرلو، کیوں کہ مومن کے دل کا کسی چیز کی تئیں شبے میں پڑنا اس کے باطل ہونے کو بتلاتا ہے یا باطل کا خیال پیدا کرتا ہے اور کسی چیز کے تئیں مطمئن ہونا اس کے حق ہونے کو بتلاتا ہے اور یہی کسی چیز کے حسن اور قبیح ہونے کی دلیل ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

۱۵۴- نحن نسمى السماسرة۔ روایت مذکورہ میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ آپؐ کے زمانے میں تاجر کو سمسار اور پوری جماعت کو "سماسرہ" کہا جاتا تھا تو آپؐ نے اس سے بہتر نام سے پکارا اور فرمایا "يا معاشر التجار" اے تاجروں کی جماعتو۔ اس لیے کہ "سمسار" اُس شخص کو کہتے ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ اور تابع ہو۔ برخلاف تاجر کے کہ وہ اصل اور مالک ہوتا ہے نیز یہ کہ "سمسار" بسا اوقات امانت و دیانت سے بھی ہٹ جاتا ہے، گرچہ اس زمانے کے تاجروں میں یہ بات نہیں تھی، نیز یہ کہ یہ نام (تجار) قرآن کریم میں متعدد مقامات مدح میں اللہ رب العزت نے ذکر کیا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ آپ نے انھیں صدقے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: اس سے شیطان اور گناہ سے حفاظت رہے گی، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے "الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار"

۱۵۵- التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين۔ حدیث پاک میں تاجروں کے لیے خوش خبری ہے کہ ان کا حشر انبیا، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا بشرطے کہ وہ راست گو اور دیانت دار ہوں اور تجارت کسی بھی چیز کی کریں حرام مال کو چھوڑ کر۔

۱۵۶- إن التجار يبعثون۔ اِس روایت میں ان تاجروں کے لیے وعید ہے جو اپنی تجارت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ نہیں رکھتے کہ ان کا حشر فساق و فجار کے ساتھ ہوگا اور ان تاجروں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے جن کے دل میں خدا کا خوف ہو اور صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہوں معاملات میں راست گوئی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہوں۔

۱۵۷- اللهم بارك لأمتي في بكورها۔ سرکار دوعالمؐ نے اپنی امت کے لیے صبح کے اوقات

میں برکت کی دعا فرمائی ہے، خود آپ کا بھی یہی معمول تھا کہ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو صبح ہی کے وقت کا انتخاب فرماتے، حضرت صخر غامدیؓ اسی وقت اپنے تاجروں کو بھیجتے تھے، آپ کی دعا کی قبولیت کا مشاہدہ ہوا کہ تجارت میں ایسی برکت ہوئی کہ مال دار ہو گئے۔

(۱۵۸) عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍؓ قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَ مَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَاوَمَنَا السَّرَاوِيْلَ، وَعِنْدِي وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ لِوَزَّانٍ: زِنْ وَ أَرْجِحْ.
(ترمذي ص۱۵۶ ج۱، مشكوٰة ۲۵۳)

وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: خِيَارُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.
(بخاري ص۳۲۲ ج۱، مشكوٰة ص۲۵۱)

(۱۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهٗ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّ عَرْشِهٖ.
(ترمذي ص۱۵۶ ج۱، مشكوٰة ص۲۵۱)

(۱۶۱) عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُهٗ عَنِ الْمُوْسِرِ وَ أُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغَفَرَ لَهٗ.
(بخاري ص۳۲۲ ج۱، مشكوٰة ص۲۴۳)

(۱۶۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَ إِذَا اشْتَرٰى وَ إِذَا اقْتَضٰى.
(بخاري ص۲۷۸ ج۱، مشكوٰة ص۲۴۳)

ترجمہ حضرت سوید بن قیسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور مخرفہ عبدی ہجر سے کتان کا کپڑا لائے تو ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم سے پائجامے کے بارے میں بھاؤ تاؤ کیا اور ہمارے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت پر وزن کرتا تھا تو نبی کریمؐ نے وزّان سے فرمایا تو لو اور جھکا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ادائے گی میں سب سے بہتر ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنے عرش کے سایے تلے جگہ عطا فرمائیں گے جس دن اس کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص کا

انتقال ہو گیا تو اس سے پوچھا گیا تم کیا کرتے تھے تو اس نے کہا لوگوں سے بیع کا معاملہ کرتا تھا، تو مال دار سے چشم پوشی کر دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سخی شخص پر رحم فرمائے جب بیچے اور جب خریدے اور جب تقاضا کرے۔

لغات وترکیب

بَزٌّ: ج بُزُوْزٌ، کتان یا روئی کے کپڑے۔ هَجَر مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ سَرَاوِيْلُ: واحد سِرْوَالٌ، پاجامہ۔ سَاوَمَ يُسَاوِمُ مُسَاوَمَةً (مفاعلة) بھاؤ تاؤ کرنا۔ أرجح الميزان يرجع إرجاحاً (إفعال) ترازو کو جھکانا۔ أَنْظَرَ يُنْظِرُ إِنْظَاراً (إفعال) مہلت دینا۔ تَجَوَّزَ عَنْ أَحَدٍ يَتَجَوَّزُ تَجَوُّزاً (تفعل) کسی سے چشم پوشی کرنا۔ سَمْحٌ: ج سِمَاحٌ، فیاض، سخی۔ سَمَحَ يَسْمَحُ سَمْحاً (ف) بخشش کرنا۔

جلبت أنا و مخرفة العبدي۔ "مخرفة العبدي" کا عطف "جلبت کی ضمیر متصل پر ہے اور منفصل سے تاکید لانے کی وجہ سے عطف صحیح ہے۔ من أنظر معسراً جملہ با معطوف مبتدا متضمن معنی شرط، أظله الله خبر، متضمن معنی جزا۔ إذا باع و إذا اشترى یہاں "إذا" ظرفیہ ہے۔

تشریح ۱۵۸- جبلت أنا و مخرفة العبدي۔ روایت مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپؐ نے پاجامے کے سلسلے میں بھاؤ تاؤ کیا اور خریدا بھی، رہا یہ کہ آپؐ نے اسے استعمال بھی کیا یا نہیں؟ اس میں دونوں طرح کے قول ہیں بعض کا خیال ہے کہ جب خریدا تو پہنا بھی ہوگا۔ جب کہ دوسرے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خریدا تو ضرور، مگر پہنا نہیں اور کسی صحیح روایت سے پہننے کا ثبوت بھی نہیں ملتا، ہاں حضرات صحابۂ کرامؓ سے پہننے کا ثبوت ملتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرے پاس وزّان تھا جو اجرت کے ساتھ دراہم و دنانیر وزن کرتا تھا، آپؐ نے اس سے فرمایا: وزن کرو اور جھکا دو۔ معلوم ہوا کہ وزن پر اجرت لینا جائز ہے نیز یہ کہ ادائے گی ثمن میں اگر قدرے زیادتی کر دی جائے تو یہ حسنِ ادا اور سخاوت کی دلیل ہے، بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ارجاح کا یہ حکم بائع کے افلاس کی وجہ سے تھا۔

۱۵۹- خيارکم أحاسنکم قضاء۔ اس روایت میں بھی حسنِ ادا کی تاکید ہے فرمایا: بہتر وہی ہے جو ادائگی میں عمدہ طریقے اپنائے۔ حسنِ ادا کی ایک شکل یہ ہے کہ ٹال مٹول نہ کرے اور دوسری شکل یہ ہے کہ ادائگی کے وقت قدرے اضافہ کر کے دے۔

۱۶۰- من أنظر معسراً۔ روایت مذکورہ میں تنگ دست کو مہلت دینے اور معاف کر دینے کی ترغیب ہے فرمایا کہ جو شخص ایسا کرے گا اسے قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ اظلال کی وضاحت حدیث نمبر ۱۴۷ کے تحت تفصیل سے گذر چکی۔

۱۶۱- مات رجلٌ فقيل له. روایت مذکورہ میں معاملات میں مسامحت اور نرمی کی تاکید اور اس پر اللہ رب العزت کے خصوصی رحم وکرم کا ذکر ہے کہ اِس عمل کی بنیاد پر اللہ رب العزت نے مغفرت فرمادی، روایت میں مذکورہ الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سوال مرنے کے بعد ہوا جب کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "أتاه الملك ليقبض روحه فقيل له" جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال قبض روح سے پہلے کا ہے اور محشی نے مختلف احتمال ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سائل کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ فرشتے ہوں اور یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ وہ لوگ ہوں جو اس کے پاس موجود رہے ہوں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سوال موت کے بعد قبر میں ملائکۂ عذاب اور ملائکۂ رحمت کے تنازع کے وقت ہوا، واللہ اعلم (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۲۴۲)

۱۶۲- رحم الله رجلاً سمحاً. روایت میں سرکار دوعالمؐ نے ان لوگوں کے حق میں رحم کی دعا فرمائی ہے جو معاملات میں نرمی برتیں، یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان آخرت میں بھی اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اور دنیا میں بھی اس کے کاروبار میں ترقی ہوتی ہے بلکہ یہ تجارت کے بنیادی اصول میں سے ہے۔

(١٦٣) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ عَلىٰ صُبْرَةٍ مِنْ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً، فَقَالَ يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ! مَا هٰذَا؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ قَالَ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا.

(ترمذي ص١٥٧ج١، مشكوة ص٢٤٨)

(١٦٤) عَنْ أَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِناً أَوْ مَكَرَ بِهِ. (ترمذي ص١٦ج٢، مشكوة ص٤٢٨)

(١٦٥) عَنْ أَبِيْ صِرْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهِ وَ مَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

(ترمذي ص١٦ج١، مشكوة ص٢٤٩)

(١٦٦) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيْلاً. (بني اسراء يل آيت٣٤)

(١٦٧) قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ○ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ○ وَ إِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ○ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ○ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (سورة التطفيف)

(١٦٨) عَنِ الْمِقْدَامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَيْراً مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاؤُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. (بخاري ص٢٧٨ج١، مشكوة ص٢٤١)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے ہوا اور آپؐ نے اپنا دست مبارک اس کے اندر داخل فرمایا تو آپؐ کی انگلیاں تر ہوگئیں تو آپؐ نے فرمایا: اے غلے والے! یہ کیا ہے؟ عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کو بارش پہنچ گئی تھی، آپؐ نے فرمایا: تو نے اس کو غلے کے اوپر کیوں نہ کر دیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، پھر فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ فریب کرے۔

حضرت ابوصرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (کسی مومن کو) نقصان پہنچائے اللہ تعالی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو مشقت میں ڈالے اللہ تعالی اس پر مشقت ڈالے گا۔

ارشاد باری ہے: اور جب ناپ تول کرو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تولو، یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

اللہ عز وجل نے فرمایا: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے کہ وہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

حضرت مقدامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا: کسی نے کبھی بھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کھاتے تھے۔

لغات وترکیب

صُبْرَۃٌ : ج صِبَارٌ، غلے کا ڈھیر۔ غَشَّ يَغُشُّ غِشًّا (ن) دھوکہ دینا۔ ضَارَّ يُضَارُّ مُضَارَّةً (مفاعلة) نقصان پہنچانا۔ طَفَّفَ تَطْفِيْفًا (تفعيل) حق میں کمی کرنا۔ أَوفىَ الْكَيْلَ يوفي إِيْفَاءً (إفعال) پورا پورا ناپنا۔ قِسطَاسٌ، ترازو۔ اِكْتَالَ يَكْتَالُ اكْتِيَالًا (افتعال) ناپ کرلینا۔

أفلا جعلته فوق الطعام، ہمزہ برائے استفہام ہے، فا عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے "أي سترت البلل فلا جعلته فوق الطعام" مَلْعُوْنٌ، خبر مقدم ہے اور "مَنْ ضَارَّ مؤمِناً أو مكر به" جملہ موصول باصلہ مبتدا مؤخر۔ إذا كِلتُم میں إذا ظرف ہے أي وقت كيلكم۔ ألا يظُنُّ أولئك میں "أولئك" يظن کا فاعل ہے "إنهم مبعوثون ليوم عظيم" جملہ "يظن" کے دومفعولوں کے قائم مقام ہے۔

تشریح ۱۶۳- مرّ على صبرة من طعام. روایت کا مطلب یہ ہے کہ تاجر کو دیانت داری سے کام لینا چاہیے اگر مبیع میں کوئی عیب ہے اس میں کسی قسم کی شکایت ہے تو اسے پوشیدہ رکھنے کے بجائے گاہکوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہیے، فریب دہی سے کام نہیں لینا چاہیے، آپؐ نے ایسا

کرنے والوں کے لیے سخت جملہ فرمایا "من غش فلیس منا" اس لیے کہ یہ حرکت بہت ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ اس سے جہاں خریدار کو نقصان ہوتا ہے وہیں خود تاجر کی بھی شبیہ خراب ہوتی ہے۔

۱۶۴- ملعونٌ من ضارّ مؤمناً. روایت میں سخت وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو مومنین کے درپۂ آزار رہتے ہیں، یہ ایذا رسانی خواہ جانی ہو یا مالی، دنیوی ہو یا اخروی سب کو عام ہے ایسا شخص اپنی نازیبا حرکت کی وجہ سے رحمت کے بجائے لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

۱۶۵- من ضارّ ضارّ الله به. اس روایت کا مطلب بھی تقریباً وہی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دوسروں کو ضرر پہنچانے والا یہ خیال نہ کرے کہ اس کا وبال اس پر نہیں آئے گا؛ بل کہ اللہ رب العزت اس کا مزہ چکھائیں گے خواہ وہ ضرر پہنچائے یا کسی کو مشقت میں ڈالے۔

۱۶۶- أوفوا الكيل إذا كلتم. آیت کریمہ میں ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم اور لوگوں کی حق تلفی سے روکا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی اور بہتری کا وعدہ ہے۔

۱۶۷- ويلٌ للمطففين الذين اذا اكتالوا. اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو ناپ تول میں عدل سے کام نہیں لیتے، لوگوں سے اپنا حق تو پورا لیتے ہیں اور دوسروں کو ان کا پورا حق نہیں دیتے، ہر چند کہ لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں ہے مگر اس کے ذکر کرنے کا مقصد خود اس پر مذمت کرنا نہیں؛ بل کہ کم دینے پر مذمت کی تاکید اور تقویت ہے، یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہٖ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر دوسروں کی ذرا بھی رعایت نہ کی جائے تو یہ اور زیادہ مذموم ہے، اور چوں کہ اصل مقصود کم دینے کی مذمت ہے اس لیے ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تاکہ خوب تصریح ہو جائے اور پورا لینا فی نفسہٖ مذمت کا مدار نہیں اس لیے وہاں ناپ اور تول دونوں کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایک ہی کا ذکر کیا، پھر کیل کی تخصیص شاید اس لیے ہو کہ عرب میں زیادہ دستور کیل کا تھا۔

یہاں مختصراً یہ واضح رہے کہ تطفیف صرف ناپ تول ہی میں نہیں بل کہ حق دار کو اس کے حق سے کم دینا کسی بھی چیز میں ہو تطفیف میں داخل ہے۔ مثلاً یہ کہ استاذ شاگرد کا حق ادا نہ کرے اور شاگرد استاذ کا حق پورا نہ کرے، مزدور مالک کا حق پورا نہ کرے یا مالک مزدور کا حق ادا نہ کرے وغیرہ۔

۱۶۸- عن المقدام عن النبيؐ قال. روایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی سب سے پاکیزہ نفیس اور حلال کمائی اس کی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کے بجائے انسان کو گذران کی ایسی راہ نکالنی چاہیے کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو، حضرت داؤد علیہ السلام نبی اور بادشاہ ہونے کے باوجود زرہ سازی کا عمل کرتے اور اسی کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(۱۶۹) عَنْ أَنسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعاً فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. (بخاري ص۳۱۲ ج۱، مشكوة ص۱۶۸)

(۱۷۰) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعاً إِذَا كَانَتْ لِأَحَدِنَا أَرْضٌ أَنْ يُعْطِيَهَا بِبَعْضِ خِرَاجِهَا وَ بِدَرَاهِمَ، وَقَالَ: إِذَا كَانَتْ لِأَحَدِكُمْ أَرْضٌ فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ أَوْ لِيَزْرَعْهَا وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ وَلٰكِنْ أَمَرَ أَنْ يَرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ. (ترمذي ص۱۱٦ج۱، مشكوٰة ص۳۱۵ج۱)

(۱۷۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهٗ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ. (بخاري ص۱۹۹ج۱، مشكوٰة ص۱٦۲عن الزبير بن العوام باختلاف)

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ، کوئی انسان یا کوئی جانور کھالیتا ہے تو اس میں اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے کام سے منع فرمایا جو ہمارے لیے مفید تھا، یعنی اگر ہم میں سے کسی کے پاس زمین ہوتو وہ اس کی پیداوار کے کچھ حصے یا کچھ دراہم پر دے دے، اور فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے پاس کچھ زمین ہوتو وہ اپنے بھائی کو بطور عطیہ دے یا خود اس میں کھیتی کرے، اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا ہے؛ بل کہ آپؐ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ یہ کہ تم میں سے ایک شخص اپنی رسی لے، پھر اپنی پشت پر لکڑیاں لاد کر لائے اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے مانگے وہ اس کو دے یا اس کو منع کردے۔

لغات وترکیب

غَرَسَ يَغْرِسُ غَرْساً (ض) درخت لگانا۔ خَرَاجٌ: ج أَخْرَاجٌ، زمین کا محصول، پیداوار۔ مَنَحَ يَمْنَحُ مَنْحاً (ف) دینا، عطا کرنا۔ رَفُقَ يَرْفُقُ رِفْقاً (ک) نرمی کا برتاو کرنا۔ حَبْلٌ: ج حِبَالٌ، رسی۔ اِحْتَطَبَ اِحْتِطَاباً (افتعال) لکڑیاں چننا۔ ظَهْرٌ: ج أَظْهُرٌ، پشت۔

مامن مسلم يغرس غرساً "ما" مشابہ بہ لیس ہے۔ "من" زائدہ ہے "یغرس" پورا جملہ خبر ہے۔ كَانَ لَنَا نَافِعاً "أمر" کی صفت ہوکر مجرور، متعلق بہ "نهانا"۔ إذا كانت لأحدنا أرض، "لأحدنا" کانت کی خبر ہے اور "أرض" اسم موخر ہے۔ لأن ياخذ أحدكم حبله، معطوف علیہ،

فيحتطب على ظهره، معطوف، معطوف علیہ با معطوف بتاویل مفرد مبتدا، خیرٌ الخ خبر۔

تشریح ۱۶۹- ما من مسلم يغرس غرساً. روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے درخت کے پھل یا اس کی کھیتی میں سے اگر کوئی انسان یا چرند و پرند کسی بھی طریقے سے کچھ لیتے ہیں تو مالک کو وہی ثواب ملتا ہے جو راہِ خدا میں صدقہ وخیرات کا ہوتا ہے۔ اس ارشادِ گرامی میں مالک کے لیے تسلی ہے کہ وہ ایسے موقع پر صبر کرے اس کے نقصان کا بدلہ اس کو آخرت میں ملے گا۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اعمال کا ثواب تو نیت پر موقوف ہے اور صورت مذکورہ میں تو مالک کی طرف سے نیت پائی نہیں گئی ہے تو پھر ثواب کیسے ملے گا؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کاشت کار و کسان جب کھیت میں بیج ڈالتا ہے یا درخت کا کوئی پودا لگاتا ہے تو اس کے پیش نظر کسی فرد کی تخصیص کے بغیر مطلقاً نوعِ انسانی وحیوانی کی ضروریات کی تکمیل مقصود ہوتی ہے اور حصولِ ثواب کے لیے اجمالی نیت کافی ہے یہ الگ بات ہے کہ جو شخص ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھائے گا وہ اپنے جرم کی سزا پائے گا مگر اس کی وجہ سے مالک کے ثواب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۷۰- نهانا رسول اللّٰہ عن أمرٍ كان لنا نافعاً. حدیث شریف میں ایک اہم مسئلے (مزارعت) کا بیان کیا گیا ہے۔ مزارعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مالک اپنی زمین دوسرے کو کھیتی کرنے کے لیے دے دے اور پیداوار میں دونوں شریک ہوں، اسی کے قریب قریب مساقات ہے کہ ایک شخص اپنا باغ دوسرے کے حوالے کردے کہ وہی دیکھ ریکھ کرے اور پھلوں کا ایک معین حصہ (ربع، ثلث، نصف) مالک کو بھی دے دیا کرے۔ مذکورہ روایت سے مزارعت کی ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ جس کے پاس زمین ہو وہ اپنے بھائی کو بطور عطیہ دے دے، یا خود کاشت کرے۔ اور بعض روایتوں سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، خود اسی روایت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مزارعت کو حرام قرار نہیں دیا؛ بل کہ آپ کا مقصد اپنے بھائیوں کے ساتھ ایثار و ہمدردی کی تاکید ہے۔ روایتوں کے اختلاف کی بنا پر ائمۂ کرام کے درمیان بھی اس مسئلے میں اختلاف ہے، چناں چہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ مزارعت ومساقات دونوں کو ناجائز قرار دیتے ہیں، جب کہ حضرات صاحبین علیہما الرحمہ اور امام احمدؒ اور بہت سے دیگر ائمہ جواز کے قائل ہیں اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے مساقات کے تابع کر کے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔ احناف کے یہاں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

ممانعت والی احادیث کی تاویل دو طریقے سے کی گئی ہے ایک تاویل تو وہی ہے جو حضرت ابن عباسؓ کی گذری، دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ ممانعت کا یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مخصوص مقدار طے کر لی جائے مثلاً کل پیداوار میں سے ایک کوئنٹل یا زمین کے خاص حصے کی پیداوار فلاں کے لیے ہے۔ یا یہ فلاں فلاں درخت کا پھل مالک کے لیے ہے اور بقیہ کا دوسرے کے لیے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص: ۲۵۷)

۱۷۱- لأن يأخذ أحدكم حبله. حدیث پاک میں دست سوال دراز کرنے کی ذلت کو بیان

فرمایا گیا ہے کہ محنت مزدوری کرکے کھانا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے بہتر ہے، نیز یہ کہ محنت کے ذریعے رزق کا ملنا یقینی ہے اور مانگنے میں محرومی کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لیے ذلتِ سوال سے بچنا چاہیے اور عزت اکتساب حاصل کرنا چاہیے۔

وَمِنْ أَبْوَابِ الْبِرِّ حِفَاظَةُ النَّفْسِ وَ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَ الدِّفَاعُ عَنْهُمْ

(١٧٢) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ (بقرہ آیت ١٩٠)

(١٧٣) وَقَالَ تَعَالىٰ: وَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ○ وَ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ أَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ط إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ○ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ○ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ○.

(سورۃ شوریٰ آیت ٣٩ تا ٤٣)

(١٧٤) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ.

(١٧٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَ الرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهٖ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَ الْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَ هِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَ الْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

(بخاري ص٣٤٧ ج١، مشكوة ص٣٢٠)

(١٧٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ مَالِهٖ شَهِيْدٌ.

(بخاري ص٣٣٧ ج١، مشكوة ص٣٠٥)

(١٧٧) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

(ترمذي ص١٧٠ ج١، مشكوة ص٣٠٦)

(۱۷۸) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(ترمذي ص۱۵ ج۲، مشكوٰة ص٤٢٤)

اور بر کے ابواب میں سے جان، اہل وعیال اور مال کی حفاظت اور ان سے دفاع بھی ہے

ارشاد باری ہے: اور تم ان لوگوں سے راہِ خدا میں جہاد کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ رب العزت زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور اللہ رب العزت نے فرمایا: اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے پھر جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے، واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اور جو اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں، الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے، اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے، یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اور اللہ رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بری بات ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا، اور امام نگراں ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، اور (ہر) شخص اپنے گھر والوں کا نگراں ہے اُس سے اُس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے، اُس سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا، خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اُس سے اُس کی نگرانی کا سوال ہوگا۔ سو تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی نگرانی کے متعلق باز پرس ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔

حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے تو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت میں مار دیا جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے تو وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مار دیا جائے تو وہ بھی شہید ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی آبرو کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے آگ کو دور فرمائیں گے۔

لغات وترکیب

دَافَعَ عَنْ أحدٍ يُدَافِعُ مُدَافَعَةً (مفاعلة) کسی کی جانب سے دفاع کرنا۔ اِعْتَدَیٰ يَعْتَدِي اِعْتِدَاءً (افتعال) حد سے تجاوز کرنا۔ اِنْتَصَرَ يَنْتَصِرُ اِنْتِصَاراً (افتعال) بدلہ لینا۔ جَهَرَ بِأمرٍ يَجْهَرُ جَهْراً (ف) کسی بات کو ظاہر کرنا۔

الذين يقاتلونكم، موصول صلہ مل کر "قاتلوا" کا مفعول ہے "في سبيل اللّٰهِ" قاتلوا ہی سے متعلق ہے۔ والّذين إذا أصابهم البغي، میں "إذا" ظرفیہ ہے۔ الذين، مبتدا اول ہے، "هم" مبتدا ثانی "ينتصرون" خبر، جملہ خبر مبتدا اول "منِ عفا وأصلح" متضمن معنی شرط "فأجره على اللّٰهِ" متضمن معنی جزا۔ فالإمام راعٍ و مَسْؤولٌ عن رعيته. الإمام مبتدا راعٍ خبر، "هو" مبتدا محذوف "مَسْؤولٌ" خبر۔ "دون" قُتِلَ کا ظرف ہے اور تمام جملے شرط و جزا سے مرکب ہیں۔

تشریح ۱۷۲- وقاتلوا في سبيل اللّٰهِ. آیت مذکورہ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلی وہ آیت ہے جس میں کفار سے قتال کا حکم آیا، حضرت صدیق اکبرؓ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قتالِ کفار کے متعلق سب سے پہلی آیت "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا" ہے مگر اکثر حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی رائے سورۂ بقرہ ہی کے متعلق ہے اور دوسری آیت کو بھی ابتدائی آیات میں سے ہونے کی وجہ سے پہلی کہی جاسکتی ہے۔

اِس آیت میں حکم یہ ہے کہ مسلمان صرف ان کافروں سے قتال کریں جو ان سے مقابلے کے لیے آویں۔ یعنی عورتیں، بچے، بہت بوڑھے اور اپنے مذہبی شغل میں دنیا سے یکسو ہو کر لگے ہوئے عبادت گذار اور اپاہج و معذور قسم کے لوگوں سے قتال جائز نہیں کیوں کہ حکم آیت میں صرف ان لوگوں سے قتال کا ہے جو مسلمانوں کے مقابلے میں قتال کریں۔ (معارف القرآن ج ا سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰)

۱۷۳- والذين إذا أصابهم البغي. اِس آیت میں مومنین کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ برابر کا انتقام لیتے ہیں اس میں حدِ مساوات سے تجاوز نہیں کرتے اور یہی ضابطہ بھی قرآن نے بیان کیا ہے۔ "وَ جَزٰؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" یعنی برائی کی جزا اسی کی برابر برائی کرنا ہے یعنی جتنا نقصان مالی یا جسمانی کسی نے تمھیں پہنچایا ہے ٹھیک اتنا ہی تم پہنچادو، مگر یہ شرط ہے کہ برائی فی نفسہ گناہ نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے جبراً شراب پلادی تو بدلے میں شراب پلانا جائز نہ ہوگا۔

آیتِ مذکورہ میں اگر چہ بدلہ لینے کی اجازت ہے مگر آگے یہ بھی فرمادیا "فَمَنْ عَفَا وَ أصلح فأجره على اللّٰهِ" یعنی جو معاف کردے اور اصلاح کا راستہ اختیار کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ معاف کردینا ہی افضل ہے۔ اس کے بعد کی دو آیتوں میں اسی کی مزید تفصیل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں معاف کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ فساق و فجار کی جرأت بڑھے گی وہ مزید ستائیں گے اور

اپنی عزت وذلت کا سوال ہو وہاں انتقام لینا ہی بہتر ہے اور معافی کا افضل ہونا اس صورت میں ہے جب کہ ظلم کرنے والا اپنے فعل پر نادم ہو اور ظلم پر اس کی جرأت بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہو، قاضی ابوبکر بن عربی نے احکام القرآن میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ عفو وانتقام کے دونوں حکم مختلف حالات کے اعتبار سے ہیں۔ جو ظلم کرنے کے بعد شرمندہ ہو جائے اس سے عفو افضل ہے اور جو اپنی ضد اور ظلم پر اصرار کر رہا ہو اس سے انتقام لینا افضل ہے۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں مومنین، مخلصین اور صالحین کی دو خصوصیتیں ذکر فرمائی ہیں، "ھم یغفرون" میں تو یہ بتلایا ہے کہ یہ غصے میں مغلوب نہیں ہوتے بل کہ رحم وکرم ان کے مزاج میں غالب رہتا ہے، معاف کر دیتے ہیں، اور "ھم ینصرون" میں بتلایا ہے کہ یہ بھی انھیں صالحین کی خصوصیت ہے کہ اگر کبھی ان کے دل میں ظلم کا بدلہ لینے کا داعیہ پیدا بھی ہو اور بدلہ لینے لگیں تو اس میں حق سے تجاوز نہیں کرتے اگرچہ معاف کر دینا ان کے لیے افضل ہے۔ (معارف القرآن ج ۷۔ ص ۷۰۷-۷۰۸)

۱۷۴- لایحبّ اللہ الجھر بالسوء من القول. آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس پر کسی نے ظلم کیا ہو اگر وہ ظلم کی شکایت لوگوں سے کرے تو یہ غیبت حرام میں داخل نہیں ہے، کیوں کہ اس نے خود اس کو شکایت کا موقع دیا ہے مگر یہاں بھی قرآن نے دوسری طرف عفو و درگذر کو افضل اور بہتر قرار دیا ہے، "إن تبدو خیراً أو تخفوہ أو تعفو عن سوء فإن اللہ کان عفوّاً قدیراً" یعنی عفو و درگذر ایک بڑی نیکی ہے جو اس کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ کے عفو و رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

(معارف القرآن ج ۲، ص: ۵۹۳)

۱۷۵- کلکم راعٍ و کلکم مسؤول عن رعیتہ. اس روایت کی تشریح حدیث نمبر ۱۳۵ کے تحت گذر چکی ہے یہاں الفاظ قدرے زیادہ ہیں مگر مطلب وہی ہے کہ اپنی اپنی جگہ ہر شخص نگہبان ہے کہ مرد کے لیے گھر والے اس کی رعیت میں ہیں، عورت کے لیے خاوند کا گھر بار اور اس کے بچے اس کی رعیت ہیں، غلام کے مالک کا مال اس کی رعیت ہے یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ ہر شخص اپنے جسم کے اعضاء وحواس کا نگہبان ہے اور وہ اعضاء اس کی رعیت ہیں، قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے اعضا کے بارے میں بھی جواب طلب کیا جائے گا کہ تم نے ان اعضاء کو کہاں کہاں اور کس کس طرح استعمال کیا۔ چناں چہ آیتِ قرآنی ناطق ہے "اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْؤُوْلًا"۔

۱۷۶، ۱۷۷- من قتل دون مالہ فھو شھید. اس روایت اور اس کے مابعد والی روایت دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ اپنے دین، اپنی جان، اپنے مال اور اپنے اہل وعیال کی محافظت میں مارا جانے والا شہید ہے، دین کی محافظت مثلاً میدانِ جنگ میں مار دیا گیا یا مثلاً کسی مسلمان کے سامنے کسی کافر یا کسی مبتدع نے اس کے دین کی توہین وحقارت کی اور وہ مسلمان اس سے لڑ پڑا اور مار دیا گیا تو شہید مانا جائے گا۔ اسی طریقے سے جان ومال کی مدافعت میں مارا گیا یا اہل وعیال کو کوئی نقصان پہنچا رہا تھا اور ان کی مدافعت میں

مارا گیا تو وہ شخص شہید ہوگا۔

۱۷۸- من ردّ عن عرض أخيه. روایتِ مذکورہ میں مسلمان کی عزت وآبرو کی حفاظت کی ترغیب ہے کہ کسی شخص کو اپنے سامنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرنے دو، اور جو شخص اس پر عمل کرے گا اور اس کا دفعیہ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آتشِ دوزخ سے نجات دے گا۔

وَ مِنْهَا عِزَّةُ النَّفْسِ

(۱۷۹) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ. قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ.

(بخاري ص ۳۳۱ ج ۱، ترمذي ص ۵۰ ج ۲)

(۱۸۰) قَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ: كَانُوْا (أي الصَّحَابَةُ) يَكْرَهُوْنَ أَنْ يَّسْتَذِلُّوْا فَإِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا. (ترمذي ص ٦٤ ج ۲)

اور انھیں ابواب میں سے عزتِ نفس بھی ہے

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، صحابہؓ نے عرض کیا (کوئی) خود کو کیسے ذلیل کرسکتا ہے؟ فرمایا ایسی آزمائشوں کے لیے پیش ہوجائے جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ وہ ذلیل ہوں پھر جب انھیں قدرت حاصل ہوتی تو معاف فرمادیتے۔

لغات وترکیب

انبغیٰ يَنْبَغِي انبغاءً (انفعال) مناسب ہونا۔ أذَلَّ يُذِلُّ إذلالاً (إفعال) ذلیل کرنا۔ تَعَرَّضَ يَتَعَرَّضُ تَعَرُّضاً (تفعل) کسی چیز کے درپے ہونا۔ بَلَا يَبْلُوْ بلاءً (ن) آزمانا۔ أطاق يُطِيْقُ إطَاقَةً (إفعال) طاقت رکھنا۔

"أن يُذِلَّ نفسه" جملہ مصدر کی تاویل میں ہوکر "لاينبغي" کا فاعل ہے۔ "يتعرض من البلاء لما لا يطيق" پورا جملہ مقولہ ہے ما موصولہ ہے، "لايطيق" صلہ ہے، ضمیر محذوف ہے أي لايطيقهٗ. "أن يستذلّوا" بتاویل مفرد ہوکر "يكرهون" کا مفعول ہے۔

تشریح ۱۷۹- لاينبغي للمؤمن أن يذل نفسه. روایت مذکورہ میں مومن کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے کیوں کہ کسی مومن کے یہ شایانِ شان بالکل نہیں ہے، حضرات صحابہؓ کے سمجھ میں یہ بات نہ آئی، کیوں کہ وہ فطری طور پر ذلت سے دور تھے اس لیے آپؐ سے

سوال کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اپنے آپ کو ذلیل کرنے کی شکل یہ ہے کہ ایسی ذمے داری قبول کرے جس کے بارے میں اس کا خیال ہو کہ اس میں میری عزت ہوگی اور وہ ان ذمے داری کو نبھا نہ سکے تو ذلت کے سوا اور کیا ہاتھ آئے گا۔ اس لیے مومن کو ایسی مشکل اپنے سر لینے سے بچنا چاہیے جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

۱۸۰- كانوا أي الصحابة يكرهون. مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے آپ کو ذلت سے کوسوں دور رکھتے تھے، ان کے اندر کبر و غرور کا شائبہ بھی نہ تھا۔ چناں چہ اپنے دشمن پر قابو پا کر بھی معاف فرما دیتے تھے اور باوجود قدرت کے انتقام نہیں لیتے تھے۔

وَمِنْهَا اِحْتِسَابُ النَّفْسِ

(۱۸۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَا أَنْفَقَهٗ، وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ.

(ترمذي ص٦٤ ج٢، مشكوة ص٤٤٣)

(۱۸۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا وَ تَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ، وَ إِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا، وَ يُرْوٰى عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ: لَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتّٰى يُحَاسِبَ نَفْسَهٗ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهٗ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمُهٗ وَ مَلْبَسُهٗ.

(ترمذي ص٦٩ ج٢)

اور بر کے ابواب میں سے نفس کا محاسبہ کرنا بھی ہے

ابن مسعودؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: انسان کے قدم (اپنی جگہ سے) نہیں ہٹیں گے تا آں کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرلیا جائے (۱) اس کی زندگی کے متعلق کہ اس نے اسے کس چیز میں ختم کی (۲) اس کی جوانی کے بارے میں کس چیز میں اسے گنوایا (۳) اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا (۴) اور کس چیز میں خرچ کیا (۵) اور جو سیکھا اس پر کیا عمل کیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: تم اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ، قیامت کے دن اس شخص پر حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرلے، اور حضرت میمون بن مہرانؒ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ: بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس سے اس طرح محاسبہ نہ کرے جس طرح کہ وہ اپنے شریک سے محاسبہ کرتا ہے کہ اس کا کھانا اور کپڑا کہاں سے آیا۔

لغات وترکیب

أفنىٰ يُفني إفناءً (إفعال) ختم کرنا۔ أبلىٰ يُبلي إبلاءً (إفعال) بوسیدہ کرنا۔ حاسَبَ مُحاسَبَةً (مفاعلة) محاسبہ کرنا، حساب لینا۔ تزيَّنَ يَتَزَيَّنُ تَزَيُّناً (تفعل) آراستہ ہونا۔ تَقِيٌّ: ج أتقياء، متقی۔

"عن عمره فيما أفناه" عن "يُسال" فعل محذوف کے متعلق ہے "ما" موصولہ ہے اور "أفناه" جملہ صلہ واقع ہے۔ "قبل أن تحاسبوا" حاسبوا کا ظرف ہے۔ علىٰ من حاسب جار "يخف" سے متعلق ہے۔ مِنْ أين خبر مقدم، مطعمه مبتدا موخر۔

تشریح ١٨١- لاتزول قدما ابن آدم. اس حدیث کی مکمل تشریح بالتفصیل حدیث نمبر ٢٧ کے ضمن میں گذر چکی۔

١٨٢- حاسبوا قبل أن تحاسبوا. حضرت فاروق اعظمؓ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں حساب کے لیے پیش کیے جانے سے پہلے ہی دنیا میں اپنا حساب جانچ لو، تاکہ اس وقت پیشی میں آسانی ہو جس طریقے سے کہ دنیا میں ایک ملازم اپنے مالک کے سامنے حساب پیش کرنے سے پہلے اسے جانچ لیتا ہے تاکہ جواب دہی میں آسانی ہو۔ اور آخرت کی پیشی اور وہاں کی جواب دہی دنیا سے کہیں مشکل ہے؛ بل کہ اندازہ بھی ممکن نہیں اس لیے اسی حساب سے دینا میں محاسبے کی ضرورت ہے۔ حضرت میمون بن مہران کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس وقت تک متقی ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنا محاسبہ ایسے ہی سختی کے ساتھ نہ کرے جیسے کہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کے کھانے اور کپڑے پر بھی نظر رکھتا ہے۔

مِنْهَا نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ وَ إِعَانَةُ الْمَلْهُوْفِ

(١٨٣) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَ نَصْرِ الضَّعِيْفِ، وَ عَوْنِ الْمَظْلُوْمِ، وَ إِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَ إِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَ نَهىٰ عَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ، وَ عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَ عَنْ رُكُوْبِ الْمَيَاسِرِ وَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَ الدِّيْبَاجِ وَ الْقَسِيِّ وَ الْإِسْتَبْرَقِ. (بخاري ص٩٢١ج٢، مشكوٰة ص١٣٢)

(١٨٤) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوْماً. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْماً فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِماً؟ قَالَ: تَاخُذُ فَوْقَ يَدِهِ. (بخاري ص٣٣١ج١، مشكوٰة ص٤٢٢)

(١٨٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَ مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ، وَ اللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ.

(ترمذي ص١٥ج٢، مشكوٰة ص٣٢)

برہی کے ابواب میں سے مظلوم کی مدد کرنا اور غم زدہ شخص کی اعانت کرنا ہے

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا، بیمار کی مزاج پرسی کرنے، جنازوں کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، کمزور کی مدد کرنے، مظلوم کی اعانت کرنے، سلام کا رواج دینے اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا۔ اور چاندی کے برتن میں پینے، سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشم کی زینوں پر سوار ہونے، نرم ریشم، باریک ریشم، کتان و ریشم کے ملے ہوئے کپڑے اور موٹے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، حضرات صحابہؓ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بات کہ ہم اس بھائی کی مدد کریں جب کہ وہ مظلوم ہو (ٹھیک ہے) مگر ہم ظالم ہونے کی حالت میں اس کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کے ہاتھ کو پکڑ لو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کردے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کردیں گے، اور جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت (دونوں) میں اس پر آسانی فرمائیں گے، اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا اللہ رب العزت دنیا و آخرت (دونوں) میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

لغات و ترکیب

لَهِفَ يَلْهَفُ لَهَفاً (س) غمگین ہونا۔ عَادَ الْمَرِيضَ يَعُودُ عِيَادَةً (ن) بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔ شَمَّتَ يُشَمِّتُ تَشْمِيْتاً (تفعيل) چھینک کا جواب دینا۔ عَطَسَ يَعْطِسُ عَطْساً (ض) چھینکنا۔ أبر القسم يُبِرّ إبراراً (إفعال) قسم پوری کرنا۔ تَخَتَّمَ يَتَخَتَّمُ تَخَتُّماً (تفعل) انگوٹھی پہننا۔ مَيَاسِرُ: واحد مَيْسَرَةٌ، ریشمی زین۔ حَرِيرٌ، ریشم سے بنا ہوا کپڑا۔ دِيْبَاجٌ: واحد دِيْبَاجَةٌ، ریشمی کپڑا۔ اِسْتَبْرَقٌ دبیز ریشم۔ نَفَّسَ يُنَفِّسُ تَنْفِيْساً (تفعيل) غم دور کرنا۔ يَسَّرَ يُيَسِّرُ تَيْسِيْراً (تفعيل) آسانی عطا کرنا۔

"بِسَبْعٍ" مبدل منہ ہے اور "بعيادة المريض" اپنے تمام معطوفات سے مل کر بدل واقع ہے۔ من نفّس الخ مبتدا متضمن معنی شرط، نفّسَ الله عنه كربة الخ خبر متضمن معنی جزا۔ "ما كان العبد في

عون أخيه" میں "ما" بمعنی "مادام" ہے۔

تشریح ۱۸۳- أمرنا النبي بسبع بعياد المريض. حدیث شریف میں سات چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور سات چیزوں سے روکا گیا ہے، جن سات چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں پہلی چیز ہے "عیادۃ المریض" بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔

(۱) مزاج پرسی کے لیے کوئی دن کوئی وقت خاص نہیں موقع کے مناسبت سے کسی بھی وقت جا کر مزاج پرسی کر لینی چاہیے خواہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

(۲) جنازے کے پیچھے چلنا۔ یہ حکم میت کے احترام کے لیے ہے، امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ بیمار کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانے کے حکم سے اہل بدعت مستثنیٰ ہیں نہ تو ان کی عیادت کی جائے اور نہ ہی ان کے جنازے کے ساتھ جایا جائے، یہی حکم روافض وغیرہ کے لیے بھی ہے۔

(۳) تشميت العاطس. چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا یعنی اس کے "الحمد للہ" کہنے کے بعد جواب میں "يرحمك الله" کہنا۔

(۴) نصر الضعيف. کمزور کی مدد کرنا۔ یہ حکم کمزور کی حالت کے اعتبار سے بعض مرتبہ فرض، بعض مرتبہ واجب اور بعض اوقات مستحب ہوتا ہے۔

(۵) عون المظلوم. مظلوم کی مدد کرنا۔ مدد کرنے کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ سب اس میں داخل ہیں خواہ ظالم کو روکنے کے ذریعہ ہو خواہ زبان سے تسلی کے ذریعہ ہو، خواہ امداد کی شکل میں ہو یا زبان سے اس کے حق میں دعائے خیر کے ذریعہ ہو۔

(۶) إفشاء السلام. سلام کو رواج دینا۔ یعنی مسلمانوں کو بہ کثرت سلام کرنا اور مشکوٰۃ شریف میں "إفشاء السلام" کے بجائے "ردّ السلام" کا لفظ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ سلام کا جواب دیا جائے ایسا نہ ہو کہ سلام کرنے والا تو سلام کرے اور تم خاموشی سے گذر جاؤ۔

(۷) إبرار المقسم. قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پورا کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہیے، مثلاً کوئی مسلمان تمہیں مخاطب کرتے ہوئے یہ قسم کھائے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک تم فلاں کام نہ کرو تو اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو اور کوئی گناہ نہ ہو تو وہ کام کر ڈالو تا کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں خدا کی قسم تم یہ کام کرو تو اس شخص کے لیے مستحب ہے کہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کر لے اگرچہ واجب نہیں ہے۔

اور سات چیزیں وہ ہیں جن سے سرکار دو عالم نے منع فرمایا ہے :

(۱) الشرب في الفضة. چاندی کے برتن میں پینے کا مطلب برتنوں کو استعمال کرنا ہے خواہ کھائے یا پیے، ممانعت کا یہ حکم سونے کے برتنوں کے لیے بھی ہے اور مرد و عورت دونوں کے لیے یہ حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دنیا میں چاندی کے برتن میں پیے گا آخرت میں اسے اس میں پینے کو نہیں ملے گا۔ اس حدیث کی بھی توجیہ علما نے یہ کی ہے کہ اس وقت تک چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے عذاب کی مدت ختم نہ ہو جائے۔ یا مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصے تک اس سے محروم رہے گا، پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کردی جائے گی۔

(۲) تختم الذهب. سونے کی انگوٹھی پہننا۔ یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ عورتوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔

(۳) رکوب المیاسر. یعنی وہ گدا، یا تکیہ، یا زین پوش جو زینوں پر رکھا جاتا ہے اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے کیوں کہ وہ ریشمی ہوتا تھا۔ مشکوٰۃ شریف میں "المیثرة الحمراء" کا لفظ ہے، اور "میثرہ" کی تفسیر بعض نے زین پوش سے، بعض نے زین سے اور بعض نے اس تکیے سے کی ہے جو زین میں ہوتا ہے۔ بہر حال اس کے کراہت کی ریشم ہی ہے، سرخ رنگ کو بھی قرار دے سکتے ہیں اس لیے کہ اس میں بھی رعونت ہوتی ہے مگر حدیث مذکور میں تو ریشم ہی کو علت قرار دیا جائے گا، کیوں کہ یہاں ''حمراء'' لفظ نہیں ہے۔

(۴،۵،۶،۷) لبس الحریر والدیباج والقسی والاستبرق. یہ چاروں ریشم ہی کی انواع ہیں اور تفصیل محض حرمت کی تاکید اور بیانِ حکم کے اہتمام کے لیے ہے کہ ریشم کی تمام قسمیں اِس حکمِ تحریم میں شامل ہیں، عرفِ عام میں ان کے ناموں کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

۱۸۴- انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً. حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ: مظلوم کے مدد کرنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ اُس بے چارے پر ظلم ہوا ہے اس کی قولی فعلی جس طرح بھی ممکن ہو مدد کی جائے مگر ظالم کی مدد کی جائے یہ بات نا قابلِ فہم ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: ہر ایک کی مدد اس کے حال کے مناسب ہوتی ہے۔ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روک دو خواہ ہاتھ سے یا زبان سے، اس طریقے سے وہ ظلم جیسے گناہ سے بچ جائے گا اور یہی اس کی اعانت ہے۔

۱۸۵- من نفّس عن مؤمن کربة. روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن حساب و کتاب اور مواخذے کی سختیوں سے بچے تو اس کو چاہیے کہ اگر کسی مومن کو اس حال میں دیکھے کہ دنیاوی الجھن اور مشکل میں پڑا ہوا ہے تو اس سے اس کی تکلیف دور کردے، اِس کارِ خیر سے اللہ رب العزت قیامت کے دن کی سختیوں سے اس کو نجات عطا فرمائے گا۔ "کربةً" کی تنوین برائے تحقیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ مصیبت بہت معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طریقے سے اگر کسی تنگ دست پر دنیا میں آسانی کر دو گے مثلاً یہ کہ وہ مقروض ہے، قرض کی ادائے گی میں اس کی اعانت کردی، یا وہ خود تمہارا مقروض ہے اور تم نے اس کے قرض کو معاف کردیا، یا کچھ حصہ معاف کردیا، یا وقتِ مقررہ پر ادا نہ کرسکا اور تم نے اسے مہلت دے دی تو اللہ

آسانی عطا کرنے کی یہ دولت اللہ رب العزت دنیا و آخرت دونوں میں آسانی عطا فرمائے گا۔

واللہ في عون العبد۔ مخلوقِ خداوندی اللہ کا کنبہ ہے جو شخص بندگانِ خدا کی اعانت میں رہے گا اللہ رب العزت اُس بندے کی اعانت کرتا رہے گا۔

وَمِنْ أَبْوَابِ الْبِرِّ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَ حُسْنُ الْقَضَاءِ

(۱۸۶) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ إِلىٰ اَهْلِهَا.

(۱۸۷) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلَّا قَالَ: لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهُ، وَ لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ. (مشكوة ص۱۵)

(۱۸۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ وَ لِأَجْلِ ذٰلِكَ يُقَالُ: إِنَّ الْمَجَالِسَ بِالْأَمَانَةِ. (ترمذي ص۱۸ ج۲، مشكوة ص۴۳۰)

(۱۸۹) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمِنٌ. (ترمذي ص۱۰۵ ج۲، مشكوة ص۴۳۰)

(۱۹۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، قَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

(بخاري ص۳۲۳ ج۱، مشكوة ص۲۵۱)

(۱۹۱) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا. فَقَالَ: أَعْطُوْهُ فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَى اللّٰهُ لَكَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً وَ قَدْ مَرَّ فِيْ حَدِيْثِ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ ...... (۱۵۸) أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَّانِ: زِنْ وَأَرْجِحْ. وَ يَسْتَحِبُّ لِلدَّائِنِ إِذَا اسْتَوْفىٰ دَيْنَهُ أَنْ يَدْعُوَ لِلْمَدْيُوْنِ وَ يَقُوْلَ: أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَى اللّٰهُ لَكَ. (بخاري ص ۳۳۲، مشكوة ص۲۵۱)

(۱۹۲) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ. (بخاري ص۳۲۳، مشكوة ص۲۵۱)

اور بر کے ابواب میں سے امانت کا پہنچانا اور حسنِ ادائیگی ہے

ارشادِ باری ہے: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اِس بات کا حکم دیتا ہے کہ اہلِ حقوق کو حقوق پہنچا دیا کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ہم کو خطبہ دیتے تو ضرور فرماتے: اُس شخص کا ایمان

(کامل) نہیں جس میں دیانت داری نہ ہو اور اس کا دین (کامل) نہیں جس میں عہد کی پاس داری نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص بات کرے پھر ادھر ادھر متوجہ ہو تو وہ امانت ہے اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص (اپنے حق کے) تقاضے کے لیے آیا، اس نے آپؐ سے سخت کلامی کی تو آپؐ کے صحابہ نے اس کو (جواب دینے کا) ارادہ کیا، آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، کیوں کہ صاحبِ حق کو کہنے کی گنجائش ہے۔

اور انھیں سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ایک شخص کا ایک متعین سال کا اونٹ تھا وہ آپؐ کے پاس اس کے تقاضے کے لیے آیا، تو آپؐ نے (صحابہ سے) فرمایا اسے دے دو، چناں چہ انھوں نے اسی عمر کا تلاش کیا تو انھیں اس کے لیے نہیں ملا مگر اس سے زیادہ عمر کا، تو آپؐ نے فرمایا: اسے دے دو۔ تو اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے (میرا حق) پورا دے دیا اللہ تعالیٰ آپ کو پورا (ثواب) عطا فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو تم میں سب سے بہتر ہو ادائے گی کے اعتبار سے، اور حضرت سوید ابن قیسؓ کی حدیث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے سے فرمایا تھا جب کہ آپؐ پاجامے کے ثمن کو ادا کر رہے تھے: تولو اور جھکا دو، اور قرض خواہ کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ اپنا دین وصول کرے تو مدیون کے حق میں دعا کرے اور کہے "أوفيتني أوفى الله لك"

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

لغات وترکیب

قَلَّمَا۔ قَلَّ فعل ہے اور "ما" کافہ ہے۔ مائے کافہ لگنے کی صورت میں وہ فعل باقی نہیں رہتا اور فاعل کا تقاضا نہیں کرتا۔ اور "قَلَّمَا" دو معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے کبھی محض نفی کے لیے اور کبھی تھوڑی سی چیز ثابت کرنے کے لیے۔ اَلْتَفَتَ التفاتاً، متوجہ ہونا۔ اسْتَشَارَ يَسْتَشِيْرُ اِسْتِشَارَةً (استفعال) مشورہ طلب کرنا۔ أغْلَظَ يُغْلِظُ إغْلاَظاً (إفعال) کسی کے سامنے سختی سے پیش آنا۔ هَمَّ يَهُمُّ هَمّاً (ن) ارادہ کرنا۔ أوفىٰ إيفاءً (إفعال) پورا کرنا۔ مَطَلَ يَمْطُلُ مَطْلاً (ن) ٹال مٹول کرنا۔

قَلَّمَا خطبنا۔ یہاں "قلما" کو نفی کے معنی میں لے سکتے ہیں اس لیے کہ آگے "إلا" حرفِ استثنا آرہا ہے۔ إذا حدث الرجل شرط، فهي الخ جزا۔ رجلٌ يتقاضاه. يتقاضاه صفت ہے۔ حال بھی بنا سکتے

ہیں مگر یہ ذوالحال کے نکرہ ہونے کی وجہ سے شاذ والی صورت پر محمول ہوگا۔ دَعْوۃ فإنّ لصاحب الحق مقالًا۔ اس جملے میں فا تعلیلیہ ہے۔

تشریح ۱۸۶- إنّ الله یامرکم. آیت کریمہ کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے کہ کعبہ کی خدمت اسلام سے پہلے بھی بہت بڑی عزت سمجھی جاتی تھی، اور جو لوگ بیت اللہ کی کسی خاص خدمت کے لیے منتخب ہوتے تھے وہ پوری قوم میں معزز و ممتاز جانے جاتے تھے، اسی لیے بیت اللہ کی مختلف خدمتیں مختلف لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں، زمانۂ جاہلیت ہی سے ایام حج میں حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباسؓ کے سپرد تھی جس کو "سقایہ" کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اور بعض خدمتیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا ابوطالب کے سپرد تھی، اسی طرح بیت اللہ کی کنجی رکھنا اور مقررہ ایام میں کھولنا بند کرنا عثمان بن طلحہؓ سے متعلق تھا۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ کا اپنا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے۔ اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے، ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لائے، (اس وقت تک عثمان بن طلحہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا، اور انتہائی ترشی دکھائی، آپؐ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان کے سخت کلمات کو برداشت کیا، پھر فرمایا، اے عثمان! شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھوگے، جب کہ مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں سپرد کردوں، عثمان بن طلحہ نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہوجائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہوجائیں گے، آپؐ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ تشریف لے گئے، اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہوکر رہے گا، میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے، وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے، اس لیے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا، جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلاکر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی، میں نے پیش کردی۔

بعض روایت میں ہے کہ عثمان بن طلحہ کنجی لے کر بیت اللہ کے اوپر چڑھ گئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کے لیے زبردستی کنجی ان کے ہاتھ سے لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی تھی، بیت اللہ میں داخلہ اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا، کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی، جو شخص تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا، مقصد یہ تھا کہ کسی دوسرے شخص کو اس کا حق نہیں کہ تم سے یہ کنجی لے لے، اسی کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ بیت اللہ کی اس خدمت کے صلہ میں تمہیں جو مال مل جائے اس کو شرعی قاعدہ کے موافق استعمال کرو۔

عثمان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپؐ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا: کیوں عثمان! جو بات میں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آ گئی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں نے عرض کیا: بے شک آپ کا ارشاد پورا ہوا، اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(مظہری بروایت ابن سعد بحوالہ معارف القرآن ج ۲ ص: ۴۴۴-۴۴۵)

۱۸۷- قلّما خطبنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلَّا قَالَ. امانت و دیانت اور ایفاء عہد وہ اعلیٰ اوصاف ہیں جن کا ہر مسلمان میں ہونا ضروری ہے اِن اوصاف کی اہمیت کا اندازہ اِس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ جب بھی وعظ و نصیحت فرماتے یا خطبہ دیتے تو امانت و دیانت اور ایفائے عہد کے بارے میں ضرور تاکید فرماتے کہ جس شخص کے اندر یہ اوصاف نہیں ہوں گے وہ دین و ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز نہیں ہو سکے گا۔ مگر اِس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا ایمان بالکل یہ ختم ہو جائے گا؛ بل کہ ان اوصاف کی اہمیت و عظمت کو بتلانے کے لیے آپؐ نے مبالغۃً اور تاکیداً ایسا فرمایا ہے، تاکہ ان کی اہمیت دلوں میں بیٹھ جائے۔

۱۸۸- إذا حدث الرجل الحديث ثم التفت. حدیث پاک میں "التفت" کا دو مطلب بیان کیا گیا ہے ایک یہ کہ "التفت" "غاب" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب بات کر کے چلا جائے تو اس بات میں خیانت نہیں کرنی چاہیے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کا افشا کیا جائے، دوسرا معنی "حوّل وجهه يميناً و شمالاً" سے بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ دورانِ گفتگو اگر ادھر اُدھر رخ پھیر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوروں سے بات کو مخفی رکھنا چاہتا ہے، لہٰذا اس بات کا حکم امانت کا ہے، افشا کر کے اس امانت کو ضائع کرنا بددیانتی ہے۔ مجلس کی باتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ ص: ۴۳۰)

۱۸۹- إن المستشار مؤتمن. یعنی جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امانت دار ہونا چاہیے اور بالکل صحیح مشورہ دینا چاہیے۔

۱۹۰- أتى النبي رجل يتقاضاه فأغلظ له. ممکن ہے یہ شخص جو سختی سے پیش آیا کافر یا یہودی رہا ہو یا کوئی اعرابی گنوار رہا ہو جو ادب سے ناواقف ہو، فهمّ به أصحابه یعنی صحابۂ کرام نے اس کی سختی کا جواب دینا چاہا تو قولاً یا عملاً ڈانٹ ڈپٹ کر یا مار پیٹ کر، تو آپؐ نے ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا: صاحب حق کو سخت سست کہنے کا حق ہے۔

۱۹۱- كان عليه سنٌ من الإبل. روایت سے معلوم ہوا کہ ادائیگی حق میں کچھ زائد یا بہتر ادا کرنا حسنِ اخلاق کی دلیل ہے اور صاحب حق کے لیے لینا بھی جائز ہے یہ سود میں داخل نہیں ہے بل کہ احسان اور شکر ہے؛ کیوں کہ وہ زیادتی سود ہے جس کی عقد میں شرط لگائی گئی ہو اور قرض خواہ نے طے کر لیا ہو۔

۱۹۲- مطل الغني ظلمٌ. مطلب یہ ہے کہ وسعت کے باوجود بلا کسی عذر کے تاخیر کرنا ظلم ہے؛ البتہ اگر کوئی مجبوری ہے مثلاً بر وقت وسعت نہیں ہے تو پھر ایسا شخص معذور ہے۔ اور ٹال مٹول کی عادت بنا لینے

کی وجہ سے تو فاسق اور مردود الشہادت ہو جائے گا۔

وَ مِنْهَا الْحُكْمُ بِالْقِسْطِ وَ الْعَدْلِ

(١٩٣) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۔ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا. (نساء آيت ٥٨)

(١٩٤) وَ قَالَ تَعَالىٰ: يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (صٓ آيت ٢٦)

(١٩٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلىٰ هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَ آخَرُ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا.

(بخاري ص١٠٥٧ ج٢، مشكوٰة ص٣٢)

(١٩٦) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَ سَأَلَ فِيْهِ شُفَعَاءَ وُكِّلَ إِلىٰ نَفْسِهٖ، وَ مَنْ أُكْرِهَ عَلَيْهِ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهٗ. (ترمذي ص١٥٨ ج٢، مشكوٰة ٣٢٤)

(١٩٧) وَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهٗ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَأَخْطَأَ فَلَهٗ أَجْرٌ وَاحِدٌ.

(ترمذي ص١٥٨ ج١، مشكوٰة ٣٢٤)

اور بر کے ابواب میں سے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی ہے

ارشاد باری ہے: بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو، تو عدل سے تصفیہ کیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو جس بات کی نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلا شک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ رب العزت نے: اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا۔ اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی (اور) جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد

جائز نہیں مگر دو اشخاص میں، ایک تو وہ شخص جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا پھر اس کو راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دے دی ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تو وہ اس کے ذریعے فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص منصبِ قضا کو طلب کرے اور اس کے بارے میں سفارشیوں سے درخواست کرے تو اس کو اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اور جس کو عہدۂ قضا پر مجبور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ نازل فرماتے ہیں جو اس کی راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کر کے درست فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرے اور غلطی ہو جائے تو بھی اس کے لیے ایک اجر ہے۔

لغات وترکیب

حَكَمَ يَحْكُمُ حُكْماً (ن) فیصلہ کرنا۔ وَعَظَ يَعِظُ عِظَةً (ض) نصیحت کرنا۔ أَضَلَّ إِضْلَالاً (إفعال) راستے سے ہٹا دینا۔ حَسَدَ يَحْسُدُ حَسَداً (ن) زوالِ نعمت کی تمنا کرنا۔ سَلَّطَ تَسْلِيطاً (تفعيل) مسلط کرنا، غالب کر دینا۔ ابتغىٰ يَبْتَغِي ابتِغاءً (افتعال) طلب کرنا۔ سَدَّدَ يُسَدِّدُ تَسدِيداً (تفعيل) راہِ راست کی طرف رہنمائی کرنا۔

نِعِمَّا يعظكم به أي نِعْمَ شيءٌ يعظكم به۔ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبيلِ اللّٰهِ۔ "يُضِلَّ" نہی کے جواب میں فا کے بعد أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ بمَا نَسُوا يوم الحساب میں "ما" مصدریہ ہے۔ لَا حَسَدَ لا برائے نفی جنس ہے "حسد" اسم ہے اور خبر محذوف ہے أي جائز۔ أحدهما مبتدا محذوف ہے "رجلٌ" موصوف اپنے صفت جملہ سے مل کر خبر، اسی طرح "وآخر" اتاه الله ہے۔ "من ابتغىٰ" شرط ہے، اور "وُكِّلَ" جزا۔

تشریح ۱۹۳- وإذا حكمتم بين الناس۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو، ظاہر ہے کہ اس آیت کا خطاب حکام اور اُمراء کو ہے جو خصومات ومقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں اور اسی کے قرینے سے بعض حضرات نے پہلے جملے کا مخاطب بھی حکام اور امراء کو قرار دیا ہے اگرچہ پہلے جملے کی طرح اس میں بھی گنجائش اس کی موجود ہے کہ حکام وعوام دونوں اس خطاب میں شامل ہوں، کیوں کہ عوام میں اکثر فریقین کسی کو پالث بنا کر فیصلہ کرا لیتے ہیں گویا فیصلہ کرنا صرف حکام کی خصوصیت نہیں، اس لیے اس حکم کو عام ماننے میں کوئی مضایقہ نہیں، بہرحال عدل وانصاف ایک اچھی چیز ہے بلکہ امنِ عالم کا ضامن ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ملخصاً)

۱۹۴- یٰداوٗد إنا جعلنٰك خليفة. آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت وسیادت کے لیے ایک بنیادی ہدایت نامہ عطا فرمایا ہے جس میں تین اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ہم نے زمین میں آپ کو اپنا خلیفہ بنایا (۲) اس حیثیت سے آپ کا بنیادی کام حق کے مطابق فیصلہ کرنا ہے (۳) اس کام کے لیے خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے بچنا ایک اور لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اصلِ اول سے تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اقتدارِ اعلیٰ تو اللہ رب العزت ہی کو حاصل ہے زمین کے حکمراں اسی کے احکام کے مطابق چلنے کے مجاز ہیں۔ اور دوسری اصل سے یہ معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد چوں کہ اقامتِ حق ہے اس لیے وہ اپنے انتظامی معاملات اور تنازعات کے تصفیے میں حق وانصاف قائم کرے۔

تیسری ہدایت جس پر آیتِ کریمہ میں سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے مت کرو اور روزِ حساب کو ہر وقت پیشِ نظر رکھو، اس ہدایت پر سب سے زیادہ زور اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ چیز اقامتِ حق کی بنیاد ہے، جس حاکم یا قاضی کے دل میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر ہے وہی صحیح معنی میں حق وانصاف قائم کرسکتا ہے ورنہ تو نفسِ انسانی کی دسیسہ کاریاں ہر جگہ اپنا راستہ خود بنالیتی ہیں۔ عہدے اور مناصب کی سپردگی میں بھی سب سے پہلے دیکھنے کی چیز انسان کا کردار ہے۔

(معارف القرآن ج ۷ص: ۵۰۷تا۵۰۹ ملخصاً)

۱۹۵- لَا حَسَدَ إلّا في اثنتين. روایت میں حسد سے مراد ''غبطہ'' رشک ہے۔ اور حسد کو غبطہ کے معنی میں لینا مجازاً ہے۔ رشک کہتے ہیں کسی کی اچھی حالت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ خداوندِ قدوس مجھے بھی اِس جیسا بنادے۔ اور حسد کہتے ہیں زوالِ نعمت کی تمنا کرنا یعنی اس کی اچھی حالت زائل ہوجائے اور مجھے وہ چیز حاصل ہوجائے۔ بعض انسانوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ ابنائے جنس کی برتری کو دیکھ نہیں سکتے۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ دو اشخاص ایسے ہیں جن پر دوسروں کو رشک کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور مال اس کے قلب پر حاوی نہیں ہو پایا؛ بل کہ "سلّطه علىٰ هلكته" اللہ تعالیٰ نے پورے طور پر اس کو خرچ کرنے کی توفیق دی اور "في الحق" کی قید لگادی تا کہ اسراف کا گمان نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جسے علم وحکمت کے خزانے ملے اور وہ انھیں خرچ کرتا ہے اور ان کی تعلیم دیتا ہے۔

''حسد'' کو اس کے حقیقی معنی پر بھی محمول کرسکتے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر کچھ چیزیں قابلِ حسد ہوسکتی ہیں تو وہ دو چیزیں ہیں ایک ''کمالِ علمی'' دوسرے ''کمالِ عملی'' جو جود وسخا سے متعلق ہے، لیکن ان دونوں چیزوں میں بھی حسد روا نہیں تو دوسری جگہوں پر یقیناً ناروا ہوگا۔ البتہ حسد اگر غیر اختیاری طور پر ہو تو وہ حرام نہیں ہاں اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا حرام ہے۔ (ایضاح البخاری ج ۲ص: ۵۰۰تا۵۰۳)

بعض علما فرماتے ہیں کہ ظالم ومفسد سے زوالِ نعمت کی تمنا جائز ہے تا کہ وہ ظالم ومفسد اس نعمت سے محروم ہوجائے (جس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم اور فتنہ انگیزی کرتا ہے) اور مخلوقِ خدا کو اس کے ظلم اور اس کی مفسدہ پردازی سے نجات مل جائے۔

۱۹۶- من ابتغی القضاء۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ منصب قضا کو طلب کر کے قاضی بننے کی خواہش مت کرو اس لیے کہ جو شخص خود منصب کو طلب کرتا ہے من جانب اللہ اس کی کوئی اعانت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کو اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اور جو شخص قاضی بنایا جاتا ہے من جانب اللہ فرشتے کے توسل سے اس کی اعانت ہوتی ہے۔

۱۹۷- إذا حکم الحاکم فاجتهد۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر قاضی یا حاکم کسی ایسے قضیے کا فیصلہ کرنا چاہے جس کے بارے میں کتاب وسنت اور فقہ اسلامی میں کوئی صریح اور واضح ہدایت نہ ہو؛ بلکہ وہ اپنی طرف سے اس مسئلے میں اور اجتہاد کرے پھر وہ اجتہاد کے نتیجے میں کتاب وسنت کی منشا تک پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملے گا، ایک تو کوشش و اجتہاد کا، دوسرے صحیح فیصلے کا۔ اور اگر خطا کر گیا تو بھی ایک اجر اجتہاد کا ملے گا۔
حدیث پاک سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ غیر منصوص علیہ مسائل میں اجتہاد کا حق ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں غلطی بھی کرسکتا ہے۔

(۱۹۸) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا تَقَاضٰى إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ فَسَوْفَ تَدْرِيْ كَيْفَ تَقْضِيْ. قَالَ: عَلِيٌّ: فَمَا زِلْتُ قَاضِياً بَعْدُ.

(ترمذي ص۱۵۹ ج۱، مشکوۃ ص۳۲۵)

(۱۹۹) عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذاً إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: كَيْفَ تَقْضِيْ؟ فَقَالَ أَقْضِيْ بِمَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ. قَالَ: فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ. قَالَ: إِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَائِيْ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ. (ترمذي ص۱۵۹ ج۱، مشکوۃ ص۳۲٤)

(۲۰۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ نِ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا صُلْحاً حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَاماً، وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ إِلَّا شَرْطاً حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَاماً.

(ترمذي ص۱٦۱ ج۱)

(۲۰۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: السَّمْعُ وَ الطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَ لَا طَاعَةَ. (ترمذي ص۲۰٤ ج۱، مشکوۃ ص۳۱۹)

(۲۰۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ:

اَلْيَمِيْنُ عَلىٰ مَا يُصَدِّقُكَ بِهٖ صَاحِبُكَ. (ترمذي ص١٦١ ج١، مشكوة ٢٩٦)

(٢٠٣) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الرَّاشِيْ وَ الْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ. (ترمذي ص١٥٩ ج١، مشكوة ص٣٢٦)

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو آدمی کوئی معاملہ لے کر آئیں تو تم اول کے حق میں فیصلہ نہ کرنا تا آں کہ تم دوسرے کی بات سن لو۔ تبھی تمھیں معلوم ہوگا کہ تمھیں کیسے فیصلہ کرنا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اِس ارشاد کے بعد میں ہمیشہ قاضی ہی رہا۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا تو معلوم کیا: تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ تو فرمایا: میں اس حکم سے فیصلے کروں گا جو کتاب اللہ میں ہے، آپؐ نے فرمایا: اگر وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ہو، فرمایا: رسول اللہ کی سنت سے، آپ نے فرمایا: اگر وہ سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو، فرمایا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو توفیق بخشی۔

حضرت عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے، اور مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہیں سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سننا اور ماننا مسلمان آدمی پر فرض ہے ہر اُس چیز میں جو اسے پسند ہو اور ناپسند ہو جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے، پس اگر اس کو کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو اس پر سمع وطاعت فرض نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس پر ہوگی جس کے بارے میں تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

لغات وترکیب

تَقَاضىٰ إِلىٰ أَحدٍ يَتَقَاضىٰ تَقَاضِياً (تفاعل) کسی کے پاس قضیہ اور مقدمہ لے کر جانا۔ معصيةٌ: ج معاصي، گناہ۔ رَشَا يَرْشُوْ رَشْواً (ن) رشوت دینا۔ اِرْتَشىٰ يَرْتَشِيْ اِرْتِشَاءً (افتعال) رشوت لینا۔

إذا تقاضىٰ إليك رجلان شرط ہے اور فَلَا تقض" جزا ہے "حتّی" لا تقضِ سے متعلق ہے

بتاویلِ مفرد ہوکر۔ "إن لم يكن في كتاب اللهِ" شرط، "فكيف تقضي" جزامحذوف ہے اور "بسنة رسول اللهِ" اقضي محذوف کے متعلق ہے۔ على المرء المسلم أي واجب على المرء المسلم. ما لم يؤمر، ما بمعنی "مادام" ہے۔

تشریح ۱۹۸- إذا تقاضى إليك رجلان. حدیث پاک میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قاضی کو مدعا علیہ کا بیان سنے بغیر مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ بغیر فریقین کا کلام سنے قاضی کے لیے استنباط اور تمییز بین الحق والباطل مشکل ہوجائے گا۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ اگر فریقین میں سے کوئی ایک غائب ہوتو بدرجۂ اولیٰ قاضی فیصلہ نہیں کرے گا، کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ غائب شخص کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے دوسرے کا دعویٰ باطل ہوجائے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۳۲۵)

۱۹۹- عن معاذ أن رسول اللهؐ بعث معاذا. روایت مذکورہ میں "اجتهد برأيي" سے جہاں قیاس کا حجتِ شرعیہ ہونا معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو احکام قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں ان میں قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت معاذؓ نے سرکار دوعالمؐ کے جواب میں یہی فرمایا کہ پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کروں گا، اگر ان میں وہ حکم موجود نہیں ہے تو پھر غور وفکر کروں گا۔ یہ بھی واضح رہے کہ غور وفکر کا مطلب یہ ہے کہ اصول اور قواعد شرعیہ کی روشنی میں پیش آمدہ مسئلے کا حل تلاش کروں گا۔

۲۰۰- الصلح جائز بين المسلمين. معاملات میں باہم مصالحت کرنا جائز ہی نہیں؛ بل کہ بہتر اور افضل ہے البتہ ایسی صلح جس سے کسی حکم شرعی کی مخالفت ہو بایں طور کہ وہ صلح حرام کو حلال، یا حلال کو حرام کرنے پر مبنی ہوتو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ: اگر مسلمان اور غیروں کے درمیان کسی شرط پر کوئی معاہدہ ہو تو مسلمانوں کو اس شرط پر کاربند رہنا چاہیے بشرطے کہ وہ شرط ایسی نہ ہو جس سے حلال وحرام کا حکم بدل جائے اگر ایسی شرط ہے تو اس کا ماننا بالکل ضروری نہیں، کیوں کہ ایسی شرط حق تعالیٰ شانہٗ کی نافرمانی اور غیر اللہ کی اطاعت پر مبنی ہے اور غیر اللہ کی اطاعت جائز نہیں "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق"۔

۲۰۱- عن ابن عمر قال. امیر وحاکم کی بات سننا اور احکام وفرامین کو ماننا ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ حکم وفرمان طبیعت وپسند کے موافق ہو یا غیر موافق، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ حکم شریعت کی حدود سے متجاوز نہ ہو، لہٰذا اگر امیر وحاکم کوئی ایسا حکم وفرمان جاری کریں جس پر عمل کرنے سے گناہ لازم آتا ہوتو اس کی اطاعت و فرماں برداری واجب نہ ہوگی۔ لیکن اس صورت میں امیر وحاکم کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہیں۔

۲۰۲- اليمين على ما يصدقك به صاحبك. مطلب یہ ہے کہ قسم سچی ثابت ہونے کے سلسلے میں اس شخص کی نیت وارادہ کا اعتبار ہوگا جس نے تم سے قسم لی ہے۔ قسم کھانے والے کی نہ تو نیت کا اعتبار ہوگا اور نہ ہی اس کے لیے تاویل اور توریے کا حق ہوگا۔ مگر یہ اُس صورت میں ہے جب کہ قسم دینے والے کا کوئی حق

اور مطالبہ قسم کھانے والے پر ہو اور قسم کھانے والے کے توریے اور تاویل سے اس کے حق کے سقوط کا اندیشہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی مقدمے کے سلسلے میں قاضی مدعا علیہ کو قسم دلائے تو اس میں قاضی و حاکم کی نیت کا اعتبار ہوگا، ہاں اگر کسی کی حق تلفی کا کوئی معاملہ نہ ہو یا کوئی قسم دینے والا نہ ہو تو پھر توریے میں کوئی مضایقہ نہیں بالخصوص اس وقت جب کہ توریے سے حالف کا کوئی فائدہ ہو، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی کو ظالموں کے پنجے سے بچانے کے لیے اپنی بہن کہنا۔

۲۰۳- لعن رسول اللّٰہِ الراشي والمرتشي. رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی حاکم اور قاضی کو اس مقصد کے لیے دیا جائے کہ وہ باطل (ناحق) کو حق کردے اور حق کو باطل کردے۔ ایسا مال لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ اور اگر اپنا حق ثابت کرنے کے لیے یا اپنے اوپر ہونے والے ظلم سے بچنے کے لیے کچھ مال دے دیا جائے تو یہ رشوت نہیں اور دینے والا گنہ گار نہ ہوگا، اور لینے والا حاکم و قاضی اگر باختیار ہے تو لینا جائز نہیں اور اگر حق پہنچانے کی کوشش کے لیے مال لیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۳۲۶)

مِنْهَا الشَّهَادَةُ بِالْحَقِّ

(۲۰٤) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلىٰٓ اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوىٰٓ اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (نساء آیت ۱۳۵)

(۲۰۵) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلىٰٓ اَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوىٰ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (مائدہ آیت۸)

(۲۰٦) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَشْهَدَ الرَّجُلُ وَ لَا يُسْتَشْهَدُ وَ يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَ لَا يُسْتَحْلَفُ. (ترمذي ص٥٤ ج٢، بخاري ص٣٦٢ ج١، مشكوة ٣٢٧)

بر کے ابواب میں سے حق کی گواہی دینا بھی ہے

ارشادِ باری ہے: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو اگر چہ اپنی ہی ذات کے خلاف ہو یا یہ کہ والدین اور دوسرے رشتے داروں کے مقابلے میں ہو، اگر وہ مال دار ہے یا غریب دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے، سو تم خواہش نفسانی کی اتباع مت کرنا کہیں تم حق سے

ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج بیانی یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

اور اللہ رب العزت نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ آدمی خود گواہی دے گا حالاں کہ اس سے گواہی نہیں لی جائے گی اور قسم کھائے گا جب کہ اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔

لغات و ترکیب

لویٰ يَلْوِيْ لَيّاً، موڑنا پھیرنا (ض)۔ أَعْرَضَ إِعْرَاضاً (إفعال) پہلو تہی کرنا۔ جَرَمَ عَلَيهِ يَجْرِمُ جَرِيْمَةً (ض) گناہ کرنا۔ شَنَأَ و شَنِئَ يَشْنَأُ شَنَأناً (ف و س) بغض رکھنا، دشمنی کرنا۔ قَرْنٌ: ج قُرُوْنٌ، زمانہ، صدی۔ وَلِيَ يَلِيْ وَلْياً (ض) قریب ہونا، متصل ہونا۔ فَشَا يَفْشُوْ فَشْواً (ن) ظاہر ہونا، پھیل جانا۔

کونوا قوّامین۔ "کونوا" فعل ناقص، ضمیر اسم "قوّامین" مع متعلق خبر۔ ولو وصلیہ ہے، فلا تتبعوا الھویٰ میں فا تعلیلیہ ہے۔ أن تعدلوا أي في أن تعدلوا۔ خير الناس قرني أي أهل قرني۔

تشریح

۲۰۴، ۲۰۵- يٰأيها الذين أمنو كونوا قوّامين۔ آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی ہے اور جو چیزیں قیام عدل یا سچی گواہی میں رکاوٹ بنتی ہیں ان کو نہایت بلیغ انداز میں دور کیا گیا ہے۔ دوسری آیت جو سورۂ مائدہ کی ہے اس میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے، فرق اتنا ہے کہ سورۂ نساء کی آیت میں "کونوا قوامین بالقسط شهداء لله" ہے اور سورۂ مائدہ کی آیت میں "لله شهداء بالقسط" ہے الفاظ کے تقدیم و تاخیر کی ایک لطیف وجہ ابو حیان نے تفسیر بحر محیط میں ذکر کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: انسان کو عدل و انصاف سے روکنے اور ظلم و جور میں مبتلا کرنے کے عادتاً دو سبب ہوا کرتے ہیں۔ ایک اپنے نفس یا اپنے دوستوں اور عزیزوں کی طرف داری، دوسرے کسی کی دشمنی اور عداوت۔ سورۂ نساء کی آیت میں سبب اول کا بیان ہے اور سورۂ مائدہ کی آیت کا روئے سخن دوسرے مضمون کی طرف ہے۔ اسی لیے سورۂ نساء میں "کونوا قوامین بالقسط شهداء لله" کے بعد فرمایا "ولو علىٰ أنفسكم أو الوالدين والأقربين" اور سورۂ مائدہ میں جملہ مذکور کے بعد فرمایا "ولا يجرمنكم شنان قوم علىٰ أن لا تعدلوا"۔

ان آیات میں ایک اور ہدایت واضح طور پر دی گئی ہے کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا صرف حکومت اور عدالت کا فریضہ نہیں بل کہ ہر مومن اس کا مکلف و مخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کی کوشش کرے۔

۲۰۶- خير الناس قرني. یہاں "قرني" سے مراد حضرات صحابۂ کرام ہیں۔ قرن کی تحدید بعض علماء نے کچھ متعینہ سالوں سے کی ہے اور اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں (۱) تیس سال، (۲) چالیس سال، (۳) ساٹھ سال، (۴) ستر سال، (۵) اسی سال، (٦) سو سال۔ اور ایک روایت میں تو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا: "عِشْ قرناً" (تو ایک قرن زندہ رہ) تو وہ پورے سو سال زندہ رہا۔ (مرقاۃ ج۴، ص:۱۵۹)

ثُمّ يفشو الكذب. یعنی پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ جھوٹی گواہی دینے میں تامل نہیں کریں گے؛ بل کہ جھوٹی گواہی کو پیشہ بنالیں گے۔ اور بلا ضرورت اور بغیر مطالبے کے گواہی دینے میں پیش پیش رہیں گے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے "تسبق شهادة أحدهم يمينه و يمينه شهادته" یعنی وہ گواہی دینے اور قسم کھانے میں عجلت اور زیادتی کی وجہ سے اس قدر لاپرواہ ہوگا کہ کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائے گا اور کبھی پہلے گواہی دے گا پھر قسم کھائے گا، اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تیزی اور پھرتی کی وجہ سے اس کو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ پہلے قسم کھائے پھر گواہی دے یا پہلے گواہی دے پھر قسم کھائے۔

وَمِنْهَا الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

(۲۰۷) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران آيت ۱۱۰)

(۲۰۸) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّنْهُ فَتَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.

(ترمذي ص۳۹ ج۲، و مشكوة ص٤٣٦)

(۲۰۹) عَنْ أَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِّ أَنَّهٗ قَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوْا عَلىٰ يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ. (ترمذي ص۳۹ ج۲، و مشكوة ص٤٣٦)

اور بر کے ابواب میں سے بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی ہے

ارشادِ باری ہے: تم لوگ اچھی جماعت ہو جس کو لوگوں کے نفع کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تم لوگ نیک

کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ رب العزت تم پر اپنا عذاب نازل فرمادے پھر تم اس سے دعا مانگو گے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں گے پھر بھی اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے عذاب میں مبتلا کردے۔

لغات وترکیب

أَمَرَ بِشَيءٍ یأمر أمراً (ن) کسی چیز کا حکم دینا۔ نَهىٰ عَن شَيءٍ یَنْهىٰ نَهیاً (ف) کسی چیز سے روکنا۔ أوشك، افعال مقاربہ میں سے ہے بمعنیٰ قریب ہونا۔ بَعَثَ یَبْعَثُ بَعْثاً (ف) بھیجنا۔

اِسْتَجَابَ یَسْتَجِیبُ اِسْتِجَابَةً (استفعال) پکار سننا۔

أخرجت للنّاسِ، جملہ "أمة" کی صفت ہے، موصوف باصفت مضاف الیہ ہوکر "کنتم" کی خبر۔

"لتأمُرُنّ" میں لام برائے تاکید ہے۔

تشریح

۲۰۷- کنتم خیر أمة. امت محمدیہ کے خیر الامم ہونے کی متعدد وجوہ ہیں۔ آیت مذکورہ میں خیر الامم ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ امت خلق اللہ کو نفع پہنچانے ہی کے لیے وجود میں آئی ہے اور اس کا سب سے بڑا نفع یہ ہے کہ خلق اللہ کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی فکر اس کا منصبی فریضہ ہے، اور پچھلی سب امتوں سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل اس امت کے ذریعہ ہوئی۔ برخلاف پچھلی امتوں کے کہ ان میں سے بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لیے ان کا امر بالمعروف صرف دل اور زبان سے ہوسکتا تھا، امت محمدیہ میں اس کا تیسرا درجہ ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف کا بھی ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں۔

دوسری امتیازی صفت اس امت کی "تؤمنون باللّه" بیان کی گئی ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ایمان باللہ تو تمام انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کا مشترک وصف ہے پھر اس کو امتیازی وجہ کس بنا پر قرار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل ایمان تو سب میں مشترک ہے مگر کمالِ ایمان کے درجات مختلف ہیں ان میں امت محمدیہ کو جو درجہ حاصل ہے وہ سابقہ امتوں کے مقابلے میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص: ۱۴۹-۱۵۰)

۲۰۸- عن حذيفة بن اليمان عن النبيِّ قال: ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس فریضے کی انجام دہی سے غفلت کی صورت میں امت عذابِ خداوندی میں گرفتار ہوسکتی ہے۔ حدیث پاک سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے عذاب اور مصائب دعا کی

برکت سے ٹلنے کا احتمال رکھتے ہیں، لیکن اِس فریضۂ مذکور کے ترک پر خدا کی طرف سے جو آفات اور بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ دعا کے ذریعے بھی ٹلنے کا احتمال نہیں رکھتیں، کیوں کہ ان کے دفعیے کے لیے کی جانے والی دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔

۲۰۹- عن أبي بكرن الصديق۔ حدیث پاک میں اِس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جب لوگ خلافِ شرع امر کو دیکھیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس کی اصلاح کریں اور اس میں مبتلا اشخاص کو باز رکھنے کی کوشش کریں، بصورتِ دیگر یعنی برائیوں کو مٹانے کی جدو جہد نہ کرنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ "مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِيْ وَ هُمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى أَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْنَ إِلَّا أَنْ يُوشك أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ" جس قوم میں گناہ و معاصی کا ارتکاب ہونے لگے اور اس قوم میں ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہو جو گناہ و معاصی کا ارتکاب نہیں کرتے، وہ ان کو باز رکھنے پر بھی قادر ہوں پھر بھی باز نہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا۔

وَمِنْهَا الدَّعْوَةُ إِلَى الْخَيْرِ وَ تَعْلِيمُهُ وَ تَعْلِيمُ الدِّيْنِ

(۲۱۰) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۴)

(۲۱۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ يَّتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَ مَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَّتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا. (ترمذي ص۹۲ج۲، مسلم ۳۴۱ج۲، مشكوة ۲۹)

(۲۱۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَ مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ اللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ، وَ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهُمْ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ وَ مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. (مسلم ص۳۴۵، ترمذي۱۱۸ج۲، مشكوة ص۳۲)

(۲۱۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ أَجْوَدُ جُوْدًا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: اَللّٰهُ تَعَالٰى أَجْوَدُ

جُوداً۔ ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِیْ آدَمَ، وَ اَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْماً فَنَشَرَهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمِيْراً وَحْدَهٗ اَوْ قَالَ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ (مشکوٰۃ ص۳۷)

اور ابواب بر میں سے بھلائی کی دعوت اس کی تعلیم اور دین کی تعلیم بھی ہے

ارشادِ باری ہے: اور تم میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کام کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سیدھے راستے کی طرف بلائے تو اس کے لیے ان سب لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا جو اس اتباع کریں گے، یہ بات ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ کرے گی اور جو کسی گمراہی کی دعوت دے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس کی اتباع کریں گے، یہ چیز ان کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہ کرے گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کردے گا اور جو شخص کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت (دونوں) میں اس پر آسانی فرمائیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت (دونوں) میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور اللہ رب العزت بندہ کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے، اور جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے گا جس میں وہ علم کا طلب گار ہو تو اللہ رب العزت اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے، اور نہیں جمع ہوئے لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جس میں وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور آپ میں اس کو پڑھیں پڑھائیں مگر ان پر سکینے کا نزول ہوتا ہے، رحمت ان پر چھاجاتی ہے اور فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ رب العزت ان کا تذکرہ ان فرشتوں کے پاس کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں، اور جس کا عمل اسے پیچھے ڈال دے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ رب العزت سب سے بڑا سخی ہے، پھر سارے انسانوں میں میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد سارے انسانوں میں سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا پھر اس کی نشر واشاعت کی، وہ قیامت کے دن تنہا امیر بن کر آئے گا، یا فرمایا: تنہا ایک امت بن کر آئے گا۔

لغات وترکیب

نَقَصَ يَنْقُصُ نَقْصاً (ن) کمی کرنا۔ ضَلَّ يَضِلُّ ضَلَالَةً (ن) گمراہ ہونا۔ سَلَكَ الطَّرِيْقَ يَسْلُكُ سُلُوْكاً (ن) راستے پر چلنا۔ تَدَارَسَ يَتَدَارَسُ تَدَارُساً (تفاعل) آپس میں پڑھنا پڑھانا۔

خَفَّ يَخُفُّ خَفّاً (ن) گھیرلینا۔ أَسْرَعَ يُسْرِعُ إِسْرَاعاً، تیزی سے آگے بڑھنا۔ جَادَ يَجُودُ جُوداً (ن) سخی ہونا۔

من دعا إلى هدى جملہ متضمن معنی شرط کان له من الأجر مثل أجور الخ" خبر متضمن معنی جزا۔ له خبر مقدم ہے اور "مثلُ" اسم موخر۔ "يلتمس فيه علماً" جملہ "سلك" کی ضمیر سے حال ہے۔ "من أجود جوداً" مَنْ مبتدا۔ أجود جوداً تمیز یا تمیز خبر۔

تشریح

۲۱۰- وَلتكن منكم أمة يدعون إلى الخير۔ آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِس جیسی جماعت کا وجود ضروری ہے اگر کوئی حکومت یہ فریضہ انجام نہ دے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ ایسی جماعت قائم کریں، پھر اِس جماعت کے بعض اہم اوصاف و امتیازات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "يدعون إلى الخير" یعنی اس جماعت کا پہلا امتیازِ خصوصی یہ ہوگا کہ وہ خیر کی طرف دعوت دیا کرے گی اور یہی اس کا مقصدِ اعلیٰ ہوگا۔ خیر کی تفسیر آپؐ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے "الخير هو اتباع القرآن وسنتي" یعنی خیر قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔ (ابن کثیر)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ دعوت الی الخیر کے دو درجے ہیں۔ اول یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی دعوت دینا ہے، مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دے، زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو خیر کی دعوت دینا ہے کہ تمام مسلمان علی العموم اور جماعت خاصہ علی الخصوص مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرے، پھر اس میں بھی ایک تو دعوت الی الخیر عام ہوگی یعنی تمام مسلمانوں کو ضروری احکام و اسلامی اخلاق سے واقف کیا جائے اور دوسری دعوت الی الخاص ہوگی یعنی امتِ مسلمہ میں علومِ قرآن وسنت کے ماہرین پیدا کرنا۔ یہ دونوں قسم کی دعوت ضروری ہے اور جو جماعت اِس فریضے کی ادائیگی میں حصہ لے گی اس کے بارے میں قرآن نے فلاح وکامیابی کی خبر دی ہے۔

۲۱۱- من دعا إلى الهدى كان له من الأجر الخ. اس حدیث کی تشریح حدیث نمبر ۴۹ کے ضمن میں بالتفصیل آچکی۔

۲۱۲- من نفّس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا. اِس حدیث کی بھی تشریح "والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه" تک حدیث ۱۸۵ میں آچکی۔ بقیہ اجزا کی تشریح درج ذیل ہے:

ومن سلك طريقاً يلتمس فيه علماً. مطلب یہ ہے کہ جو شخص علم دین کی طلب میں نکلا اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے اس راستے کی تمام پریشانیوں، سختیوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا تو طلب علم کے تئیں اُس کے اِس جذبے اور عمل کی جزا میں اللہ تعالیٰ اس پر جنت کا راستہ آسان کردے گا۔ "طريقاً" اور "علماً" کو نکرہ لانے میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ راستہ عام ہے خواہ قریب ہو یا بعید، اسی طریقے سے علم خواہ قلیل حاصل کرے یا کثیر عام ہے البتہ علمِ دین ہونا چاہیے۔

وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله. بیت ان تمام گھروں کو شامل ہے جو رضائے خداوندی

کے حصول کی غرض سے تعمیر کیے گئے ہوں مثلاً مساجد، مدارس، خانقاہیں وغیرہ۔ يتلون كتاب الله. یعنی وہاں قرآن کریم کے تعلیم و تعلم میں مصروف ہوں یہ بھی عام ہے قرآن پڑھنے سننے اور الفاظ و معانی کی تعلیم کو۔ نزلت عليهم السكينة. سکینہ سے تسکین قلب و دماغ مراد ہے۔ یہ جوہر جس کو حاصل ہوجاتا ہے وہ دماغی الجھاؤ، ذہنی انتشار اور طبعی کسل و سستی سے جو کہ علمی افادہ و استفادہ کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے محفوظ ہوجاتا ہے، دنیا کی خواہشیں اور ماسوی اللہ کا خوف نکل جاتا ہے۔ اور اس کے اندر وہ نورانیت پیدا ہوجاتی ہے جو اللہ کی قربت و حضوری کے بلند و برتر مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ حفتهم الملائكة. ملائکہ سے ملائکہ رحمت مراد ہیں۔ یعنی سمائے دنیا تک ان کے ارد گرد گھومتے ہیں اور قرآن کریم سنتے ہیں۔

و من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه. مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے درجۂ سعادت سے پیچھے رہ گیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا ہے، اس لیے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک سعادت و تقرب کا مدار حسب و نسب پر نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ اور تقویٰ پر ہے "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ" چناں چہ بہت سے علمائے سلف و خلف عالی نسب نہ تھے مگر اپنے اعمال صالحہ اور تقوے کی برکت سے عالی نسب والوں پر فائق ہوگئے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۲)

۲۱۳- عن أنس بن مالك. من علم علماً فنشره، نشرِ علم میں تصنیف و تالیف اور تدریس کے علاوہ اس سلسلے کو دوسروں کو رغبت دلانا بھی داخل ہے۔ اميراً واحداً أو قال أمةً واحدةً. راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے ان دونوں میں سے کیا فرمایا۔ بہرحال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ علمِ دین حاصل کرنے والا اور اس کو پھیلانے والا شخص یا تو امیر کی حیثیت میں آئے گا وہ کسی کا تابع اور کسی کے پیچھے نہیں ہوگا، یا تنِ تنہا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑی جماعت کی حیثیت میں آئے گا عند اللہ اسے وہ عزت و تکریم اور شان و شوکت حاصل ہوگی جو کسی بڑی جماعت کو مجموعی طور پر حاصل ہوگی۔

(٢١٤) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَ الْآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ، ثُمَّ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهُ وَ أَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرَضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ. (ترمذي ص٩٣ ج٢، مشكوة ٣٤)

(٢١٥) وَ قَالَ الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعَى كَبِيْراً فِي مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ. (ترمذي ص٩٣ ج١)

(٢١٦) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: فَضْلُ

العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ، و إنّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ و إنّ الأنبياءَ لم يُورِّثوا ديناراً وّ لا درهماً، و إنّما ورّثوا العلمَ، فمنْ أخذهُ أخذَ بحظٍّ وافرٍ. (ترمذي ص۹۳ ج۱، مشكوٰة ۳٤)

(۲۱۷) عنْ عثمانَ بنِ عفّانَؓ عنِ النّبيّ صلّى اللهُ عليهِ و سلّم خيرُكم مّنْ تعلّم القرآن و علّمهُ. (بخاري ص۷۵۳، مشكوٰة ص۱۸۳)

(۲۱۸) عنْ أبي هريرةَؓ قال: قال رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ و سلّم: إذا ماتَ الإنسانُ انقطعَ عنهُ عملهُ إلّا منْ ثلثةٍ، إلّا منْ صدقةٍ جاريةٍ، أوْ علمٍ يُنتفعُ بهِ، أوْ ولدٍ صالحٍ يّدعُوْ لهٗ. (مشكوٰة ص۳۲)

ترجمہ حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر، پھر سرکارِ دوعالمؐ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی سب دعائے خیر کرتی ہیں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے شخص کے لیے۔

اور حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: علم سکھانے والا عالمِ باعمل آسمانوں میں کبیر (بزرگ) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

حضرت ابودرداءؓ نے نبی کریمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور حضرات انبیاء کرامؑ نہ تو دینار کا وارث بناتے ہیں اور نہ درہم کا، وہ تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں، تو جس نے علم لے لیا اس نے پورا حصہ لے لیا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔

لغات وترکیب

فَضَلَ يَفْضُلُ فَضْلاً (ن) فضل میں غالب ہونا، فوقیت لے جانا۔ أدنىٰ، اسم تفضیل ہے۔ دَنِيَ يَدْنىٰ دَنَايَةً (س) گھٹیا ہونا، کم تر ہونا۔ نَمْلَةٌ: ج نَمْلٌ و نِمَالٌ، چیونٹی۔ جُحْرٌ: ج أجْحَارٌ وَ

حُجُوْرٌ، سوراخ، بل۔ حُوْتٌ: ج حِيْتَانٌ، مچھلی۔ وَرَّثَ تَوْرِيْثاً (تفعیل) وارث بنانا۔ حَظٌّ: ج حُظُوْظٌ، حصہ۔ وَفَرَ يَفِرُ وَفْراً (ض) پورا ہونا۔

فضل العالم على العابد مبتدا، "علىٰ" فضل سے متعلق ہے كفضلي على أدناكم مجرور سے متعلق ہوکر خبر ہے۔ حتى النملة، منصوب ہے اس کا عطف اسم إنّ پر ہے۔ مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں حتیٰ ابتدائیہ ہوگا اور مجرور کی صورت میں حتی جارہ ہوگا۔ "ليصلّون" إن کی خبر ہے۔ يُدعىٰ كبيراً میں ضمیر نائب فاعل ہے اور "كبيراً" مفعول ہے۔ خيركم مبتدا۔ من تعلّم القرآن وعلّمه جملہ خبر ہے۔

تشریح

۲۱۴- عن أبي أمامة الباهلي. روایت مذکورہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دین کی قدر ومنزلت کو نہایت بلیغ انداز میں ظاہر فرمایا ہے، چناں چہ جو شخص بھی اس بات کو جھتا ہے کہ آپ کو اپنی امت کے سب سے معمولی شخص پر کس درجہ فضیلت حاصل ہے وہ اس ارشاد گرامی کو پڑھ کر اور سن کر بڑی آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ایک عالم دین کو جب عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے تو دوسرے لوگوں پر کتنی بڑی فضیلت ہوگی۔ ملئكته و أهل السموٰت۔ یہ عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے کہ ملائکہ سے مراد تو حاملین عرش ہیں جو مخصوص ہیں اور اہل السماوات سے عام فرشتے مراد ہیں۔ اور ليصلّون کو جمع مذکر غائب لانا علیٰ سبیل التغلیب ہے یعنی ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دے دیا گیا ہے۔ أهل السموٰت والأرض کے بعد حتى النملة فرما کر اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ہر ذی روح کی تمام مخلوق دعا میں مشغول رہتی ہے اور "على معلم الناس الخير" میں خیر سے مراد علم دین ہے۔

۲۱۵- وقال الفضل بن عياض. یعنی باعمل عالم کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اسے آسمانوں میں ''بزرگ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۱۶- فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر. اِس روایت میں بھی عالم دین کی ہی فضیلت ایک اور طریقے سے بیان کی گئی ہے۔ اور عالم کو عابد سے افضل اِس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ عالم کا فائدہ تو متعدی اور غیر محدود ہے اس کا علم صرف اسی کو فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ برخلاف عابد کے کہ اس کی عبادت لازم اور محدود ہے، اس کی ساری عبادتیں صرف اسی کی ذات کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ یہی حال چودھویں رات کے چاند کی روشنی کا ہے کہ اس کی روشنی خود اس کی ذات تک محدود نہ رہ کر غیر محدود طور پر سارے عالم میں پہنچتی ہے جب کہ ستاروں کی ضیا بس ان کے اپنے اندر تک ہی محدود رہتی ہے کسی اور جگہ تک ان کی روشنی نہیں جاتی۔

۲۱۶- إن العلماء ورثة الأنبياء. وجہ افضلیت کا بیان ہے کہ علماء انبیاء کے وارث اور جانشین ہیں اور وراثت میں انھیں علم ہی کی دولت ملی ہے اور جب مورث اعلیٰ وافضل ہیں اور شئ موروث بھی افضل و اعلیٰ ہے تو اس کے حاملین بھی یقیناً افضل ہی ہوں گے۔

۲۱۷- خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه. کم ضمیر سے خطاب امتِ مسلمہ کو ہے۔ قرآن سیکھنے اور سکھانے میں تمام علوم شرعیہ مع اصول وفروع، الفاظ قرآنی مع مطالب ومقاصد بھی داخل ہیں۔ بل کہ یہ اعلیٰ درجہ ہے اس لیے کہ یہ شخص خود کامل ہے اور دوسروں کو کامل بنا رہا ہے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف الفاظِ قرآنی سیکھے اور سکھائے یہ بھی ان تمام انسانوں سے افضل ہے جو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں۔

۲۱۸- عن أبي هريرةؓ، إذا مات الإنسان. ایک انسان دنیا میں جو بھی اعمالِ صالحہ کرتا ہے اس کا ثواب جمع ہوتا رہتا ہے جو اس کو آخرت میں ملے گا مگر عرصۂ حیات پورا کرتے ہی اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، ہاں تین چیزیں ایسی ہیں جن پر ثواب ملنے کا سلسلہ بعد الموت بھی جاری رہتا ہے۔ ایک تو صدقۂ جاریہ ہے یعنی اگر کسی شخص نے کوئی زمین و جائداد اللہ کے راستے میں وقف کر دی، یا مسجد و مدرسہ تعمیر کرا دیا، کنواں کھدوای، تالات بنوا دیا، نہر جاری کرا دی، سرائے ومسافر خانہ تعمیر کرا دیا وغیرہ وغیرہ تو اس کارِ خیر کے وقت اس کو جو ثواب ملنا تھا وہ تو ملا ہی۔ آئندہ بھی جب تک اس کا وہ وقف قائم رہے گا اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو ثواب ملنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ دوسری چیز وہ دینی علم ہے جس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں مثلاً کسی نے کوئی دینی کتاب تصنیف وتالیف کر دی یا تدریس کے ذریعے دوسروں کو عالمِ دین بنا دیا تو اس نیک عمل کے وقت تو اس کو وہ ثواب ملا ہی جو ملنا تھا، آئندہ بھی جب تک اس کی ان علمی یادگاروں سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچتا رہے گا مرنے کے بعد اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔ تیسری چیز نیک وصالح اولاد ہے جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرے یہ بھی ایک ایسی بھلائی ہے جس کے ذریعہ مرنے کے بعد ثواب پاتا رہے گا۔

وَ مِنْهَا طَلَبُ الْعِلْمِ وَ التَّفَقُّهُ فِي الدِّيْن

(۲۱۹) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (سوره توبه آیت ۱۲۲)

(۱۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ وَ مَا سِوىٰ ذٰلِكَ فَضْلٌ، اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ.

(أبوداؤد ص۴۳ ج۲، مشکوٰة ص۳۵)

(۲۲۱) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْماً سَلَكَ بِهٖ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ، وَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًى لِّطَالِبِ الْعِلْمِ. (ترمذي ص۹۳ ج۲، مشکوٰة ص۳٤)

(۲۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِغَيْرِ اللّٰهِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (ترمذي ص ۹۰ ج ۲)

(۲۲۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا. (باب المناقب بخاري ص ۴۹۶ ج ۱)

اور ابواب بر میں سے علم سیکھنا اور دین کی سمجھ حاصل کرنا بھی ہے

ارشادِ باری ہے: اور ایمان والوں کو نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جب وہ ان کے پاس واپس آئیں تو ڈرائیں تا کہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر) احتیاط رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم تین ہیں اور ان کے سوا جو کچھ ہے تو وہ زائد ہے۔ غیر منسوخ آیت، ایسی سنت جو ثابت ہے۔ فریضۂ عادلہ (کتاب وسنت سے ثابت ہونے والا حکم)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس میں وہ علم کی تلاش کرے تو اس کی وجہ سے اللہ رب العزت اس کو جنت کے کسی راستے پر چلائیں گے اور بلاشبہ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کی خاطر اپنے بازو جھکا دیتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ: جس شخص نے غیر اللہ کے لیے کوئی علم حاصل کیا، یا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ایسی کانیں ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں، ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے اسلام میں وہی ان میں سب سے بہتر ہوں گے بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔

لغات وترکیب

تَفَقَّهَ فِي أَمرٍ يَتَفَقَّهُ تَفَقُّهاً (تفعّل) کسی چیز کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا۔ فِرْقَةٌ: ج فِرَقٌ، جماعت۔ حَذِرَ يَحْذَرُ حَذَراً (س) محتاط رہنا۔ تَبَوَّأَ يَتَبَوَّأُ تَبَوُّءاً (تفعّل) ٹھکانہ بنانا، اقامت کرنا۔ مَعَادِنُ واحد مَعْدِنٌ، کان۔ فَقِهَ يَفْقَهُ فِقْهاً (س) سمجھنا۔

لنيفروا كافّة "كافّة" اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی اضافت ہوتی ہے، ہمیشہ حالیت کی بنیاد پر منصوب ہوتا ہے۔ ماكان سوى ذلك، جملہ شرط ہے، فهو فضلٌ جزا۔ من تعلّم علماً الخ

معطوفات سے مل کر شرط۔ فليتبوّأ جزا۔ الناس معادن كمعادن الذهب والفضة أي مثل معادن الذهب. كمعادن اپنے مضاف الیہ سے مل کر معادن کی صفت ہے یا خبر ثانی۔ خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام جملہ جزئے مقدم ہے یا قائم مقام جزا ہے اور "إذا فقهوا" شرط ہے۔

تشریح ۲۱۹- وما كان المؤمنون. سورۂ توبہ کی اس آیت سے پہلے کی آیات میں تفصیل کے ساتھ جہاد کا بیان تسلسل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاد میں سبھی مسلموں کو نکلنا فرض اور تخلف حرام ہے۔ حالاں کہ حکم شرعی یہ نہیں ہے: بل کہ جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے البتہ اگر ضرورت کے وقت مسلمانوں کا حاکم نفیر عام کا اعلان کردے تو پھر تمام مسلمانوں کے لیے جہاد میں شرکت فرض اور تخلف حرام ہو جائے گا۔ مذکور الصدر آیت میں اسی حکم کو واضح کیا گیا ہے کہ عام حالات میں ایک جماعت جہاد میں رہے اور بقیہ لوگ طلب علم میں مصروف رہیں۔

آیت مذکورہ میں علم دین کا اجمالی نصاب بھی بتلا دیا گیا ہے، اور علم حاصل کرنے کے بعد عالم کے فرائض کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اِن دونوں امور کے جاننے سے پہلے طلب علم کی حیثیت باعتبار فرض و کفایہ جان لینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے، اور طہارت و نجاست کے احکام سیکھے اور نماز، روزہ اور تمام عبادات جو شریعت نے فرض و واجب قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے، حرام اور مکروہ کو جانے۔ اگر مال دار ہے اور زکوۃ اس کے ذمے فرض ہے تو زکوۃ کے احکام و مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے، اگر حج فرض ہے تو حج کے مسائل کا سیکھنا بھی فرضِ عین ہے، تاجر یا مزدور ہے تو تجارت و اجارت کے مسائل کو معلوم کرنا بھی فرض ہے۔ غرض جو احکام شریعت نے ہر انسان کے ذمے فرض و واجب کیے ہیں ان کے احکام و مسائل کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اس کے برعکس پورے قرآن کے معانی و مسائل کو سمجھنا، تمام احادیث کو سمجھنا ان میں معتبر و غیر معتبر کی شناخت کرنا، صحابہ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال و آثار سے واقف ہونا، یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری زندگی اس کے لیے ناکافی ہے اس لیے شریعت نے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کرلیں تو باقی مسلمان سبک دوش ہو جائیں گے۔

علم دین کا نصاب : آیت کریمہ کا ایک ہی جملہ "ليتفقّهوا في الدين" علم دین کے نصاب کی طرف اشارہ کررہا ہے بایں طور کہ اللہ رب العزت نے "ليتعلّموا" نہیں فرمایا؛ بل کہ "تفقه" کا لفظ لا کر یہ بتلا دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں ہے، وہ تو بہت سے کافر یہودی و نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور محض علم تو شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے؛ بل کہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے اور دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت، نجاست، یا نماز روزے زکوۃ اور حج کے مسائل معلوم کرے، بل کہ دین کی سمجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں حساب لیا جائے گا، اس کو

اِس دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے، دراصل اِسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ اسی لیے امام اعظم علیہ الرحمہ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کے لیے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کے لیے ضروری ہے۔

عالم کے فرائض : عالم دین کے فریضے کو بھی اسی جگہ اللہ رب العزت نے ایک ہی جملے میں بیان فرمادیا ہے "ولینذروا قومھم" — تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں — یعنی عالم کا فرض انذار قوم ہے، قوم کو ڈرانا۔ ڈرانا بھی مختلف طریقے سے ہوتا ہے مثلاً کسی کو شیر یا چور سے ڈرانا، یہ ڈرانا تو ہیبت زدہ کرنے کے لیے ہوتا ہے، یہ مراد نہیں؛ بل کہ انذار کہتے ہیں اِس انداز سے ڈرانا کہ لب و لہجے ہی سے شفقت و رحمت اور خیر خواہی مترشح ہو، مخاطب کو یقین ہو جائے کہ اس کے کلام کا مقصد نہ تو مجھے رسوا کرنا ہے، نہ بدنام کرنا اور نہ ہی اپنے دل کی بھڑاس نکالنا۔ جیسے کہ ایک باپ شفقت کے ساتھ اپنی اولاد کو تکلیف دہ چیز، زہریلے جانور اور مضر غذا سے ڈراتا ہے، انذار اسی قسم کے ڈرانے کا نام ہے اسی لیے پیغمبروں اور رسولوں کو نذیر کا لقب دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص: ۴۸۷-۴۹۱ ملخصاً)

۲۲۰- عن عبد الله بن عمرو قال. "آیت محکمہ" کے اصل معنیٰ وہ آیت جو منسوخ نہ ہوئی ہو یا جس میں مختلف تاویلات کا احتمال نہ ہو۔ مگر یہاں مراد پورا قرآن پاک ہے، چوں کہ کتاب اللہ کی اصل چیز آیات محکمات ہی ہیں اس لیے حدیث میں صرف انھیں کا ذکر کیا گیا۔ دوسرے وہ علوم وفنون جو کتاب اللہ کے سمجھنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ "سنت قائمہ" سے مراد احادیث ہیں جو کہ اپنے متون اور اپنے اسناد کی پوری احتیاط و حفاظت کے ساتھ نقل ہو کر واجب التسلیم قرار پائیں اور انھیں متون و اسناد کے ساتھ جوں کی توں محفوظ اور موجود ہیں۔ اور "فریضۂ عادلہ" سے اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ماخوذ ہے، اس (اجماع اور قیاس) کو فریضہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ اس کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا۔ چناں چہ "عادلہ" کا لفظ بھی اسی مطلب کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ فریضہ جو کتاب وسنت کے مثل اور عدیل ہے۔

حدیث شریف کا خلاصہ یہ نکلا کہ علم دین کی اصل اور اس کے مآخذ چار چیزیں ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس۔ دینی علوم و معارف کی ساری عمارت انھیں بنیادی ستون پر قائم ہے۔ جس نے ان چاروں چیزوں کو سیکھ لیا اس نے دین کا علم حاصل کرلیا۔ حدیث مذکور کی مراد میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں جو یہاں غیر مناسب ہیں۔ حدیث کی بڑی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۲۲۱- وإنّ الملائكة لتضع أجنحتها. یہ الفاظ اگر اپنے ظاہری معنیٰ ہی پر محمول ہیں تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فرشتے واقعتاً طالب علم دین کے راستے میں زمین پر اپنا بازو پھیلا دیتے ہیں جس سے اس طالب علم کا تعظیمی اعزاز مقصود ہوتا ہے۔ اور اگر اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہیں تو مطلب یہ ہے کہ فرشتے راستے

بھر غیبی طور سے اس کی مدد و خدمت کرتے رہتے ہیں، اس کا سفر آسان کر دیتے ہیں، اور حفاظت و عافیت کے ساتھ اس کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ "الملٰئکۃ" میں الف لام جنسی ہے یا عہدی اور مراد اس سے "ملائکہ رحمت" ہیں اور اگر حدیث اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہ ہو تو الف لام استغراقی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

۲۲۲- من تعلّم علماً لغیر اللّٰہ. حدیث شریف میں بہت سخت وعید ہے اس شخص کے لیے جو علمِ دین کو حصولِ دنیا کی غرض سے سیکھے۔ ہاں ایسا علم جو کہ دین سے تعلق نہ رکھتا ہو اُس کو دنیا کا وسیلہ بنا کر اور ذریعۂ معاش سمجھ کر سیکھنا برا نہیں ہے بشرطے کہ اس علم کو حاصل کرنا شرعی طور پر درست بھی ہو، ناجائز نہ ہو، جیسے علم نجوم وغیرہ، معلوم ہوا کہ علمِ دین میں اخلاص اور رضائے الٰہی شرطِ اول ہے۔

۲۲۳- الناس معادن کمعادن الذھب. روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کانوں میں سونا اور چاندی مٹی کے نیچے ہوتا ہے مٹی کو ہٹانے سے سونا، چاندی اور لوہے وغیرہ کی بازیافت ہوتی ہے اسی طریقے سے انسان کے اندر جواہر انسانیت پوشیدہ ہیں جب کفر کی خاک کو ہٹا دیا جائے گا تو وہ جواہر برآمد ہوں گے۔ اب جن کے اندر بہترین جواہر تھے اسلام لانے کے بعد بہتر ہی رہیں گے بشرطے کہ ان کے اندر دین کی سمجھ پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ اس کے بغیر تو کمالات کا ظہور ہی نہیں ہوگا۔

(۲۲٤) وَ عَنْ مُعَاوِيَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ.

(بخاري ص١٦، مشكوٰة ص٣٢)

(٢٢٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

(ترمذي ص٩٣، مشكوٰة ص٣٤)

(٢٢٦) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ إِحْيَائِهَا.

(مشكوٰة ص٣٦)

(٢٢٧) عَنْ الْحَسَنِؒ مُرْسَلاً قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَ هُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. (مشكوٰة ص٣٦)

(٢٢٨) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ عَنْهُ وَ مَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا. (مشكوٰة ص٣٦)

(٢٢٩) قَالَ بْنُ عَوْنٍ ثَلٰثٌ أُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِيْ وَ لِإِخْوَانِيْ هٰذِهِ السُّنَّةُ أَنْ

يَتَعَلَّمُوْهَا وَ يَسْئَلُوْا عَنْهَا وَ الْقُرآنُ أَنْ يَتَفَقَّهُوْهُ وَ يَسْئَلُوْا عَنْهُ وَ يَدَعُوا النَّاسَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ. (بخاري ج۲، ص ۱۰۸۰)

ترجمہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتے ہیں، اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ رب العزت عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے لہٰذا جہاں بھی اسے ملے تو وہی اُس کا زیادہ حق دار ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تھوڑی دیر رات کا پڑھنا پڑھانا پوری رات کو زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسنؒ سے مرسلاً منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو ایسی حالت میں موت آجائے کہ وہ علم دین حاصل کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے تو اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فاصلہ ہوگا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے، ایک تو علم کا حریص اس سے سیر نہیں ہوتا اور ایک دنیا کا حریص اس سے سیر نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عونؒ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن کو میں اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں۔ ایک یہ سنت کہ اس کو سیکھیں اور اس کے بارے میں پوچھیں، اور (دوسرے) قرآن کہ اس کو سمجھیں اور اس کے بارے میں پوچھیں۔ اور (تیسرے) یہ کہ وہ لوگوں کو چھوڑ دیں مگر بھلائی سے۔

لغات وترکیب

فَقَّهَ يُفَقِّهُ تَفْقِيهاً (تفعیل) سمجھ بوجھ عطا کرنا۔ قَسَمَ يَقْسِمُ قَسْماً (ض) بانٹنا۔ نَهِمَ يَنْهَمُ نَهَماً و نَهَامَةً (س) حریص ہونا۔ شَبِعَ يَشْبَعُ شَبْعاً (س) شکم سیر ہونا۔ وَدَعَ يَدَعُ وَدْعاً (ف) چھوڑنا۔ ایک روایت میں "ويدْعُوْا" دال کے سکون کے ساتھ ہے اور ایک دوسری روایت میں "ويدعو الناس إلى خير" ہے۔

من يرد الله به خيراً، جملہ شرط ہے اور "يفقهه في الدين" جزا ہے۔ تدارس العلم مبتدا، خيرٌ من أحيائها جزا۔ وهو يطلب العلم، "جاءه" میں "ہ" ضمیر سے حال واقع ہے۔ منهومان مبتدا، لايشبعان جزا۔ أحدهما منهوم في العلم۔

تشریح ۲۲۴- من يرد الله به خيراً. تفقہ فی الدین کا مطلب دین کی تعلیم میں اُس درک اور مہارت کا حاصل ہونا ہے جو کتاب وسنت میں حق شناسی کے جوہر کا مالک بنادے اور شرا

احکام و مسائل کی بنیادی حقیقتوں سے باخبر کردے۔اگر "من یرد اللّٰه" میں من سے عموم مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس کے ساتھ بھی اللہ رب العزت ارادۂ خیر فرماتے ہیں اسے تفقہ فی الدین عنایت کرتے ہیں اور یہ درست نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ ایسی بھی صورتیں ہیں جہاں تفقہ نہیں ہے مگر ارادۂ خیر ہے، جیسے کوئی بچپن ہی میں مکلف ہونے سے قبل مرجائے یا آخرِ وقت میں اسلام لے آئے، ان اعتراضات سے بچنے کی اچھی صورت یہ ہے "خیراً" کی تنوین کو تعظیم کے لیے لیں۔اب مطلب یہ ہوگا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیرِ عظیم کا ارادہ فرماتے ہیں، رہا مطلق ارادۂ خیر تو وہ اور حضرات سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بطور مبالغہ فقیہ کی نسبت سے غیر فقیہ کے ساتھ ارادۂ خیر کی نفی ہو، اِس صورت میں بھی ''من'' کا عموم باقی رہے گا۔

إنما أنا قاسمٌ واللّٰه يعطي۔ یعنی جو علوم مجھے عطا کیے گئے ہیں سب کے سامنے تقسیم کردیتا ہوں، میری طرف سے کوئی روک یا بخل نہیں ہے، جس کی قسمت میں قبول کرنا ہوتا ہے وہ قبول کرلیتا ہے۔

(ایضاح البخاری ج۱ص:۴۹۶)

۲۲۵- الكلمة الحكمة ضالة المؤمن. حکمت و دانائی کی بات سے مراد وہ بات ہے جو دین و آخرت میں فائدہ دے۔مشکوۃ شریف کی روایت میں "الكلمة الحكمة ضالة الحكيم" ہے وہاں بھی حکیم سے مراد مومن اور مسلمان ہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ دین و آخرت میں فائدہ دینے والی ہر بات مومن کا مطلوب ہے لہٰذا مومن اس بات کو جہاں پائے اس کو لینے کا سب سے بڑا حق دار اپنے ہی کو سمجھے اور فوراً اسے قبول کرلے، خواہ حکمت کی بات کسی بڑے عالم دین سے سنے یا معمولی انسان مثلاً اپنے غلام اور باندی کی زبان سے سنے۔

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''کلمۂ حکمت'' سے مراد فقہ فی الدین ہے، ارشاد باری ہے "يؤتي الحكمة من يشآء" اور یہاں حکمت سے مراد جہاں حضرات مفسرین سے بہت سے اقوال مذکور ہیں ایک قول فقہ فی الدین اور اصابت رائے کا بھی ہے۔

۲۲۶- عن ابن عباسؓ تدارس العلم ساعة. مطلب یہ ہے کہ رات دن میں تھوڑی دیر پڑھنا یا پڑھانا پوری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے تدارس میں تکرار و مذاکرہ اور اشاعتِ دین کے جذبے سے دینی کتابیں، دینی مضامین لکھنا نیز دینی کتابوں کا مطالعہ بھی داخل ہے۔

۲۲۷- عن الحسن مرسلاً. مرسل سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند میں صحابی کا واسطہ ترک کردیا گیا ہو یا تو بھول کی وجہ سے، اور یا راویوں کی کثرت کی وجہ سے۔ من جاء ه الموت وهو يطلب العلم. مطلب یہ ہے کہ اشاعتِ دین اور احیائے اسلام کے جذبے سے اگر کوئی علم دین کے حصول میں مصروف تھا اور اسی حالت میں اللہ کو پیارا ہوگیا تو اس کے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فاصلہ رہے گا۔ ليحيي به الإسلام. کی قید سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ بشارت اور خوش نصیبی ان لوگوں کے لیے ہے جن کی نیت میں اخلاص ہو، حبِ مال و جاہ اور کسی غرضِ فاسد کا کوئی دخل نہ ہو۔

۲۲۸- منهومان لا يشبعان. طالب علم اور طالب دنیا کبھی یہ دونوں حریص سیر نہیں ہوسکتے۔مگر

ان دونوں حریصوں میں بہت فرق ہے۔ پہلا محمود ہے اور دوسرا مذموم ہے، پہلے کا انجام اچھا ہے اور دوسرے کا اچھا نہیں، اس لیے کہ عام طور پر کثرتِ مال سے اس کی سرکشی اور آخرت سے غفلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور طالب علم دین کا حال یہ ہے کہ روز بہ روز علمی موشگافیوں میں لگا رہتا ہے اور مزید سے مزید تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ یہی حال طالب دنیا کا ہے بلکہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے تو یہ فرمادیا ہے کہ

ہفت اقلیم گر بگیرد پادشاہ ہم چناں در بندِ اقلیمِ دگر

یعنی یہ کہ اگر کسی بادشاہ کے قبضے میں سات ملک ہوں تب بھی اسے سیری نہیں ہوتی اور آٹھویں کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

۲۲۹۔ قال ابن عون ثلث احبّهنّ لنفسي۔ ابن عونؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تین چیزیں خود مجھے بھی پسند ہیں اور اپنے بھائیوں کے لیے بھی انھیں تین چیزوں کو پسند کرتا ہوں (۱) احادیث نبویہ کی تعلیم اور ان کے معانی و مفاہیم کی تحقیق و جستجو۔ (۲) قرآن کریم کو سمجھنا اور اس کی تفسیر اور آیاتِ قرآنی میں بیان کردہ اسرار و رموز سے واقفیت۔ (۳) لوگوں کی خیر خواہی اور بھلائی۔ یہ وہ تین چیزیں ہیں جن سے انسان خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

مِنْهَا التَّعَاوُنُ بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى

(۲۳۰) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔ (مائدہ۲)

(۲۳۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُوْنُهٗ وَ لَا يَكْذِبُهٗ وَ لَا يَخْذُلُهٗ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَ مَالُهٗ وَ دَمُهٗ. اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْتَقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ (ترمذي ص۱۵ ج۲، مشكوة ص۴۲۲)

(۲۳۲) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضاً.

(ترمذي ۱۵ ج۲، مشكوة ص۴۲۲)

(۲۳۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رّاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ. (ترمذي ص۱۵ ج۲، مشكوة ص۴۲۴)

(۲۳۴) وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ وَ يَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ. (ابوداؤد ص۳۲۵ ج۲، مشكوة ص۴۲۴)

(٢٣٥) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَىٰ عُضْواً تَدَاعَىٰ لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمّٰى.

(بخاري ص٨٨٩ ج٢، مشكوٰة ص٤٢٢)

(٢٣٦) عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ، يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهٗ، وَ يُجِيْبُهٗ إِذَا دَعَاهُ، وَ يُشَمِّتُهٗ إِذَا عَطِسَ، وَ يَعُوْدُهٗ إِذَا مَرِضَ، وَ يَتَّبِعُ جَنَازَتَهٗ إِذَا مَاتَ، وَيُحِبُّ لَهٗ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. (ترمذي ص٩٨ ج٢، مشكوٰة ص٣٩٨)

برہی کے ابواب میں سے نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی ہے

ارشادِ باری ہے: تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس سے خیانت کرے اور نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کی آبرو، اس کا مال اور اس کا خون۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے، آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے تو اگر وہ اس پر کوئی گندگی دیکھے تو چاہیے کہ دور کردے۔

اور انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے اس سے اس کے ضرر کو دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مومنین کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور آپسی مہربانی کرنے کے سلسلے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے جب اس کے کسی عضو کو شکایت ہوتی ہے تو اس کی خاطر اس کے جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کو بے خوابی اور بخار کی دعوت دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں بھلائی کے ساتھ، اس کو سلام کرے جب اس سے ملاقات ہو، اس کی

دعوت کو قبول کرے جب وہ اس کو دعوت دے، اس کی چھینک کا جواب دے جب اسے چھینک آئے، اس کی مزاج پرسی کرے جب بیمار ہو جائے، اس کے جنازے کے پیچھے چلے (شرکت کرے) جب وہ مرجائے، اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

لغات وترکیب

إثْمٌ: ج آثامٌ، گناہ۔ خَانَ يَخُوْنُ خِيَانَةً (ن) خیانت کرنا۔ خَذَلَ يَخْذُلُ خَذْلًا (ن) بے یار و مددگار چھوڑنا۔ احْتَقَرَ يَحْتَقِرُ احْتِقَاراً (افتعال) کسی کو حقیر سمجھنا۔ بَنَىٰ يَبْنِيْ بُنْيَاناً (ض) عمارت بنانا۔ حَاطَ يَحُوْطُ حَوْطاً (ن) حفاظت کرنا، نگہبانی کرنا۔ سَهِرَ يَسْهَرُ سَهَراً (س) بیدار رہنا۔ حُمّى: ج حُمّيات، بخار۔

عرضُه و مالُه و دمُه، تینوں "كل المسلم على المسلم" کا بیان اور بدل ہیں۔ بحسب امرئ من الشر. میں با زائدہ ہے من الشر "حسب" مصدر سے متعلق ہو کر مبتدا۔ أن يحتقر أخاه المسلم، جملہ خبر واقع ہے۔ "كالبنيان" كائنٌ سے متعلق ہو کر "المؤمن" کی خبر ہے۔ فإن رأى أذى شرط۔ فليمط جزا۔ كمثل الجسد "مثل المؤمنين" کی خبر ہے۔ عضواً، "اشتكى" کی ضمیر سے تمیز ہے اور اذا اشتكىٰ عضواً جملہ شرط ہے، تداعىٰ لهٗ الخ جزا واقع ہے۔

تشریح ۲۳۰- وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ. آیت کریمہ کے اس جملے میں اللہ رب العزت نے ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو نظام عالم کی روح ہے اور جس پر انسان کی صلاح وفلاح بل کہ خود اس کی زندگی اور بقا موقوف ہے یعنی باہمی تعاون وتناصر، ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ دنیا کا سارا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون و تناصر پر قائم ہے، اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ کتنا ہی عقل مند، کتنا ہی زور آور یا مال دار ہو اپنی ضروریات زندگی کو تنہا نہیں حاصل کرتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت اور حکمت ہے کہ اس نے ایک انسان کو دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے، غریب پیسوں کے لیے مال دار کا محتاج ہے، تو مال دار محنت و مشقت کے لیے غریب کا محتاج ہے، سوداگر گاہکوں کا محتاج ہے اور گاہک سوداگروں کا۔ غرض ہر انسان اپنی زندگی کے ہر شعبے میں دوسرے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا محتاج ہے، ان کے باہمی تعاون وتناصر ہی سے دنیا کا نظام چلتا ہے، قرآن حکیم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نیکی اور خداترسی پر تعاون کرو بدی اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔

قرآن کریم نے یہ عنوان اختیار نہیں فرمایا کہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاون کرو اور غیروں کے ساتھ نہ کرو؛ بل کہ مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے کی جو اصل بنیاد ہے یعنی "نیکی اور خدا ترسی" اسی کو تعاون کرنے کی بنیاد قرار دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھائی بھی اگر حق کے خلاف یا ظلم و جور کی طرف چل رہا ہو تو ناحق اور ظلم پر اس کی بھی مدد نہ کرو؛ بل کہ اس کی کوشش کرو کہ ناحق اور ظلم سے اس کا ہاتھ روکو۔ یہی

درحقیقت اس کی صحیح امداد ہے تاکہ ظلم وجور سے اس کی دنیا وآخرت تباہ نہ ہو۔

آیتِ کریمہ میں ''بر'' اور ''تقویٰ'' یہ دو لفظ ہیں، جمہور مفسرین نے ''بر'' کے معنی اس جگہ ''فعل الخیرات'' یعنی نیک عمل قرار دیئے ہیں اور ''تقویٰ'' کے معنی ''ترک المنکرات'' یعنی برائیوں کا ترک بتلائے ہیں، اور لفظ ''اثم'' مطلق گناہ ومعصیت کے معنی میں ہے خواہ وہ حقوق سے متعلق ہو یا عبادات سے اور ''عدوان'' کے لفظی معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں، مراد اس سے ظلم وجور ہے۔ (معارف القرآن ج ۳، ص: ۲۰-۲۵ ملخصاً)

۲۳۱- **المسلم أخو المسلم لا يكذبه و لا يخذله.** ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، حدیثِ پاک کے اس پہلے ہی جملے میں آپؐ نے تمام مسلمانوں کے آپسی تعلق کو بیان فرما کر اس کے تقاضے کو بیان فرمایا کہ جب دو مسلمان کے درمیان اخوت کا تعلق ہے تو اخوت ہی کا آپس میں معاملہ بھی ہونا چاہیے کہ کوئی کسی کے ساتھ نہ خیانت کرے، نہ جھوٹ بولے اور نہ ہی اسے بے یار ومددگار چھوڑے؛ بل کہ ہر ایک دوسرے کے ساتھ صدق ودیانت اور تعاون وتناصر کا معاملہ کرے، کبھی کسی مسلمان کی عزت وآبرو اور اس کے جان ومال پر حملہ نہ کرے یہ بالکل حرام ہے۔ پھر فرمایا "التقوىٰ ههنا" مشکوۃ شریف کی حدیث میں اس جملے کے بعد یہ اضافہ ہے "ويشير إلى صدره ثلاث مرار" کہ آپؐ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کا مصدر ومخزن اصل میں سینہ یعنی دل ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو باطن کی صلاح وہدایت پر موقوف ہے۔ اِس صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِس فرمان کا مقصد مابعد والے جملے "بحسب امرئ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم" کی تاکید ہو، یعنی یہ کہ جس کے دل میں تقویٰ ہوگا وہ کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے گا، کیوں کہ متقی کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھتا۔ یا بہ صورتِ دیگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے کہ عنداللہ معزز ومکرم ہونے کا دارومدار تقویٰ پر ہے اور محلِ تقویٰ قلب ہے اور دل کے اندر کی بات کسی کو نہیں معلوم کہ کس کے اندر یہ صفت زیادہ ہے اور کس کے اندر کم ہے اس لیے ہر ایک کو اپنے سے بہتر ہی تصور کرنا چاہیے۔

۲۳۲- **عن أبي موسى الأشعري.** ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح عمارت کی ایک اینٹ دوسرے اینٹ کے ساتھ مل کر پوری عمارت کو مضبوط ومستحکم بنادیتی ہے، اسی طرح اگر سارے مسلمان ایک دوسرے سے مربوط ومتحد رہیں اور باہمی مودّت ومحبت اور امداد وتعاون کی زنجیر میں جڑے رہیں تو پوری ملت اسلامیہ ایک ناقابلِ تسخیر طاقت بن جائے گی۔ روایتِ مذکورہ میں باہمی تعاون وتناصر کو اپنانے کی تاکید ہے۔ یہ واضح رہے کہ مسلمانوں کا وہی اتحاد مطلوب اور کامیابی کی ضمانت ہے جس کی بنیاد حق پر ہو کسی حرام ومکروہ امر میں اتحاد غیر مطلوب ہے۔

۲۳۳- **إنّ أحدكم مرآة أخيه.** روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینہ دیکھنے والا شخص اُس آئینے میں اپنے خد وخال کو دیکھتا ہے اور اس میں جو خرابی ہوتی ہے اُس سے آگاہ ہوجاتا ہے خواہ وہ عیب کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اسی طرح ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے حق میں اتنا حساس اور بہی خواہ ہونا چاہیے کہ

اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو فوراً آگاہ کردے تاکہ دوسرے اس کے عیب سے مطلع نہ ہوں اور وہ دنیا کی نظر میں ذلیل اور رسوا نہ ہو۔

۲۳۴- أخو المؤمن يكف عليه ضيعته. "ضيعة" کے معنی نقصان اور ہلاکت کے آتے ہیں اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ اخوت کے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو اس چیز اور عیب سے دور کرے جس میں اس کے لیے نقصان اور ہلاکت ہو۔ اور اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کے مفادات اور حقوق کا تحفظ کرے۔ مفادات وحقوق میں جان ومال اور عزت وآبرو سبھی کا تحفظ داخل ہے۔

۲۳۵- ترى المؤمنين في تراحمهم. اِس ارشادِ گرامی کے ذریعے آں حضرتؐ نے مومن کی صفت اتحاد ویگانگت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جذبہ وتعلق ایسا ہوسکتا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو رنگ ونسل کے بھید بھاؤ، زبان وکلچر کے اختلاف وتفاوت، ذات وقبائل اور علاقائی تفرقہ بازی سے نجات دلاکر پوری انسانی برادری کو ایک لڑی میں پروسکتا ہے تو وہ صرف ایمان واسلام کا تعلق ہے۔

ارشادِ گرامی میں تمام مسلمانوں کو ایک جسم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح جب جسم کے کسی عضو کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے سارا جسم متاثر رہتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایک تن بن جائیں اور پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہوجائے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان کو کوئی گزند پہنچے تو سارے مسلمان اس کے دکھ درد میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف ومصیبت کو دور کرنے کی کوشش کریں اسی مفہوم کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگرند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چوں عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

۲۳۶- للمسلم على المسلم ستٌّ بالمعروف. أي ستّ خصال متلبسة بالمعروف یعنی ایسی چھ خصلتیں جن میں خیر اور بھلائی ہے پہلی چیز "يسلّم عليه إذا لقيه" جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے سے ملاقات ہو تو سلام کرے خواہ وہ اس سے آشنا ہو یا نہ ہو، "ويجيبه إذا دعاه" جب بلائے تو اس کی دعوت پر لبیک کہے خواہ وہ کسی ضرورت میں کام آنے کے لیے یا دعوتِ طعام میں بلائے بشرطیکہ وہاں کسی فعل حرام کا ارتکاب نہ ہورہا ہو مثلاً ناچ، گانا، ٹی وی اور تصویر کشی وغیرہ حدیث کے بقیہ جملوں کی تشریح ماقبل ہی میں حدیث نمبر ۱۸۳ کے ضمن میں آچکی ہے اور آخری جملے "يحبّ له ما يحبّ لنفسه" کی تشریح حدیث نمبر ۱۵ کے تحت گذر چکی ہے۔

مِنْ أَفْضَلِ شُعَبِ التَّعَاوُنِ الْإِيْثَارُ

(۲۳۷) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلىٰٓ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.
(الحشر آیت ۹)

(۲۳۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ أُهْدِيَ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَأْسُ شَاةٍ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي فُلَانٌ وَ عِيَالُهُ أَحْوَجُ إِلَىٰ هٰذَا مِنَّا، فَبَعَثَ بِهِ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَزَلْ يَبْعَثُ وَاحِدٌ إِلَىٰ آخَرَ حَتَّىٰ تَدَاوَلَهَا سَبْعَةُ أَبْيَاتٍ حَتّٰى رَجَعَتْ إِلَىٰ أُولٰٓئِكَ، فَنَزَلَتْ وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (مظهری تحت هذه الآية)

(۲۳۹) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيَقْطَعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوْ حَتّٰى تَلْقَوْنِي. (بخاري ص۳۲۰)

(۲۴۰) عَنْ أَبِي جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ الْعَدَوِيِّؓ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ أَطْلُبُ ابْنَ عَمِّي وَ مَعِي شَنَّةٌ مِنْ مَّاءٍ وَ إِنَاءٌ فَقُلْتُ: إِنْ كَانَ بِهِ رَمَقٌ سَقَيْتُهُ مِنَ الْمَاءِ وَ مَسَحْتُ بِهِ وَجْهَهُ فَإِذَا أَنَا بِهِ يَنْشَغُ، فَقُلْتُ لَهُ أَسْقِيْكَ؟ فَأَشَارَ أَنْ نَعَمْ فَإِذَا رَجُلٌ يَقُوْلُ: آه!...... فَأَشَارَ ابْنُ عَمِّي أَنِ انْطَلِقْ بِهِ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ هِشَامُ ابْنُ الْعَاصِ أَخُوْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَسْقِيْكَ؟ فَسَمِعَ آخَرَ يَقُوْلُ: آه!...... فَأَشَارَ هِشَامٌ أَنِ انْطَلِقْ بِهِ إِلَيْهِ فَجِئْتُهُ، فَإِذَا هُوَ قَدْ مَاتَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَىٰ هِشَامٍ فَإِذَا هُوَ قَدْ مَاتَ، ثُمَّ أَتَيْتُ ابْنَ عَمِّي فَإِذَا هُوَ قَدْ مَاتَ.

(كتاب الزهد والرقاق لعبد الله بن المبارك (حديث۲۳۵)

تعاون کے افضل ترین شعبوں میں سے دوسروں کو ترجیح دینا ہے

ارشاد باری ہے: اور وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انھیں فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی کو بکری کی ایک سری ہدیے میں ملی تو فرمایا کہ میرا فلاں بھائی اور اس کے بچے ہمارے مقابلے میں اس کے زیادہ ضرورت مند ہیں، چناں چہ انھوں نے وہ سری ان کے پاس بھیج دی، پھر ایک دوسرے کے یہاں بھیجتے رہے یہاں تک کہ سات گھر والوں نے اسے لیا پھر انھیں واپس آ گئی، تو یہ آیت نازل ہوئی "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة"۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انصار کو بلایا تا کہ ان کو بحرین کی جاگیر دے دیں۔ تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو ہمارے قریشی بھائیوں کے لیے بھی اس کے مثل لکھ دیجیے، تو اتنی جاگیر نبی کریمؐ کے پاس نہ تھی تو آپؐ نے فرمایا: تم لوگ

میرے بعد عنقریب ترجیح دیکھو گے تو صبر سے کام لینا تا آں کہ تم مجھ سے جاملو۔

حضرت ابوجہم ابن حذیفہ عدوی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک کے دن اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا اس حال میں کہ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ اور ایک برتن تھا، میں نے (دل میں) کہا: اگر ان میں کچھ رمق باقی ہو تو پانی پلا دوں اور ان کا چہرہ اس سے صاف کر دوں، چناں چہ میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ جاں کنی کے عالم میں مبتلا تھے، تو میں نے ان سے کہا: آپ کو پانی پلاؤں؟ انھوں نے اشارہ کیا ہاں! اسی وقت ایک دوسرا شخص آہ کر رہا تھا، تو میرے چچازاد بھائی نے اشارہ کیا کہ میں پانی لے کر اس کے پاس جاؤں، اور وہ عمرو بن العاص ؓ کے بھائی ہشام ابن العاص تھے، چناں چہ میں ان کے پاس آیا پھر کہا: آپ کو پانی پلاؤں؟ تو انھوں نے ایک دوسرے شخص کو آہ کہتے ہوئے سن لیا، تو حضرت ہشام ؓ نے اشارہ کیا کہ میں پانی لے کر ان کے پاس جاؤں، چناں چہ میں ان کے پاس آیا تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، پھر میں ہشام کے پاس لوٹا تو وہ بھی دارِ بقا کو کوچ کر چکے تھے، پھر میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو ان کی روح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

لغات وترکیب

آثَرَ يُؤثِرُ إيثَاراً (إفعال) اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔ خَصَّ يَخَصُّ خَصَاصَةً (س) محتاج ہونا۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثاً (ف) بھیجنا۔ تَدَاوَلَ يَتَدَاوَلُ تَدَاوُلاً (تفاعل) یکے بعد دیگرے لینا۔ قَطَعَ يَقْطَعُ قَطْعاً (ف) جدا کرنا۔ شَنَّةٌ: ج شِنَانٌ و أشْنَانٌ، پرانی مشک۔ نَشَغَ يَنْشَغُ نَشْغاً (ف) سسکی لینا۔

ولو كان بهم خَصَاصَةٌ. لو وصلیہ ہے۔ "بهم" خبر مقدم "خَصَاصَةٌ" اسم موخر۔ "يَبْعَثُ واحدٌ إلىٰ آخر" لم يزل کی خبر ہے۔ "فاصبروا حتى تلقوني. أي حتىٰ لقائكم إيّاي. تلقوني مفرد کی تاویل میں ہوکر "اصبروا" سے متعلق ہے۔ "اطلب ابن عمي" اور "معي شَنَّةٌ من ماء" دونوں حال واقع ہیں۔ "انطلقت" کی ضمیر فاعل سے۔ "أنِ انطَلَق" میں "أن" تفسیریہ ہے۔

تشریح ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰۔ آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک خصوصی وصف ایثار کو بیان فرمایا ہے کہ جس طریقے سے حضرات انصار ؓ میں بہت سے فضائل اور اعلیٰ صفات ہیں مثلاً ایمان کی پختگی، مہاجرین صحابہ سے قلبی محبت اور ان کا احترام، سرکارِ دوعالم حضرات مہاجرین کو جو کچھ بھی عطا فرمائیں اس پر تنگ دل نہ ہونا اور آپ ؐ کے ہر قول وفعل کو بہ رضا ورغبت تسلیم کرنا وغیرہ اسی طریقے سے ان کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اوپر دوسروں کو یعنی مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے کہ اپنی حاجت وضرورت کو پورا کرنے سے پہلے ان کی حاجت کو پورا کرتے تھے اگر چہ یہ خود حاجت مند اور فقر وفاقے میں ہوں، ان کے بہت سے واقعات اس پر شاہد ہیں جن میں تین واقعات کو مصنف علیہ الرحمہ نے

بیان کیا ہے اور ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آیتِ ایثار اس واقعے میں نازل ہوئی مگر ان میں کوئی تضاد واختلاف نہیں سبھی واقعات نزولِ آیت کا سبب بن سکتے ہیں۔ واقعات کی تفصیل ترجمے سے ظاہر ہے۔

مِنْهَا قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ وَ الْإِثَابَةُ عَلَيْهَا

(۲٤۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَ لَوْ شِقُّ فِرْسَنِ شَاةٍ. (مشكوة ص۲٦۱، ترمذي ص۲۳٥)

(۲٤۲) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَّ يُثِيْبُ عَلَيْهَا. (بخاري ص۳٥۲ ج۲، ترمذي ص۱۷ ج۱)

(۲٤۳) عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهٖ، فَمَنْ أَثْنٰى بِهٖ فَقَدْ شَكَرَهٗ، وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَهٗ. (أبوداؤد ص۳۱٥ ج۲ مشكوة ص۲٦۱)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهٗ فَقَدْ شَكَرَهٗ، وَإِنْ كَتَمَهٗ فَقَدْ كَفَرَهٗ. (أبوداؤد ص۳۱٥ ج۲)

(۲٤٤) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ.

(ترمذي ص۲٤ ج۲، مشكوة ص۲٦۱)

(۲٤٥) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ. (ترمذي ص۱۷ ج۲، مشكوة ص۲٦۱)

بر کے ابواب میں سے ہدیے کا قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا بھی ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہدیہ دیا کرو کیوں کہ ہدیہ سینے کے کینے کو دور کرتا ہے اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کسی چیز کو حقیر نہ جانے اگرچہ وہ بکری کے کھری کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ عطا فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو کوئی چیز عطا کی جائے پھر اسے گنجائش ملے تو چاہیے کہ اس کا بدلہ دے دے، پس اگر اسے گنجائش نہ ملے تو اس کی تعریف کردینی چاہیے، اس لیے کہ جس نے اس کی تعریف کی تو اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے چھپالیا تو

اس نے اس کی ناشکری کی۔

اور حضرت جابرؓ ہی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس کو کوئی عطیہ دیا گیا پھر اس نے اس کا ذکر کیا تو اس نے اس کا شکر ادا کر دیا اور اگر اس کو چھپالیا تو اس نے اس کی ناشکری کی۔

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ کوئی احسان کیا گیا تو اس نے اس احسان کرنے والے کو "جزاك الله خيراً" کہہ دیا تو اس نے خوب تعریف کی۔

حضرت ابو سعید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

لغات وترکیب

أَثَابَ يُثِيْبُ إِثَابَةً (إفعال) بدلہ دینا۔ تَهَادَىٰ يَتَهَادَىٰ تَهَادِياً (تفاعل) ایک دوسرے کو ہدیہ دینا۔ وَحَرٌ، کینہ۔ وَحَرَ يَحِرُ وَ وَحِرَ يَوْحَرُ وَحَراً (ض وس) کینہ رکھنا۔ كَتَمَ يَكْتُمُ كِتْمَاناً (ن) چھپانا۔ أبلىٰ بلاءً أي أعطِي عطاءً، یہاں إعْطَاءٌ کے معنیٰ میں ہے۔ أَبْلَغَ في أمرٍ يُبْلِغُ إبْلَاغاً (إفعال) کسی چیز میں مبالغہ کرنا انتہا کو پہنچا دینا۔

من أعطي عطاءً معطوف علیہ، فوجد معطوف، معطوف علیہ با معطوف شرط، فليجز به جزا۔ تمام احادیث کی ترکیب تقریباً ایسی ہی ہے۔

تشریح ۲۴۱- حدیث شریف میں ہدیہ دینے کی ترغیب اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ ہدیہ دینے سے دل کا انقباض اور کینہ کپٹ دور ہو جاتا ہے اور ایک مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ کسی مومن کے تئیں اپنے دل میں کوئی کینہ اور بغض وعداوت نہ رکھے، پھر یہ کہ ہدیے کے لین دین میں کوئی قیمتی ہی چیز ہو یہ کوئی ضروری نہیں بقدر وسعت کافی ہے اسی کی طرف "ولو فرسن شاة" سے اشارہ ہے۔ اور "لاتحقرنّ جارةٌ لجارتها" میں صیغۂ تانیث لانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں کھود کرید کا مزاج زیادہ ہوتا ہے اسی لیے خاص طور پر ان کو تاکید کی گئی ہے۔

۲۴۲- عن عائشةؓ قالت. ہدیے کا بدلہ دینا ضروری نہیں ہے یہ آپ کا بلند پایہ اخلاق تھا کہ آپؐ احسان کے بدلے احسان فرماتے تھے امت کو بھی آپؐ نے یہی تعلیم دی ہے ایسا ہی ہونا چاہیے البتہ بدلے کی شرط نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ اگر عوض طے ہو جائے تو یہ بیع ہو جاتی ہے۔ اور عطا بغیر عوض طرفین کی جانب سے ہدیہ ہوتا ہے۔

۲۴۳- من أعطي عطاء فليجز به. مطلب یہ ہے کہ ہدیہ چوں کہ ایک احسان ہے جو جانبین سے ہونا چاہیے، اس لیے وہ شخص جس کو کسی کی طرف سے ہدیہ ملا ہے اسے بھی بدلے میں کچھ دے دینا چاہیے مگر یہ کہ فوراً ہی دینا کوئی ضروری نہیں جب گنجائش ہو دے دے، البتہ اس وقت زبان سے دعائیہ کلمات کہہ دینا

اور تعریف کے ساتھ اس عطا کا تذکرہ کر دینا چاہیے یہی اس نعمت کی قدر دانی اور شکریہ ہے، اور اس موقع پر زبان بند رکھنا اور کچھ نہ کہنا اس نعمت کی ناشکری ہے۔ یہی مطلب ہے "من أبلي بلاۃ" والی حدیث کا بھی ہے۔

۲۴۴- عن أسامة بن زيدؓ من صنع إليه معروف. مطلب یہ ہے کہ اگر ہدیہ وصول کرتے وقت ہدیہ دینے والے کو دعائیہ کلمات کہہ دیے مثلاً "جزاك الله" وغیرہ تو یہ بھی تعریف ہے، اگر دعائیہ جملہ کہنے کے لیے بھی زبان نہ کھولے تو یہ انتہائی ناشکری اور بڑے پرلے درجے کی بات ہے، اس لیے کہ دعا دینے میں تو اس کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔

۲۴۵- من لم يشكر الناس لم يشكر الله. جو بندے کے احسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا، اس لیے کہ شکرِ خداوندی اطاعت وفرماں برداری کا مظہر ہے اسی لیے بندوں کو حکم ہے کہ محسن کا شکر ادا کرو اور جب بندہ محسن کا شکر ادا نہیں کرتا تو گویا اس کے اندر بجائے اطاعت کے معصیت ونافرمانی ہے اور اسی نافرمانی کا دوسرا نام ناشکری ہے۔

وَمِنْهَا إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ

(۲٤٦) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰيهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ، بَيْنَ النَّاسِ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْماًO (النساء آيت ١١٤)

(٢٤٧) عَنْ أَبِيْ الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلوٰةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا: بَلىٰ قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ، وَ يُرْوىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُوْلُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَ لٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ. (ترمذي ص٧٤ ج٢، أبوداؤد ص٣٢٥ ج٢، مشكوٰة ص٤٢٨)

(٢٤٨) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنِ اعْتَذَرَ إِلىٰ أَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ. (مشكوٰة ص٢٢٩)

(٢٤٩) عَنْ أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُ خَيْراً وَ يَنْمِيْ خَيْراً.

(بخاري ص٣٧١ ج١، مشكوٰة ص٤١٢ و٤٢٨)

اور بر کے ابواب میں سے آپسی اصلاح بھی ہے

ارشادِ باری ہے: عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا

اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو روزے نماز اور صدقے سے افضل چیز نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتائیے، آپؐ نے فرمایا: وہ آپسی صلح ہے اس لیے کہ باہمی فساد ہی مونڈ دینے والی چیز ہے اور نبی اکرمؐ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وہ مونڈنے والی ہے، میں نہیں کہتا وہ بالوں کو مونڈتی ہے؛ بل کہ دین کا صفایا کردیتی ہے۔

حضرت جابرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو اپنے بھائی سے معذرت طلب کرے پھر بھی وہ اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کا سا گناہ ہوگا۔

حضرت ام کلثوم بنتِ عقبہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جھوٹا وہ شخص نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرادے تو وہ بھلی بات کہے اور بھلائی ہی کی نسبت کرے۔

لغات وترکیب

حَلَقَ يَحْلِقُ حَلْقاً (ض) مونڈنا۔ اِعْتَذَرَ إلىٰ أحدٍ يَعْتَذِرُ اِعْتِذَاراً (افتعال) کسی کے سامنے معذرت پیش کرنا۔ مَكَسَ يَمْكِسُ مَكْساً (ض) ٹیکس جمع کرنا۔ نمیٰ يَنْمِي نَمْياً (ض) زیادہ ہونا۔ نمی الحديث إلىٰ أحدٍ کسی کی طرف بات کو منسوب کرنا۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ. لا برائے نفی جنس ہے۔ خير، اسم، في كثير من نجوٰهم خبر۔ صلاح ذات البين أي هو صلاح ذات البين. من اعتذر إلىٰ أخيه. معطوف علیہ، فلم يعذره معطوف۔ معطوف علیہ با معطوف شرط۔ كان له مثل خطيئته صاحب مكس، جملہ جزا۔ فيقولَ، نفی کے جواب میں فا واقع ہے جس کے بعد "أن" مقدر ہے اور اسی کی وجہ سے "يقولَ" منصوب ہے۔

تشریح

۲۴۶- لاخير في كثير من نجوٰهم، مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے وہ مشورے جن میں فکر آخرت کی بات نہیں ہوتی؛ بل کہ محض چند روزہ دنیوی زندگی اور وقتی منافع کی باتیں ہوا کرتی ہیں ان میں کوئی خیر نہیں۔ "إلا من أمر بصدقة" ہاں اُن سرگوشیوں میں اگر کوئی خیر کی چیز ہوسکتی ہے تو یہ کہ ایک دوسرے کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دیں یا نیکی کا حکم کریں، یا لوگوں کے آپس میں صلح کرانے کا مشورہ دیں۔

معروف، ہر اس کام کو کہتے ہیں جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہلِ شرع پہچانتے ہوں اور اس کے بالمقابل منکر ہے یعنی ہر وہ کام جو شریعت میں ناپسندیدہ اور اہل شرع میں اجنبی ہو۔ امر بالمعروف نیکی کے حکم اور ترغیب کو شامل ہے، مثلاً مظلوم کی امداد، حاجت مندوں کو قرض دینا، گم شدہ کو راستہ بتادینا وغیرہ۔ صدقہ اور اصلاح بین الناس بھی اگرچہ اس میں داخل ہے لیکن ان کو تخصیص کے ساتھ علیٰحدہ اس لیے بیان کیا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا نفع متعدی ہے اور ان سے ملت کی اجتماعی زندگی سدھرتی ہے۔ نیز یہ کہ یہ دونوں کام

خدمتِ خلق کے اہم ابواب پر حاوی ہیں (۱) جلبِ منفعت یعنی خلق خدا کو نفع پہنچانا (۲) دفع مضرت یعنی لوگوں کو تکلیف و رنج سے بچانا۔ صدقہ نفع رسانی کا اہم عنوان ہے اور اصلاح بین الناس دفع مضرت کا اہم عنوان ہے۔ یہاں صدقہ عام ہے صدقات واجبہ و نافلہ دونوں کو شامل ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص: ۵۴۵-۵۴۶)

۲۴۷- الا اخبركم بأفضل من درجة الصيام. روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں صلح صفائی کرا دینا عند اللہ اتنا مقبول عمل ہے کہ اس کا ثواب روزہ و نماز اور صدقہ جیسی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہاں نماز روزہ اور صدقہ سے نفلی نماز روزہ اور صدقہ مراد ہے اور قرینہ "صدقہ" ہے جس کا اطلاق عموماً نفلی صدقے کے لیے ہوتا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرائض مراد لینے میں بھی کوئی مضایقہ نہیں اس لیے کہ اگرچہ فرائض کا مرتبہ نوافل سے کہیں زیادہ ہے، مگر ان کے فوائد اپنی ذات تک محدود ہیں اور ترک کے بعد ان کی قضا بھی ممکن ہے، برخلاف اصلاح بین الناس کے کہ اس میں جان و مال اور عزت و آبرو سبھی چیزوں کی حفاظت ہوتی ہے اور اس کے فوائد تمام انسانوں پر محیط ہیں، نیز یہ کہ فرائض میں حقوق اللہ کی ادائے گی ہوتی ہے اور اصلاح بین الناس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اللہ کے نزدیک حقوق اللہ بندوں کے حقوق سے اہون ہیں۔

فساد البين هي الحالقة. یعنی آپسی بگاڑ نیکیوں کو مٹا دیتا ہے اور اعمال کے ثواب کو اکارت کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں بندہ کے لیے توفیق کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، یہی مطلب ہے "تحلق الدين" کا۔

۲۴۸- من اعتذر إلى أخيه. مکس کے معنی ہیں محصول لینا، اسی اعتبار سے عشر وصول کرنے والے کو مکاس کہا جاتا ہے اور عام طور پر صاحب مکس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو ازراہِ ظلم و تعدی ناحق محصولات وصول کرے، عذر قبول نہ کرنے والے اور صاحب مکس کے درمیان مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ مذکورہ شخص کی طرح صاحب مکس بھی محصول دہندہ کے کسی عذر کو قبول نہیں کرتا ہے، خواہ تاجر اپنے پاس موجود مال کے متعلق امانت کا دعویٰ کرے یا مقروض ہونے کو بتلائے مگر وہ اُس کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔

۲۴۹- ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس. مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے درمیان صلح صفائی کے لیے کوئی ایسی بات کہے جو فریقین میں سے کسی نے نہ کہی ہو تو ایسے شخص کو کاذب نہیں کہیں گے۔ مثلاً یہ کہ خالد و حامد کے درمیان ناچاقی ہے اب اگر کوئی شخص خالد سے جا کر یوں کہے کہ تم حامد سے عداوت رکھتے ہو حالاں کہ وہ آپ کا بڑا خیر خواہ ہے، ہمہ وقت آپ کا مداح رہتا ہے اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور دوستی و ہمدردی کے جذبے کا اظہار کیا ہے۔ اور اسی طرح کی بات جا کر حامد سے کہے اور مقصود یہ ہو کہ عداوت ختم ہو جائے تو ایسا شخص جھوٹا نہیں ہے۔

مِنْهَا حُسْنُ الظَّنِّ

(۲۵۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: حُسْنُ الظَّنِّ

مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ. (أبوداؤد ص٣٣٤ج٢، مشكوٰة ص٤٢٩)

بر کے ابواب میں سے اچھا گمان بھی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حسنِ ظن حسنِ عبادت میں سے ہے۔

تشریح ۲۵۰- مطلب یہ ہے کہ جن اعمال کو عبادات حسنہ کہا جاتا ہے ان میں ایک بہترین عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے، لہٰذا عبادات و طاعات کر کے قبولیت کا گمان رکھنا چاہیے۔ جاہل عوام کی طرح گمان رکھنا مناسب نہیں کہ اعمالِ صالحہ کو ترک کر دو اور یہ خیال کرو کہ اللہ رب العزت غفور اور رحیم ہے وہ تارکِ عبادت کو بھی بخش دے گا۔ علما نے لکھا ہے کہ جو شخص عبادات کو ترک کر کے معبود کے ساتھ حسنِ ظن کا دعویٰ کرے وہ یقیناً مردود اور مغرور ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ "حسنِ ظن" کا تعلق خدا کے بجائے مومنین کے ساتھ ہو یعنی مومنین کے بارے میں خیر و صلاح کا اعتقاد رکھنا من جملہ عبادات حسنہ کے ہے لہٰذا ایک مومن کو دوسرے مومن سے بدگمانی نہیں رکھنی چاہیے۔

وَمِنْهَا تَغْيِيرُ الْمُنْكَرِ

(٢٥١) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ. (مسلم ص٥١ج١، مشكوٰة ٤٣٥)

(٢٥٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ فَنَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَ وَاكَلُوْهُمْ وَ شَارَبُوْهُمْ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ عَلىٰ بَعْضٍ وَ لَعَنَهُمْ عَلىٰ لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ. قَالَ: فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئاً، فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَأْطِرُوْهُمْ أَطْراً، وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ: لَا حَتّٰى تَأْخُذُوْا يَدَ الظَّالِمِ فَتَأْطِرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْراً. (ترمذي ص٣٩ج٢، مشكوٰة ص٤٣٨)

اور بر کے ابواب میں سے منکر کو بدل دینا ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی طاقت سے اسے بدل دے، پس اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل دے، پس اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل ہی سے بدل دے (دل سے برا

اور یہ ایمان کا سب سے کم زور درجہ ہے۔

ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علما نے ان کو روکا، مگر وہ باز نہ آئے، پھر بھی ان کے علما نے ان کی مجلسوں میں بیٹھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا شروع کر دیا تو اللہ رب العزت نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا، اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت بھیجی اور یہ (لعنت) اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے جب کہ آپ سہارا لگائے ہوئے تھے پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے چھٹکارا ممکن نہیں تا آں کہ تم انھیں بالکل پھیر دو، اور ایک روایت میں ہے تو آپؐ نے فرمایا: چھٹکارا ممکن نہیں جب تک کہ تم ظالم کا ہاتھ نہ پکڑو پھر اس کو حق پر نہ لوٹا دو۔

لغات وترکیب

وَقَعَ فِي أمْرٍ يَقَعُ وُقُوعاً (ف) کسی چیز میں مبتلا ہونا۔ نهیٰ ینهیٰ نهیاً (ف) روکنا۔ جالس مجالسة (مفاعلة) اٹھنا بیٹھنا، ہم نشینی اختیار کرنا۔ أطَرَ يَأطِرُ أطراً (ض) موڑنا، پھیرنا۔

فبلسانه أي فليغيره بلسانه. لمّا وقعت شرط، فنهتهم علماؤ هم اپنے معطوفات سے مل کر جزا۔

تشریح ۲۵۱- من رأى منكم منكراً. حدیث شریف میں برائیوں کا قلع قمع کرنے کی جو ذمے داری اہل ایمان پر عائد ہوتی ہے اس کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ ہر برائی کا سر طاقت کے ذریعہ کچل دیا جائے بشرطے کہ اس کی طاقت میسّر ہو اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ زبان کے ذریعہ اس برائی سے روکا جائے، اور اگر زبان کے ذریعے بھی اس کو ختم کرنے کی ہمت نہ ہو تو تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے برا جانے۔ اِس تیسری شکل کو ایمان کا سب سے کم زور درجہ قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اہلِ ایمان اِس درجہ کم زور ہو جائیں کہ کسی کو برائی کو مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کی قوت سے محروم ہو جائیں تو سمجھا جائے کہ یہ ایمان کے لیے سب سے کم زور زمانہ ہے، اس لیے کہ اگر اہلِ ایمان طاقت ور ہوتے تو وہ کسی برائی کو اپنی فعلی وقولی طاقت کے ذریعہ مٹانے کے بجائے محض قلبی نفرت پر اکتفا نہ کرتے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی برائی کو محض قلبی طور پر برا جاننے پر اکتفا کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ اہل ایمان میں سب سے کم زور فرد ہے، اِس صورت میں ضعفِ ایمان کا تعلق تمام اہلِ ایمان سے نہ ہوگا۔

بعض علما نے فرمایا کہ حدیث میں پہلے حکم کا تعلق ان مومنین سے ہے جن کو اللہ رب العزت نے طاقت و اقتدار سے نوازا ہے یعنی حاکم و بادشاہ۔ اور دوسرے حکم کا تعلق علما سے ہے جن کا فریضہ یہ ہے کہ وہ وعظ و نصیحت کے ذریعہ اس سے روکیں اور تیسرے حکم کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے۔ واضح رہے کہ "من رأى منكم" میں "کم" کے مخاطب اصلاً صحابۂ کرامؓ اور تبعاً پوری امت ہے اور یہاں "من" تبعیضیہ ہے جس سے

اشارہ اس کے فرض کفایہ ہونے کی طرف ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ ص:۴۳۶)

۲۵۲- لما وقعت بنو اسرائیل. روایت کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو ضروری ہے ہی، لیکن اگر لوگ منع کرنے کے باوجود بھی منکر کے ارتکاب سے باز نہ آئیں تو ان کے اختلاط سے بچنا چاہیے ورنہ گنہ گاروں کی نحوست کے سبب ان لوگوں کے دل بھی سیاہ ہو جائیں گے جنھوں نے گناہ نہیں کیا پھر یہ کہ ان کے ساتھ مخالطت کی وجہ سے منکرات میں مبتلا ہو کر نافرمان بن جانے کا اندیشہ ہے۔

وَمِنْهَا السَّتْرُ عَلَى الْمُسْلِمِ

(۲۵۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَأىٰ عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ أَحْيىٰ مَوْؤُدَةً. (أبوداؤد ص۳۳۱ج۲، و مشكوٰة ص۴۲٤)

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کا کوئی عیب دیکھا پھر اس کو چھپالیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی زندہ درگور ہونے والی لڑکی کو بچالیا۔

تشریح ۲۵۳- "عورۃ" سے مراد یہاں عیب اور نقص ہے، "العورة مايكره الإنسان ظهوره يستحيي من كشفه من العيوب والنقائص" کسی کا عیب چھپانے کو زندہ درگور لڑکی کو بچانے کے ساتھ تشبیہ دینے کا مطلب علما نے یہ لکھا ہے کہ جس کا کوئی عیب ظاہر ہو جاتا تو بسا اوقات ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگتا ہے اس لیے کسی عیب کو ظاہر نہ کرنا گویا اسے موت سے بچا کر زندگی عطا کرنا ہے جیسے کہ کسی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اسے عین اس وقت قبر سے نکال لے جب کہ وہ آخری سانس لے رہی ہو اور پھر وہ زندگی پا جائے۔ (حاشیہ مشکوۃ بحوالہ لمعات ص:۴۲۴)

وَمِنْهَا الشَّفَقَةُ وَ الرَّحْمَةُ عَلَى خَلْقِ اللّٰهِ

(۲٥٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّؓ وَ عِنْدَهُ أَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ جَالِسٌ فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍؓ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَداً، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ. (بخاري ۸۸۷، مشكوٰة ص ٤٠١)

(۲٥٥) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: أَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ. (بخاري ص۸۸۷ج۲، مشكوٰة ص ٤٢١)

(۲٥٦) عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَضَعَ صَبِيّاً فِي حِجْرِهٖ فَحَنَّكَهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ. (بخاري ص:۸۸۸ ج۲)

(۲۵۷) عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ؟ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ.

(ابن ماجه ص۲۶۹، مشكوٰة ص۴۲۵)

بر کے ابواب میں سے اللہ کی مخلوق پر شفقت ورحمت بھی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علیؓ کو چوما جب کہ آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابس تمیمیؓ بیٹھے تھے تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے فرمایا: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چوما، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو انھیں بوسہ نہیں دیتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھ کو تیرے لیے اختیار ہے اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے نرمی نکال لی۔

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو اپنی گود میں رکھ لیا، پھر آپؐ نے تحنیك کی تو اس نے آپؐ پر پیشاب کر دیا تو آپؐ پانی منگا کر اس پر ڈال دیا۔

حضرت سراقہ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین صدقہ نہ بتادوں؟ تیری وہ بیٹی جو تیری جانب واپس کردی گئی ہو جس کے لیے تیرے علاوہ کوئی کمانے والا نہ ہو۔

لغات وترکیب

قَبَّلَ يُقَبِّلُ تَقْبِيْلاً (تفعيل) چومنا، بوسہ دینا۔ نَزَعَ يَنْزِعُ نَزْعاً (ض) کھینچنا، اتارنا۔ حَنَّكَ يُحَنِّكُ تَحْنِيْكاً (تفعيل) چبا کر نرم کرنا۔ یعنی کھجور یا چھوارے کو چبا کر بچوں کے لیے نرم کر دینا تاکہ ان کے کھانے کے قابل ہو جائے۔

وعنده أقرع بن حابس۔ جملہ حال واقع ہے رسول اللہؐ سے۔ أوَ أملك، أ ہمزہ استفہام برائے انکار، واو عاطفہ إن نزع الله من قلبك الرحمة جملہ شرط ہے جزا محذوف ہے جس پر ماقبل کا جملہ دلالت کر رہا ہے أي لا أملك لك شيئاً۔

تشریح ۲۵۴- قبّل رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو از راہ شفقت ومحبت چومنے میں کوئی مضایقہ نہیں۔ امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اپنے چھوٹے بچے کا رخسار چومنا واجب ہے اور اسی طریقے سے دیگر اطراف بدن کا چومنا از راہ محبت و شفقت سنت ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ شہوت کے ساتھ چومنا بالاتفاق حرام ہے خواہ اپنا بچہ ہو یا غیر کا۔ دوسرے بچوں کو بھی محبت وشفقت کے طریقے پر چومنا سنت ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ ص:۴۰۱)

۲۵۵- أتقبلون الصبيان. سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "أو أملك لك ان نزع الله من قلبك الرحمة" کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ رب العزت نے تمہارے دل کو رحمت وشفقت اور پیار و محبت سے خالی کردیا ہے تو یہ میرے بس میں نہیں کہ تمہارے دل میں رحمت وشفقت کا جذبہ پیدا کردوں، یہ معنی اس صورت میں ہے جب کہ لفظ "اَن" ہمزہ کے فتحے کے ساتھ پڑھا جائے، اور اگر "اِن" پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم وکرم کا جذبہ نکال لیا تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ دونوں صورتوں میں روایت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ فرق محض اعراب کی بنیاد پر ہے۔ اور مطلب بے رحمی وبے مروتی اور سنگ دلی پر نفرت کا اظہار کرنا ہے۔ ارشادِ گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جذبۂ محبت وشفقت اللہ رب العزت کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اسے زائل ہونے سے بچانا چاہیے۔

۲۵۶- عن عائشة أن النبيّ وضع صبيًا في حجره. سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے محبت کرنا ان پر شفقت کرنا متعدد روایات سے ثابت ہے، عورتیں اپنے چھوٹے نومولود بچوں کو تحنيك اور دعائے خیر وبرکت کے لیے لاتیں تو آپ اپنی آغوش میں لے کر تحنيك اور دعائے خیر وبرکت فرماتے، اسی سلسلے کا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے بچے کو آغوش میں لیا تو بچے نے پیشاب کردیا، پھر آپ نے پانی منگا کر اس پر ڈالا۔

بچے کے پیشاب کو دھلنے کے سلسلے میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ شیر خوار بچہ جس نے اناج کھانا شروع نہیں کیا ہے اگر کسی کپڑے پر پیشاب کردے تو اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہے۔ دھونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام اعظم اور امام مالک علیہما الرحمہ کے نزدیک پانی سے دھونا ضروری ہے البتہ غسلِ خفیف کافی ہے نچوڑنا ضروری نہیں۔ روایت مذکورہ میں "فأتبعه" سے غسلِ خفیف کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو دعا کے لیے بزرگوں کے پاس لے جانا مستحب ہے۔

۲۵۷- عن سراقة بن مالك. یعنی اگر تمہاری بیٹی کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو جس سے وہ اپنا گذر بسر کرسکے، نہ کوئی فرزند ہو جو اپنی کمائی سے اس کے گذران کے سامان فراہم کرسکے وہ چارو ناچار تمہارے گھر پر آپڑی ہو تو تمہاری طرف سے اس کی کفالت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک بہترین صدقہ ہے۔

(۲۵۸) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ جَاءَتْنِي اِمْرَأَةٌ وَّ مَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَ لَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ.

(بخاري ص۸۸۷، مشكوة ص۴۲۱)

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.
(ترمذي ص١٤ ج٢، مشكوة ص٤٢٣)

(۲٦۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَنَزَلَ بِئْراً فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ خَرَجَ، فَاِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ وَ يَاْكُلُ الثَّرىٰ مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِيْ بَلَغَ لِيْ، فَنَزَلَ بِئْراً فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْراً؟ قَالَ: فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.
(بخاري ص٣١٨ ج١)

(۲٦۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: عُذِّبَتْ اِمْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعاً فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ. قَالَ: فَقَالَ: وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ لَا اَنْتِ اَطْعَمْتِيْهَا وَ لَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا وَ لَا اَنْتِ اَرْسَلْتِيْهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.
(بخاري ص٣١٨ ج١، مشكوة ١٦٨)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں وہ عورت مجھ سے کچھ سوال کررہی تھی تو اس نے میرے پاس ایک چھوارے کے سوا کچھ نہ پایا، میں نے اس کو وہی ایک چھوارا دے دیا تو اس نے اپنی دونوں بچیوں کے درمیان تقسیم کردیا اور اس میں سے کچھ نہ کھایا، پھر وہ اٹھ کر چلی گئی اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے آپؐ سے واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: جو شخص اِن لڑکیوں کے بارے میں کسی طرح بھی آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو وہ اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر اللہ رب العزت رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص جا رہا تھا تو اس کو سخت پیاس لگی، وہ کنوئیں میں اترا، پھر اس سے پانی پیا اور باہر نکلا تو اچانک اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی وجہ سے تر مٹی کھا رہا ہے تو اس نے کہا: اس کو ایسے ہی تکلیف پہنچی ہے جیسی مجھ کو پہنچی تھی، پھر وہ کنوئیں میں اترا اور اپنے موزے کو (پانی سے) بھرا، پھر اس کو اپنے منہ سے تھاما اور اوپر کو چڑھا، پھر کتے کو پانی پلایا تو اللہ رب العزت نے اس کا یہ عمل قبول فرما کر اس کی مغفرت فرمادی، صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہر تر جگر والے (کی خدمت) میں ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کے سلسلے میں عذاب دیا گیا جس کو اس نے روک رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: تو اللہ رب العزت نے پوچھا حالاں کہ اللہ رب العزت خوب جانتا ہے کہ نہ تو تو نے اسے کھلایا اور نہ اس کو پلایا جس وقت تو نے اسے روک رکھا تھا اور نہ تو نے اس کو چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔

لغات وترکیب

اِبْتَلىٰ يَبْتَلِي اِبْتِلَاءً (افتعال) آزمانا۔ رَحِمَ أحداً يَرْحَمُ رَحْمَةً (س) کسی پر رحم کرنا۔ عَطِشَ يَعْطَشُ عَطَشاً (س) پیاسا ہونا۔ لَهِثَ يَلْهَثُ لَهَثاً (س) پیاسا ہونا۔ ہانپتے کانپتے زبان لٹکانا۔ ثَرىٰ، نمناک مٹی، رَقِيَ يَرْقىٰ رَقْياً و رُقِيّاً (س) اوپر چڑھنا۔ خِشَاشٌ: واحد خِشَاشَةٌ، کیڑے مکوڑے۔

وَمعَهَا ابنتان لها. "معها" خبر مقدم، ابنتان موصوف، لها صفت، موصوف باصفت مبتدا موخر، جملہ "امرأةٌ" سے حال واقع ہے۔ ابتلي من هذه البنات معطوف علیہ، فأحسن إليهن معطوف، معطوف علیہ بامعطوف شرط۔ كن له ستراً من النار "جزا۔ فإذا هو يلهث. إذا مفاجاتیہ، هو مبتدا۔ كلب موصوف، يلهث و ياكل الثرىٰ من العطش معطوف علیہ بامعطوف صفت، موصوف باصفت مجرور شدہ خبر۔ "في كل كبد رطبة" جار بامجرور خبر مقدم "أجرٌ" مبتدا موخر۔

تشریح ۲۵۸- عن عائشةؓ جاء تني امرأة. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صرف ایک کھجور عطا فرمادینا اشارہ کرتا ہے کہ معمولی چیز دینے کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، وسعت ہو تو آدمی بقدر وسعت عطا کردے اور آپؐ کے فرمان "من ابتلي من هذه البنات بشيء الخ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچیاں اور ان کے ساتھ کی گئی نیکیاں اُس شخص اور دوزخ کی آگ کے درمیان حائل ہوجائیں گی اور وہ شخص اپنی ان بچیوں کی وجہ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ بچیوں کے ساتھ احسان ا سلوک کا مذکورہ اجر اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ احسان وسلوک کا سلسلہ برابر جاری رہے یہاں تک کہ وہ بچیاں اپنی شادی بیاہ کی وجہ سے یا کسی اور طریقے سے باپ کی کفالت اور اس کے احسان وسلوک سے بے نیاز ہوجائیں۔ واضح رہے کہ بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کی یہ فضیلت اس بنا پر ہے کہ لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیاں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہیں۔ حسن سلوک میں ان کے لیے سامانِ راحت مہیا کرنا، ان کی تعلیم کا نظم کرنا اور نکاح کرنا سبھی چیزیں داخل ہیں۔

۲۵۹- عن عبدالله بن عمروؓ قال. حدیث پاک "ارحمو من في الأرض" میں بڑا عموم ہے جو تمام مخلوقات کو شامل ہے خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان اور انسان بھی خواہ نیک ہوں یا بد، البتہ برے لوگوں کے ساتھ رحم وکرم اور شفقت کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کو ان کی بدی سے روکا جائے۔ اور لفظ "من" جوذوی العقول

کے لیے استعمال ہوتا ہے غیر ذوی العقول پر غلبہ دے کر لایا گیا ہے یا "من في السماء" کے مقابل ہونے کی وجہ سے۔ "من في السماء" سے مراد اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ رحم کرنے والوں سے فرشتے محبت کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعا و استغفار کرتے ہیں۔

۲۶۰- بينما رجل يمشي فاشتد عليه العطش. حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جانوروں کے ساتھ بھی شفقت و رحمت کا معاملہ انسان کے لیے سعادت اخروی کا سبب ہے، روایت مذکورہ میں "فغفر له" سے مغفرت کی صراحت ہوتی ہے پھر آپ کے جواب "في كل كبدٍ رطبةٍ أجرٌ" سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ انسان کو اس کے عملِ خیر کا اجر ملتا ہے خواہ اس نے یہ عملِ خیر جانوروں ہی کے ساتھ کیوں نہ کیا ہو۔ بعض علما کا خیال ہے کہ ہر جانور کے ساتھ حسن سلوک کرنے یعنی انھیں کھلانے پلانے کا ثواب ملتا ہے البتہ موذی جانور مثلاً سانپ بچھوں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حدیثِ مذکور سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت جب چاہتا ہے تو کسی شخص کے کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بھی بخش دیتا ہے، چناں چہ اہلِ سنت و الجماعت کا یہی مسلک ہے۔

۲۶۱- عُذِّبت امرأة في هرّة. جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک جس طریقے سے باعثِ اجر و ثواب ہے ایسے ہی ان کے ساتھ بدسلوکی باعثِ عذاب ہے۔ حدیث شریف سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جانوروں کے ساتھ بدسلوکی و بے رحمی کا معاملہ خدا کے عذاب میں اپنے آپ کو گرفتار کرنا ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صغیرہ گناہ پر عذاب بھی ہوسکتا ہے۔ اس عورت کا یہ فعل ظاہر ہے صغیرہ ہی گناہ تھا چناں چہ عقائد کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ صغیرہ گناہ پر عذاب ہونا خلافِ امکان نہیں ہے۔

(٢٦٢) عَنْ أَنَسٍ وَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلىٰ عِيَالِهٖ. (مشکوۃ ص٤٢٥)

(٢٦٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَنَّ وَ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَمَسَحَ ذَافِرَهٗ فَسَكَتَ، فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ أَفَلَا تَتَّقِيْ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا، فَإِنَّهٗ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَ تُدْئِبُهٗ. (أبوداؤد ص٣٥٢ ج١)

(٢٦٤) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ. (أبوداؤد ص٣٥٢ ج١)

ترجمہ: حضرت انسؓ و حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے

اور اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب ترین وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے باغ میں تشریف لے گئے، تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رونے لگا اور اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اِس کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ تو ایک انصاری جوان آیا اس نے کہا: میرا ہے اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: تو کیا تم اِس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ رب العزت نے تمھیں مالک بنایا ہے، کیوں کہ اِس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تھکاتے ہو۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب ہم کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو ہم اس وقت تک نماز نہ پڑھتے جب تک کہ کجاوے نہ کھول دیتے۔

لغات وترکیب

حَائِطٌ: ج حِيطَانٌ، دیوار، باغ۔ حَنَّ يَحِنُّ حَنِيْناً (ض) مشتاق ہونا، خوشی یا غم سے آواز نکالنا۔ ذَرَفَتْ العين تَذْرِفُ ذَرْفاً (ض) آنکھوں سے آنسو بہنا۔ ذَافِرٌ: ج ذَفَارِیْ و ذَفَارٌ، کان کے پیچھے کی ہڈی۔ أدَابَ يديب إدَابَةً (إفعال) تھکانا، عاجز بنا دینا۔ حَلَّ يَحُلُّ حَلاًّ (ن) کھولنا۔

أحبّ الخلق إلى الله، مبتدا، من أحسن إلى عياله خبر۔ فإذا جملٌ أي فإذا هناك جملٌ۔ حتى نحلّ الرجال۔ مصدر کی تاویل میں ہوکر "لانسبح" کے متعلق ہے۔

تشریح

۲۶۲- الخق عيال الله۔ عیال کے معنی متعلقین کے ہیں اور کسی شخص کے متعلقین کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جن کی پرورش جن کا کھانا پینا اور جن کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اُس شخص کے ذمے ہوتی ہے، رزّاقِ مطلق چوں کہ اللہ رب العزت ہی ہے اِس لیے اِس کے معنی میں عیال کی نسبت غیر اللہ کی طرف مجازی ہے، اور جب مخلوق حقیقت میں اللہ رب العزت ہی کے عیال ہوئے تو مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک گویا عیال اللہ کے ساتھ حسنِ سلوک ہوا۔

۲۶۳- عن عبد الله بن جعفر۔ روایت مذکورہ سے جہاں جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ترغیب معلوم ہوتی ہے کہ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ ڈال کر انھیں تکان میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ سرکارِ دوعالم کی معرفت حیوانات تک کو بھی حاصل تھی۔ یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے۔

۲۶۴- كنا إذا نزلنا منزلًا۔ یعنی حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانوروں کی اتنی خبر گیری کرتے تھے کہ کسی بھی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو پہلے جانوروں سے کجاوے کھول کر انھیں آزاد کر دیتے تھے پھر

نماز وغیرہ میں مصروف ہوتے۔

إمَاطَــةُ الأذىٰ

(۲٦٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذىٰ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ. (مسلم ص٤٧ ج١، مشكوة ص١٢)

(۲٦٦) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ قَالُوْا: وَ مَا اللَّعَّانَانِ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ. (مسلم ١٣٢ ج١، مشكوة ص٤٢)

(۲٦٧) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ فِي الطَّرِيْقِ إِذْ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ.

(ترمذي ص١٧ ج٢، مشكوة ص١٦٨)

تکلیف دہ چیز کا دور کرنا

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں، تو ان میں سب سے افضل "لا إله إلا الله" کہنا ہے، اور ان میں سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے اور حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: دو لعنت کا سبب بننے والے کاموں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: وہ دو ملعون کام کیا ہیں؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: لوگوں کے راستے یا ان کے سایے کی جگہ میں قضائے حاجت کرنا۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ ایک شخص راستے پر چل رہا تھا اسی وقت اسے کانٹے کی ایک ٹہنی ملی تو اس نے اسے ہٹا دیا، تو اللہ رب العزت نے یہ نیکی قبول فرمائی پھر اس کی مغفرت فرمادی۔

لغات وترکیب

بِضْعٌ کی تحقیق حدیث نمبر۴۱ کے تحت گذر چکی۔ تَخَلّٰى تَخَلِّياً (تفعّل) تنہائی میں رہنا، کسی کام کے لیے فارغ ہونا۔

وما اللَعانان۔ ما استفہامیہ مبتدا۔ اللَعانان، خبر۔ الذي يتخلّىٰ في الطريق أي أحدهما الذي۔ "بينما" يمشي کا ظرف مقدم ہے۔

تشریح ۲۶۵- الإيمان بضع و سبعون شعبة. حدیث مذکور کی تشریح حدیث نمبر۱۴ کے ضمن میں گذر چکی۔

۲۶۶- اتقوا اللعانان. روایت کا مطلب یہ ہے کہ دو ایسے کاموں سے بچو جن کی وجہ سے لوگ دوسرے پر لعنت کرتے ہیں ایک تو راستے میں قضائے حاجت کرنا، دوسرے سایہ دار جگہ میں۔ حدیث شریف میں "طریق" سے مراد وہ راستہ اور سڑک ہے جس پر لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ راستہ مراد نہیں جس پر کبھی کوئی شخص گذر جائے۔ اسی طرح ''سایے کی جگہ'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرتے ہوں۔

۲۶۷- بينما رجل يمشي في الطريق. حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز دور کر دینا اگرچہ ایمان سے سب سے ادنیٰ شعبہ ہے مگر اِس معمولی کام کو بھی اپنانے سے اللہ رب العزت مغفرت فرما دیتا ہے۔

مِنْهَا الصِّدْقُ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا

(۲٦٨) قَالَ تَعَالىٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (سورة توبه آيت ١١٩)

(٢٦٩) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ؛ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَ إِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَ يَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقاً وَ إِيَّاكُمْ وَ الْكِذْبَ؛ فَإِ نَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَ إِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَ يَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّاباً. (مسلم ص٣٢٦ ج٢، ترمذي ص١٩ ج٢، مشكوٰة ص٤١١)

(٢٧٠) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْماً، فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا يَحْمِلُكُمْ عَلىٰ هٰذَا؟ قَالُوْا: حُبُّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ، فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَ لْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا اؤْتُمِنَ، وَ لْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ. (مشكوٰة ص٤٢٤)

(٢٧١) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلیٰ مَا لَا یُرِیْبُکَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِیَۃٌ وَ اِنَّ الْکِذْبَ رِیْبَۃٌ. (ترمذي ص۷۵ ج۲، مشکوۃ ٤٢٤)

بر کے ابواب میں سے تمام معاملات میں سچائی بھی ہے

ارشاد باری ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچائی کو لازم پکڑلو، کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بے شک نیکی جنت میں پہنچاتی ہے، اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور تم جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جاتی ہے، اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو آپؐ کے صحابہ آپؐ کے وضو کے پانی کو اپنے اوپر ملنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں کون سی چیز اِس پر آمادہ کررہی ہے؟ صحابۂ کرامؓ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کریں تو وہ اپنی بات میں راست گوئی اختیار کرے جب بات کرے، اور اپنی امانت ادا کردے جب اسے امین بنایا جائے، اور اپنے پڑوس کا حق اچھی طرح ادا کرے جس کا وہ پڑوسی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا یاد کیا؟ فرمایا کہ: مجھے سرکارِ دوعالمؐ کی یہ بات یاد ہے کہ جو چیز تم کو تردد میں مبتلا کردے اس کو چھوڑدو اور اسے اختیار کرلو جس میں تردد نہ ہو، کیوں کہ سچائی باعثِ اطمینان اور جھوٹ باعثِ تردد ہے۔

لغات وترکیب

تَحَرّیٰ الأمر یتحرّیٰ تحرّیاً (تفعل) قصد کرنا۔ فَجَرَ یَفْجُرُ فُجُوراً (ن) گناہ کرنا۔ تمسّح یتمسح تمسحاً (تفعل) ملنا۔ جَاوَرَ یُجَاوِرُ مُجَاوَرَۃً (مفاعلة) پڑوس میں رہنا۔ رَابَ یَرِیْبُ رَیْباً (ض) شک میں ڈالنا۔

وإیّاکم والکذب۔ تحذیر کی بنیاد پر منصوب ہے أي اتقو الکذب. یکذب. و یتحری الکذب، مایزال کی خبر ہے۔ من سرّہ أن یحبّ اللّٰہ ورسوله الخ. أن یحب اللّٰہ جملہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر بتاویل مصدر شدہ "سرّ" کا فاعل، فعل بافاعل ومفعول شرط۔ فلیصدق حدیثه جزا۔ إذا حدّث شرط، جزا محذوف۔

تشریح

۲۶۸- یأیها الذین اٰمنوا اتقوا الله. اِس آیت سے پہلے کی آیات میں جو واقعۂ تخلف عن الجہاد کا بعض مخلصین سے پیش آیا، پھر ان کی توبہ قبول ہوئی یہ سب نتیجہ ان کے تقویٰ اور خوفِ خدا کا تھا اِس لیے اِس آیت میں عام مسلمانوں کو تقویٰ کی ہدایت فرمائی گئی اور "کونوا مع الصادقین" میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ صفت تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ صالحین و صادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے۔ اِس میں شاید اشارہ یہ بھی ہو کہ جن حضرات سے یہ لغزش ہوئی اس میں منافقین کی صحبت ومجالست اوران کے مشورے کو بھی دخل تھا، اس لیے نافرمانوں کی صحبت سے بچنا چاہیے اور صادقین کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

اِس جگہ قرآن کریم نے علماء اور صلحاء کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم و صالح کی پہچان بھی بتلادی کہ صالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت وارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن ج۴ص:۴۸۵)

۲۶۹- علیکم بالصدق. تم صدق کو لازم پکڑلو۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولو اسی پر مداومت اختیار کرو، وہ سچائی جس میں دوام ہو اس سے نیکی اور کارِ خیر کی توفیق ملتی ہے جس کے نتیجے میں جنت حاصل ہوگی۔ رہی وہ سچائی جو گاہ بہ گاہ ہو اس سے یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ سچائی کو لازم پکڑنا ضروری ہے۔ مستقل سچ بولنے سے اللہ رب العزت کے یہاں "صدیق" لکھا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو وصفِ صدیقیت کا حامل اور مقامِ صدیقیت پر فائز قرار دیا جاتا ہے۔ اور صدیقیت جیسے اونچے درجے کے اجر وثواب کا مستحق گردانا جاتا ہے، یا مطلب یہ ہے کہ ملأ اعلیٰ کے پاس جس کتاب میں تمام بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اس مذکورہ شخص کا نام "صدیق" لکھا جاتا ہے۔

بعض حضرات محدثین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے دنیا میں لوگ ایسے شخص کو "صدیق" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اِس صورت میں ارشادِ گرامی کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ایسا شخص اللہ رب العزت کی طرف سے لوگوں میں انتہائی معزز و مکرم ظاہر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت کے یہاں "کذاب" لکھے جانے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ایسے جھوٹے کے لیے وہ سزا مقرر کردی جاتی ہے جو جھوٹوں کے لیے مخصوص ہے، یا یہ کہ اس شخص کے بارے میں من جانب اللہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کردی جاتی ہے کہ یہ نا قابلِ اعتبار ہے جس کی وجہ سے لوگ اسے "جھوٹے" کے نام سے موسوم کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

۲۷۰- فجعل أصحابه یتمسحون بوضوئه. "وضو کے پانی" سے مراد اکثر علما کے نزدیک وہ پانی ہے جو وضو کے بعد برتن میں بچ گیا تھا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مراد وہ پانی ہے جو وضو کے وقت حضورؐ کے اعضائے مبارک سے جدا ہو کر گر رہا تھا۔ ما یحملکم علی هذا. حضورؐ کا یہ سوال برائے استفہام نہیں تھا کہ آپ کو معلوم نہ تھا اور آپ معلوم کرنا چاہتے تھے، بل کہ مقصد یہ تھا کہ جس غرض سے تم ایسا کررہے ہو

دو چیزیں تمہیں سچ بولنے، امانت کو ادا کرنے اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے حاصل ہوگی۔
أو یحبه الله ورسوله میں حرف "أو" تنویع کے لیے ہے۔ واضح رہے کہ ایک درجہ تو بندے کا اللہ اور رسول سے محبت رکھنا ہے اور دوسرا درجہ اللہ کا بندے سے محبت رکھنے کا ہے ظاہر ہے کہ دوسرا پہلے سے کہیں زیادہ ارفع ہے، لیکن حقیقت میں دونوں درجے ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اس لیے کہ ہر کوئی اپنے دوست کو دوست سمجھتا ہے، یا یہ کہ حرف "أو" بل کے معنیٰ میں ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے بل کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کریں۔ یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔
بہر حال حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا دعویٰ ایسی باتوں کے ذریعہ کرنا جو نفس پر شاق نہ ہو کوئی معنیٰ نہیں رکھتا؛ بل کہ اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو اختیار کیا جائے خصوصا وہ احکام جن کا تعلق لوگوں کے حقوق اور باہمی معاملات سے ہو اور حقوق ومعاملات بھی وہ کہ جن سے اکثر واسطہ پڑتا ہے، جیسے، سچ بولنا، امانت کو ادا کرنا اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھے سلوک کرنا وغیرہ۔

۲۷۱- دع ما یریبك إلى ما لا یریبك. اِس حدیث کے مضمون کی وضاحت روایت نمبر ۱۵۳ میں گذر چکی۔

منها حسن الخلق

(۲۷۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِؒ أَنَّهُ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ، فَقَالَ: هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ وَ بَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَ كَفُّ الْأَذىٰ. (ترمذي ص۲۱ ج۲)

(۲۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ. (مشكوة شريف ص۴۳۲)

(۲۷۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْروٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقاً. (بخاري ص۸۹۱، مشكوة ص۴۳۱)

(۲۷۵) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ أَثْقَلَ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ إِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ والصَّلوٰةِ.

(ترمذي ص۲۱ ج۲، مشكوة ص۴۳۱)

(۲۷۶) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَاكُنْتَ، وَ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَ خَالِقِ النَّاسَ

بِخُلُقٍ حَسَنٍ. (ترمذي ص٢٠ج٢، مشكوٰة ص٤٣٢)

(٢٧٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَ الْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيْمٌ. (ترمذي ص١٨ج٢، مشكوٰة ٤٣٢)

(٢٧٨) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَ خَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ. (ترمذي ص١٦ج٢)

(٢٧٩) عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا تَكُوْنُوْا إِمَّعَةً: تَقُوْلُوْنَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَ إِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا، وَ لٰكِنْ وَطِّنُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوْا وَ إِنْ أَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا.

(ترمذي ص٢١ج٢، مشكوٰة ص٤٣٥)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ انھوں نے حسنِ خلق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: وہ کشادہ روئی، بخشش کرنا اور ایذا رسانی سے باز رہنا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں اچھے اخلاق والا ہے۔

حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میزانِ عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز حسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی نہ ہوگی، اور یقیناً حسنِ اخلاق والا شخص اس کی بہ دولت روزے دار اور نمازی کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اور گناہ کے بعد نیکی کر کے اس کو مٹا دو اور لوگوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: مومن بھولا بھالا سخی ہوتا ہے اور بدکار چالاک اور بخیل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساتھیوں میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اُن میں اپنے ساتھی کے لیے سب سے بہتر ہو اور سب سے بہترین پڑوسی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اُن میں اپنے پڑوسی کے لیے سب سے بہتر ہو۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر ایک کے رائے

کی پیروی کرنے والے مت ہو جاؤ کہ تم کہنے لگو: اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے لیکن اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ نیکی کریں تو تم بھی نیکی کرو اور اگر برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

لغات وترکیب

بَسَطَ الْوَجْهَ يَبْسُطُ بَسْطاً (ن) کشادہ رو ہونا۔ أَتْبَعَ يُتْبِعُ إِتْبَاعاً (إفعال) تابع بنانا۔ مَحَا يَمْحُوْ مَحْواً (ن) مٹانا۔ خَالَقَ مُخَالَقَةً (مفاعلة) حسنِ اخلاق سے پیش آنا۔ غِرٌّ: ج أَغْرَارٌ، ناتجربے کار جوان۔ خِبٌّ: ج خُبُوْبٌ، دغاباز، فریبی، چالاک۔ لَئِيْمٌ: ج لِئَامٌ، بخیل، کمینہ۔ إِمَّعَةٌ و إِمَّعٌ، ہرایک کی رائے کی پیروی کرنے والا، بغیر بلائے دعوت میں پہنچنے والا۔ ج إِمَّعُوْنَ۔ اس کی اصل "إني معك" ہے اور تا مبالغے کے لیے ہے۔

لأتمم مكارم الأخلاق۔ مصدر کی تاویل میں ہو کر "بعثت" سے متعلق ہے۔ من أخيركم "إنّ" کی خبر مقدم، أَحْسَنَكُمْ خلقاً تمیز با تمیز اسمِ موخر۔ مامن شيء يوضع الخ، ما مشابہ بہ لیس، من زائدہ، شيءٌ موصوف۔ یوضع في الميزان صفت، موصوف باصفت اسمِ "ما" أثقل من حسن الخق خبر۔ تَنْفَحُهَا مجزوم بہ بنائے جواب امر۔

تشریح ۲۷۲- حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ حسنِ خلق تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے (۱) کشادہ روئی (۲) عطایائے خداوندی مال، علم وغیرہ کو بندگانِ خدا پر خرچ کرنا (۳) ایذا رسانی سے باز رہنا۔ یہ وہ تین اوصاف ہیں جن کو اپنانے سے انسان حسنِ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ سکتا ہے۔

۲۷۳- بعثت لأتمم حسن الأخلاق۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب بہت بااخلاق تھے اس لیے کہ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے کچھ آثار باقی تھے لیکن کفر وشرک کی وجہ سے ان میں بہت سی گمراہیاں پیدا ہوگئی تھیں جس کی وجہ سے حسنِ اخلاق میں کمی آگئی تھی اور جاہلیت کے رسومات ان میں گھر کر آئے تھے تو آپ کو اسی حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔

(لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوۃ ص:۴۳۲)

۲۷۴- إنّ من أخيركم أحسنكم خلقاً۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا محبوب ترین بندہ وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے بھی حقوق ادا کرتا ہے اور بندوں کے حقوق کی ادائے گی میں بھی کوتاہی نہیں کرتا۔

۲۷۵- ما من شيء يوضع في الميزان۔ روایت کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قیامت کے دن جب اعمال تولے جائیں گے تو حسنِ اخلاق کا وزن سب سے زیادہ ہوگا، اور حسنِ اخلاق ایسی نیکی ہے جس کی

یہ دولت آدمی اُس شخص کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار ہو۔ حضرت کمیل فرماتے ہیں: خوش خلقی کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کیا جائے، انتقام لینے سے گریز کیا جائے۔

۲۷۶- اتق الله حيث ملكنت. مطلب یہ ہے کہ تمہارا خدا سے ڈرنا کسی خاص وقت، کسی خاص جگہ اور کسی خاص حالت پر موقوف نہیں ہونا چاہیے، بل کہ سفر و حضر، خوشی و مسرت، خلوت و جلوت ہر حال میں تمہارے دل میں خوف خدا سمایا رہے۔ "وأتبع السيئة الحسنة" (اور نیکی کو برائی کے پیچھے لگاؤ) مطلب یہ ہے کہ اگر بہ تقاضائے بشریت تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیک کام کرلو، یہ نیکی اس برائی کے حق میں کفارہ بن جائے گی۔ ارشاد باری ہے "إن الحسنات يذهبن السيئات"۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ نیک کام کر کے برائیوں کے اثرات مٹانے سے کسی بھی طرح غافل نہ رہے، اور برائی ہی کی جنس سے کوئی نیک کام ضرور کرلے، مثلاً شراب نوشی کا گناہ سرزد ہو گیا ہے تو حلال چیزیں پلادے۔ تکبر میں مبتلا ہو جائے تو تواضع اختیار کرے، گانا بجانا سننے کا اتفاق ہو جائے تو تلاوتِ قرآن سنے اور ذکر و نصیحت کی مجلس میں بیٹھے وغیرہ۔ اللہ رب العزت اِس نیکی کے ذریعہ اس بندے کے دل سے برائی کے اثرات مٹا دیتا ہے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں کے رجسٹر سے وہ برائی محو کر دیتا ہے۔

وخالق الناس بخلق حسن یعنی لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آؤ، ان کی ضرورتوں میں کام آؤ اور انھیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔

۲۷۷- المؤمن غرّ كريمٌ. غِرٌّ کے معنی دھوکہ کھانے والا شخص۔ اسی طرح صراح وغیرہ میں "غِرٌّ" کے معنی "نا تجربے کار جوان" کے لکھے ہیں۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن شخص چوں کہ طبعاً مطیع و فرماں بردار، نرم مزاج، شریف النفس اور سادہ لوح ہوتا ہے، اس لیے وہ فریب کاروں سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔ وہ نہ لوگوں کے مکر و فریب سے آگاہ ہوتا ہے اور نہ تو مکر و فریب کی باتوں اور دھوکہ بازوں کے احوال کی تلاش و جستجو کرتا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ جاہل و نادان ہوتا ہے؛ بل کہ اس کی سب سے بڑی وجہ اس کے مزاج کی نرمی و مروت، حلم و کرم، عفو و درگذر کرنے کی عادت اور خوش خلقی ہوتی ہے۔

بعض حضرات نے دوسرا معنی (نا تجربے کار جوان) لے کر حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کے سامنے آخرت کے معاملات اور نفس کی اصلاح کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اور دنیاوی امور پر زیادہ توجہ نہیں دیتا اس لیے دنیوی معاملے میں گرچہ نا تجربہ کار ہوتا ہے مگر آخرت کے معاملات میں انتہائی ہوشیار ہوتا ہے۔ برخلاف فاجر و منافق کے کہ دھوکہ دہی کے اور مکاری چوں کہ اس کی فطرت میں داخل ہوتی ہے، اس کے نزدیک خوش خلقی، عفو و درگذر اور چشم پوشی ایک بے معنی چیز ہوتی ہے، اس کا ذہن فتنہ و فساد ہی میں زیادہ چلتا ہے اس لیے وہ جلد دھوکہ نہیں کھاتا۔

۲۷۸- خيرا الأصحاب عند الله. یہ حدیث بالتفصیل حدیث نمبر ۱۸۸ پر گذر چکی۔

۲۷۹- قال رسول اللهؐ لا تکونوا إمّعة۔ حدیث پاک میں آپؐ نے کورانہ تقلید سے ممانعت فرمائی ہے کہ تم "إمّعة" مت بنو۔ اور "امّعة" کی وضاحت "تقولون إن أحسن الناس أحسنّا" سے کی ہے کہ یہ نظریہ مت بناؤ کہ اگر لوگ حسنِ سلوک سے پیش آئیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گا، اور اگر لوگ ظلم پر اتر آئے تو میں بھی ظلم کا بدلہ ظلم ہی سے دوں گا۔ کیوں کہ یہ دین و دانش کے خلاف بات ہے۔ بھلائی کا بدلہ بھلائی تو ہے ہی، تم برائی کا بدلہ بھی بھلائی ہی کو قرار دو، اور اسی کا اپنے آپ کو خوگر بناؤ، کمالِ ایمان کا تقاضہ یہی ہے۔

اَلْاِنْبِسَاطُ إِلَى النَّاسِ وَ الْاِخْتِلَاطُ مَعَهُمْ

(۲۸۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَ يَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَ لَا يَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ. (ترمذي ص۷۳ ج۲، مشكوة ٤٣٢)

(۲۸۱) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ: خَالِطِ النَّاسَ وَ دِيْنَكَ لَا تَكْلِمَنَّهُ. (بخاري ص٥٠٩)

(۲۸۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ، وَ إِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقَىٰ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ. (ترمذي ص١٩ ج٢، مشكوة ص١٦٨)

(۲۸۳) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَ لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَ لَا يُؤْلَفُ. (مشكوة ص٤٢٥)

(۲۸٤) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى أَنْ كَانَ لَيَقُوْلُ لِأَخٍ لِيْ صَغِيْرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ. (ترمذي ص٢٠ ج٢، مشكوة ص٤١٦)

لوگوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہنا اور ان سے میل جول رکھنا

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ وہ مسلمان جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی اذیت پر صبر کرتا ہے اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل نہیں رکھتا اور ان کی اذیت پر صبر نہیں کرتا۔

حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان ہے: لوگوں سے میل جول رکھو اور اپنے دین کو مجروح نہ ہونے دو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر نیکی صدقہ ہے اور نیکی ہی میں سے یہ بات بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو اور اپنے ڈول سے

پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مرکزِ الفت ومحبت ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں جو نہ محبت کرے اور جس سے محبت نہ کی جائے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملتے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے (بہ طور مزاح) فرماتے اے ابوعمیر! نغیر (بلبل) کیا ہوئی۔

لغات وترکیب

اِنْبَسَطَ إلىٰ أحدٍ يَنْبَسِطُ إنْبِسَاطاً (انفعال) کسی سے خوشی کے ساتھ پیش آنا۔ اِخْتَلَطَ يَخْتَلِطُ مَعَ النَّاسِ اختلاطاً (افتعال) لوگوں سے میل جول رکھنا۔ كَلَمَ يَكْلِمُ كَلْماً (ض) زخمی کرنا۔ طَلُقَ يَطْلُقُ طَلَاقَةً (ك) ہنس مکھ ہونا۔ أَلِفَ يَألَفُ أَلْفَةً (س) مانوس ہونا، محبت کرنا۔ نُغَرٌ، بلبل، چڑیا کے بچے، ج نِغْرَانٌ. نُغَيْر، اسی کی تصغیر ہے۔

دِيْنَكَ لاتكلمنه. دينٌ، ما أضمر عامله علىٰ شرطة التفسير کی وجہ سے منصوب ہے۔ ان تلقىٰ أخاك بوجه طلق. جملہ فعل فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہوکر "إنّ" کا اسم ہے۔ من المعروف، محذوف سے متعلق ہوکر خبر۔ إن كان، میں "إن" مخففہ من المثقلہ ہے۔

تشریح ۲۸۰- إن المسلم الذي يخالط الناس. حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ ربط واختلاط اور میل جول رکھنا عزلت وتنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے افضل ہے، کیوں کہ یہ چیز امر بالمعروف ونہی عن المنکر جو امت محمدیہ کا فریضہ ہے اس میں ممد ومعاون ہے۔ البتہ یہ حدیث اُن احادیث کے معارض ہے جن میں عزلت وگوشہ نشینی کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف کا تعلق درحقیقت زمان ومکان اور لوگوں کے حالات کے اعتبار سے ہے، بعض اوقات میں مخالطت بہتر ہوتی ہے اور بعض اوقات میں خلوت۔ مثلاً ایک شخص ایسا ہے جس سے لوگوں کے مصالح وفوائد متعلق ہیں وہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو اس کے لیے مخالطت بہتر ہے اور ایک شخص ایسا ہے جس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ اگر مخالطت اختیار کرے گا تو فتنہ وفساد اور گناہ میں ملوث ہوجائے گا تو اس کے لیے خلوت وتنہائی ہی بہتر ہوگی۔

۲۸۱- خالط الناس و دينك لاتكلمنه. ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ ملاپ اور اختلاط رکھنا بہتر ہے مگر جب تک دین پر کوئی آنچ نہ آئے اور جہاں دین مجروح ہونے لگے کہ اس کی وجہ سے انسان برائیوں میں ملوث ہونے لگے یا خود کو یا دوسروں کو کوئی علمی یا عملی دنیوی یا اخروی فائدہ نہ پہنچا سکے تو پھر خلوت وگوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

۲۸۲- كل معروف صدقة. مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی نیکی صدقہ ہے خواہ وہ سلام ہو یا اطعام، تعلم ہو یا تعلیم، دعا ہو یا استغفار، خوف خدا ہو یا شکرِ خدا، وفا ہو یا صبر غرضے کہ ایمان کا کوئی بھی شعبہ ہو حتی کہ اپنے مومن

بھائی سے مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملنا اور اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے یعنی وہ معمولی چیزیں جن کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں جاتا کہ یہ بھی کوئی نیکی ہو سکتی ہے وہ نیکی بھی صدقہ ہے۔

۲۸۳- المؤمن مألف. "مالف" مصدر میمی ہے جو اسم فاعل و اسم مفعول دونوں کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے گویا یہ لفظ مفہوم کے اعتبار سے یوں ہے "یألف و یؤلف" یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ الفت رکھتا ہے اور دوسرے اس کے ساتھ الفت رکھتے ہیں، حدیث کے آخری الفاظ بھی اس کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ لفظ مصدر بطریق مبالغہ ہو، جیسا کہ "رجلٌ عدلٌ" کہا جاتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مومن سراپا محبت ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اسم ظرف ہو۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تمام مومن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست کا جذبہ رکھتے ہیں۔ یہ چیز جس کے اندر نہ ہو اس میں کوئی خیر ہی نہیں، اگر مسلمان بھی باہمی الفت و محبت کی روح ختم کر دیں تو ان میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ بھی اختلاف و انتشار کا شکار ہو جائیں گے جب کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

۲۸۴- کان رسول اللّٰہ لیخالطنا. حضرت انسؓ نے اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر کیا ہے ان کا نام کبشہ تھا، وہ حضرت انسؓ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے، ان کے پاس ایک پرندہ تھا اسے لے کر آں حضرتؐ کے پاس آتے تھے، ایک دن وہ پرندہ مر گیا اس کے بعد جب وہ آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ ان سے ازراہِ مزاح پوچھتے "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" ابو عمیر! تمہارا نغیر کیا ہوا۔ گویا ان کو مخاطب کرتے وقت ظرافت کے ساتھ تفنن کلام کا اسلوب بھی اختیار فرماتے، یعنی نغیر کی مناسبت اور اس لفظ کے قافیے کے طور پر ان کو "ابو عمیر" کی کنیت کے ذریعہ مخاطب فرماتے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بچوں کو کھیلنے کے لیے چڑیا وغیرہ دینا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ایذا نہ دے نیز چھوٹے بچے کی کنیت مقرر کرنا جائز ہے اور یہ جھوٹ میں داخل نہیں، اسی طریقے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل جوئی کے لیے مزاح بھی جائز ہے۔

اَلْمُدَارَاةُ مَعَ النَّاسِ

(۲۸۵) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَ أَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَ إِرْشَادُكَ فِيْ أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَ بَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيِّ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَ إِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَ الشَّوْكَ وَ الْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَ إِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ.

(ترمذي ص۱۷ ج۲، مشكوٰة ص۱۶۸)

(۲۸۶) يُذْكَرُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: إِنَّا لَنَكْشِرُ فِيْ وُجُوْهِ أَقْوَامٍ وَّ إِنَّ قُلُوْبَنَا

لَتَلْعَنُهُمْ. (بخاري ص۹۰۵)

لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا تمہارے حق میں صدقہ ہے، اور تمہارا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور تمہارا نامعلوم جگہ میں (کسی کی) رہنمائی کر دینا تمہارے حق میں صدقہ ہے، اور تمہارا کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تمہارے حق میں صدقہ ہے۔ اور تمہارا راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی دور کر دینا تمہارے حق میں صدقہ ہے اور تمہارا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی دینا تمہارے حق میں صدقہ ہے۔

حضرت ابودرداؓ سے منقول ہے (فرماتے ہیں) ہم بہت سے لوگوں کے سامنے مسکراتے ہیں حالاں کہ ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

لغات وترکیب

رَدِيَ الْبَصَرُ يَرْدَىٰ رَدًى (س) نگاہ کمزور ہونا۔ كَشَرَ عَنْ أَسْنَانِه يَكْشِرُ كشراً (ض) ہنسی میں دانت نکالنا۔

في وجه أخيك "تبسّمك" میں "تبسّم" سے متعلق ہوکر مبتدا، لك صدقة جملہ خبر، "وإنّ قلوبنا لتلعنهم" جملہ "نكشر" کی ضمیرِ متکلم سے حال واقع ہے۔ لتلعنهم میں لام برائے تاکید ہے۔

تشریح ۲۸۵- تبسّمك في وجه أخيك. روایت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مومن بھائی کے ساتھ معمولی احسان کرنا بھی صدقہ ہے، ہنسی خوشی ملنا، کسی نیک کام کا حکم دے دینا، کسی کو راستہ بتلا دینا، اِن سب معمولی کاموں سے باری تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔

۲۸۶- يذكر من أبي الدرداءؓ. مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے دشمن تھے یعنی کفار و مشرکین و منافقین، جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے ان سے بھی ظاہری طور پر خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے جب کہ دل اس بات کو گوارہ نہیں کر رہا تھا، معلوم ہوا کہ ظاہری رکھ رکھاو کو برقرار رکھنے کے لیے غیروں سے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ملنے میں کوئی حرج نہیں؛ بل کہ ایسا کرنا بہتر ہے۔ البتہ دلی دوستی قائم کرنا جس کو "موالات" کہتے ہیں یہ قطعی حرام ہے۔

مِنْهَا كَظْمُ الْغَيْظِ

(۲۸۷) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَO (آل عمران آیت ۱۳٤)

(۲۸۸) عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظاً وَّ هُوَ قَادِرٌ عَلىٰ أَنْ يُّنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلىٰ رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ.

(ترمذي ص۷۲ ج۲، مشكوة ص۴۳۲)

(۲۸۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ. إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

(أبوداؤد ص۲۱۱ ج۲، مشكوة ص۴۳۳)

بر کے ابواب میں سے غصّے کو پی جانا ہے

ارشادِ باری ہے: اور وہ غصّے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت فرماتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعدؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غصے کو پی لیا اِس حال میں کہ وہ اس کو جاری کرنے پر قادر تھا تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلائیں گے، یہاں تک کہ اسے اختیار دے دیں گے حوروں میں سے جسے وہ چاہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہادر پچھاڑ دینے سے نہیں ہوتا ہے؛ بل کہ بہادر تو وہی شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے پر قابو رکھے۔

لغات وترکیب

كَظَمَ الغَيْظَةَ يَكْظِمُ كَظْماً (ض) غصے کو پی جانا۔ حُوْرٌ، جنتی بیوی جو زعفران سے پیدا کی گئی ہے۔
صَرَعَ يَصْرَعُ صَرْعاً و صَرْعَةً (ف) پچھاڑ دینا۔
وهو قادرٌ جملہ "كظم" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ يخيّر أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔
بالصّرعة محذوف سے متعلق ہو کر خبر لیں۔

تشریح ۲۸۷- والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس۔ آیت کریمہ کے اِس ٹکڑے میں مومنین متقین کی خاص صفات میں سے یہاں ایک صفت بیان کی گئی ہے، کہ وہ غصے کو پی جاتے ہیں۔ غصے کو پی جانا اور لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے، اس کا ثواب آخرت میں نہایت اعلیٰ ہے۔

امام بیہقیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گر پڑا، تمام کپڑے بھیگ گئے، غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ

آیت پڑھی "والکاظمین الغیظ" یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اس بزرگ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، بالکل خاموش ہو گئے، اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ "والعافین عن الناس" پڑھ دیا، تو فرمایا: میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا، کنیز ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا "واللہ یحب المحسنین" جس میں احسان اور حسنِ سلوک کی ہدایت ہے، حضرت علی بن حسینؓ نے یہ سن کر فرمایا: جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔
(روح المعانی بحوالہ معارف القرآن ج ۲ ص: ۱۸۹)

۲۸۸- من کَظَمَ غیظاً. مخلوق کے رو بہ رو بلانے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو نیک شہرت عطا فرمائے گا، اس کو جنت میں ٹھکانہ دے گا اور حور عین میں سے جسے چاہے گا منتخب کرنے کا اختیار دے گا۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب اتنا عظیم اجر محض غصے کو پی جانے پر ہے تو اس شخص کے مقام و مرتبہ کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس کے ساتھ ساتھ عفو و احسان کا بھی برتاؤ کرے۔ غصے پر قابو پانے کی صفت کو اتنا اونچا مقام دینے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ دراصل نفسِ امارہ کی ہیجانی کیفیت کا نام ہے اور جس نے غصے کو پی لیا اس نے گویا اپنے نفسِ امارہ کو کچل ڈالا۔

۲۸۹- لیس الشدید بالصرعة. ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اصل دشمن اور اس کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور خود اس کا نفس ہے، اگر کوئی شخص بڑے بڑے پہلوان کو پچھاڑ دیتا ہے اور اپنے نفس پر قابو نہیں پاتا تو یہ کوئی کمال نہیں۔ اصل کمال یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کرے جو اس کا اصل دشمن ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ "اِنَّ أعدی عدوك الذي بين جنبيك" تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

مردے نہ قوتِ بازو ست و زورِ کتف ... بانفس اگر برآئی دانم کہ شاطرے

وَ مِنْهَا التَّوَاضُعُ

(۲۹۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَ مَازَادَ اللّٰهُ رَجُلاً بِعَفْوٍ إِلاَّ عِزّاً وَ مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ. (مسلم ص۳۲۰ ج۲، مشکوۃ ص۱۶۷)

(۲۹۱) عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ أَوْحىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا لَا يَبْغِيْ عَلىٰ أَحدٍ أَحَدٌ وَ لَا يَفْخَرُ أَحَدٌ عَلىٰ أَحَدٍ. (أبوداؤد ص۳۲۳ ج۲، مشکوۃ ص۴۱۷)

اور بر ہی کے ابواب میں سے تواضع بھی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی صدقہ مال میں کمی نہیں

کرتا اور اللہ رب العزت معاف کرنے سے آدمی کی عزت ہی بڑھاتے ہیں، اور جو اللہ رب العزت کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے اللہ رب العزت اسے بلند فرما دیتے ہیں۔

حضرت عیاض بن حمارؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ رب العزت نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔

لغات وترکیب

نَقَصَ يَنْقُصُ نَقْصاً (ن) کمی کرنا۔ بَغَىٰ يَبْغِيْ بَغْياً (ض) ظلم کرنا۔ فَخَرَ يَفْخَرُ فَخْراً (ف) فخر کرنا۔

ما زاد الله رجلاً بعفو إلّا عزاً. اس جملے میں اور اس کے مابعد والے جملے میں نفی اور إلّا سے حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

تشریح ۲۹۰- حدیث شریف میں تین چیزوں کا بیان ہے ایک تو یہ کہ راہِ خدا میں خرچ کرنا اگرچہ ظاہری طور پر مال میں کمی ونقصان دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں یہ صدقہ وخیرات مال میں اضافے کا سبب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے، اس کا مال آفت وبلا سے محفوظ رہتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں ثواب کی زیادتی ہوتی ہے؛ بل کہ دنیا میں بھی اسے اس طرح نعم البدل عطا فرمایا جاتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا رہتا ہے۔

دوسری بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے سے انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتا ہے تو اللہ رب العزت دنیا وآخرت میں اس کی عزت بڑھا دیتا ہے، اس لیے کہ جس شخص کی عادت رحم وکرم اور معافی کی ہو جاتی ہے لوگوں کے دل میں اس کی عظمت بیٹھ جاتی ہے اور لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہی۔ ایک عارف کا قول ہے "کوئی بھی انتقام عفو ودرگذر کے برابر نہیں"

تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی غرض ومنفعت کی خاطر نہیں بل کہ صرف اللہ جل شانہ کی رضا وخوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے تواضع وعاجزی اختیار کرتا تو اللہ رب العزت دنیا وآخرت میں اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔

۲۹۱- إنّ الله أوحىٰ إليّ. فخر کے معنی ہیں اپنی بڑائی ظاہر کرنا، اپنے آپ کو بڑا بنا کر پیش کرنا۔ حدیث پاک میں اس بات پر واضح دلیل ہے کہ وہ فخر وغرور جو تکبر اور گھمنڈ کے طور پر ہو حرام ہے۔ اسی فخر وغرور کی وجہ سے انسان ظلم وجور اور سرکشی میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔

وَمِنْهَا التُّؤَدَةُ وَالْوَقَارُ

(۲۹۲) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ قَالَ: اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ، وَ التُّؤَدَةُ، وَ الْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّ عِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ. (ترمذي ص ۲۲ ج ۲، مشكوٰة ۴۳۰)

اور بر کے ابواب میں سے سنجیدگی اور وقار بھی ہے

حضرت عبداللہ بن سرجس مزنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا چال چلن، سنجیدگی اور میانہ روی نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

لغات وترکیب

سَمَتَ يَسْمِتُ سَمْتاً (ف ض) راستہ اختیار کرنا، راہِ راست پر چلنا۔ التّؤدة، سنجیدگی، اسم ہے إتّأد في الأمر يتّأد اتّاداً، مہلت اور آہستگی اختیار کرنا۔ وَقُرَ يَوْقُرُ وَقاراً الرجلُ، (ك) سنجیدہ وصاحب وقار ہونا۔ اقتصد يقتصد اقتصاداً (افتعال) میانہ روی اختیار کرنا۔

تشریح ۲۹۲- مطلب یہ ہے کہ انسان کو سنجیدگی، وقار اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیے، جلد بازی اور اسراف سے بچنا چاہیے۔ میانہ روی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ افراط وتفریط سے اجتناب کرنا چاہیے، علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اقتصاد کی دو قسمیں ہیں (۱) محمود اور مذموم کے درمیان، جیسے جور وعدل اور جود وبخل میں توسط کا راستہ اختیار کرنا۔ (۲) امر محمود میں توسط کا راستہ اپنانا اور یہ اس چیز میں ہوتا ہے جس کے لیے دو طرف ہوں ایک افراط، دوسرے تفریط۔ جیسے سخاوت اختیار کرنا۔ کیوں کہ یہ اسراف اور بخل کے درمیان ہے۔ اور جیسے شجاعت اختیار کرنا۔ یہ بھی تہور اور جبن یعنی تکبر اور بزدلی کے درمیان کی چیز ہے اور حدیث میں یہی قسم ثانی ہی مراد ہے۔ اسی قبیل سے اعتقادی اور نظریاتی معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا بھی ہے۔ مثلاً ایک عقیدہ جبر کا ہے اور ایک قدر کا۔ ان دونوں کے برخلاف درمیانی عقیدہ وہ ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے، غرضے کہ انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر فعل وعمل میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے۔

جزء من اربع و عشرين جزء آ من النبوة. مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصائل میں سے ہیں انھیں خوبیوں اور صفات سے انبیاء کرام متصف ومزین ہوتے ہیں، اس لیے مومن بندے کو یہ حکم ہے کہ ان صفات کو اپنی زندگی میں برتے۔ یہ مطلب بالکل نہیں کہ نبوت اجزا میں تقسیم ہوتی ہے اور اِن صفات سے متصف شخص نبی ہو جائے گا۔ اِس لیے کہ نبوت تو ایک وہبی چیز ہے، جس کو کسب سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

رہی یہ بات کہ یہ اعداد و اجزا جو احادیث میں مذکور ہیں ان سے کیا مراد ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے یہ چیزیں از قبیلِ متشابہات ہیں رائے وقیاس کو اس میں دخل نہیں۔
(حاشیہ مشکوٰۃ ص: ۴۳۰)

وَ مِنْهَا الشَّفَاعَةُ الْحَسَنَةُ

(۲۹۳) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتاً.
(نساء آیت ۸۵)

اور بر کے ابواب میں سے عمدہ سفارش بھی ہے

ارشاد باری ہے: جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصّہ ملے گا، اور جو شخص بری سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصّہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

تشریح ۲۹۳- آیتِ کریمہ میں شفاعت یعنی سفارش کو اچھی اور بری دو قسموں میں تقسیم فرما کر یہ واضح کر دیا کہ نہ ہر سفارش بری ہے اور نہ ہر سفارش اچھی، بل کہ بعض اچھی ہے اور بعض بری۔
ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اچھی سفارش کرنے والے کو ثواب کا حصہ ملے گا اور بری سفارش کرنے والے کو عذاب کا۔ آیت کریمہ میں اچھی سفارش کے ساتھ "نصیبٌ" کا لفظ آیا اور بری سفارش کے ساتھ "کفلٌ" کا۔ اور لغت میں دونوں کے معنی ایک ہی ہیں (کسی چیز کا ایک حصہ) لیکن عرف عام میں لفظ "نصیب" اچھے حصے کے لیے بولا جاتا ہے اور لفظ "کفل" اکثر برے حصے کے لیے استعمال کرتے ہیں گرچہ اس کے خلاف بھی استعمال ہوتا ہے۔
شفاعتِ حسنہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کا طریق ومقصود دونوں مشروع ہوں یعنی جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو۔ اور شفاعتِ سیئہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کا طریق یا غرض غیر مشروع ہو یعنی خلاف حق سفارش کرنا۔ اور نصیب وکفل سے مراد ثواب وعذاب کا حصہ ہے۔
حصہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے سفارش کی گئی جب وہ اس مظلوم یا محروم کا کام کر دے تو جس طریقے سے اس کام کرنے والے افسر کو ثواب ملے گا اسی طرح سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا، اسی طرح ناجائز کام کرنے والا اور سفارش کرنے والا دونوں گنہ گار ہوں گے۔
(معارف القرآن جلد ۲، ص: ۴۹۷-۴۹۸ ملخصا)

وَ مِنْهَا إِكْرَامُ الْكَبِيْرِ وَ الرَّحْمُ عَلَى الصَّغِيْرِ

(۲۹٤) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً مِّنْ أَجْلِ سِنِّهٖ إِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ.
(ترمذي ص۲۳ ج۲، مشكوة ص٤٢٣)

(۲۹٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَيْسَ

مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (ترمذي ص١٤ ج٢، مشكوة ص٤٢٣)

اورابواب بر میں سے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت بھی ہے

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی جوان نے کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی بنا پر عزت نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بڑھاپے میں ایسے اشخاص مقرر فرمادے گا جو اس کی عزت کریں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے ہے ہی نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے۔

لغات وترکیب

شَابٌّ: ج شُبَّانٌ، جوان۔ شَيْخٌ: ج شُيُوْخٌ، بوڑھا۔ قَيَّضَ يُقَيِّضُ تَقْيِيْضاً (تفعيل) مقرر کرنا۔ وَقَّرَ تَوْقِيْراً (تفعيل) عزت واکرام کرنا۔ أَمَرَ بِشَيْءٍ يَأْمُرُ أَمْراً (ن) کسی چیز کا حکم دینا۔

من لم يرحم صغيرنا "لم يرحم" اپنے تمام معطوفات سے مل کر صلہ، موصول باصلہ ليس کا اسم "يامر" اور "ينه" لم کے تحت ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں۔

تشریح ۲۹۴- حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کی تعظیم وخدمت کرے گا، تو اس کی بھی تعظیم وخدمت کی جائے گی، خود اللہ رب العزت ایسے اشخاص کو مقرر کر دے گا جو اس کی خدمت کریں گے۔ اور جو لوگ اپنے بڑوں کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے، ان کی تحقیر کرتے ہیں وہ بڑھاپے میں اپنے چھوٹوں کی طرف سے اسی تحقیر وتذلیل اور بے وقعتی سے دوچار ہوتے ہیں۔

ارشادِ گرامی میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ اُس جوان کی عمر دراز ہو جاتی ہے جو اپنے بڑے بوڑھوں کی تعظیم وخدمت کرتا ہے اس لیے کہ وہ مخدوم اسی وقت بنے گا جب اس عمر کو پہنچے گا جس عمر میں اس نے دوسرے کی خدمت کی تھی۔

خود اِس حدیث کے راوی حضرت انسؓ جن کی زندگی کا سارا وقت حضورؐ کی خدمت میں صرف ہوتا رہا ان کو ایک بڑی نعمت یہ عطا ہوئی کہ ان کی حیات بہت طویل ہوئی اور وہ تقریباً ایک سو تین سال تک نہایت پاکیزہ اور اچھے احوال اور اطمینان وسکون کے ساتھ اس دنیا میں رہے۔ مال واولاد میں برکت کا یہ عالم کہ اوروں کے باغات میں سال میں ایک مرتبہ پھل آتے اور حضرت انسؓ کے باغ میں سال میں دو مرتبہ۔ اولاد کی تعداد تقریباً سو کو پہنچی، بعض حضرات نے کل تعداد اسی لکھی ہے جن میں اٹھہتر (۷۸) لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اسی کی وفات ان کے سامنے ہی ہو گئی تھی۔

۲۹۵- لیس من من لم یرحم صغیرنا. جو شخص اپنے چھوٹوں پر شفقت اور اپنے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ متبعین رسول میں سے نہیں ہے۔ یہ فرمان اظہار ناراضگی پر دلالت کرتا ہے اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، بل کہ مقصد اِن امور کی تاکید کرنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو یہ چیزیں ضرور اپنانی چاہیے۔

مِنْهَا عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَ زِيَارَةُ الْإِخْوَانِ

(٢٩٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضاً أَوْ زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً. (ترمذي ص۲۱ ج۲، مشكوة ٤٦٦)

بر کے ابواب میں سے بیمار کی مزاج پرسی اور دینی بھائیوں سے ملاقات بھی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی، یا اپنے کسی دینی بھائی سے ملاقات کے لیے گیا تو ایک پکارنے والا اسے پکارتا ہے کہ تو مبارک ہے اور تیرا چلنا بھی مبارک ہے اور تو نے جنت میں ایک گھر بنالیا۔

لغات وترکیب

طَابَ يَطِيْبُ طِيْباً (ض) اچھا اور عمدہ ہونا۔ ممشیٰ مصدر میمی ہے از مَشیٰ يَمْشِي مَشْياً (ض) چلنا۔ تَبَوَّأَ يَتَبَوَّأُ تَبَوُّءاً (تفعّل) ٹھکانہ بنانا۔ أَنْ طبت میں "أن" برائے تفسیر ہے۔

تشریح ۲۹۶- حدیث شریف میں دو نیک عمل کی ترغیب اور اس پر خوش خبری کا ذکر ہے۔ (۱) مریض کی عیادت کرنا عیادت کے سلسلے میں پہلے بھی روایت گذر چکی ہے کہ یہ مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک حق ہے اور فرض کفایہ ہے۔ (۲) دوسری چیز زیارت ہے۔ عیادت خاص ہے اور زیارت عام ہے، عیادت تو بیماری کے وقت ہوتی ہے اور زیارت یعنی ملاقات کا تعلق عام اوقات سے ہے کسی بھی وقت ملاقات کی غرض سے جانا مراد ہے۔ جو شخص یہ دونوں عمل انجام دیتا ہے اس کو اللہ رب العزت کی طرف سے یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ تم بھی مبارک ہو اور تمہارا عمل بھی مبارک ہے اور اس عمل کے نتیجے میں گویا تم نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنالیا۔ اِس ندا میں دونوں صورتیں داخل ہیں، خواہ یہ ندا براہِ راست ہو یا بواسطۂ فرشتہ۔ اسی طرح "أخ في الله" بھی عام ہے خواہ وہ نسبی بھائی ہو یا دینی دوست۔

اس حدیث کے تحت حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری دامت برکاتہم نے اپنی کتاب "مرآة الأنوار شرح مشكوة الآثار" میں حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور کے حوالے ایک عجیب نکتہ ذکر کیا ہے کہ حضرت فرماتے تھے:

”عیادت، عبادت سے لفظاً، معنیً، رتبۃً اور عدداً ہر اعتبار سے بہتر ہے، کیوں کہ عبادت میں یا اور عبادت میں با ہے تو عیادت میں ایک نقطہ زائد ہے، اسی طرح ”ی“ کے عدد دس ہیں اور ”ب“ کے دو۔ گویا بحساب ابجد عیادت کے عدد عبادت سے آٹھ زائد ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مرتبے میں بھی عیادت، عبادت نافلہ سے آٹھ گنا بڑھی ہوئی ہے، نیز عیادت میں نفع رسانی و دل جوئی ہے اور عبادت میں نفع اندوزی ہے اور ظاہر ہے کہ نفع رسانی نفع اندوزی سے افضل ہے، علاوہ ازیں عیادت میں خدمتِ خلق برائے رضائے حق ہے اور عبادت میں صرف رضائے حق ہے۔ (مرآۃ الانوار ج۲ ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

مِنْهَا الرِّفْقُ فِي الْأَمْرِ

(۲۹۷) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُوْدَ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالُوْا: اَلسَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: السَّامُ عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْكُمْ قَالَ: مَهْلًا يَا عَائِشَةُ! عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَ إِيَّاكِ وَ الْعُنْفَ وَ الْفُحْشَ قَالَتْ: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا، قَالَ: أَوَ لَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ، رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ، فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ وَ لَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ. (بخاري ص۸۹۱، مشكوٰة ص۳۹۸)

(۲۹۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَ يُعْطِيْ عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ.

(أبوداؤد ص۳۱٤ ج۱، مشكوٰة ص٤۳۱ عن عائشة)

(۲۹۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَ لَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ.

(أبوداؤد ص۳۱٤، مشكوٰة ص٤۳۱)

بر کے ابواب میں سے معاملے میں نرمی برتنا بھی ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا "السّام علیک" (آپ پر موت آئے) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: موت تم پر ہو، تم پر خدا کی لعنت ہو اور تم پر خدا کا غضب" آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ ٹھہرو! نرمی اختیار کرو، سخت کلام اور بری بات سے بچو، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں سنا جو انھوں نے کہا، آپؐ نے فرمایا: تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا میں نے (وعلیکم کہہ کر) انھیں لوٹا دیا تو میری بات تو ان کے بارے میں قبول ہوگی اور ان کی میرے بارے میں قبول نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت مہربان ہیں، مہربانی ہی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی پر ایسی چیز عطا فرماتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں فرماتے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔

لغات وترکیب

سَام: واحد سَامَّةٌ، موت۔ مَهَلَ يَمْهَلُ مَهْلاً (ف) اطمینان سے بغیر جلد بازی کے کام کرنا۔ رَفُقَ يَرْفُقُ رِفْقاً (ک) نرمی کا برتاو کرنا۔ عَنُفَ يَعْنُفُ عَنفاً (ک) سختی کرنا۔ فَحُشَ يَفْحُشُ فُحشاً (ک) براہونا۔ اِسْتَجَابَ يَسْتَجِيبُ اِسْتِجَابَةً (استفعال) قبول کرنا۔ زَانَ يَزِيْنُ زِيْناً و زَيْناً (ض) زینت دینا۔ شَانَ يَشِيْنُ شَيْناً (ض) عیب لگانا۔

مَهْلاً يا عائشة میں مَهْلاً مصدر بمعنی فعل امر ہے أي أمهلي۔ عليكِ بالرفق أي ألزمي الرفق، إياكِ والعنف تحذیر کی بنا پر منصوب ہے أي اتقي نفسَكِ من العنف والفحش۔ فيستجابُ کی ضمیر کا مرجع "ماقلت" ہے أي قولي

تشریح ۲۹۷- یہودیوں کی ایک شرارت یہ تھی کہ وہ جب آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو "السلام عليكم" کہنے کے بجائے "السام عليكم" کہتے تھے۔ یعنی تم پر موت ہو۔ ایک روز ایسا ہی ہوا، حضرت صدیقہ عائشہ بھی سن رہی تھیں تو حضرت صدیقہؓ نے فرمایا: ہلاکت تم پر ہو اور خدا کی لعنت وغضب ہو، آپؐ نے حضرت عائشہ کو اس سخت کلمات کہنے سے منع فرمایا اور نرمی اختیار کرنے کی تاکید کی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا آپ نے سنا نہیں کہ انھوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے سن لیا اور اس کا معتدل بدلہ بھی لے لیا میں نے جواب میں کہہ دیا "عليكم" یعنی ہلاکت تم پر ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ان کی دعا قبول ہوگی نہیں اور میری دعا قبول ہوگی۔ اس لیے ان کی شرارت کا بدلہ ہوگیا۔ بعض روایت میں "وعليكم" آیا ہے اِس صورت میں واو استینافیہ ہوگا عاطفہ نہیں۔ حدیث شریف میں یہودیوں کی شرارت اور آپ کی نرمی وملاطفت کا ذکر ہے۔

۲۹۸- إن الله رفيق۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ بندوں کے ساتھ نرمی کا برتاو کرتا ہے انھیں چیزوں کا انھیں مکلف بناتا ہے جو ان کے بس میں ہو اور نرمی ہی کو پسند بھی فرماتا ہے "إن الله رفيق يحبّ الرفق" ان دونوں جملوں سے اِس حقیقت کی طرف ارشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ رب العزت کا نرمی کو پسند کرنا خود بندوں کے اِس مفاد ومصالح کے پیش نظر ہے کہ وہ خود آپس میں نرمی و مہربانی کا معاملہ کریں کیوں کہ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس کے ذریعہ معاشرے کو مطمئن و پرسکون اور انسانی زندگی کو مختلف پریشانیوں اور مصائب سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ "ويعطي عليه" اس جملے میں نہ صرف یہ کہ ترغیب ہے کہ اپنے امور ومعاملات میں باہمی طور پر نرمی اختیار کرو بلکہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ جو لوگ نرمی ومہربانی کا طریقہ اپناتے ہیں ان کو حق تعالی وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے جو [illegible] نے کی صورت

میں عطا نہیں فرماتا۔

۲۹۹- إنّ الرفق لم يكن في شي. مطلب یہ ہے کہ نرمی کا خاصہ یہ ہے کہ جس میں بھی پائی جائے گی اس کو مزین و آراستہ کردے گی یعنی اس چیز میں سدھار آجائے گا اس کے برعکس سختی ہے کہ وہ جس چیز میں پائی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے، نرمی ہر چیز میں بھلی اور سختی ہر چیز میں بری ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں، چناں چہ بعض مواقع میں سختی بھی بھلی ہوتی ہے۔

مِنْهَا طِيبُ الْكَلَامِ

(۳۰۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفاً تُرىٰ ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا وَ بُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ أَدَامَ الصِّيَامَ وَ صَلّٰى و النَّاسُ نِيَامٌ. (أبوداؤد ص٢١٤ ج٢، مشكوة ص١٠٩ عن أبي مالك الأشعريّ)

بر کے ابواب میں سے خوش کلامی بھی ہے

حضرت علیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کے بیرونی حصے ان کے اندرونی حصے سے اور جن کے اندرونی حصے ان کے بیرونی حصے سے نظر آتے ہیں، تو ایک اعرابی شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ وہ کس کے لیے ہیں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا جو اچھی گفتگو کرے اور کھانا کھلائے، مسلسل روزے رکھے اور ایسے وقت نماز پڑھے جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

لغات و ترکیب

غُرَفٌ: واحد غُرَفَةٌ، بالا خانہ۔ أَطَابَ الْكَلَامَ يُطِيبُ إِطَابَةً (إفعال) عمدہ گفتگو کرنا۔ نِيَامٌ: واحد نَائِمٌ، سونے والا۔

"غُرَفاً" موصوف "ترى ظهورها من بطونها" پورا جملہ صفت، موصوف با صفت خبر "إنّ" "لمن هي" لمن خبر مقدم، هي مبتدا مؤخر۔

تشریح ۳۰۰- ترى ظهورها من بطونها. اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالا خانے انتہائی صاف و شفاف ہوں گے کہ اندر سے باہر کا حصہ اور باہر سے اندر کا حصہ صاف و شفاف نظر آئے گا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جن میں چار اوصاف ہوں (۱) أطاب الكلام بعض روایت میں "ألان الكلام" ہے یعنی بات کو نرم کرے۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ جس کی بات میں نرمی اور مٹھاس ہو، لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ (۲) أطعم الطعام. لوگوں کو کھانا کھلائے

اس کی طبیعت میں بخل نہ ہو ہر خاص و عام کو کھلانے میں تامل نہ کرے۔ (۳) أدام الصیام. روزوں کا پابند ہو یہ مطلب نہیں کہ بلاناغہ مسلسل روزے رکھے کیوں کہ اس سے تو منع کیا گیا ہے بل کہ ایک دن روزہ رکھے ایک دن افطار کرے یا تسلسل کا آخری درجہ یہ ہے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھے۔ (۴) وصلّٰی والناس نیام. رات کو خدا کے سامنے سربسجود ہو جب لوگ نیند کی آغوش میں ہوں، مراد نماز تہجد ہے جو اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ اور طرۂ امتیاز ہے۔

منها تنزيلُ النّاسِ منازلَهم

(۳۰۱) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. (أبوداؤد ۳۱۷ ج۲، مشکوٰة ص۴۲۴)

(۳۰۲) عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ الْكَبِيْرِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيْهِ وَ الْجَافِي عَنْهُ وَ إِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ.

(أبوداؤد ص۳۱۷ ج۲، مشکوٰة ص۴۲۳)

بر کے ابواب میں سے لوگوں کو ان کے مرتبے پر اتارنا بھی ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے مرتبے میں اتارو۔
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تعظیم میں سے بوڑھے مسلمان اور اس حاملِ قرآن کا اکرام کرنا ہے جو نہ تو اس میں غلو کرنے والا ہو اور نہ ہی اس سے دور رہنے والا ہو، اور انصاف پرور بادشاہ کا بھی اکرام کرنا ہے۔

لغات و ترکیب

أَجَلَّ يُجِلُّ إِجْلَالاً (إفعال) تعظیم کرنا۔ شَابَ يَشِيْبُ شَيْباً و شَيْبَةً (ض) بوڑھا ہونا۔ غَلَا يَغْلُوْ غُلُوّاً (ن) زیادہ ہونا، بلند ہونا۔ جَفَا يَجْفُوْ جَفَاءً (ن) اعراض کرنا۔ أَقْسَطَ يُقْسِطُ إِقْسَاطاً (إفعال) منصف ہونا۔

حامل القرآن موصوف ہے "غير الغالي فيه" اور "الجافي عنه" معطوف علیہ با معطوف صفت۔ إكرام ذي السلطان کا عطف پہلے إکرام پر ہے۔

تشریح ۳۰۱- أنزلوا الناس منازلهم. مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی جو حیثیت عرفی ہو اور جس کا جو متعین درجہ اور مرتبہ ہو اس کے ساتھ اسی جیسا برتاؤ کرو، کسی کمین کو شریف کا اور شریف کو کمین کا مقام اور درجہ نہ دو ایسے ہی خادم و مخدوم کو ایک ہی درجے میں نہ رکھو؛ بل کہ جس کا جو مرتبہ اور

مقام ہو اسی اعتبار سے پیش آؤ البتہ یہ خیال رہے کہ کسی کے ساتھ ایسا رویہ مت اختیار کرو جس سے ایک تحقیر ہو اور اسے اذیت پہنچے۔

۳۰۲- إن من أجلال الكبير. حدیث شرف میں عمر دراز، عالم و حافظ اور عادل بادشاہ کی تعظیم و توقیر کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اِن کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے، اور اِن کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرنا خدا کی تعظیم کے منافی عمل کرنا ہے۔ جن اشخاص کی تعظیم کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے

(۱) بوڑھا مسلمان۔ بوڑھے مسلمان سے مراد وہ عمر دراز سن رسیدہ بوڑھا ہے جو فاسق و فاجر نہ ہو۔

(۲) حامل قرآن۔ اِس سے عالمِ دین، حافظِ قرآن، مفسّر اور قاری قرآن سبھی مراد ہیں، ان کی تعظیم کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ غلو کرنے والے نہ ہوں اور قرآن سے اعراض اور دوری اختیار کرنے والے نہ ہوں۔ غلو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر اسے پختہ یقین نہیں شک وشبہ میں مبتلا رہتا ہے، بے عمل ہے، ریا کار ہے، لفظی و معنوی تحریف کرنے والا ہے، باطل قسم کی تاویلات کرتا ہے یہ سب غلو ہے اور اِن تمام امور کا مرتکب حاملِ قرآن مستحقِ تعظیم نہیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ تجوید میں مبالغہ کرنا اور اتنی تیزی کے ساتھ قرآن پڑھنا جو معانی میں تدبر کرنے سے مانع ہو یہ بھی غلو میں داخل ہے۔

والجافي عنه. جفا یہ ہے کہ قرآن کو سیکھنے کے بعد اسے ترک کردے، اس پر عمل نہ کرے، اسے بھلا دے یہ ساری چیزیں قرآن سے دوری اختیار کرنے میں داخل ہیں اور ایسا حاملِ قرآن بھی مستحقِ تعظیم نہیں ہے۔

(۳) السلطان المقسط. عادل بادشاہ سے مراد وہ حاکم و سربراہ ہے جو حقیقی معنیٰ میں عدل کا پیکر ہو اور اپنے عوام پر ظلم و جور کو گوارا نہ کرتا ہو اور اس کا کوئی فیصلہ عدل و انصاف کے منافی نہ ہو۔ یہ عدل کا اعلیٰ درجہ ہے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب ہو۔ اور اگر ظلم عدل پر غالب ہے تو وہ عادل نہیں۔ اور ایسا بادشاہ قابلِ تعظیم نہیں۔ مذکورہ تینوں قسم کے لوگ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔

مِنْهَا حُسْنُ الْعَهْدِ

(۳۰۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَىٰ إمْرَأةٍ مَا غِرْتُ عَلَىٰ خَدِيْجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أنْ يَّتَزَوَّجَنِيْ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ لِمَا كُنْتُ أسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا، وَ لَقَدْ أمَرَهُ رَبُّهُ أنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، وَ إنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِيْ فِيْ خُلَّتِهَا مِنْهَا. (بخاري ۸۸۸، مشكوة ۵۷۳)

بر کے ابواب میں سے حسنِ وفاداری بھی ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں: مجھے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ پر آئی حالاں کہ وہ آپؐ کے مجھ سے شادی کرنے سے تین سال قبل ہی وفات پا چکی تھیں اس وجہ سے کہ

آپ سے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی، اور آپ کے پروردگار نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ ان کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی خوش خبری دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کرتے تھے پھر ان کی سہیلیوں کو اس میں سے ہدیہ بھیجتے تھے۔

لغات وترکیب

غَارَ یَغَارُ غَیْرَۃً (س) غیرت کھانا۔ قَصَبٌ: واحد قَصَبَۃٌ، مروارید آبدار تازہ، زبرجد آب دار تازہ، جو یاقوت سے مرصع ہو۔ خُلَّۃٌ، دوست، محبوبہ، بیوی۔ یہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر ومونث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مَاغِرْتُ علیٰ خدیجۃ، ما موصولہ "غرت علیٰ خدیجۃ" جملہ صلہ، موصول باصلہ مفعول بہ ہوا "ماغرتُ" فعل منفی کا۔ ولقد ھلکت پورا جملہ "خدیجۃ" سے حال واقع ہے۔ لما کنت اسمعہ، میں لام جارہ ہے اور ما موصولہ ہے جو اپنے صلہ کے ساتھ مجرور ہوکر "غرت" سے متعلق ہوگا۔ إن کان میں "إن" مخففہ من المثقلہ ہے اور ضمیر شان محذوف اسم ہے أي إنہ، مابعدوالا جملہ خبر ہے۔

تشریح ۳۰۳۔ روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاشعاری اور تواضع داری کا ذکر ہے کہ آپ اپنی چہیتی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی ان کی سہیلیوں کے پاس ہدایا بھیجتے اور حضرت خدیجہؓ کا بہ کثرت تذکرہ فرماتے۔ آپؐ کے اس طرز عمل سے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر جتنی غیرت آتی ازواج مطہرات میں سے کسی اور پر نہیں آئی۔ حالاں کہ وہ میری شادی سے تین سال قبل ہی وفات پا چکی تھیں۔ اور یہ غیرت کھانا فطری چیز ہے ایک سوکن دوسری پر غیرت کھاتی ہی ہے یہاں محل غور وہ وجہ غیرت ہے جو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بسا اوقات میں عرض بھی کردیتی "کأنہ لم تکن في الدنیا إمرأۃ إلا خدیجۃ" کہ آپ خدیجہؓ کو اتنا یاد کرتے ہیں جیسے ان کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسری عورت ہے ہی نہیں۔ تو آپ فرماتے "إنّھا کانت و کانت وکان لي منھا ولدٌ" کہ ان میں تو یہ خوبی تھی وہ خوبی تھیں، ان کو کیسے نہ یاد کروں جب کہ انھیں سے میری اولاد بھی ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ شریف ص:۵۷۳)

مِنْهَا التَّحِيَّةُ وَ إِفْشَاءُ السَّلَامِ

(۳۰٤) قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلیٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًاO (النساء آیت ۸۶)

(۳۰۵) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلیٰ أُولٰئِكَ نَفَرٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا: وَ عَلَيْك

السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادَهُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ. (بخاري ۹۰۹، مشكوة ۳۹۷)

(۳۰٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ اِنْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَ قِيْلَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اِسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَ كَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صَلُّوْ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ. (ترمذي ص۷۲ج۲)

بر کے ابواب میں سے سلام کرنا اور سلام کو رواج دینا بھی ہے

ارشادِ باری ہے: اور جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو حکم دیا کہ جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو جو بیٹھی ہوئی ہے پھر وہ سنو جو تمہیں جواب دیں کیوں کہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا، تو حضرت آدمؑ نے کہا: السلام عليكم" تو فرشتوں نے (جواباً) کہا "وعليك السلام ورحمة الله" تو فرشتوں نے "ورحمة الله" کا اضافہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، چناں چہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ آپ کی زیارت کروں، تو جب میں نے سرکارِ دوعالمؐ کے روئے انور کو دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، اور سب سے پہلی چیز جس کا آپؐ نے تکلم فرمایا یہ کہ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو رواج دو، اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

لغات وترکیب

نَفَرٌ: ج أَنْفَارٌ، تین سے دس تک مردوں کی جماعت۔ اِنْجَفَلَ يَنْجَفِلُ اِنْجِفَالًا (انفعال) تیز بھاگنا۔ اسْتَبَانَ الشيء يَسْتَبِيْنُ اِسْتِبَانَةً (استفعال) کسی چیز کی وضاحت طلب کرنا۔ اِسْتَبَنْتُ الْوَجْهَ۔ میں نے چہرے کو بغور دیکھا۔

نَفَرٌ موصوف، من الملائكة، صفتِ اول اور جلوس صفتِ ثانی ہے۔ انجفل النّاس إليه، لمّا کا جواب ہے، أن قال میں أن تفسیریہ ہے۔

تشریح ۳۰۴- آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے سلام اور اس کے جواب کے آداب بتلائے ہیں، "تحیة" کے لفظی معنی ہیں کسی کو "حیّاك الله" کہنا۔ یعنی اللہ تم کو زندہ رکھے۔ اسلام سے پہلے عرب کی عادت تھی کہ جب آپس میں ملتے تو "حیّاك الله" یا "أنعم الله بك عیناً" یا "أنعم صباحاً" وغیرہ کے الفاظ سے سلام کیا کرتے تھے، اسلام نے اس تحیہ کو بدل کر "السلام علیکم" کہنے کا طریقہ جاری کیا جس کے معنی ہیں "تم ہر تکلیف اور رنج و مصیبت سے سلامت رہو"۔

ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ لفظ "سلام" اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اور "السلام علیکم" کے معنی ہیں "الله رقیبٌ علیکم" یعنی اللہ تمہارا محافظ ہے۔

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج رہا ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپ کی موانست اور اظہارِ محبت کے لیے کہیں، لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں، کیوں کہ اس میں صرف اظہارِ محبت ہی نہیں؛ بل کہ ساتھ ساتھ ادائے حقِ محبت بھی ہے کہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے سلامت رکھے۔ اسی کے ساتھ اگر یہ دیکھا جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہا ہے کہ ہمارے ساتھی کو تمام آفات اور تکالیف سے محفوظ فرما دے تو اس کے ضمن میں گویا یہ بھی وعدہ کر رہا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو۔ تمہاری جان، مال، آبرو کا میں محافظ ہوں۔

آیتِ کریمہ میں "حیُّوا" صیغۂ امر ہے جو وجوب پر دلالت کر رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے، اگر بغیر کسی عذر شرعی کے جواب نہ دیا تو گناہ گار ہوگا۔ رہا یہ کہ بہتر انداز میں سلام کا جواب دینے کی کیا شکل ہے؟ تو اس کی تفصیل ایک حدیث میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے الفاظ سے بڑھا کر جواب دیا جائے، مثلاً اس نے کہا "السلام علیکم" تو آپ جواب دیں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" اور اگر اس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" تو آپ جواب میں کہیں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور اگر سلام میں یہ تینوں کلمات کہے تو جواب میں یہی تینوں کلمات دہرا دیئے جائیں گے۔ یعنی کلمات کی زیادتی صرف تین تک مسنون ہے اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں، اور حکمت اس کی یہ ہے کہ سلام کرنے کا موقع مختصر کلام کرنے کا مقتضی ہے اس میں زیادتی مناسب نہیں ہے جو کسی کام میں مخل یا سننے والے کے لیے اکتاہٹ کا باعث ہو۔ اگر کسی نے سلام میں تینوں کلمات کہے اور جواب میں صرف "وعلیکم السلام" کہہ دیا تو بھی کافی ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص: ۵۰۱-۵۰۴ ملخصاً)

۳۰۵- لمّا خلق الله آدم. مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے خلق الله تعالیٰ آدم علیٰ صورته. آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی (یا اپنی) صورت پر پیدا کیا۔ "صورته" کی ضمیر کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اور "اللہ کی صورت" کا مطلب اللہ کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر بنایا اور ان کو ان صفات کے ساتھ متصف کیا جو صفاتِ باری تعالیٰ کا پرتو ہیں۔ ایک دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو انھیں

کی صورت پر بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش سے ہی شکل پر تھے دوسرے عام انسانوں کی طرح ان کی تخلیق نہیں ہوئی تھی کہ پہلے نطفہ تھے، پھر مضغہ ہوئے، پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد ہوئے؛ بل کہ وہ ابتدا ہی میں تمام اعضاء وجوارح کے ساتھ کامل شکل وصورت میں بنائے گئے، بہ ہر حال تخلق کے بعد فرشتوں کی جماعت کو سلام کرنے کے لیے بھیجا، تو فرشتوں نے جواب میں "ورحمۃ اللہ" کا اضافہ کیا، اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جواب میں زیادتی جائز بل کہ افضل ہے جیسا کہ "فحيّوا بأحسن منها" کی تفسیر سے معلوم ہوا، مگر یہ زیادتی صرف "وبرکاتہ" تک ہوسکتی ہے۔

۳۰۶- لمّا قدم رسول اللّٰہ المدينة۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہودی عالم تھے، تمام علامات و نشانات اور حلیے سے واقف تھے جیسے ہی آپ پر نظر پڑی آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ نبی برحق ہیں، اور یہ کہ آپؐ کے دعویٔ نبوت میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہے اور آپ کا روئے انور کسی کذاب کا چہرہ نہیں۔ "بوجه كذاب" میں ترکیب توصیفی بھی مان سکتے ہیں اور مطلب ہوگا کہ میں نے پہچان لیا کہ کوئی جھوٹا چہرہ نہیں ہے۔ باب کے تعلق سے جو چیز روایت میں ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے تین چیزوں کی تاکید فرمائی (۱) سلام کو عام کرو (۲) کھانا کھلاؤ (۳) ایسے وقت میں اللہ رب العزت کے سامنے سربسجود ہو جب لوگ نیند کی آغوش میں ہوں۔ یہ تینوں چیزیں دخولِ جنت کا سبب ہیں۔

(۳۰۷) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَ الْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا۔ قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ۔ قَالُوْا: مَا حَقُّ الطَّرِيْقِ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذٰى، وَ رَدُّ السَّلَامِ، وَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ. (بخاري ص ۹۲۰، مشكوٰة ص ۳۹۸)

(۳۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ، وَ الْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ، وَ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ. (بخاري ص ۹۲۱، مشكوٰة ص ۳۹۷)

(۳۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَ لَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَمْرٍ إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.

(ترمذي ص ۹۳ ج ۲، مشكوٰة ص ۳۹۷)

(۳۱۰) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ وَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍؓ قَالَا: جَاءَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: عَشْرٌ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ: عِشْرُوْنَ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ فَقَالَ: ثَلٰثُوْنَ، ثُمَّ أَتٰى آخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ فَقَالَ: أَرْبَعُوْنَ، قَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ.

(أبوداؤد ص۲۰۹ ج۲، مشکوٰۃ ص۳۹۸)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں پر بیٹھنے سے بچو، تو صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے راستوں میں بیٹھنے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے جہاں ہم (ضروری) گفتگو کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: جب تم مجبوری کی بناء پر بیٹھنے کے علاوہ سے انکار کرتے ہو تو پھر راستے کو اس کا حق دو، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: راستے کا کیا حق ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا، دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانا، سلام کا جواب دینا۔ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

حضرت ابوہریرۃؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور گذرنے والا بیٹھنے والے کو، تھوڑے زیادہ کو اور سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ مومن نہ ہوجاؤ، اور تم مومن نہ ہوگے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب تم اس کو اختیار کرلوگے تو آپس میں محبت کرنے لگوگے (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو رواج دو۔

حضرت عمران بن حصین اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان دونوں کا بیان ہے کہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا: السلام علیکم، تو آپؐ نے اس کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا، تو نبی کریمؐ نے فرمایا: "دس" پھر دوسرا شخص آیا اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپؐ نے اس کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا، تو آپؐ نے فرمایا: "بیس" پھر ایک اور شخص آیا اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو آپؐ نے فرمایا: "تیس" پھر ایک چوتھا شخص آیا اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، تو آپؐ نے فرمایا: "چالیس" آپؐ نے فرمایا: اسی طرح فضیلتیں ہوتی ہیں (بڑھتی رہتی ہیں)۔

لغات وترکیب

أَبٰى يَأْبٰى إِبَاءً (ف) انکار کرنا۔ غَضَّ يَغُضُّ غَضًّا (ن) نگاہ نیچی رکھنا۔ تَحَابَّ يَتَحَابُّ تَحَابُبًا، آپس میں محبت کرنا۔

"مَا" مشابہ بہ لیس، لنا من مجالسنا دونوں جار مجرور محذوف سے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ بدٌّ اسم موخر۔ ما حق الطريق؟ ما استفہامیہ مبتدا، حق الطريق خبر۔ غض البصر أي هو غض البصر

وکـف الأذی۔ ألا أدلکم میں، "أ" حرف استفہام ہے۔ لاتؤمنوا میں نون کا حذف "حتی تؤمنوا" کی مجانست و مقاربت کی وجہ سے ہے۔

تشریح ۳۰۷- إیاکم والجلوس بالطرقات. روایت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، وجہ یہ ہے کہ راستہ انسانوں اور جانوروں کی گذرگاہ ہے، وہاں بیٹھنے سے گذرنے والوں کو پریشانی ہوگی، نیز راستے پر بیٹھنے سے نگاہ اور زبان کی بھی حفاظت نہیں رہ پائے گی اور پھر یہ کہ راستوں پر بیٹھنا اوباشوں کا وتیرہ ہے، شرفاء ایسا نہیں کرتے۔ مگر بسا اوقات کسی مجبوری کی وجہ سے بیٹھنا ضروری ہوجاتا ہے اس لیے حضرات صحابۂ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو تو کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ راستے کو اس کا حق دو اور حق یہ ہے کہ نگاہ نیچی رکھو، گذرنے والوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، سلام کا جواب دو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۰۸- یسلم الصغیر علی الکبیر. چھوٹا بڑے کو سلام کرے اس لیے کہ سلام میں توقیر و تعظیم ہے اور چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں کی تعظیم کریں، گذرنے والا اور قلیل بھی صغیر ہی کے درجے میں ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حکم سرِ راہ ملاقات کا ہے مثلاً دونوں کی کسی جگہ چلتے پھرتے ملاقات ہوگئی تو چھوٹے کو چاہیے کہ بڑے کو سلام کرے، لیکن وارد ہونے یعنی کسی کے پاس یا مجلس میں جانے کی صورت میں سلام کی ابتدا وارد ہی کو کرنی چاہیے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اور خواہ مجلس میں کم تعداد ہو یا زیادہ۔ سوار پیادہ پا کو سلام کرے اس لیے کہ راکب کو اللہ رب العزت نے رفعت عطا فرمائی ہے اسے بطورِ شکر تواضع اختیار کرنی چاہیے اور پیادہ پا کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

۳۰۹- والذي نفسي بیده. روایت کا مطلب یہ ہے کہ سلام الفت و محبت کا سبب ہے اسے عام کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کے درمیان باہم الفت و محبت پیدا ہو، اور باہمی الفت و محبت ایک ایسی چیز ہے جس سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے، اور کمالِ ایمانی دخولِ جنت کا سبب ہے، اس لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابجا متعدد روایت میں افشائے سلام پر زور دیا ہے۔

۳۱۰- جاء رجلٌ النبيَّ. حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے کہ سلام کرنے میں جو شخص السلام علیکم پر اکتفا کرے گا وہ دس نیکیوں کا مستحق ہوگا اور جو شخص "ورحمۃ اللہ" اور "وبرکاتہ" اور "ومغفرتہ" کا اضافہ کرے گا وہ علی الترتیب بیس تیس اور چالیس نیکیوں کا مستحق ہوگا مگر یہ اضافہ صرف "ومغفرتہ" ہی تک ہوسکتا ہے اس سے زیادہ صحیح نہیں ہے۔

(۳۱۱) عَنْ أَبِيْ أَمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالَى مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ. (أبوداؤد ص۳٦۰ ج۲، مشکوۃ ۳۹۸)

(۳۱۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: إِذَا لَقِيَ

أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، مشكوة ٣٩٩)

(٣١٣) قَالَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنْتَهَىٰ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ أَنَا غُلَامٌ فِي غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، مشكوة ٣٩٧)

(٣١٤) وَ قَالَ أَنَسٌ: أَتَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَىٰ غِلْمَانٍ يَلْعَبُوْنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، مشكوة٣٩٧)

(٣١٥) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدٍ قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ أَنَا فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، مشكوة ص٤٠٠)

(٣١٦) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا انْتَهَىٰ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُوْلَىٰ بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، ترمذي ص٩٤ج٢، مشكوة عن أبي هريرة ٣٩٩)

(٣١٧) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوْا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ وَ يُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوْسِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ. (أبوداؤد ص٧٦٠ج٢، وص٧٦١ج٢، ترمذي ص٩٣و ٩٤ و ٩٥ج٢، مشكوة٣٩٩)

ترجمہ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں اللہ رب العزت کے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں ابتدا کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے، تو اگر ان دونوں کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہوجائے پھر اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس پہنچے اور میں بچہ تھا بچوں کے ساتھ تھا تو آپؐ نے ہم کو سلام کیا۔

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بچوں کے پاس سے ہوا جو کھیل رہے تھے تو آپؐ نے ان کو سلام کیا۔

حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہمارے پاس سے ہوا اور میں عورتوں میں تھی تو آپؐ نے ہم کو سلام کیا۔

حضرت ابوسعید مقبری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے، پھر جب اٹھنے کا اردہ کرے تو سلام کرے، کیوں کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کی جانب سے ایک کا سلام کرنا کافی ہوجائے گا جب وہ گذریں اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک کا جواب دے دینا کافی ہے۔

لغات وترکیب

حَالَ يَحُولُ حَيْلُولَةً (ن) حائل ہونا، آڑ بننا۔ جِدَارٌ: ج جُدْرَانٌ، دیوار۔ انتهىٰ إلى مكان يَنْتَهِي انتِهَاءً (افتعال) کسی جگہ پہنچنا۔ اجزأ يُجزِئُ إجْزَاءً (إفعال) کافی ہونا۔ رَدَّ السَّلام يَرُدُّ رَدّاً (ن) جواب دینا۔

إذا لقي أحدكم أخاه، شرط۔ فليسلّم عليه، جزا۔ ليست الأولىٰ بأحق من الآخرة "الأولىٰ" اسم ہے "بأحقّ من الآخرة" لیست کی خبر ہے أي ليست التسليمة الأولىٰ بأحق من التسليمة الآخرة۔ "أن يسلّم أحدهم" جملہ بتاویل مفرد ہوکر "يجزئ" کا فاعل ہے۔ اسی طریقے "أن يردّ أحدهم" دوسرے "يجزئ" کا فاعل ہے۔

تشریح

۳۱۱- إنّ أولى الناس بالله. دو ملاقات کرنے والوں میں اللہ کے نزدیک تر وہ شخص ہے جو سلام میں ابتدا کرے۔ حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ اس فضیلت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو راستے میں ایک دوسرے سے ملیں، کیوں کہ اس صورت میں سلام کے حق کے سلسلے میں وہ برابر کی حیثیت رکھیں گے لہٰذا اس صورت میں جب کوئی ابتدا کرے گا تو وہ مذکورہ فضیلت کا مستحق ہوگا، اس کے برخلاف اگر یہ صورت ہو کہ کسی مجلس میں آنے والا پہلے سلام کرے تو وہ فضیلت کا مخاطب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے سلام میں پہل کر کے درحقیقت اس حق کو ادا کیا جو اس کے ذمے تھا۔

۳۱۲- إذا لقي أحدكم أخاه. أخ سے مراد مومن ہے اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفے کی جدائی ومفارقت کے بعد بھی سلام کرنا مستحب ہے چہ جائے کہ زیادہ عرصے کے بعد ملاقات ہو، گویا یہ حدیث سلام کے استحباب اور ہر موقعے پر اپنانے کو بیان کر رہی ہے۔

واضح رہے کہ سلام کی اتنی اہمیت کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں جو سلام سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص پیشاب کر رہا ہے یا پاخانے میں ہو یا جماع میں مصروف ہو یا اس طرح کی کوئی اور حالت ہو تو اس وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی سو رہا ہو یا اونگھ رہا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو، یا حمام میں ہو، یا کھانا کھا رہا ہو اور ان صورتوں میں کوئی سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں۔ دورانِ تلاوت اگر کوئی سلام کرے تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ تلاوت روک کر سلام کا جواب دے اور پھر اعوذ باللہ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔

۳۱۳، ۳۱۴- حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت انسؓ دونوں حضرات کے ارشادات کا حاصل ایک ہے کہ آپ کا عمل مبارک یہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی سلام فرمایا کرتے تھے، یہ درحقیقت آپؐ کے وصفِ تواضع، انکساری کا مظہر ہے۔ آپؐ نے خود شفقت کا اظہار فرمایا اور دنیا والوں کو بھی شفقت کی تعلیم دی۔

۳۱۵- مرّ علینا رسول اللّٰہ و أنا في نسوۃ. عورتوں سے سلام کرنا، یہ بات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص تھی، کیوں کہ آپ معصوم اور ہر قسم کے فتنے سے مامون تھے، آپؐ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اجنبی عورت کو سلام کرے، ہاں اگر کوئی عمر رسیدہ اور بڑھیا ہو کہ اس کے تئیں کسی فتنے اور شر میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہ ہو اور نہ ہی اس کو سلام کرنا کسی بدگمانی کا سبب بن سکتا ہو تو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور بہت سے علما نے اجنبی مرد و عورت میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کو سلام کرنا مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔

۳۱۶- إذا انتھی أحدکم إلی المجلس. روایت کا مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جاتے اور آتے دونوں وقت سلام کرے، ایسا نہ ہو کہ جب مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور آتے وقت چپکے سے اٹھ کر بغیر سلام کیے آجائے، کیوں کہ دونوں سلام کی حیثیت یکساں ہے یعنی دونوں سنت ہیں اور دونوں کا جواب دینا واجب ہے ایسا نہیں کہ مجلس میں جانے کے سلام کی اہمیت واپسی کے سلام سے زیادہ ہو۔ البتہ بعض محققین نے یہ لکھا ہے کہ رخصت ہوتے وقت کا سلام اور اس کا جواب مستحب ہے۔

۳۱۷- یجزئ عن الجماعة. حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہے، اور مجلس میں سے ایک کا جواب دے دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے۔ یعنی سلام میں پہل کرنا سنت کفایہ ہے اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے، حدیث شریف میں "یجزئ" کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ گرچہ ایک کا سلام کرنا اور ایک شخص کا جواب دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے مگر افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں اور سب ہی جواب دیں۔ وھذا ھو شأن فروض الکفایة.

یہ بات ذہن نشین رہے کہ "جلوس" سے مراد صرف وہ لوگ نہیں ہیں جو بیٹھے ہوں؛ بل کہ وہ لوگ مراد ہیں جن کو سلام کیا گیا ہو خواہ وہ بیٹھے ہوں یا کھڑے، چوں کہ جب کئی لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں تو بیٹھ ہی جاتے ہیں اس لیے اسی حالت کو بیان کیا۔

(۳۱۸) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَهَا إِنَّ جِبْرَئِيْلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ وَ قَالَتْ: وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ. (ترمذي ص۹٤ ج۲، مشکوۃ ۵۷۳)

(۳۱۹) عَنْ غَالِبٍ قَالَ: إِنَّا جُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: اِئْتِهِ فَاقْرَأْهُ السَّلَامَ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِيْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، فَقَالَ: عَلَيْكَ وَ عَلىٰ أَبِيْكَ السَّلَامُ. (مشكوة ص٣٩٩)

(٣٢٠) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَ لَا بِالنَّصَارىٰ فَإِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ اَلْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارىٰ اَلْإِشَارَةُ بِالْأَكُفِّ. (ترمذي ص٩٤ج٢، مشكوة ٣٩٩)

(٣٢١) عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلىٰ أَهْلِكَ فَسَلِّمْ تَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَ عَلىٰ أَهْلِ بَيْتِكَ. (ترمذي ص٩٧ج٢، مشكوة ص٣٩٩)

(٣٢٢) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ. (ترمذي ص٩٥ج٢، مشكوة ص٣٩٩)

ترجمہ حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے، ان سے حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: بلاشبہ جبرئیل تم کو سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے (جواباً) فرمایا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت غالبؒ سے مروی ہے کہ ہم حضرت حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا میرے والد نے میرے دادا کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا انھوں نے (دادا نے) کہا مجھ کو میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور فرمایا: آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر میرا سلام کہو چناں چہ میں نے (آپؐ سے) عرض کیا میرے والد آپ کو سلام فرماتے ہیں تو آپؐ نے جواب دیا: عليك و علىٰ أبيك السلام.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ کی مشابہت اختیار کرے، تم نہ تو یہود کی مشابہت اختیار کرو اور نہ نصاریٰ کی، کیوں کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے حق میں باعث برکت ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کلام سے پہلے ہونا چاہیے۔

لغات وترکیب

بَعَثَ أحداً إلىٰ أحدٍ يَبْعَثُ بَعْثاً (ف) کسی کو کسی کے پاس بھیجنا۔ أقرأ السلام يُقْرِأ إقْرَاءً

(افعال) کسی کے پاس سلام بھیجنا۔ تَشَبَّهَ بِأَحدٍ يَتَشَبَّهُ تَشَبُّهاً (تفعل) کسی کی مشابہت اختیار کرنا۔
اَکُفٌّ: واحد کَفٌّ، ہتھیلی۔
لیس منا من تشبه بغیرنا، میں "منّا" خبر مقدم اور "من تشبه بغیرنا" موصول باصلہ اسم موخر ہے۔ تکون برکۃ میں "تکون" کی ضمیر "التسلیمة" کی طرف راجع ہے جو "سَلِّمْ" میں موجود ہے اور برکۃ خبر ہے "علیك" اور "علیٰ أهل" دونوں جار "برکۃ" سے متعلق ہیں۔

تشریح

۳۱۸- حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے واسطے سے سلام پہنچائے تو اس کا بھی جواب دینا واجب ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام ملا تو انھوں نے جواب دیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد یہ الفاظ زیادہ ہیں "قالت وهو يرى ما لا ارى" کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کو دیکھ رہے تھے اور میں نہیں دیکھ رہی تھیں، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ نے "وعلیه السلام" بہ ضمیر غائب جواب دیا۔ بہ ہر حال حدیث مذکور سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کے واسطے سے اگر سلام پہنچے تو اسے قبول کر کے جواب دینا چاہیے وہیں حضرت عائشہ کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انھیں سیّد الملائکہ نے سلام کیا، صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو "باب مناقب أزواج النبي صلی الله علیه وسلم" ہی کے تحت بیان کیا ہے۔

۳۱۹- عن غالب قال:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو مسنون یہ ہے کہ سلام پہنچانے والے پر بھی سلام بھیجا جائے، اور اسے بھی جواب میں شریک کیا جائے اور جواب یوں دیا جائے "علیك و علیٰ فلان السلام" یا "وعلیك وعلیه السلام"۔ اس طریقے سے دونوں کے حق میں سلام پہنچے گا۔

۳۲۰- لیس منّا من تشبّه بغیرنا۔ غیر کی مشابہت اختیار کرنے والا ہم میں سے نہیں۔ اس میں اظہار ناراضگی ہے، یہ مطلب نہیں کہ وہ خارج از اسلام ہو جائے گا۔ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کسی بھی فعل و عمل میں مشابہت اختیار مت کرو۔ بالخصوص ان کے طریقہ سلام کو تو بالکل اختیار مت کرو کہ وہ زبان سے سلام نہیں کرتے؛ بل کہ صرف انگلیوں اور ہتھیلیوں کے اشارے سے ان کا سلام ہوتا ہے۔ حدیث مذکور میں گرچہ یہود و نصاریٰ کی اس سلسلے میں تصریح ہے مگر ان تمام لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم ہے جو اسلامی طور و طریق کے علاوہ دیگر طریقہ اختیار کرتے ہیں مثلاً سلام کرتے وقت ہاتھ جوڑنا، کمر یا سر کو جھکانا وغیرہ جیسا کہ آج کل غیر مسلم اور بعض سیاسی مسلمان بھی کرتے ہیں۔

یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ زبان سے سلام کرنا سنتِ موکدہ ہے اور زبان سے جواب دینا واجب ہے، اگر صرف اشارے سے سلام کیا یا اشارے سے جواب دیا تو سنتِ سلام اور جواب سلام کے وجوب کی ادائے گی نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ "مسلّم" یا "مجیب" گونگا ہو تو اس کا اشارہ ہی تلفظ کے قائم مقام ہو جائے گا۔

اسی طریقے سے اگر مسلّم علیہ بہرہ ہے، یا دور ہے یا شور وشغب کی وجہ سے آواز نہ پہنچنے کا اندیشہ ہے تو اشارے سے سلام کر سکتے ہیں بشرطے کہ زبان سے بھی سلام کا تلفظ ہو اسی طریقے سے جواب بھی اشارے سے دے سکتے ہیں مگر تلفظ اور اشارہ دونوں ہونا چاہیے۔

۳۲۱- روایت مذکورہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو یہ تاکید کی ہے کہ گھر میں داخل ہوتو گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے اور گھر والوں دونوں کے لیے باعثِ برکت ہے۔ اگر گھر میں افرادِ خانہ موجود ہوں تب تو سلام کرنا ہی چاہیے اگر نہ بھی ہوں تب بھی کلماتِ سلام زبان سے ادا کرے البتہ اس صورت میں "السّلام علینا من ربّنا" یا "السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین" یا "السلام علیٰ أهل البیت ورحمة اللّٰہ" جیسے جملے کہے۔

۳۲۲- السلام قبل الکلام. مطلب یہ ہے کہ ملاقات کے وقت پہلے سلام کرے بعد ازاں گفتگو میں لگے۔

كَيۡفَ الۡاِسۡتِيۡـذَانُ

(۳۲۳) عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍؓ قَالَ: دَخَلْتُ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلَمْ اَسْتَأْذِنْ وَلَمْ اُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِرْجِعْ فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟. (ترمذي ص۹۵ ج۲، مشكوٰة ۴۰۱)

(۳۲۴) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلىٰ أَبِيْ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: أَنَا أَنَا فَكَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ.

(حواله بالا و مشكوٰة ص۴۰۰)

طلبِ اجازت کا طریقۂ کار کیا ہو؟

حضرت کلدہ بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے نہ اجازت چاہی اور نہ ہی سلام کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ پھر کہو: السلام علیکم، کیا میں آجاؤں؟

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی ایک دَین کے سلسلے میں جو میرے والد کے ذمے تھا، تو آپ نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں، تو آپؐ نے فرمایا: ''میں میں'' گویا آپؐ نے اِسے ناپسند فرمایا۔

تشریح ۳۲۳- دخلت علیٰ رسول اللّٰہ. روایت کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ بغیر اجازت و سلام کے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا تو آپؐ نے مجھے لوٹا دیا اور فرمایا واپس جا کر پہلے سلام کرو اور اجازت طلب کرو۔ معلوم ہوا کہ سلام کے ساتھ ساتھ اجازت بھی طلب کرنا ضروری ہے اگرچہ جواب گھر کے اندر سے مل جائے، اس لیے کہ آپؐ نے سلام اور طلب اجازت دونوں کا حکم دیا ہے۔

۳۲۴- أتيت النبيّ في دين كان على أبي. قرض کا وہ معاملہ جس کے سلسلے میں حضرت جابرؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تھے یہ تھا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ انصاری غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے اور اُن کے ذمے کچھ قرض چھوڑ گئے تھے، حضرت جابرؓ کے پاس کچھ کھجوریں تھیں، انھوں نے قرض خواہوں کو والد کے دین کے بدلے میں پیش کیا اور کہا کہ یہ سب اس دین کے بدلے میں لے لو مگر وہ راضی نہ ہوئے، تو حضرت جابرؓ نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال بیان کی اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں تو ہوسکتا ہے کہ میرے ساتھ کچھ سہولت اور رعایت کا معاملہ کریں، آپؐ نے فرمایا: چلو اور ہر قسم کے چھواروں کا ڈھیر لگادو، چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ تشریف لائے اور بڑے ڈھیر کا تین چکر لگایا، پھر کیل کر کے دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے میرے والد کی امانت ادا فرمادی۔ اُس موقعے پر آپ کا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ ان کھجوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ سارا قرض ادا کردیا گیا اور اس ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی جس پر آپ تشریف فرما تھے۔

بہ ہر حال میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا: کون؟ میں نے کہا کہ "میں ہوں" تو آپ کو اِس سے ناگواری ہوئی کہ لفظ "میں" کوئی جواب نہیں ہے اس لیے کہ اِس لفظ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نام، یا کنیت یا لقب جس سے آدمی مشہور ہو وہ بتائے تاکہ بالکل وضاحت ہوجائے، اجازت طلب کرنے کا یہی اسلامی طریقہ ہے۔

اَلْمُصَافَحَةُ وَ الْمُعَانَقَةُ

(۳۲۵) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَ حَمِدَا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا.

(أبوداؤد ص۳۶۱ج۲، مشكوٰة ۴۰۱)

(۳۲۶) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ أَيَنْحَنِيْ لَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَ يُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَفَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَ يُصَافِحُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. (ترمذي ص۹۷ج۲)

(۳۲۷) عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: تَصَافَحُوْا يُذْهِبِ الْغِلَّ وَ تَهَادَوْا تَحَابُّوْا وَ تَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ.

(مشكوٰة برواية مالك ص۴۰۲)

(۳۲۸) عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيْتُمُوْهُ؟ قَالَ: مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِيْ وَ بَعَثَ إِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَ لَمْ أَكُنْ فِيْ أَهْلِيْ، فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ

اُرْسَلَ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ وَ هُوَ عَلىٰ سَرِيْرِهٖ فَالْتَزَمَنِي فَكَانَ تِلْكَ أَجْوَدَ وَ أَجْوَدَ.
(أبوداؤد ص ٣٦١ ج ٢، مشكوٰة ص ٤٠٢)

مصافحہ اور معانقہ

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان کی باہم ملاقات ہو، تو وہ دونوں ہاتھ ملائیں، اللہ کی حمد کریں اور اس کی مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے سامنے جھکے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: تو کیا اس سے چمٹ جائے اور اس کو چومے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: تو کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت عطا خراسانی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باہم مصافحہ کیا کرو یہ کینے کو دور کردیتا ہے، ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور باہم محبت کرو اس سے عداوت دور ہوجاتی ہے۔

قبیلۂ عنزہ کے ایک شخص سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے مصافحہ فرماتے تھے جب تم لوگ آپؐ سے ملتے تھے فرمایا: جب بھی آپؐ سے ملاقات ہوئی آپؐ نے مجھ سے مصافحہ کیا، اور ایک دن آپؐ نے میرے پاس بلا بھیجا اور میں گھر میں نہیں تھے، جب آیا تو مجھے اطلاع ملی کہ آپؐ نے میرے پاس بلا بھیجا تھا، تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپؐ اپنی چارپائی پر تشریف فرماتھے تو آپؐ نے مجھ کو چمٹالیا تو وہ چمٹانا کیا عمدہ اور بڑھیا تھا۔

لغات وترکیب

صَافَحَ مُصَافَحَةً (مفاعلة) ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا۔ عَانَقَ يُعَانِقُ مُعَانَقَةً (مفاعلة) گلے ملنا۔ اِنْحَنىٰ لِأَحَدٍ يَنْحَنِيْ اِنْحِنَاءً (انفعال) کسی کے سامنے جھکنا۔ غِلٌّ، کینہ، دھوکا، فریب۔ غَلَّ يَغِلُّ غِلًّا و غَلِيْلًا (ض) الصدرُ، کینے والا ہونا، دھوکے فریب والا ہونا۔ شَحْنَاءُ، بغض، کینہ، دشمنی عداوت۔ شَحِنَ يَشْحَنُ شَحْنًا (س) کینہ رکھنا۔ جَادَ يَجُوْدُ جَوْدَةً۔ عمدہ ہونا۔

"الرجلُ" ذوالحال، "منّا" حال، ذوالحال باحال مبتدا۔ يلقىٰ أخاه الخ پورا جملہ خبر۔ يُذْهِبُ الْغِلَّ میں "يُذْهِبُ" کا مجزوم ہونا جواب امر کی وجہ سے ہے۔ فأتيته وهو على سريره جملہ "أتيته" میں ضمیر مفعول سے حال واقع ہے۔

تشریح ۳۲۵- إذا التقى المسلمان. حدیث شریف میں مصافحے کی فضیلت و برکت بیان کی گئی ہے کہ دو مسلمان اگر باہم ملاقات کے وقت مصافحہ کریں، اللہ رب العزت کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں تو اللہ رب العزت ان دونوں کی مغفرت فرمادیتا ہے، مشکوٰۃ شریف کی

روایت "غفر لهما قبل أن يتفرقا" یعنی دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی مغفرت کردی جاتی ہے۔
یہاں کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیث میں سلام کا ذکر نہیں صرف مصافحے کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصافحہ مستقل کوئی چیز نہیں یہ تو سلام کا تکملہ ہے، چناں چہ حضرت امام ابوامامہ باہلیؓ کی روایت میں ہے "وتمام تحياتكم بينكم المصافحة" یعنی سلام کی تکمیل مصافحے سے ہوتی ہے، اس لیے اگرچہ سلام کا ذکر نہیں مگر پھر بھی معنیً گویا مذکور ہے۔

۳۲۶- الرجل منا يلقى أخاه. حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے۔ مطالب المومنین میں حضرت شیخ ابومنصور ماتریدیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے زمیں بوسی کرے، یا اس کے آگے پیٹھ جھکائے تو اس کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا، البتہ گنہ گار ہوگا اگر یہ جھکنا تعظیم کی خاطر ہو، اور اگر عبادت کی نیت سے ہو تو یقینا کافر ہوجائے گا۔

أفيلتزمه و يقبله. اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے معانقہ وتقبیل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جب کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر علم و زہد اور کبر سنی کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں۔ حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کسی کے ہاتھ کو اگر علم وتقویٰ اور زہد وورع کی وجہ سے چومتا ہے تو مکروہ نہیں؛ بل کہ مستحب ہے، اور اگر مال داری اور جاہ ومنصب کی وجہ سے چومتا ہے تو مکروہ ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ حرام ہے، اور بعض کا کہنا ہے کہ تقبیل اگر تعظیم وتملق (چاپلوسی) کی وجہ سے ہے تو حرام ہے۔ البتہ رخصت کرتے وقت، سفر سے واپسی کے وقت اور زیادہ دنوں بعد ملاقات کرتے وقت اپنے محب اور سچے دوست کی تقبیل کرسکتا ہے بہ شرطے کہ شہوت نہ ہو۔ بعض علمانے تصریح کی ہے کہ منہ نہ چومے؛ بل کہ ہاتھ اور پیشانی کی تقبیل کرے۔
(مرقاۃ بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۰۱)

۳۲۷- تصافحوا يذهب الغل. روایتِ مذکورہ میں مصافحے اور ہدیے کی خصوصیت اور فائدے کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کو اپنانے سے بغض وکینہ اور عداوت ودشمنی دل سے نکل جاتی ہے اور دل ان مہلک بیماریوں سے صاف وشفاف ہوجاتا ہے۔

۳۲۸- عن رجل من عنزة. اِس روایت میں جہاں مصافحے کا ثبوت ہے وہیں التزام اور معانقے کا بھی ثبوت ہے، اور بعض روایت سے جو معانقے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جیسے کہ حضرت انسؓ کی مذکورہ روایت سے تو یہ سب روایتیں مفاسد پر محمول ہیں یا اِس سلسلے میں افراط پر۔ اور ظاہر ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام اور معانقے میں مفسدے کا ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔

حِفْظُ اللِّسَان

(۳۲۹) قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ.

(۳۳۰) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ

يَّضْمَنُ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ.

(بخاري ص۹۵۹، مشكوة ص٤١١)

(۳۳۱) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ.

(بخاري ص۹۵۹، مشكوة ص۳٦۸)

(۳۳۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ صَمَتَ نَجَا. (ترمذي ص۷۳ج۲، مشكوة ص٤١٣)

(۳۳۳) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ: تَقْوَى اللّٰهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ سُئِلَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ: الْفَمُ وَ الْفَرْجُ. (ترمذي ص۲۱ج۲، مشكوة ص٤١٢)

(۳۳٤) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حَدِّثْنِيْ بِأَمْرٍ اعْتَصِمُ بِهِ قَالَ: قُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ: هٰذَا.

(ترمذي ص٦٣ج۲، مشكوة ص٤١٣)

(۳۳٥) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا وَ إِنْ اِعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا. (ترمذي ص٦٣ج۲، مشكوة ص٤١٣)

زبان کی حفاظت

ارشادِ باری ہے: انسان کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگراں تیار رہتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جائے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان)، اور اس چیز کا جو دونوں پیروں کے درمیان ہے (شرم گاہ) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہو جاؤں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس چیز کے متعلق جو زیادہ تر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی۔ فرمایا: خوف خدا اور حسنِ اخلاق۔ اور اس چیز کے متعلق سوال کیا گیا جو زیادہ لوگوں کو دوزخ میں داخل کرے گی۔ فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی بات بتلا دیجیے کہ میں اسے مضبوطی سے تھام لوں، آپؐ نے فرمایا: کہو میرا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر ثابت قدم ہو جاؤ۔ روای کا بیان ہے: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ خطرناک چیز کیا ہے جس کا آپ مجھ پر اندیشہ کرتے ہیں تو آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا: یہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان صبح کرتا تو سارے اعضا زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرتی رہنا، کیوں کہ ہم سب تمہارے ہی سہارے پر ہیں، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو جائے گی تو ہم سب بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

لغات وترکیب

لَفَظَ يَلْفِظُ لَفْظاً (ض) من فمه، منہ سے پھینکنا۔ رَقِيبٌ: ج رُقَبَاء، نگراں۔ عَتُدَ يَعْتُدُ عَتَاداً (ک) تیار ہونا۔ اللَّحيُ: ج اَلْحٍ و لُحيّ، جبڑا، داڑھی اگنے کی جگہ۔ صَمَتَ يَصْمُتُ صَمْتاً (ن) خاموش رہنا۔ نَجَا يَنْجُوْ نَجَاةً (ن) نجات پانا۔ اِعْتَصَمَ بِشَيٍْ اِعْتِصَاماً (افتعال) کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا۔ كَفَّرَ لَهٗ يُكَفِّرُ تَكْفِيْراً (تفعيل) کسی کے سامنے سینے پر ہاتھ رکھنا، سر جھکانا۔ اعوَجَّ اِعْوِجَاجاً (افعلال) ٹیڑھا ہونا۔

من يضمنُ الخ شرط۔ أضمن له الجنة، جزا۔ "عن أكثر ما" عن جاره "سئل" سے متعلق ہے اور "ما" موصولہ ہے اور صلہ يدخل الناس الجنة ہے۔ بأمر اعتصم به، میں أمرِ موصوف ہے "اعتصم به" جملہ صفت۔ موصوف با صفت "حدّثني" فعل امر سے متعلق ہے۔ ما أخوف ما تخاف، میں پہلا "ما" استفہامیہ بمعنی "أيّ شيء" ہے اور دوسرا "ما" موصولہ ہے۔ إذا أصبح ابن أدم شرط۔ فإن الأعضاء كلها تكفر پورا جملہ جزا ہے۔

تشریح ۳۴۹۔ آیت کریمہ میں مومن کو اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی بولے سوچ سمجھ کر بولے، کیوں کہ اس کے ساتھ ہر وقت اس کے اعمال لکھنے والے فرشتے موجود رہتے ہیں، جو اس کی ہر اچھائی برائی کو لکھتے رہتے ہیں، صرف تین مواقع میں یہ فرشتے انسان سے جدا ہو جاتے ہیں (۱) استنجا کے وقت (۲) جماع کے وقت (۳) حالتِ جنابت میں، مگر اللہ رب العزت نے ان کو ایسا ملکہ دے دیا ہے کہ اس حالت میں بھی اگر کوئی گناہ کرے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔

رہا یہ کہ ہر ہر لفظ لکھتے ہیں یا صرف وہ الفاظ جن سے ثواب وعقاب متعلق ہو تو اس سلسلے میں تین قول ہیں (۱) ایک قول یہ ہے کہ تمام الفاظ لکھتے ہیں (۲) صرف وہی الفاظ جن سے ثواب یا عقاب متعلق ہو (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ پہلے تو ہر ہر لفظ لکھتے ہیں مگر ہفتے میں جمعرات کے روز اس پر نظر ثانی کرتے ہیں پھر صرف وہی باقی رکھے ہیں جن سے ثواب وعقاب متعلق ہو۔ آیتِ کریمہ کے عموم سے قولِ اول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

۳۳۰۔ من يضمن لي. "ما بين لحييه" سے مراد زبان اور منہ ہے اور "مابين رجليه" سے مراد شرم گاہ ہے۔ اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص زبان ومنہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرلے تو میں اس کے لیے جنت کا ذمے دار ہوں۔ زبان کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ فحش گوئی اور سخت کلامی سے دور رکھے، زبان سے گندے الفاظ گالی گلوچ نہ نکالے اور منہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اسے حرام کھانے پینے میں ملوث نہ کرے اسی طرح شرم گاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زنا ولواطت جیسی مہلک بیماری سے بچے۔

أضمن له الجنة. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ضامن بننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مختار کل ہیں؛ بل کہ یہ ضمانت درحقیقت اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اس نے خود ایسی پاکیزہ زندگی گذرانے والوں کو دخولِ جنت کی بشارت دی ہے۔

۳۳۱، ۳۳۲۔ من كان يؤمن بالله. روایت کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو خاموشی اختیار کرے اور لغویات سے اپنی زبان کو بچائے اور اگر بولنا ضروری ہو تو زبان سے وہی بات نکالے جس میں خیر اور بھلائی ہو۔ مباح باتوں سے بھی زبان کو بچانا دانش مندی کا تقاضہ ہے۔ اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امر مباح سے انسان امر حرام تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا ہے کہ دارین کی فلاح اور دنیا وآخرت کی آفات سے نجات خاموشی اختیار کرنے میں ہی ہے۔

یہاں یہ واضح ہے کہ مذکورہ روایات کا یہ مطلب بالکل نہیں انسان بولنا ہی چھوڑ دے؛ بل کہ مراد یہ ہے کہ لغویات وفضولیات سے بچے جن میں کوئی فائدہ نہیں، اگر کسی وجہ سے بولنا ضروری ہو تو پھر وہاں خاموشی اختیار کرنے کا حکم نہیں ہے۔

۳۳۳۔ سئل رسول الله. دو چیزیں بہ کثرت دخولِ جنت کا سبب ہیں (۱) خوفِ خدا (۲) حسنِ اخلاق۔ تقویٰ کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے اجتناب کیا جائے اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں خدا کے علاوہ کسی اور کا خیال بھی نہ آنے دیا جائے۔

"حسنِ خلق" سے مراد مخلوقِ خدا کے ساتھ خوش خلقی اختیار کرنا ہے، جس کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا رسانی سے بچا جائے اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اس شخص کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آئے جو اس کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ اس اعتبار سے حدیث شریف کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں تقویٰ اور حسنِ خلق یہ دو اوصاف پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ اس کی نجات کا دروازہ کھل گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تقویٰ سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور خوش خلقی سے مخلوق کی خوشی ملتی ہے اور ظاہر ہے

کہ جس انسان کو خالق و مخلوق دونوں کی خوشی مل جائے اس سے زیادہ سعادت مند کون ہوسکتا ہے۔
حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ خوش خلقی بھی تقویٰ میں داخل ہے لہٰذا حدیث میں تقویٰ کے بعد خوش خلقی کا ذکر تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہے۔ تقویٰ سے ظاہری اعمال کا حسن مراد ہے اور حسن خلق سے باطنی احوال کا حسن۔

حدیث شریف کے دوسرے جز میں اس طرف اشارہ ہے کہ منہ اور شرم گاہ یہ دونوں گناہ کی جڑ ہیں جن سے پیدا ہونے والی برائیوں میں پڑ کر انسان دوزخ میں جا گرتا ہے۔ انسان جو بھی حرام کھاتا پیتا ہے یا جو فحش ولاطائل گفتگو کرتا ہے زبان ہی اس کا ذریعہ بنتی ہے، اسی طرح شرم گاہ شیطان کا سب سے بڑا جال ہے، انسان اسی شرم گاہ کے سبب جنسی جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور شہوت میں مبتلا ہو کر اپنے خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

۳۳۴- حدّثني بأمرٍ اعتصم به. یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، "قل آمنت بالله، ثم استقم" یہی دو جملے اصولِ اسلام توحید و طاعت کو شامل ہیں۔ "آمنت بالله" میں توحید کو بیان کیا گیا ہے اور "استقم" میں طاعت کا بیان ہے اس لیے کہ استقامت نام ہے تمام اوامرِ الٰہیہ کو بجالانا اور تمام منہیات سے اجتناب کرنا، اور یہی دو چیزیں ایسی ہیں جنھیں انسان مضبوطی سے پکڑ لے تو دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ حدیث کا دوسرا جز یہ ہے کہ میں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ خوف ناک چیز کیا ہے جس کا آپ مجھ پر اندیشہ کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ، یعنی زبان۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعضائے انسانی میں سب سے زیادہ عمل اسی زبان کا ہے۔

۳۳۵- إذا أصبح بن آدم. یوں تو جسمانی اعضاء کا ظاہری و باطنی دارومدار دل پر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے "ألا إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسم كله" مگر اِس حقیقت کے باوجود اِس حدیث میں زبان ہی کو تمام اعضا کا اصل قرار دیا گیا ہے کہ تمام اعضائے جسم زبان سے عاجزی کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ سے ڈرتی رہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کا ترجمان اور خلیفہ زبان ہی ہے، دل جو کچھ سوچتا ہے زبان اس کو بیان کرتی ہے اور دیگر اعضائے جسم اس پر عمل کرتے ہیں، تو جس طرح دل کے صالح و فاسد ہونے کا اثر سارے اعضائے جسم پر پڑتا ہے اسی طرح زبان کا اثر بھی تمام اعضائے جسم پر پڑتا ہے۔

اَلْخُمُوْلُ

(۳۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ. (مشکوٰۃ ٤٤٦)

گم نامی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت سے پراگندہ بال جو

دروازوں سے دھتکار دیئے گئے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادیں۔

لغات وترکیب

خَمَلَ يَخْمُلُ خُمُوْلًا (ن) گم نام ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔ شَعِثَ يَشْعَثُ شَعْثاً الأمر، پراگندہ ہونا، الشعرُ، بالوں کا غبار آلود ہونا۔ دَفَعَ يَدْفَعُ دَفْعاً (ف) دھکے دینا۔ أَبَرَّ القَسَمَ يُبِرُّ إِبْرَاراً (إفعال) قسم پوری کرنا۔

رُبَّ حرف جر، رجلٍ، موصوف محذوف، أشعث صفتِ اول، مدفوعٍ بالأبواب، صفتِ ثانی، موصوف بہ ہر دو صفت مجرور، جار با مجرور متعلق بہ "لقيتہ" محذوف۔ لو أقسم على اللهِ "شرط، لأبَرَّهٗ جزا۔

تشریح ۳۳۶- ربّ أشعث مدفوع بالباب. دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے۔ اِس جملے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دنیاداروں کے دروازے پر جاتے ہیں اور ان کو وہاں سے دھکیل دیا جاتا ہے، کیوں کہ جو لوگ محض خداوند قدوس کی رضا کے لیے دنیا کی ظاہری زینت وعزت سے دور رہتے ہیں ان کے بارے میں یہ تصور کرنا ہی غلط ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جو باعثِ ذلت ہو؛ بل کہ مطلب یہ ہے کہ ان کا ظاہر اُن کے باطن کا اِس حد تک سرپوش ہوتا ہے کہ بالفرض اگر وہ کسی کے گھر جائیں تو ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر کوئی گھر کے اندر نہ جانے دے چہ جائے کہ مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھنے کا موقع دیا جائے۔

لو أقسم على الله لأبرّه. اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ سے کسی چیز کا سوال کریں اور قسم کھالیں کہ اللہ رب العزت ایسا کریں گے تو اللہ رب العزت ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے اور وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوتے ہیں۔

اَلْحَيَــاءُ

(۳۳۷) عَنْ عِمْرَانَ بِنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ. (مشكوة ٤٣١)

(۳۳۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلىٰ رَجُلٍ وَهُوَ يُعَاتِبُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ يَقُوْلُ: إِنَّكَ تَسْتَحْيِ حَتّٰى كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: قَدْ أَضَرَّ بِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

(مشكوة ٤٣١)

(۳۳۹) قَالَ أَبُوْسَعِيْدٍؓ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا. (مشكوة ص٥١٩)

(۳۴۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ

مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَىٰ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.
(روى الأحاديث الأربعة البخاري على ص٩٠٢و ٩٠٤ ٣٤٠ (مشكوة ص٤٣١)

(٣٤١) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قُلْنَا: إِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَ مَا وَعٰى، وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَ مَا حَوٰى، وَ لْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَ الْبِلٰى، وَ مَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ. (ترمذي ص٦٩ ج٢، مشكوة ص١٤٠)

ترجمہ

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حیا خیر ہی لاتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک شخص کے پاس سے ہوا دراں حالے کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے سلسلے میں عتاب کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا: تو شرم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یوں معلوم ہو رہا تھا گویا وہ کہہ رہا ہو: تجھ کو حیا نے نقصان پہنچایا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رہنے دو، کیوں کہ حیا ایمان کا اہم شعبہ ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے جو اپنے پردے میں ہو۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اُس میں سے جو لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام سے پایا ہے (یہ ہے) کہ جب تمہارے اندر حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ رب العزت سے کما حقہ حیا کرو۔ ہم نے عرض کیا: ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں اے اللہ کے نبی! اور اللہ کا شکر ہے، فرمایا: یہ حیا مراد نہیں؛ بل کہ جو شخص اللہ سے حیا کرتا ہے جیسا حیا کا حق ہے۔ تو اس کو چاہیے کہ سر اور ان اعضا کی حفاظت کرے جس پر وہ مشتمل ہے، اور پیٹ کی اور ان اعضاء کی حفاظت کرے جو اس میں جمع ہیں۔ اور موت و بوسیدگی کو یاد کرے۔ اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنالیتا ہے وہ دنیا کی زیبائش کو چھوڑ دیتا ہے، سو جس شخص نے ایسا کیا تو اس نے اللہ رب العزت سے کما حقہ حیا کی۔

لغات و ترکیب

عَاتَبَ مُعَاتَبَةً (مفاعلة) عتاب کرنا، سرزنش کرنا۔ عَذْرَاءُ: ج عَذَارىٰ و عَذْرَاوَات، باکرہ۔ خِدْرٌ: ج أَخْدَارٌ، پردہ جو لڑکی کے لیے مکان کے کسی گوشے میں لگادیا جائے۔ وَعىٰ يَعِيْ وَعْياً (ض)

جمع کرنا۔ حَوىٰ يَحْوِيْ حوَايَةً (ض) جمع کرنا۔ بَلِيَ يَبْلىٰ بِلىً وَ بَلاءً، (س) بوسیدہ ہونا۔

وهو يعاتب جملہ "رجلٌ" سے حال واقع ہے اور ذوالحال کا نکرہ ہونا قلیل ہے۔ دعه فإن الحياء من الإيمان۔ "دعه" فعل، فاعل ومفعول سے مل کر جملہ انشائیہ اور فا تعلیلیہ ہے، أشد حياء من العذراء، كان فعل ناقص کی خبر ہے۔ حق الحياء "استحيوا" کا مفعول مطلق ہے۔ والحمد لله، مبتدا باخبر جملہ معترضہ ہے، ليس ذلك أي ليس الحياء ذلك۔

تشریح ۳۳۷- الحياء لا يأتي إلا بخير۔ حیا کی لغوی واصطلاحی تعریف بالتفصیل حدیث نمبر ۱۴ کے تحت گزر چکی۔ اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر حیا ہوتی ہے اس سے امرِ خیر کا صدور ہوتا ہے، حیا انسان کو شر میں مبتلا ہونے سے بچا لیتی ہے، یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ بسا اوقات حیا بعض حقوق کی ادائے گی مثلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ میں مخل ہوجاتی ہے تو پھر حیا کی تمام صورتوں کو بہتر قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو حیا اظہارِ حقیقت اور حق کی ادائے گی سے مانع ہو وہ حیا نہیں؛ بل کہ عجز اور بزدلی ہے، کیوں کہ شریعت کی نظر میں حیا حقیقۃً "خلق يبعث على ترك القبيح الشرعي و يمنع عن التقصير في ذي الحق" کا نام ہے یعنی حیا اس صفت کو کہتے ہیں جو انسان کو اس چیز کے ترک پر آمادہ کرے جس میں قباحت اور برائی ہو۔ اور صاحبِ حق کے حق میں کوتاہی سے روکے۔ معلوم ہوا کہ حیا ادائے گیِ حقوق پر آمادہ کرتی ہے نہ یہ کہ حقوق کی ادائے گی میں کوتاہی پر۔

۳۳۸- مرّ النَّبِيُّ علىٰ رجلٍ۔ صحابیِ رسول کے اپنے بھائی کو عتاب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ فرما رہے تھے کہ حیا سے انسان رزق اور علم حاصل کرنے سے محروم ہوجاتا ہے، شرم کی وجہ سے نہ تو حصولِ رزق کے لیے کوشش کرتا ہے اور نہ ہی علم حاصل کر پاتا ہے کیوں کہ اگر کسی مسئلے میں کچھ تردد ہو تو شرم اس کے حق میں دوسروں سے معلوم کرنے میں مانع بن جاتی ہے۔ جب آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو، کیوں کہ حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے اور حیا سے کسی انسان کو کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔

۳۳۹- كان النبيُّ أشد حياء۔ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ کنواری لڑکی میں خود حیا ثیبہ کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے اور پھر وہ اگر پردے میں رہتی ہو گھر سے باہر قدم نہ نکالتی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں حیا بدرجۂ اتم ہوگی۔

حدیث شریف سے نہ صرف یہ کہ شرم وحیا کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اِس وصف کو اپنے اندر زیادہ پیدا کرنا چاہیے، کیوں کہ اس کی وجہ سے کسی شرعی فریضے کی ادائے گی میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی ہے۔

۳۴۰- إنّ مما أدرك الناس۔ مطلب یہ ہے کہ حیا ایک ایسی محمود صفت ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں مستحسن تھی اور اب بھی منسوخ نہیں ہوئی، شریعتِ محمدی میں بھی اس کو مستحسن ہی نہیں ایمان کا ایک اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

إذا لم تستحيي فاصنع ما شئت. صیغۂ امر یہاں برائے طلب نہیں بل کہ بطور خبر کے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو چیز انسان کو بری باتوں سے محفوظ رکھتی ہے وہ حیا ہے اور جب کسی نے حیا کو بالائے طاق رکھ دیا اور بے حیائی کو اپنا شیوہ بنا لیا پھر وہ جو چاہے گا کرے۔ یا یہ کہ امر برائے تہدید ہے دھمکانے کے لیے کہ جب تم بے حیائی ہی پر اتر آئے ہو تو پھر تو جو چاہو کرو، لیکن یاد رکھو وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب تمھیں اپنے سارے کرتوتوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

۳۴۱- استحيوا من الله حق الحياء. اِس روایت کو لوگوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ بیان کرنا، اس کی اشاعت کرنا اور اس کے مفہوم و مطالب سے عوام کو باخبر کرنا بہت بڑی سعادت اور فضیلت ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ کثرت کے ساتھ اِس حدیث کو بیان کرنا مستحب ہے۔ روایت مذکورہ میں اللہ رب العزت سے کما حقہ حیا کس طریقے سے ہونی چاہیے اسے بیان کیا گیا ہے، آپؐ نے فرمایا: حقیقی حیا کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

ليحفظ الرأس و ما وعى. سر کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ اسے خدا کے علاوہ کسی کے بھی آگے نہ جھکایا جائے، سر کو اللہ رب العزت نے شرف تکرمت اور تقدس سے نوازا ہے انسان کے ہاتھوں تراشے ہوئے فانی بتوں اور خود انسانوں کے سامنے جھک کر اسے ذلیل نہ کیا جائے۔ ریا کاری کے لیے نماز نہ پڑھی جائے اور سر کو از راہِ غرور تکبر بلند نہ کیا جائے۔ سر کے ساتھ کی چیزوں سے مراد زبان، آنکھ اور کان وغیرہ ہیں۔ ان اعضا کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ انھیں گناہ سے بچایا جائے، زبان کو غیبت جھوٹ وغیرہ میں مبتلا نہ کیا جائے، آنکھ سے نامحرم اور گناہ کی چیزوں کو نہ دیکھا جائے، کان سے غیبت اور جھوٹ اور بے حیائی کی باتیں نہ سنی جائیں۔

وليحفظ البطن و ما حوى. پیٹ کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزیں نہ کھائی جائیں۔ اور پیٹ کے ساتھ کی چیزوں سے جسم کے وہ حصے اور اعضا مراد ہیں جو پیٹ سے ملے ہوئے ہیں جیسے ستر، ہاتھ پاؤں اور دل وغیرہ، ان اعضا کو بھی گناہ سے محفوظ رکھا جائے، ستر کو حرام کاری میں مبتلا نہ کیا جائے، گناہ و فواحش کی جگہ نہ جایا جائے، ہاتھ پاؤں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور دل کو برے عقائد، گندے خیالات اور خدا کے علاوہ کی یاد سے پاک رکھا جائے۔

من أراد الآخرة. فرمایا کہ جو شخص آخرت کو اپنا مطلوب بنا لیتا ہے دنیا اور دنیا کی فانی لذتوں کو ترک کر دیتا ہے اس کے سامنے آخرت کی ابدی نعمتیں ہوتی ہیں اور انھیں کو پانے کے لیے نیک اعمال کرتا ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ

(۳٤۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلىٰ عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوْراً۝ (بني اسرائيل آيت ٢٩)

(۳٤۳) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ نَاعِتاً عِبَادَ الرَّحْمٰنِ الصَّالِحِيْنَ: وَ الَّذِيْنَ اِذَا

أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً (الفرقان آیت ۶۷)

(۳۴۴) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَ التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ (مشکوٰۃ ص ۴۳۰)

میانہ روی

ارشادِ باری ہے: اور نہ تو آپ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ ہی لیجیے اور نہ ہی بالکل کھول ہی دیجیے کہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہیں۔

اور اللہ رب العزت نے رحمٰن کے نیک بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ تو وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں میانہ روی آدھا گذران ہے اور لوگوں سے محبت آدھی عقل ہے اور عمدہ سوال نصف علم ہے۔

لغات وترکیب

غَلَّ يَغُلُّ غَلاًّ (ن) ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالنا۔ لَامَ يَلُوْمُ لَوْماً و مَلَامَةً (ن) ملامت کرنا۔ حَسِرَ يَحْسَرُ حَسَراً (س) تھکنا، افسوس کرنا۔ قَتَرَ يَقْتُرُ قَتْراً (ن) خرچ میں تنگی کرنا، بخل کرنا۔ قِوَاماً، گزارہ، زندگی۔

مَغْلُوْلَةً "يدك" سے حال واقع ہے۔ مَلُوْماً محسوراً یہ دونوں بھی "تقعد" کی ضمیر فاعل سے حال ہیں۔فِي النفقة، "الاقتصاد" سے متعلق ہو کر مبتدا، نصف المعيشة، خبر۔ یہی ترکیب "التودد إلى الناس نصف العقل" کی بھی ہے۔

تشریح ۳۴۲۔ لا تجعل يدك مغلولة. آیتِ کریمہ میں بلاواسطہ مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپؐ کے واسطے سے پوری امت مخاطب ہے اور مقصد میانہ روی اختیار کرنے کی ایسی تعلیم ہے جو دوسروں کی امداد میں حائل نہ ہو اور خود اپنے لیے بھی باعثِ مصیبت نہ ہو۔

آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا: میری والدہ آپ سے ایک کرتے کا سوال کرتی ہیں، اُس وقت رسول اللہؐ کے پاس کوئی کرتا نہیں تھا سوائے اُس کرتے کے جو آپؐ کے بدن پر تھا، آپؐ نے لڑکے کو کہا پھر کسی وقت آؤ جب ہمارے پاس اتنی وسعت ہو کہ تمہاری والدہ کا سوال پورا کر سکیں۔ لڑکا گھر گیا اور واپس آیا اور عرض کیا: میری والدہ کہتی ہیں: آپؐ کے بدن مبارک پر جو کرتا ہے وہی عنایت فرمادیں۔ یہ سن کر آپؐ نے بدنِ مبارک سے

کرتا اتار کر اس کے حوالے کر دیا، اور ننگے بدن رہ گئے، نماز کا وقت آیا، حضرت بلالؓ نے اذان دی، مگر آپ حب عادت باہر تشریف نہ لائے تو لوگوں کو فکر لاحق ہوئی، بعض لوگ اندر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کرتے کے بغیر ننگے بدن بیٹھے ہیں، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اِس آیت سے بظاہر اس طرح خرچ کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جس کے بعد انسان خود فقیر ومحتاج ہوجائے اور پریشانی میں پڑجائے۔ امامِ تفسیر قرطبی نے فرمایا کہ یہ حکم مسلمانوں کے عام حالات کے لیے ہے جو خرچ کرنے کے بعد مشقت میں پڑجانے کی وجہ سے پچھتائیں اور افسوس کریں اور جو لوگ اتنے بلند حوصلہ ہوں کہ بعد کی پریشانی سے نہ گھبرائیں اور اہلِ حقوق کے حقوق بھی ادا کرسکیں ان کے لیے یہ پابندی نہیں ہے، البتہ یہ بات ضرور واضح رہے کہ خرچ میں بدنظمی ممنوع ہے۔

۳۴۳- والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا. سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں جہاں اللہ رب العزت کے مخصوص و مقبول بندوں کے تیرہ اوصاف مذکور ہیں ایک وصف یہ بھی ہے کہ مال خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف وفضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل وکوتاہی؛ بل کہ دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

۳۴۴- الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة. مطلب یہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی کی خرچ میں جہاں آدمی کی آمدنی کا دخل ہے وہیں خرچ کا بھی دخل ہے، اگر انسان کی آمدنی کافی ہے مگر خرچ پر کنٹرول نہیں ہے تو اس سے اس کی معیشت وگذران میں فرق پڑے گا بل کہ معیشت کا سارا ڈھانچہ درہم برہم ہوکر رہ جائے گا لہٰذا مصارف میں اعتدال اور خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہوا۔

التودد إلى الناس نصف العقل. مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ محبت ظاہر کرنا، ان کے ساتھ نرمی اور حسنِ اخلاق سے پیش آنا نصف عقل ہے اور پوری عقل انسان کو اِسی نصف کے طفیل حاصل ہوجاتی ہے۔

حسن السوال نصف العلم. کسی علمی مسئلے میں خوب سوچ سمجھ کر اچھی طرح سوال قائم کرنا آدھا علم ہے، اس لیے کہ دانش مند شخص ہی عمدہ سوال کسی مسئلے میں نکالتا ہے اور جب اس کے سوال کا جواب مل جاتا ہے تو حل طلب مسئلے میں اس کا علم مکمل ہوجاتا ہے، اس اعتبار سے گویا نصف علم تو سوال ہے اور نصف جواب۔

اَلتَّوَکُّل

(٣٤٥) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۝ (الطلاق آیت۳)

(٣٤٦) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ قَلْبَ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهٗ وَ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ التَّشَعُّبَ.

(ابن ماجه ص٣١٧، مشكوة ص٤٥٣)

(۳۴۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْا خِمَاصاً وَ تَرُوْحُ بِطَاناً. (ترمذي ص٥٧و ٥٨ ج٢، مشكوٰة ص٤٥٢)

(۳۴۸) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ: قَالَ رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْقِلُهَا وَ أَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَ أَتَوَكَّلُ، قَالَ: اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ. (ترمذي ص٧٤ج٢)

بھروسہ

ارشادِ باری ہے: اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرمادیا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک انسان کے دل کی ہر میدان میں ایک شاخ ہے، سو جو شخص اپنے دل کو ان تمام شاخوں میں لگا دے گا تو اللہ تعالیٰ کو یہ پرواہ نہ ہوگی کہ اس کو کس میدان میں ہلاک کیا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ سب شاخوں سے اس کو بچالے گا۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ اس پر توکل کا حق ہے تو یقیناً تم کو اس طرح روزی دی جاتی جس طرح پرندوں کو دی جاتی ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کو (اونٹنی کو) باندھوں اور توکل کروں یا اس کو چھوڑ دوں اور توکل کروں فرمایا: اس کو باندھو اور توکل کرو۔

لغات وترکیب

تَوَكَّلَ على أحدٍ يَتَوَكَّلُ تَوَكُّلاً (تفعّل) بھروسہ کرنا۔ شُعْبَةٌ: ج شُعَبٌ، گھاٹی۔ بَالَى بِأمرٍ يُبَالِيْ مُبَالَاةً (مفاعلة) پرواہ کرنا۔ غَدَا يَغْدُوْ غُدُوّاً (ن) صبح کو جانا۔ خَمِصَ خَمْصاً (س ک) پیٹ خالی ہونا۔ بَطِنَ بَطْناً (س ک) بڑے پیٹ والا ہونا۔ خِمَاصٌ: واحد خَمِيْصٌ، خالی پیٹ والا۔ بِطَانٌ: واحد بَطِيْنٌ، بھرا ہوا پیٹ والا۔

إنّ قلب ابن آدم بكل واد شعبة، قلب ابن آدم، اسم إنّ۔ بكلّ وادٍ خبر مقدم، شعبةٌ، مبتدا موخر۔ مبتدا با خبر خبر إنّ، من أتبع قلبه شرط۔ لم يبال الله الخ جزا۔ لو أنّكم توكّلون جملہ شرط۔ لرزقتم كما ترزق الطير أي مثل رزق الطير، جزا۔

تشریح ۳۴۵- ومن يتوكل على الله فهو حسبه. توکل کے یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے اسباب وآلات کو چھوڑ دے بل کہ اسباب اختیاریہ کو ضرور اختیار کرے مگر بھروسہ

اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرے کہ جب تک اس کی مشیت اور ارادہ نہ ہوجائے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے یعنی اُس بندے کے معاملات میں کفایت کا اثر خاص ظاہر فرماتا ہے ورنہ اس کی کفایت تو سارے عالم کے لیے عام ہے۔

۳۴۶- إنّ قلب بن آدم. مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل مختلف قسم کے افکار و خیالات اور ہموم و غموم کا مرکز ہے، جب انسان خدا پر توکل و اعتماد سے بے پرواہ ہوکر اپنی تمام تر توجہ اپنی ذاتی تدبیر اور تگ و دو میں مشغول رکھتا ہے تو پھر خدا کو کیا پرواہ کہ وہ کس طرح ہلاکت و بربادی میں مبتلا ہوتا ہے، اِس دنیا سے کس مشغولیت میں رخصت ہوتا ہے اور کس حالت میں اس کو موت آدبوچتی ہے، اور جس شخص نے اللہ پر توکل و اعتماد کیا اور اپنے تمام امور اس کے سپرد کردیئے تو اللہ رب العزت اس کے تمام کاموں کی درستگی کے لیے کافی ہوجاتا ہے یعنی ہر معاملے میں اس کی مدد کرتا ہے۔

۳۴۷- لو أنتم توكّلون حقّ توكّله. توکل یہ ہے کہ اول تو اس بات کا پورا یقین و اعتماد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، اور ہر موجود کو خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار، کسی چیز کا ملنا ہو یا نہ ملنا، نفع ہو یا ضرر، ثروت و مال داری ہو یا صحت و مرض سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف سے ہیں، پھر اِس امر کا اعتقاد ہو کہ رزق کا ضامن بلاشک وشبہ اللہ رب العزت ہے اور اس یقین کے ساتھ حصولِ معاش کی سعی و کوشش کرے، حرص و لالچ میں مبتلا نہ ہو، کمانے کی دھن میں غرق نہ ہوجائے کہ حلال و حرام کی تمیز بھی نہ کرے۔ اِس طریقے سے کسبِ معاش کرنے کو طلب علی الوجہ الجمیل کہتے ہیں۔ جس کی طرف "تغدو خماصا" سے اشارہ ہے۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ حصولِ رزق کے لیے سعی و جد و جہد ضروری تو ہے مگر کسب رزاق نہیں، رزاق صرف اللہ رب العزت ہے، پرندے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں مگر رزق انھیں اللہ رب العزت ہی دیتا ہے۔

۳۴۸- قال رجلٌ یا رسول الله. اِس حدیث میں توکل کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے جس کی کچھ تفصیل حدیث نمبر ۳۴۵ کے ضمن میں گذری جس کا حاصل یہ ہے کہ توکل کا محل قلب ہے اور کسب کا تعلق اعضائے ظاہر سے ہے، مگر اِن دونوں میں منافات نہیں، دل میں یقین اور اعضائے ظاہری سے عمل کرنے کا نام توکل ہے۔ حقیقتِ توکل یہی ہے گو بسا اوقات اعضاو جوارح کی حرکت اور کسی کسب و عمل کے بغیر بھی اللہ رب العزت رزق پہنچادیتا ہے؛ بل کہ اللہ رب العزت تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ متوکل اپنے رزق کے لیے حرکت بھی نہ کرے اور اس کا رزق اللہ تعالیٰ اس تک پہنچادے۔

اَلْقَنَاعَةُ

(۳۴۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَ رُزِقَ كَفَافاً وَ قَنَّعَهُ اللّٰهُ. (ترمذي ص۵۸ ج۲، مشكوة ص ۴۴۰)

(۳۵۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً. (بخاري كتاب الرقاق ص۹۵۷ج۲، مشكوٰة ص۴۴۰)

(۳۵۱) عَنْ نَافِعٍؒ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يُحَدِّثُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَأْكُلُ أَلْوَانَ الطَّعَامِ فَقَالَ عُمَرُ لِمَوْلًى لَهُ يُقَالُ لَهُ يَرْفَأ: إِذَا عَلِمْتَ أَنَّهُ قَدْ حَضَرَ عَشَاؤُهُ فَأَعْلِمْنِي، فَلَمَّا حَضَرَ عَشَاؤُهُ أَعْلَمَهُ فَأَتَى عُمَرُ فَسَلَّمَ وَ اسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ فَقُرِّبَ عَشَاؤُهُ فَجَاءَ بِثَرِيْدَةٍ وَ لَحْمٍ فَأَكَلَ عُمَرُ مَعَهُ مِنْهُمَا، ثُمَّ قُرِّبَ شِوَاءٌ فَبَسَطَ يَزِيْدُ يَدَهُ فَكَفَّ عُمَرُؓ ثُمَّ قَالَ عُمَرُؓ: وَاللّٰهِ يَا يَزِيْدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَطَعَامٌ بَعْدَ طَعَامٍ؟ فَوَ الَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ لَئِنْ خَالَفْتُمْ سُنَّتَهُمْ لَيُخَالِفَنَّ بِكُمْ عَنْ طَرِيْقِهِمْ.

(كتاب الزهد والرقاق)

(۳۵۲) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الشَّامَ فَتَلَقَّاهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ وَ عُظَمَاءُ أَهْلِ الْأَرْضِ قَالَ عُمَرُ: أَيْنَ أَخِي؟ قَالُوْا مَنْ؟ قَالَ: أَبُوْ عُبَيْدَةَ، قَالُوْا: يَأْتِيْكَ الْاٰنَ قَالَ: فَجَاءَ عَلَى نَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ بِحَبْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَ سَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اِنْصَرِفُوْا عَنَّا، فَسَارَ مَعَهُ حَتّٰى أَتَى مَنْزِلَهُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا سَيْفَهُ وَ تُرْسَهُ وَ رَحْلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَوِ اتَّخَذْتَ مَتَاعاً أَوْ قَالَ: شَيْئاً، قَالَ أَبُوْعُبَيْدَةَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ هٰذَا سَيُبَلِّغُنَا الْمَقِيْلَ. (كتاب الزهد والرقاق)

(۳۵۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ بَيْنَ كَتِفَيْ عُمَرَ أَرْبَعَ رِقَاعٍ فِي قَمِيْصِهِ. (أيضاً)

(۳۵۴) عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ جَرِيْرٍؒ أَوْ ابْنِ أَبِي جَرِيْرٍؒ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَتَاهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ: تَخَرَّقَ إِزَارِي فَقَالَ: اِقْطَعْهُ وَ انْكُسْهُ وَ إِيَّاكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ فِي بُطُوْنِهِمْ وَ عَلَى ظُهُوْرِهِمْ. (أيضاً)

قناعت

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوگیا جو مسلمان ہوا اور اس کو بقدر ضرورت روزی دی گئی اور اللہ رب العزت نے اسے قناعت عطا فرمائی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ محمد کی روزی گذارے کے بقدر کردے۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ اطلاع ملی کہ یزید بن ابی سفیان کئی قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے اُس غلام سے کہا جس کو "یرفا" کہتے تھے: جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ ان کا شام کا کھانا آچکا ہے تو مجھے خبر کرنا۔ تو جب ان کا شام کا کھانا تیار ہوا تو غلام نے آپؓ کو خبر دی، حضرت عمرؓ تشریف لائے، سلام کیا اور اجازت طلب کی، تو یزید نے ان کو اجازت دے دی، چناں چہ اندر گئے تو ان کا کھانا بھی آ گیا، غلام ثرید اور گوشت لایا، تو حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ اُن دونوں میں سے کھایا، پھر بھنا ہوا گوشت لایا گیا تو یزید نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمرؓ نے روک لیا، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم اے یزید بن ابی سفیان! کیا کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے اگر تم نے ان (صحابہ) کی مخالفت کی، تو وہ (اللہ) تم کو ان کے راستے سے ہٹا دے گا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطابؓ شام تشریف لائے تو ان سے لشکر کے امرا اور ملک شام کے سرداروں نے ملاقات کی، حضرت عمرؓ نے پوچھا میرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے دریافت کیا کون؟ فرمایا: ابوعبیدہؓ۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ آپ کے پاس ابھی آتے ہیں، راوی کا بیان ہے: تو وہ ایک رسی کی نکیل لگی ہوئی اونٹنی پر تشریف لائے، انھوں نے سلام کیا اور ان سے حالات معلوم کیے، پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا: ہمارے پاس سے چلے جاؤ، پھر خود حضرت ابوعبیدہ کے ہمراہ چل دیے یہاں تک کہ ان کے گھر آ کر قیام فرمایا، تو ان کے گھر میں سوائے ان کی تلوار، ڈھال اور کجاوے کے کچھ نہ دیکھا، تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: کچھ سامان تو مہیا کر لیتے یا آپؓ نے (متاعاً کے بجائے) شیئا فرمایا، حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین یہی چیزیں ہم کو خواب گاہ (قبر) تک پہنچا دیں گی۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے دونوں کندھوں کے درمیان ان کے کرتے میں چار پیوند دیکھے ہیں۔

حضرت میمون بن جریر یا ابن ابی جریر سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ کے پاس ان کے صاحبزادے آئے اور کہا: میری لنگی پھٹ گئی ہے تو آپؓ نے فرمایا: اس کو کاٹ دو اور اسے الٹ دو اور بچو ان لوگوں میں ہونے سے جو اللہ کی دی ہوئی روزی کو اپنے پیٹوں یا پیٹھوں میں استعمال کرتے ہیں۔

لغات وترکیب

قَنِعَ يَقْنَعُ قَنَاعَةً (س) قناعت کرنا، تھوڑی چیز پر راضی ہو جانا۔ كَفَافٌ، گذارے کے بقدر روزی۔ قَنَّعَ يُقَنِّعُ تَقْنِيعاً (تفعیل) قانع بنانا۔ قُوتٌ: ج أَقْوَاتٌ، گذارے کے لائق کھانا۔ عَشَاءٌ: ج أَعْشِيَةٌ، شام کا کھانا۔ ثَرِيدَةٌ: ج ثَرَائِدُ، شوربے میں تر کی ہوئی روٹی۔ شِوَاءٌ و شُوَاءٌ، بھنا ہوا گوشت۔ شَوىٰ يَشْوِي شَيّاً (ض) گوشت کو آگ میں بھوننا۔ جُنْدٌ: ج أَجْنَادٌ، لشکر، شہر۔ مَقِيلٌ، خواب گاہ۔ قَالَ يَقِيلُ قَيْلُولَةً، دوپہر میں سونا۔ رِقَاعٌ: واحد رُقْعَةٌ، پیوند۔ تَخَرَّقَ تَخَرُّقاً (تفعل)

پھٹنا۔ نَكَسَ يَنْكُسُ نَكْساً (ن) اوندھا کرنا۔
مَنْ أَسْلَمَ، من موصولہ، أسلم معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر صلہ، موصول باصلہ قد أفلح کا فاعل۔ والذي نفس عمر بيده، قسم، لأن خالفتم الخ، جوابِ قسم۔ لو اتخذت متاعاً میں "لو" برائے تمنی ہے وإيّاك أن تكون، تحذیر ہے۔

۳۵۰- اللّهمّ اجعل رزق آل محمد قوتاً. ملا علی قاریؒ کی تحقیق کے مطابق "آل" سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت (اولاد) اور اہل بیت ہیں، یا امت کے وہ افراد مراد ہیں جو آپؐ کے سچے تابع دار ہوں۔ اور حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ آل سے آپؐ کی امت کے تمام افراد اور متبعین مراد ہیں۔
''قوت'' کھانے پینے کی اُس محدود مقدار کو کہتے ہیں جو جسم کو باقی اور جسمانی توانائی کو برقرار رکھے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ کھانے پینے کی وہ محدود مقدار ''قوت'' کہلاتی ہے جس سے جان بچ جائے اور بطور رزق کافی ہو، اور ''کفاف'' بنیادی ضروریاتِ زندگی کی اُس مقدار کو کہتے ہیں جو کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے باز رکھے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''قوت'' اور ''کفاف'' کے ایک ہی معنی ہیں اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ کفاف کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے؛ بل کہ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں اور اس فرق واختلاف کا مدار اشخاص، زمانہ اور حالات پر ہے۔
حدیث کا مقصد اِس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ حصولِ معاش کی جدو جہد کو اس حد تک محدود رکھیں جو ضروریاتِ زندگی کے لیے کافی ہو اور ضروریات سے زیادہ اسبابِ معیشت مہیا کرنے کی مشقت برداشت نہ کریں کہ حرص وہوس میں مبتلا ہو کر اپنی روحانی واخلاقی زندگی خراب کر دیں۔

۳۵۱- عن نافعٍ قال. روایت میں حضرت عمر فاروقؓ کی قناعت پسندی اور دوسروں کو اس کی ترغیب وترہیب کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ پسند نہیں کیا کہ ایک وقت میں مختلف قسم کے کھانے دسترخوان پر ہوں، اِس لیے کہ آپؓ نے نکیر کی اور فرمایا کہ یہ حضراتِ صحابہؓ کرامؓ کے طریقے اور ان کی طرزِ زندگی کے خلاف ہے کیوں کہ اُن کی زندگی میں یہ تنعم اور عیش بالکل نہ تھا۔ اور اگر تم ان کے طرزِ زندگی کی مخالفت کرو گے تو ان کے طریقے سے ہٹ جاؤ گے۔

۳۵۲- قدم عمر بن الخطابؓ الشام. اِس روایت میں بھی صحابیِ رسول حضرت ابوعبیدہؓ کی قناعت پسندی کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب ان کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ سوائے سامانِ جہاد (تلوار، ڈھال، کجاوہ) کے کوئی اور سامان موجود نہیں تو آپؓ نے فرمایا: زندگی گذارنے کے لیے کچھ اور سامان تیار کر لینا چاہیے تھا یہ تو بہت مختصر ہے، حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا یہی مختصر سامان مجھے میرے اصلی قیام گاہ تک پہنچانے کے لیے کافی ہے، سبحان اللہ حضرات صحابہؓ کے قناعت کا یہ عالم تھا۔
اِس روایت میں اشارۃً حضرت فاروقِ اعظمؓ کے قناعت پسندوں سے لگاؤ کا بھی تذکرہ ہے بایں طور کہ امرا اور رؤسا آپؓ سے ملنے آئے تھے مگر آپ کی نگاہ جب حضرت ابوعبیدہؓ پر لگی رہی، انھیں کے لیے بے چین

ہے اور ملاقات کے بعد انھیں کے گھر پر قیام فرمایا۔

۳۵۳- اِس روایت میں خود حضرت فاروقِ اعظمؓ کی قناعت پسندی کو بیان کیا گیا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اِس حال میں دیکھا کہ آپ کے کرتے میں چار پیوند تھے، خلیفۂ وقت، امیر المومنین کی قناعت کا یہ عالم ہے۔

۳۵۴- عن میمون بن جریر۔ ابن عمرؓ کے صاحبزادے والد کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میری لنگی پھٹ گئی ہے، کسی دوسری لنگی کا نظم فرمادیں، فرمایا: بیٹے اسے کاٹ کر پلٹ دو اور قابلِ استعمال ہوجائے، خود بھی قناعت پسند اور بیٹے کو بھی اسی کی تعلیم دی اور فرمایا: ان لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہیے جو اللہ رب العزت کی دی ہوئی نعمت کو کھانے اور پہننے میں ختم کر دیتے ہیں۔ تنعم اور عیش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کا شیوہ نہیں۔

اَلسَّدَادُ وَ الْمُدَاوَمَةُ

(۳۵۵) عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا، وَ اعْمَلُوْا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَ أَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَ إِنْ قَلَّ۔ (بخاري ص۹۵۷)

درستگی وہمیشگی

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درستگی اور میانہ روی اختیار کرو، اور یقین رکھو تم میں سے کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا اور اللہ رب العزت کے نزدیک بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو گرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

لغات وترکیب

سَدَّ يَسَدُّ سداً (س) درست ہونا۔ دَاوَمَ يُدَاوِمُ مُدَاوَمَةً (مفاعلة) مسلسل وہمیشگی کے ساتھ کرنا۔ سَدَّدَ يُسَدِّدُ تَسْدِيْداً (تفعيل) راہ راست کی طرف رہنمائی حاصل کرنا۔ قَارَبَ فِي الْأمر يُقَارِبُ مُقَارَبَةً (مفاعلة) میانہ روی اختیار کرنا۔

"أن لن يدخل أحدَكُم عمله الجنّة" لن يدخل فعل اپنے فاعل (عملهٗ) اور ہردو مفعول سے مل کر بتاویل مفرد شدہ مفعول واقع ہے "اعلمو" فعل امر کا۔ أدْوَمُها "أنّ" کی خبر ہے "وإن قلّ" میں ان وصلیہ ہے۔

تشریح ۳۵۵- ابواب بر کے خاتمے پر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ روایت ذکر کر کے اِس بات پر تنبیہ کی ہے کہ اعمال صالحہ میں ایک مومن بندے کو مداومت اختیار کرنی چاہیے، اِس

لیے کہ عند اللہ محبوب ترین عمل وہی ہے جس میں دوام ہو خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی عمل میں غلو مناسب نہیں؛ بل کہ ہر عمل میں درستگی اور میانہ روی اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔

واعلموا أن لن يدخل. مطلب یہ ہے کہ ابواب بر اور اعمالِ صالحہ کو ضرور اپناؤ، انھیں وظیفۂ حیات اور حرزِ جان بنالو مگر یہ خیال نہ کرو کہ یہ اعمال تمھیں جنت میں داخل کریں گے، بل کہ دخولِ جنت تو فضلِ خداوندی پر موقوف ہے البتہ تم اعمالِ خیر پوری پابندی اور دوام کے ساتھ کرتے رہو اسی کی برکت سے انشاء اللہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نوازدے گا۔

اَلْإِثْمُ مَا هُوَ؟

(۳۵۶) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَ الْإِثْمِ، فَقَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ الْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. (مسلم ص۳۱۴ ج۲، مشكوٰة ۴۳۱)

گناہ کیا ہے؟

حضرت نواس بن سمعان انصاری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق دریافت کیا، تو آپؐ نے فرمایا: نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں تردد پیدا کرے، اور تم اِس بات کو ناپسند سمجھو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

لغات وترکیب

إِثْمٌ: ج آثَامٌ، گناہ۔ حَاكَ يَحُوْكُ حَوْكًا (ن) تردد پیدا کرنا۔ اِطَّلَعَ عَلٰى أَمرٍ اطلاعاً، کسی بات پر مطلع ہونا۔

"الإثم" مبتدا، "ما" موصولہ، حاك في صدرك جملہ معطوف علیہ، كرهت أن يطلع عليه الناس، معطوف، معطوف علیہ با معطوف جملہ معطوفہ شدہ صلہ، موصول با صلہ خبر مبتدا۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تشریح ۳۵۶۔ روایت کا مطلب جاننے سے پہلے یہ جان لینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ گناہ کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ۔ مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے اس لیے کہ گناہ کا ارتکاب کرنا گویا اللہ جل شانہ کی جلالت وعظمت کے سامنے گستاخی کرنا ہے اور بڑوں کی شان میں معمولی گستاخی بھی بڑا جرم ہے۔ بعض دوسرے علما کا خیال ہے کہ گناہ کی تو دو قسمیں ہیں مگر "لا صغيرة مع الإصرار و لا كبيرة مع الاستغفار" یعنی صغیرہ کو بار بار کیا جائے تو وہ بھی کبیرہ بن جائے گا اور کبیرہ سے توبہ کرلے تو وہ کبیرہ نہیں رہے گا؛ بل کہ توبہ سے بالکلیہ معاف ہی ہوجائے گا۔ کچھ اور علماء کا خیال ہے کہ تقسیم تو صحیح ہے مگر دونوں قسموں کو الگ الگ بیان نہیں کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ صغیرہ کو معمولی سمجھ کر

کرتے رہیں اور کبیرہ میں مبتلا ہو جائیں پھر دلوں سے گناہ کا خوف ہی ختم ہو جائے، مگر اکثر علماء کی رائے تقسیم کی ہے اور انھوں نے صغیرہ وکبیرہ کی وضاحت بھی فرمائی ہے اور ضروری تصور کیا ہے، کیوں کہ قرآن وحدیث میں کبائر کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، مگر صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف اور ان کی وضاحت میں مختلف اقوال ہیں جن تمام کو بیان کرنا مبتدی طلبہ کے لیے مناسب نہیں اس لیے چند اقوال پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

(۱) جن گناہوں پر شریعت میں حد مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں ان کے علاوہ صغیرہ ہیں۔

(۲) جن گناہوں کے ارتکاب پر غضب ولعنت کے الفاظ آتے ہیں یا جہنم کی وعید مذکور ہے کبیرہ ہیں ان کے علاوہ صغیرہ ہیں۔

(۳) جن گناہوں پر صراحۃً نہی وارد ہوئی ہے کبیرہ ہیں باقی صغیرہ ہیں۔

(۴) بعض گناہ بعض کی بہ نسبت کبیرہ ہیں اور بعض کی بہ نسبت صغیرہ، جیسے اجنبیہ عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا اسے شہوت کے ساتھ دیکھنے کی بہ نسبت کبیرہ ہے مگر زنا کے مقابلے میں صغیرہ ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

روایت مذکورہ میں آپؐ نے حضرت نواس ابن سمعان انصاریؓ کے استفسار پر بر واثم کی وضاحت فرمائی ہے کہ "بر" حسنِ خلق کا نام ہے اور حسنِ خلق احادیث میں چار چیزوں کے مجموعے کو بتایا گیا ہے۔ (۱) لوگوں کی اذیت کو برداشت کرنا (۲) غصہ نہ کرنا (۳) ہنس مکھ رہنا (۴) نرم وعمدہ گفتگو کرنا، لیکن بر ایک ایسا وسیع لفظ ہے جو تمام طاعات کو شامل ہے۔

والإثم ما حاك في صدرك. یعنی گناہ وہ ہے جس کے تئیں قلب میں انشراح واطمینان نہ ہو، قلب متردد رہے اور تمھیں اس بات کا خطرہ لگا رہے کہ کہیں دوسرے اِس سے آگاہ نہ ہو جائیں، اور تمھیں اُس وقت ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔

اَلْاِشْـرَاکُ بِاللّٰہِ

ثُمَّ اِنَّ الْاِثْمَ لَهٗ مَرَاتِبُ وَ اَنْوَاعٌ، فَاَعْظَمُ الْاٰثَامِ الَّذِيْ لَا يُغْفَرُ ثُمَّ لَا يُغْفَرُ "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ" هُوَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ.

(۳۵۷) قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝. (لقمان آیت ۱۳)

(۳۵۸) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا۝. (نساء آیت ۱۱۶)

(۳۵۹) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۝. (الحج آیت ۳۱)

(۳۶۰) قَالَ رَبُّنَا الْمُتَعَالُ: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا

تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَo لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَo (اعراف آیت ۴۰و۴۱)

فَهُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ "الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" الَّذِيْ "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ الَّذِيْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْ ذَاتِهٖ وَ لَا فِيْ صِفَاتِهٖ. وَ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُo بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَّ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌo ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌo لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُo اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ. وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ. وَ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا هُوَ. هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo

اللہ کے ساتھ شرک کرنا

پھر گناہ کے بہت سے مرتبے اور قسمیں ہیں تو سب سے بڑا گناہ جس کی معافی نہیں ہوگی، پھر معافی نہیں ہوگی تا آں کہ اونٹ سوئی کا ناکے میں داخل ہو جائے وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہوئے کہا: میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اور ارشادِ باری ہے: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اِس بات کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم درجے کا گناہ جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے وہ دور دراز کی گمراہی میں پڑ گیا۔

اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لے جا پٹکا۔

ہمارے عالی شان پروردگار نے فرمایا: بے شک وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا اور ان سے (ماننے سے) تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر نہ چلا جائے، اور ہم مجرم لوگوں کو ایسا ہی سزا دیتے ہیں۔ ان کے لیے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا، اور ہم ظالموں کو ایسا ہی سزا دیتے ہیں۔

تو وہ اللہ جو اکیلا ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، نظام سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اسی کی ملک ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، وہ یکتا ہے بے نیاز ہے جس نے کسی کو جنا نہیں اور نہ وہ خود جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہم سر ہے، وہ ایسا ہے جس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی اس کے مثل کوئی چیز ہے وہ خوب سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے، وہ آسمانوں اور زمینوں کو بے مثال پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو تم اسی کی عبادت کیا کرو اور وہ ہر چیز کا نگراں ہے۔

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے، اور وہ باریک بیں ہیں، خوب خبر رکھنے والا ہے، اُس نے اِس بات کا حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور نہ ہی اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی ہیں آسمان وزمین کی کنجیاں، اور آسمان وزمین میں کوئی بھی اس کے سوا تمام غیب کی باتوں کا علم نہیں رکھتا، وہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، اس کے اچھے اچھے نام ہیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

لغات وترکیب

وَلَجَ يَلِجُ وُلُوجاً (ض) داخل ہونا۔ سَمٌّ: ج سَمَامٌ، سوئی کا ناکا۔ خِيَاطٌ وَ مِخْيَطٌ، سوئی۔ وَعَظَ يَعِظُ عِظَةً (ض) نصیحت کرنا۔ خَرَّ يَخِرُّ خَرّاً (ض) گر پڑنا۔ هَوىٰ يَهْوِي هُوَّةَ الجبل، پہاڑ پر چڑھنا۔ سَحِقَ يَسْحَقُ سَحْقاً (س ك) دور ہونا۔ مِهَادٌ: ج مُهُدٌ و مُهَدٌ و أَمْهِدَةٌ، بچھونا۔ غَوَاشٌ: واحد غَاشِيَةٌ، پردہ، اوڑھنا۔ الصَّمَدُ، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے یعنی وہ ذات جس کے سب محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ كُفُوٌ: ج أَكْفَاءٌ، ہم سر۔ خَبَرَ يَخْبُرُ خُبْراً و خِبْرَةً (ن) آزمانا، تجربے سے جاننا۔ مَقَالِيدُ: واحد مِقْلَدٌ، کنجی۔ بَدَعَ يَبْدَعُ بَدْعاً (ف) بغیر نمونے کے کوئی چیز بنانا۔ بَرىٰ يَبْرِي بَرْياً (ض) تراشنا۔ البَارِي. اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، بمعنیٰ پیدا کرنے والا۔

كَأنَّما خَرَّ من السماء میں "ما" کافہ ہے، اِس لیے "كَأنَّ" ملغیٰ ہے اور اس کا دخول فعل پر صحیح ہے۔ "لاتُفَتَّحُ لهم أبواب السماء" "إنّ الذين" میں إنّ کی خبر ہے۔ حتى يلجَ الجمل، فعل مضارع حتیٰ بعد أنْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے، جملہ مفرد کی تاویل میں ہوکر "لا تفتح" اور "لايدخلون" میں سے کسی ایک سے متعلق ہے۔ لهم من جهنّم مهاد أي لهم مهادٌ من جهنّم.

تشریح ثمّ إنّ الإثم له مراتب. مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ گناہ کے بہت سے مراتب اور اقسام ہیں، بعض بڑے اور بعض چھوٹے ہیں جن کی تفصیل مصنف آگے بیان کریں گے، سب

سے پہلے اُس گناہ کو بیان کر رہے ہیں جو 'أعظم الآثام' یعنی سب سے بڑا گناہ ہے اور جس کی کبھی معافی نہیں ہوسکتی، اُس کی معافی ایسے ہی محال ہے جیسے سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا۔ قرآن کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں جن میں سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چند کو بیان کیا ہے۔

۳۵۷- وإذ قال لقمان لابنه. سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع میں اللہ رب العزت نے حضرت لقمان علیہ السلام کے کچھ کلماتِ حکمت کا ذکر فرمایا ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمائے تھے۔ اُن کلماتِ حکمت میں سب سے پہلے تو عقائد کی درستگی ہے فرمایا: یا بني لا تشرك بالله کہ بیٹے! خدا تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک بلاشرکتِ غیرے یقین کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، اِس لیے کہ دنیا میں اس سے بڑا بھاری ظلم کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کی کسی مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرایا جائے۔

ظلم نام ہے "وضع الشيء في غير محله" کا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ بندوں کا خالق و مالک اللہ رب العزت ہی ہے، لہٰذا عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے، اب عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا یقیناً ظلم عظیم اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔ جب خلق و ملک میں کوئی شریک و سہیم نہیں تو عبادت میں کیوں کر شریک ہوسکتا ہے؟

۳۵۸- إنّ الله لا يغفر أن يشرك به. آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں جو عقائد ہیں اس طرح کا کوئی عقیدہ کسی مخلوق کے لیے رکھنا یہ شرک ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

علم میں شریک ٹھہرانا: یعنی کسی بزرگ یا پیر کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر ہے، نجومی یا پنڈت وغیرہ سے غیب کی خبریں دریافت کرنا، یا کسی بزرگ کے کلام میں فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی، یا کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف: یعنی کسی کو نفع یا نقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا۔

اشراک فی العبادت: کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، خدا کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا، کسی کے روبرو رکوع کی طرح جھکنا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا اور کسی مہینے کو منحوس سمجھنا وغیرہ۔

یہ سب شرک کی قسمیں ہیں، اور ان تینوں قسموں میں سے کسی بھی قسم میں دوسرے کو اللہ رب العزت کے ساتھ شریک ٹھہرانا ایسا جرم ہے جس کی معافی نہیں ہوسکتی، شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ صغیرہ وکبیرہ ہوں گے سب کی معافی ممکن ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص: ۴۳۰)

۳۵۹- ومن یشرك باللّٰه فکأنما خر من السماء. سورۂ حج کی اس آیت سے پہلے اللہ رب العزت نے، ناپاکی یعنی بتوں سے اور قول زور جھوٹی بات سے دور رہنے کی تاکید کی ہے، اور باطل کو چھوڑ کر حق کو اپنانے پر زور دیا ہے، خواہ وہ باطل عقائد سے متعلق ہو جیسے کفر و شرک، یا معاملات اور شہادت میں جھوٹ بولنا ہو اور فرمایا کہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کی حالت ایسی ہوگی جیسے وہ گویا آسمان سے گر پڑا ہو، هذت کلفت کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ وہ کسی کے مارے سے مرا یا اپنی طبعی موت مرا، ہر حال میں دار البوار میں پہنچ کا جہاں اسے اپنے کیے ہوئے کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

۳۶۰- إنّ الذین کذّبوا بآیٰتنا. آیتِ کریمہ میں مکذبین و مشرکین اور کفار کے احوال بیان کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اونٹ جیسا عظیم الجثہ جانور سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا عادتاً محال ہے اسی طرح اُن کا جنت میں جانا محال ہے، اس سے اُن لوگوں کا دائمی عذاب بیان کرنا مقصود ہے، اس کے بعد ان لوگوں کے عذابِ جہنم کی مزید شدت کا بیان ان الفاظ سے کیا گیا ہے "لهم من جهنّم مهاد و من فوقهم غواش" کہ ان کا اوڑھنا بچھونا سب جہنم کا ہوگا، اور آخر میں "کذلك نجزی الظّٰلمین" فرما کر بتلا دیا کہ ان کا یہ عمل (کفر و شرک) ظلم ہے اور ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔

فهو اللّٰه الواحد الحي القیوم. یہ الفاظ اسمائے الٰہیہ میں سے ہیں، "الحي" یہ لفظ لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے وہ موت سے بالاتر ہے۔ قیوم اور قیام یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں، جن کے معنی ہیں جو خود قائم رہ کر دوسروں کو قائم رکھتا اور سنبھالتا ہے، "قیوم" خدا تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہو سکتی۔

لا تأخذه سنة ولا نوم. پہلے جملے میں جب لفظ "قیوم" سے انسان کو یہ بتلایا گیا کہ اللہ جل شانہ سارے آسمانوں اور زمینوں اور ان میں سمانے والی تمام کائنات کا نظام سنبھالے ہوئے ہے تو ایک انسان کا خیال اپنی جبلت و فطرت کے مطابق اس طرف جانا ممکن ہے کہ جو ذات اتنا بڑا کام کر رہی ہے اس کو کسی وقت تھکان بھی ہونا چاہیے۔ اس دوسرے جملے میں محدود علم و بصیرت رکھنے والے انسان کو اس پر متنبہ کر دیا کہ اللہ جل شانہ کو اپنے یا دوسری مخلوق پر قیاس نہ کرے، اپنا جیسا نہ سمجھے وہ مثل و مثال سے بالاتر ہے، اس کی قدرتِ کاملہ کے سامنے یہ سب کام کچھ مشکل نہیں، اس کی ذات تمام تاثرات، تکان و تعب اور اونگھ و نیند سے بالاتر ہے۔ "له ما في السمٰوٰت و ما في الأرض" یعنی تمام چیزیں جو آسمانوں یا زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں وہ مختار ہے جس طرح چاہے ان میں تصرف فرمائے۔ "لم یلد ولم یولد الخ" یعنی وہ اپنی ذات میں یکتا اور منفرد ہے نہ تو اس کی کوئی بیوی اور اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی کسی چیز میں شریک و سہیم ہے۔ ذات یا صفات میں وہ مثل و مثیل سے بالاتر ہے، اس کی قدرتِ کاملہ کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

بدیع السمٰوٰتِ وَ الأرض۔ اِس آیت میں اللہ رب العزت کی قدرت اور وحدانیت کا بیان ہے،
قدرت کا بیان بایں طور کہ اس نے آسمان وزمین کو بغیر کسی نمونے کے پیدا کیا، وہی نیست سے ہست کرنے
والا ہے، جب اُس کے اِس فعل میں کوئی شریک نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہوگا۔ اس سے قدرت کے ثبوت کے
ساتھ ساتھ شریک کی بھی نفی ہوئی، اور اولاد کی نفی کی دلیل یہ ہے کہ اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ میاں بیوی ہوں اور
ان دونوں کی مقارنت سے تیسری جان دار چیز پیدا ہو اور یہ بھی خدا تعالیٰ کے لیے ناممکن ہے اس لیے کہ اس
کے کوئی بیوی نہیں پھر آگے قدرت کا بیان ہے کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے ازلاً بھی اور
ابداً بھی اور اِس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

لاتدرکه الأبصار و هو یدرك الأبصار۔ اللہ رب العزت کے علیم ہونے اور اِس صفت میں
منفرد ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ ساری مخلوقات جن وانس وملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں مل کر بھی اللہ جل
شانہ کو اِس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ نگاہیں اس کی ذات کا احاطہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو
پوری طرح دیکھتے ہیں، اور وجہ یہ ہے کہ نگاہ تو انسانی حواس میں سے ایک حاسّہ ہے جس سے صرف محسوس
چیزوں کا علم ہوسکتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تو عقل ووہم کے احاطے سے بھی بالاتر ہے تو اس کا علم اس
حاسّۂ بصر سے کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

(معارف القرآن ج ۳ ص: ۴۱۰)

أمر أن لا تعبدوا إلّا إیّاہ۔ عقل بھی اِسی بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جب پیدا کرنے والا ایک ہے
اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تو عبادت بھی صرف اُسی ایک کی ہونی چاہیے اس کے ساتھ خود اللہ رب العزت
نے صراحتاً حکم بھی فرمادیا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو شرک وبت پرستی بالکل ترک کردو۔

له مقالید السمٰوٰتِ والأرض۔ آسمان وزمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور کنجیوں کا کسی کے پاس
ہونا اس کے مالک ومتصرف ہونے کی علامت ہے، آیت کی مراد یہ ہے کہ زمین وآسمان کے خزانے اسی کے
قبضۂ قدرت میں ہیں، وہی ان کا محافظ اور متصرف ہے کہ جب اور جس قدر جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے
نہ دے۔ "ولا یعلم من في السمٰوٰتِ والأرض الغیب إلّا ھو" مطلب یہ ہے کہ جتنی مخلوق زمین و
آسمان میں ہیں ان میں سے کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے سوائے اللہ رب العزت کے، آیت کریمہ میں
صراحت کے ساتھ علم غیب حق تعالیٰ کی مخصوص صفت قرار دی گئی ہے جس میں کوئی فرشتہ، نبی یا رسول اور جن و
انس میں سے کوئی مخلوق شریک نہیں۔

ھو اللهُ الخالق الباریٔ۔ سورۂ حشر کی آخری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات بیان کرتے
ہوئے فرمایا: "یسبح له ما في السمٰوٰتِ والأرض" کہ ساری مخلوق اللہ رب العزت ہی کی پاکی اور بڑائی
بیان کرتی ہے خواہ یہ تسبیح زبانِ حال سے ہو، یا حقیقتاً ہو کیونکہ تمام اشیا کو اپنی اپنی حیثیت کا عقل وشعور ہے،

اور عقل وشعور کا پہلا مقتضیٰ اپنے بنانے والے کو پہچاننا اور اس کا شکر گذار ہونا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہر ایک کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔

(٣٦١) حَدَّثَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِيْ حَتّٰى أَتٰى بِيْ دَارَهٗ فَأَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا، وَ جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا يُفِرُّكَ أَنْ تَقُوْلَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ إِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: تَفِرُّ أَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَ تَعْلَمُ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَ إِنَّ النَّصَارٰى ضُلَّالٌ قَالَ: قُلْتُ: فَإِنِّيْ حَنِيْفٌ مُسْلِمٌ قَالَ: فَرَأَيْتُ وَجْهَهٗ يَنْبَسِطُ فَرَحاً. (ترمذي ١١٩ج٢)

(٣٦٢) عَنْ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. (بخاري ص٤٩٠ج١)

ترجمہ اور حضرت عدی بن حاتمؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا یہاں تک کہ مجھے اپنے دولت کدے پر لے آئے، تو ایک لڑکی نے آپ کے لیے ایک تکیہ ڈال دیا، تو آپ اس پر تشریف فرما ہو گئے اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا: تمہارے لیے کیا چیز مانع ہے اِس بات سے کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہو، کیا تم اللہ کے سوا کوئی اور معبود جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ روای کا بیان ہے: پھر آپ نے تھوڑی دیر گفتگو فرمائی پھر فرمایا: تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے ہو اور (کیا) تم ایسی کوئی چیز جانتے ہو جو اللہ سے زیادہ بڑی ہو؟ روای کا بیان ہے کہ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہود پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور بلاشبہ نصاریٰ تو گمراہ ہیں، حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میں نے کہا: میں تو موحد مسلمان ہوں۔ روای کا بیان ہے تو میں نے آپ کے روئے انور کو دیکھا کہ خوشی سے کھل رہا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری اس طرح بے جا تعریف نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی بے جا تعریف کی، کیوں کہ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں، سو تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

لغات وترکیب

وَلِيْدَةٌ: ج وَلَائِدُ، بچی۔ وِسَادَةٌ: ج وِسَادَاتٌ و وَسَائِدُ، تکیہ۔ أَفَرَّ يُفِرُّ إِفْرَاراً (إفعال) بھگانا۔ ضُلَّالٌ: واحد ضَالٌّ، گمراہ۔ حَنِيْفٌ: ج حُنَفَاءُ، سیدھا، اسلام کے احکام پر چلنے والا۔ أَطْرٰى إِطْرَاءً، تعریف میں مبالغہ کرنا۔

أخذ بيدي جملہ معطوف علیہ، حتیٰ عاطفہ، أتی بي داره جملہ معطوف۔ ما یُفِرُّكَ أن تقول، ما بمعنی "أيّ شيء" مبتدا۔ أن تقول لا إله إلاّ الله، جملہ بہ تاویلِ مفرد ہوکر "یفر" کا فاعل۔ فهل تعلم من إله سوی الله، من زائدہ برائے تاکید ہے "إله" موصوف "سوی الله" صفت۔ لا تطروني کما أطرت النصاری أي مثل أطراء النصاری، ك بمعنی مثل ہے اور "ما" مصدریہ ہے۔

تشریح ۳۶۱۔ روایت میں حضرت عدی بن حاتمؓ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت کدے پر تشریف لے گئے، ایک لڑکی نے تکیہ ڈال دیا آپؐ وہاں تشریف فرما ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر آپؐ نے مجھے اِس طریقے سے دعوتِ اسلام پیش کی کہ آپؐ نے فرمایا: وحدانیت کا قائل ہونے سے تمہارے راستے میں کیا چیز حائل ہے؟ کیا تمہاری نظر میں اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی معبودیت کا مستحق ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ پھر تھوڑی دیر گفتگو فرمائی بعد ازاں فرمایا: تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے ہو کیا تمہیں کسی چیز کے متعلق معلوم ہے جو اللہ سے بڑی ہو؟ میں نے پھر نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: صحیح مذہب دینِ اسلام ہے جو افراط و تفریط سے بالاتر ہے، یہود تو ''مغضوب علیہم'' کے مصداق ہیں اور ''نصاریٰ'' ضالین کے مصداق ہیں، دونوں راہِ راست سے ہٹ گئے اور افراط و تفریط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے غضبِ خداوندی کے مستحق ہوئے اور گمراہ ہوگئے۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تو آپ کا روئے انور خوشی سے کھل گیا۔

۳۶۲۔ لا تطروني کما أطرت النصاری۔ اِس روایت میں آپؐ نے دین میں غلو پسندی سے منع فرمایا ہے، کہ یہود و نصاریٰ جس طریقے سے غلو اختیار کرنے کے سبب گمراہ ہوگئے کہ یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے مسیح ابن مریمؑ کو۔ وقالت اليهود عزير بن الله وقالت النصاری المسيح بن الله۔ یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے مقام نبوت و رسالت سے بڑھا کر الوہیت تک پہنچا دیا۔ تم میری مدح و ثنا میں ایسا مبالغہ نہ کرنا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اس لیے مجھے یہی کہا کرو۔

السُّجُوْدُ لِغَيْرِ اللهِ

وَمِنَ الْإِشْرَاكِ أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ غَيْرِ اللهِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ. (حٰمٓ السجدة آيت ۳۷)

(۳٦۳) وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَؓ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا.

(ترمذي، ص:۱۳۸ ج۲، و مشكوٰة، ص:۲۸۱)

(۳٦٤) أَخْبَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَؓ وَ عَبْدَ اللهِ بْنَ

عَبَّاسٍؓ قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ: وَ هُوَ كَذٰلِكَ يَقُوْلُ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِداً يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

(بخاري ص: ٦٣٩. و مشكوٰة ص:٦٩)

(٣٦٥) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِؓ قَالَتْ عَائِشَةُؓ: لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِداً. (بخاري ص:٦٣٩)

(٣٦٦) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبْشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، وَ كَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَ أُمُّ حَبِيْبَةَ أَتَتَا أَرْضَ حَبْشَةَ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَ تَصَاوِيْرَ فِيْهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ: أُولٰئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِداً ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

(بخاري ص:١٧٩. مشكوٰة ٣٨٦)

(٣٦٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ. أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدُوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَ أَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَ أَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادَ ثُمَّ لِبَنِيْ غَطِيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَأٍ. وَ أَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَ أَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ وَ نَسْراً أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنْ انْصِبُوْا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَاباً وَ سَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ هٰؤُلَاءِ وَ تَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ. (بخاري ص٧٣٢)

هٰذَا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

(٣٦٨) "فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ".

(٣٦٩) وَقَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ. (المدثر آیت٥)

غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا

اور شرک میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کیا جائے، اور ارشاد باری ہے: تم نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر میں کسی کو سجدہ کیے جانے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: جب آپؐ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ ایک کالی کملی اپنے روئے انور پر ڈالنے لگے، تو جب سانس گھٹنے لگتی تو اپنے چہرے سے اُسے ہٹا دیتے، اسی حال میں آپؐ فرما رہے تھے: اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے، آپؐ ان کے عمل سے امت کو ڈرا رہے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اگر اِس کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر ظاہر کی جاتی، اس بات کا اندیشہ کیا گیا کہ کہیں سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب آپؐ بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جس کو انھوں نے سرزمینِ حبشہ میں دیکھا تھا، جس کا نام "ماریہ" تھا، اور حضرت ام سلمہ وام حبیبہ ملک حبشہ تشریف لے گئی تھیں تو ان دونوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں پائی جانے والی تصاویر کا ذکر کیا تو آپؐ نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا: وہ ایسے لوگ تھے جب ان میں نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے پھر انھوں نے یہ تصویریں ان میں بنالیں، وہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بت اب تک عرب میں موجود ہیں جو قومِ نوح میں تھے، بہر حال "ود" تو وہ بنو کلب کا تھا جو دومۃ الجندل میں سے ہے، اور بہر حال "سواع" تو وہ قبیلۂ ہذیل کا تھا، اور "یغوث" تو وہ قبیلۂ مراد کا تھا، پھر بنی غطیف کا ہوگیا جو مقام جوف میں سبا کے قریب ہے، اور بہر حال "یعوق" تو وہ قبیلۂ ہمدان کا تھا، اور بہر حال "نسر" تو وہ آل ذی الکلاع کے قبیلۂ حمیر کا تھا، اور "نسر" یہ سب قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے، تو جب وہ لوگ مرگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات سجھائی کہ تم ان کے مجسمے ان کی اُن مجلسوں میں نصب کرو جہاں وہ بیٹھتے تھے اور اُن مجسموں کا نام انھیں بزرگوں کے نام پر رکھو، چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا (اس وقت تو) اُن کی پوجا نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ مرگئے اور علم ختم ہوگیا تو اُن مجسموں کی پوجا ہونے لگی۔

یہ یاد رکھو! اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم گندگی یعنی بتوں سے بچتے رہو۔

اور اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا: اور بت تو آپ اسے چھوڑے رکھیے۔

لغات وترکیب

طَرَحَ يَطْرَحُ طَرحاً (ف) ڈالنا۔ خَمِيْصَةٌ: ج خَمَائِص، کالی چادر۔ اِغْتَمَّ اغْتِمَاماً، سانس گھٹنا۔ كَشَفَ يَكْشِفُ كَشْفاً (ض) ہٹانا، دور کرنا۔ كَنِيْسَةٌ: ج كَنَائِسُ، گرجا۔ أَوْحىٰ إِلىٰ فلان إِيحاءً (إفعال) دوسروں سے چھپا کر بات کہنا۔ أَنْصَابٌ، مجسمہ، پتھر جو کعبہ کے اردگرد کھڑے کیے گئے تھے۔ تَنَسَّخَ تَنَسُّخاً، زائل ہونا، مٹنا۔ أَوْثَانٌ: واحد وَثَنٌ، بت۔ الرُّجْزُ والرِّجْزُ، عذاب، بت۔ هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْراً (ن) ترک کرنا۔

من الإشراك، خبر مقدم، أن يسجد لأحدٍ الخ، مبتدا موخر۔ لوكنت أمر شرط، لأمرت المرأة الخ، جزا۔ طفق فعل مقارب، ضمیر اسم يطرح خميصة خبر۔ جملہ لمّا کا جواب واقع ہے۔ والرجز فاهجر أي اهجر الرجز۔

تشریح ومن الإشراك باللّٰهِ۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کھلا ہوا شرک ہے، آیت کریمہ "لاتسجدوا للشمس و لا للقمر" سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سجدہ صرف خالقِ کائنات کا حق ہے، اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا تعظیم کی نیت سے، دونوں صورتیں باجماعِ امت حرام ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے محض تعظیم و تکریم کے لیے سجدہ کیا وہ کافر تو نہیں ہوگا، مگر ارتکابِ حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائے گا۔

سجدۂ عبادت تو اللہ کے سوا کسی کو کسی امتِ شریعت میں حلال نہیں رہا، کیوں کہ وہ شرک میں داخل ہے اور شرک تمام شرائعِ انبیا میں حرام رہا ہے، البتہ کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سب فرشتوں کو سجدے کا حکم ہوا۔ یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا، جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر باتفاقِ فقہائے امت یہ حکم اُن کی شریعتوں میں تھا، اسلام میں منسوخ ہو گیا۔ اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا مطلقاً حرام قرار دیا گیا۔ (معارف القرآن ج ۷ ص: ۶۵۴)

۳۶۳- لو كنت أمر أن يُسجد لأحدٍ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا درست نہیں، اگر اللہ کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی خاوند کو سجدہ کرے، کیوں کہ بیوی پر اس کے خاوند کے بہت زیادہ حقوق ہیں جن کی ادائے گیٔ شکر سے وہ عاجز ہے، اِس ارشادِ گرامی میں اس بات کی بھی اہمیت و تاکید کو بیان کیا گیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری واجب ہے۔

۳۶۴- لمّا نزل برسول الله۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آ گیا۔ اور آپ کو یقین ہو گیا کہ دنیا سے رخصتی کا وقت قریب ہے تو آپ کو خوف ہوا کہ میری امت کے لوگ بھی کہیں میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے اس لیے آپ نے اس فعلِ قبیح سے بچانے کے لیے اپنی امت کو آگاہ فرمایا اور سختی سے منع فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا اور یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ جنھوں نے اس فعلِ قبیح کا ارتکاب کیا۔

واضح رہے کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا دو طریقے سے ہوتا ہے ایک یہ کہ قبر کی عبادت کو مقصود بنا کر اس کا سجدہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قبر کی عبادت مقصود نہ ہو، بل کہ مقصود تو اللہ ہی کی عبادت ہو لیکن وہ عبادت قبر کی طرف رُخ کر کے اِس اعتقاد کے ساتھ کی جائے کہ ایسا کرنا حق تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا سبب ہے، یہ دونوں طریقے غیر مشروع و ممنوع ہیں پہلا طریقہ تو صریحاً شرکِ جلی اور کفر ہے دوسرا طریقہ گرچہ شرکِ خفی ہے مگر یہ بھی حرام ہے۔ البتہ قبر کے قریب اگر مسجد ہے تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی مضایقہ نہیں، اور اگر مسجد نہیں ہے اور

ضرورت پڑ جائے تو قبر سے کچھ ہٹ کر نماز پڑھے۔

۳۶۵- لولا ذلك لأبرز قبره. حضرت عائشہؓ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپؐ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپؐ کی قبر ظاہر کردی جاتی مگر اندیشے کی وجہ سے ایسا نہ کیا گیا۔

۳۶۶- کنیسہ یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں جو "کُنِشْتُ" کا معرب ہے۔ آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کا ملک شام جانا ہوا تھا جہاں انھوں نے "ماریہ" نامی کنیسے کو دیکھا تھا۔ آپؐ کی بیماری کے زمانے میں سب ازواجِ مطہرات آپؐ کی دل بستگی کے لیے بیٹھی تھیں، تو مذکورہ ازواجِ مطہرات نے اُس کنیسے اور اس میں موجود تصاویر کا ذکر کیا۔ آپؐ نے یہ سن کر اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ: یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انکا کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کی قبر پر عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قبروں پر عبادت گاہ بنانے، اس میں تصاویر بنانے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کرکے عبادت کرنے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے برے ہیں۔

۳۶۷- صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح. وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، قوم نوح کے اِن بتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ ارشاد باری ہے: "وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا" یہ پانچوں نام جیسا کہ روایت میں ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک بندوں کے تھے، جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے متبعین نے انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ کی عبادت جاری رکھی، پھر کچھ عرصے کے بعد شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر اِن بزرگوں کے نام کو زندہ رکھنا چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری عبادت میں کمال پیدا ہو تو ان کی مورتیاں بنا کر اپنے سامنے رکھو۔ لوگ شیطان کے فریب میں آگئے اور ایسا ہی کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے لوگ دنیا سے رخصت ہوتے گئے اور ایک زمانہ گذرنے کے بعد جب اصل علم بھی اِن بتوں کے بارے میں لوگوں کو نہیں رہا تو شیطان نے انھیں بھایا کہ تمہارے بزرگوں کے معبود بھی بت تھے، اور وہ بھی اِنھیں بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ بہکاوے میں آگئے اور بت پرستی شروع کردی اس طریقے سے اِن بتوں کے تئیں ان کے دل میں عظمت بیٹھ گئی۔

طوفانِ نوح میں یہ مورتیاں ڈوب گئی تھیں اور مٹی کے نیچے دب گئی تھیں ایک مدت کے بعد شیطان نے ان کو نکالا، حضرت بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو بت قوم نوح کے تھے وہی عرب میں آگئے "وَدّ" کی پرستش دومۃ الجندل میں بنوکلیب کرتے تھے "سواع" بنو ہذیل کا بت تھا، "یغوث" پہلے تو قبیلۂ مراد کا بت تھا بعد ازاں مقام جوف میں بنوغطیف کا معبود ہوگیا (یہ مقام ملک یمن میں سبا کے قریب تھا) "یعوق" بنو ہمدان کا بت تھا، اور "نسر" قبیلۂ حمیر میں خاندانِ ذی الکلاع کا بت تھا، اِس طریقے سے عرب میں ہر قبیلے کا بت الگ الگ تھا اور بت پرستی اپنے شباب پر تھی۔

۳۶۸- فاجتنبوا الرجس من الأوثان. "رجس" کے معنیٰ ناپاکی اور گندگی کے ہیں اور "اوثان" وثن کی جمع ہے جس کے معنیٰ بت کے ہیں تبوں کو نجاست اس لیے قرار دیا گیا کہ وہ انسان کے باطن

کو شرک کی نجاست سے بھر دیتے ہیں۔ اسی لیے ان سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

۳۶۹- والرجز فاهجر. ائمہ تفسیر نے اس جگہ "رجز" کے معنی بتوں کے قرار دیئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ہر گناہ اور معصیت ہے۔ اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ بتوں کو یا گناہ و معصیت کو چھوڑ دیجیے۔ آپ تو پہلے ہی ان سب کو چھوڑے ہوئے تھے، آپ کو اس کا حکم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ بھی ان چیزوں سے دور رہیں۔ بل کہ در حقیقت یہ حکم امت کے لیے تعلیم ہے جو عادت تاکید کے لیے آپ کو مخاطب کر کے دیا گیا تا کہ وہ سمجھیں کہ جب پیغمبر معصوم کو بھی اس کا حکم ہے تو ہمیں اس کا کہیں زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص:۶۱۱)

تَصْوِيْرُ التَّمَاثِيْلِ وَ نَقْشِهَا

وَمِنْ لَوَازِمِ الْإِجْتِنَابِ وَ الْهَجْرِ الَّذِيْ أَمَرَ بِهِمَا اللّٰهُ الْإِحْتِرَازُ مِنَ التَّصَاوِيْرِ كَمَا وَرَدَ:

(۳۷۰) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا التَّصَاوِيْرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِيْ وَجْهِهَا الْكَرَاهِيَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَ إِلَى رَسُوْلِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ قَالَ: مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قَالَتْ: اِشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَ تُوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ، وَ قَالَ: إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

(بخاري ص:۸۸۱، مشكوٰة ص:۳۸۵)

(۳۷۱) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.

(نسائي ص:۳۰۰ ج۲، مشكوٰة ص:۳۸۷)

وَمِنْ هٰذِهِ الْإِحْتِرَازِ النَّهْيُ عَنْ اِتِّخَاذِ السُّرُجِ عَلَى الْقُبُوْرِ، كَمَا رُوِيَ:

(۳۷۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ.

(ترمذي ص:۴۳ ج۱، مشكوٰة ص:۷۱)

مجسمے بنانا اور ان کو مزین کرنا

اور جن چیزوں سے بچنے اور ترک کرنے کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے ان کے لوازم میں سے

تصویروں سے بچنا ہے، جیسا کہ (احادیث میں) وارد ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر ٹھہر گئے اور اندر تشریف نہ لے گئے، تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے روئے انور میں ناگواری محسوس کرلی، چناں چہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول سے معافی چاہتی ہوں، مجھ سے گناہ سرزد ہوگیا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ عرض کیا: میں نے اسے اس لیے خریدا ہے تاکہ آپؐ اس پر تشریف فرما ہوں اور اس پر ٹیک لگائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اِن تصویروں والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: تم ان کو زندہ کرو جن کو تم نے بنایا تھا اور فرمایا: جس گھر میں (جان دار کی) تصویریں ہوتی ہیں اس میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

اور اِسی قبیل سے قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت بھی ہے۔ جیسا کہ مروی ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں، ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

لغات وترکیب

تَمَاثِیْلُ: واحد تِمْثَالٌ، مجسمہ۔ نَقَشَ یَنْقُشُ نَقْشاً (ن) مزین کرنا۔ نُمْرُقٌ و نُمْرُقَةٌ و نِمْرِقٌ و نِمْرِقَةٌ: ج نَمَارِق، چھوٹا تکیہ، زین کے نیچے ڈالنے کا گدیلا۔ وَسَّدَ تَوْسِیْداً (تفعیل) ٹیک لگانا، تکیہ لگانا۔ سُرُجٌ: واحد سِرَاجٌ، چراغ۔ اتَّخَذَ السِّرَاجَ یَتَّخِذُ اتِّخَاذاً (افتعال) چراغ جلانا۔

تصویرُ التماثیل و نقشُها مبتدا موخر۔ من الإشراك، متعلق بہ محذوف خبر مقدم۔ من لوازم الاجتناب الخ خبر مقدم، الاحتراز من التصاویر، مبتدا موخر۔ کما ورد أي هذا کما ورد، مبتدا خبر جملہ اسمیہ۔ ما بال هذه النمرقة، ما بمعنیٰ أيُّ شيء مبتدا، بال هذه النمرقة خبر۔ إنَّ من أشد الناس۔ إنّ کا اسم ہٗ ضمیرِ شان مقدر، من أشد الناس عذاباً خبر مقدم، المصوّرون مبتدا موخر۔ مبتدا با خبر جملہ اسمیہ خبریہ شدہ خبرِ إنّ۔ "عذاباً" بربنائے تمیز منصوب ہے۔

تشریح

من لوازم الاجتناب۔ جس طریقے سے شرک جلی وخفی سے بچنا ضروری ہے اسی طریقے سے شرک کے لوازمات یعنی ان چیزوں سے بھی بچنا ضروری ہے جو شرک کا سبب ہیں جن سے دور رہنے کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے، مثلاً جانداروں کی تصویر بنانا یا بہ طور عقیدت جان دار کی تصویر کو اپنے مکانوں ودکانوں وغیرہ میں رکھنا، اس سلسلے میں بھی مختلف احادیث مروی ہیں۔

۳۷۰- اشترت نمرقة فيها التصاوير. حضرت صدیقہ عائشہؓ نے جو تکیہ خریدا تھا اُس میں جان دار کی تصویریں تھی، اور انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ چیز حضورؐ کے لیے باعثِ ناگواری ہوگی اُن کا مقصد تو حضورؐ کو آرام پہنچانا تھا جیسا کہ روایت کے الفاظ "اشتریتها لتقعد علیها و توسّدها" سے ظاہر ہے۔ مگر جب آپ کی ناراضگی کو محسوس کیا تو فوراً تائب ہوگئیں اور آپؐ سے وجہِ ناراضگی معلوم کی، آپؐ نے فرمایا کہ: ناراضگی کی وجہ تکیہ نہیں؛ بل کہ اس میں موجود جان دار کی تصاویر ہیں۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا: تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی ہیں ان میں جان ڈالو، یہ حکم بوجہِ ناراضگی ملامت کے لیے ہوگا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: اِس سے معلوم ہوا کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے اور اس کا استعمال چوں کہ حرام پر اعانت ہے اس لیے وہ بھی حرام ہے، روایتِ مذکورہ سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ جس گھر میں جان دار کی تصویریں ہوتی ہیں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ واضح رہے کہ وہ جان دار کی تصاویر مراد ہیں جن کو انسان بطور عقیدت رکھے جو سببِ شرک ہوں، اخبارات وغیرہ میں چھپی ہوئی تصاویر مراد نہیں۔ اسی طرح ملائکہ سے مراد ملائکہ رحمت ہیں، یہ مطلب نہیں کہ موت کا فرشتہ بھی داخل نہیں ہوگا۔

۳۷۱- إنّ من أشدّ النّاس عذاباً. مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ رب العزت سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے گا ان میں مصور بھی ہوں گے، علما کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ جس مصور کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے اُس سے مراد جان دار کی تصویر بنانے والا ہے۔ اس لیے کہ مصور کا اطلاق جاندار کی ہی تصویر بنانے والے پر ہوتا ہے، جمادات و نباتات وغیرہ کی تصویر بنانے والے کو "نقاش" کہتے ہیں۔ مجاہدؒ نے پھل دار درختوں کی تصویر بنانے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے، دوسرے محققین کے نزدیک غیر جان دار کی تصویر بنانا بھی کراہت سے خالی نہیں۔

اِس روایت کو محدثین نے تہدید پر محمول کیا ہے، کیوں کہ لفظ "عند اللہ" سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ سخت ترین سزا کا مستحق تو ہے لیکن اللہ رب العزت کے کرم سے معافی کی توقع بھی ہے۔ امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو بتوں کی مورتیاں اس لیے بناتا ہو کہ ان کی پوجا کی جائے اور ایسا شخص چوں کہ کافر ہوگا اِس لیے اگر اُس کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے تو کچھ بعید نہیں۔ (حاشیہ مشکوۃ ص:۳۸۵)

ومن هذا الاحتراز. حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہی کہ: جس طریقے سے مجسمے اور تصویر بنانے اور انھیں استعمال کرنے سے احتیاط ضروری ہے اسی طریقے سے قبروں پر چراغ جلانے سے بھی بچنا بہت ضروری ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

۳۷۲- لعن رسولُ اللّٰہ زوّارات. قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں، قبروں پر چراغاں روشن کرنے والوں پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعنت فرمانے کا واضح اور

صریح مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اور ایک مومن کے لیے بغیر کسی عقلی دلیل کے یہی کافی ہے کہ سرکار دوعالمؐ نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے، لہٰذا اس صریح ممانعت کے باوجود یہ عمل کرنا سرکار دوعالمؐ کے فرمان کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

اَلشِّرْکُ الْخَفِيُّ

رُبَّمَا یَرَی الرَّجُلُ اَنَّهٗ بَرِيْءٌ مِنَ الشِّرْکِ وَ هُوَ یَقْتَرِفُ الشِّرْکَ وَ یَکْتَسِبُ اِثْمَهٗ کَالَّذِيْ یُصَلِّيْ صَلٰوةً طَوِیْلَةً وَ یُحِبُّ اَنْ یَرَاهَا النَّاسُ فَیَحْمَدُوْا هٰذَا الْمُصَلِّيْ وَ یَکُوْنَ لَهٗ مَنْزِلَةٌ وَ عَظَمَةٌ عِنْدَهُمْ فَهٰذَا هُوَ الرِّیَاءُ، وَ هُوَ الشِّرْکُ الْخَفِيُّ وَ سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ الشِّرْکَ الْاَصْغَرَ.

(۳۷۳) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ؟ قَالَ: اَلرِّیَاءُ. (مشکوٰۃ ص:٤٥٦)

(۳۷۴) عَنْ اَبِيْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ نَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ؟ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلشِّرْکُ الْخَفِيُّ اَنْ یَقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّيْ فَیَزِیْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ. (ابن ماجة ص: ۳۲۰، مشکوٰۃ ص:٤٥٦)

(۳۷۵) عَنْ اَبِيْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِيْ غَیْرِيْ تَرَکْتُهٗ وَ شِرْکَهٗ، وَ فِيْ رِوَایَةِ ابْنِ مَاجَةَ فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ وَهُوَ لِلَّذِيْ اَشْرَکَ. (مسلم ص:٤١١ ج٢، ابن ماجة ص: ۳۲۰، مشکوٰۃ ص:٤٥٤)

(۳۷٦) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی یُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَکَ، وَ مَنْ صَامَ یُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَکَ، وَ مَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَکَ. (مشکوٰۃ ص:٤٥٥)

شرکِ خفی

بسا اوقات آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ شرک سے بری ہے حالاں کہ وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا گناہ کرتا ہے جیسے وہ شخص جو لمبی نمازیں پڑھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس نمازی کی تعریف

کریں اور ان لوگوں کے نزدیک عظمت اور بزرگی قائم ہو جائے تو یہی ریا اور شرک خفی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک اصغر قرار دیا ہے۔

حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ سب سے زیادہ خوفناک چیز جس کا مجھے تمہارے اوپر اندیشہ ہے شرک اصغر ہے، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ فرمایا: ریا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم آپس میں مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ناک ہے؟ ہم نے عرض کیا: ضرور بتلایئے، اے اللہ کے رسول! فرمایا: شرک خفی (اور وہ یہ ہے کہ) آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو اپنی نماز کو دراز کرے اس وجہ سے کہ وہ کسی کی نگاہ کو دیکھ رہا ہے (کہ وہ اُس نمازی کی طرف نظر رکھے ہوئے ہے)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کا فرمان ہے: میں شریکوں میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کو شریک کیا تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہوں اور وہ عمل اسی کے لیے ہے جس کو اس نے شریک کیا ہے۔

حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دکھلانے کے لیے نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا اور جس شخص نے دکھلانے کے لیے صدقہ کیا تو اس نے شرک کیا۔

لغات وترکیب

بَرِيءٌ: ج أبرياءُ، بے گناہ، بَرِئَ يَبْرَئُ بَرَاءَةً (س) بے گناہ ہونا۔ اقترف الذنب يقترف اقترافاً (افتعال) گناہ کا مرتکب ہونا۔ دَجَّالٌ: ج دَجَّالُوْنَ، بہت جھوٹا۔ أرىٰ يُرِيُ إراءةً (افعال) دکھانا۔

أنّه بريء، حرف مشبہ بہ فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر "یری" کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ كالذي الخ، مثلاً مبتدا محذوف کی خبر ہے، أخوف مضاف، ما أخاف عليكم موصول باصلہ مضاف الیہ، مضاف بامضاف الیہ اسم "إنّ" الشركُ الأصغرُ خبر۔ ونحن نتذاكر المسيح الدجال "علينا" کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہے۔ تركتهٗ و شركَه میں واو بمعنیٰ "مع" ہے۔

تشریح

ربما يرى الرجل أنه يري۔ بسا اوقات انسان بعض ایسے اعمال کرتا ہے جن کا مقصد رضائے الٰہی نہیں ہوتا بل کہ مخلوقِ خدا کو خوش کرنا اور ان کی نظروں میں اپنی وقعت وحیثیت بڑھانا ہوتا ہے۔ مثلاً لمبی لمبی نمازیں لوگوں کو دکھانے کے لیے پڑھنا لوگوں کو دکھا کر صدقہ کرنا تا کہ لوگ

تعریف کریں مجھے نیک تصور کریں۔ اِس طرح کرنا بھی شرک ہے گو شرکِ خفی ہی سہی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو "شرکِ اصغر" فرمایا ہے۔ مومن کو اِس شرکِ اصغر سے بھی بچنا چاہیے۔

۳۷۳- إنّ أخوف ما أخاف عليكم. روایت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اصغر کو سب سے زیادہ خوف ناک قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اسی کا مجھے تمہارے اوپر زیادہ اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کے اندیشے کے مطلب یہی ہے کہ لوگ اس کو اہم نہ سمجھ کر اِس میں مبتلا ہو جائیں گے اِس لیے اِس سے بچنا اور اپنے تمام اعمال کو خالص رضائے الٰہی کی خاطر کرنا چاہیے۔

۳۷۴- عن أبي سعيد ن الخدري. اِس روایت میں بھی آپ نے "ریاکاری" کو دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خوف ناک اور خطرناک فرمایا ہے، اِس کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ دجال کے جھوٹے ہونے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو ظاہر کرنے کی نشانیاں اور علامتیں بہت ہیں اور بالکل واضح ہیں جو ہر صاحب صدق و ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی، جب کہ ریاکاری کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی اس اس کے جال میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔

۳۷۵- أنا أغنى الشركاء عن الشرك. میں شرک کے تئیں تمام شرکاء سے بہت بے نیاز ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کا یہ دستور ہے کہ لوگ اپنے معاملات و کاروبار میں ایک دوسرے کے اشتراک و تعاون کے محتاج ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے شریک بنتے ہیں، وہ اِس شرکت و تعاون پر راضی و مطمئن بھی ہوتے ہیں اور اِس سلسلے میں ان کے درمیان اِس درجے کی مفاہمت ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک شریک متعلقہ معاملات و کاروبار میں اپنا پورا عمل دخل رکھتا ہے، مگر میرا معاملہ بالکل جداگانہ ہے کہ میں علی الاطلاق خالق و مالک ہوں، مجھے اپنے احکام و فیصلے اور اپنے نظامِ قدرت میں نہ تو کسی کے تعاون و اشتراک کی حاجت و ضرورت ہے اور نہ مجھے یہ گوارا ہے کہ میرے بندے کسی کو میرا شریک قرار دیں، یہاں تک کہ میرے نزدیک ان کے صرف اسی عمل کا اعتبار ہے جو خالص میرے لیے ہو، اس کے بعد اللہ رب العزت نے اِس بات سے اپنی بے نیازی کا اعلان کر دیا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے۔

روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس طریقے سے خالص ریاکاری کے جذبے سے کیا جانے والا عمل باطل ہے اسی طریقے سے وہ عمل بھی باطل ہے جس میں ریا کی آمیزش ہو۔

۳۷۶- من صلّى يرائي فقد أشرك. جس شخص نے نماز، روزہ، صدقہ دکھاوے کے لیے کیا اس نے شرک کیا، حدیث پاک میں گرچہ ان تین اعمال کا ذکر ہے مگر یہ ذکر برائے تخصیص نہیں ہے؛ بل کہ حاصل یہ ہے کہ ریاکاری کے تحت جو بھی عمل کیا جائے وہ شرک کے مرادف ہوگا، گرچہ اسے شرکِ خفی کا نام دیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاکار جو بھی نیک کام کرتا ہے وہ صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے نہیں کرتا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ریا کا دخل روزے میں نہیں ہو سکتا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو روزے میں ریا کی نفی کرتے ہیں اور اُس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں

کہ روزے کا مدار نیت پر ہے، چناں چہ جس شخص کی نیت صحیح نہ ہو اس کے کھانے پینے سے رکنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن اِس کا جواب یہ ہے کہ زبان وعمل سے لوگوں کے سامنے اظہار کرنا ہی روزے کا دکھلاوا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ ریاکاری ہر ایک عمل میں متصور ہو سکتی ہے۔

(۳۷۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ. (ترمذي ص:٦١ ج٢)

(۳۷۸) أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَ يَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَ فِي رِوَايَةٍ وَ يُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ. (مشكوٰة ص:٤٥٤)

(۳۷۹) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِيْنٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ.

(ترمذي ص:٦٨ ج٢، مشكوٰة ص:٤٥٥)

(۳۸۰) قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ، قِيْلَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: أَنْ يُرَى الْجَسَدُ بِهٖ خَاشِعاً وَ الْقَلْبُ لَيْسَ بِخَاشِعٍ.

(كتاب الزهد و الرقاق حديث ١٤٣)

(۳۸۱) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَوْ أَنَّ رَجُلاً عَمِلَ عَمَلاً فِي صَخْرَةٍ لَّا بَابَ لَهَا وَ لَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهٗ إِلَى النَّاسِ كَائِناً مَا كَانَ. (مشكوٰة ص:٤٥٦)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جب الحزن (غم کے کنوئیں) سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ''جب الحزن'' کیا ہے؟ فرمایا: جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ فرمایا: وہ قرّاء جو اپنے اعمال دکھلاتے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک شخص کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اُس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اور اس پر لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ مومن کی نقد بشارت ہے۔

حضرت انسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: آدمی کی برائی کے

لیے بھی کافی ہے کہ دین یا دنیا کے بارے میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے، مگر وہ شخص جس کی اللہ رب العزت حفاظت فرمالیں۔

حضرت ابودرداء نے فرمایا: تم اللہ کی پناہ مانگو نفاق کے خشوع سے عرض کیا گیا: نفاق کا خشوع کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ جسم تو نفاق کی وجہ سے خشوع والا دکھائی دے اور دل میں خشوع نہ ہو۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کوئی کام ایسی چٹان میں کرے جس کا نہ کوئی دروزاہ ہو اور نہ روشن دان (تب بھی) اُس کا عمل لوگوں تک پہنچ جائے گا خواہ وہ کیسا بھی ہو۔

لغات وترکیب

تَعَوَّذَ بِأحد من شيءٍ تَعَوُّذاً (تفعل) کسی چیز سے کسی کی پناہ چاہنا۔ جُبٌّ: ج أَجْبَابٌ، گہرا کنواں۔ حُزْنٌ: ج أحْزانٌ، غم۔ صَخْرَةٌ: ج صَخَرَاتٌ، چٹان۔ كُوَّةٌ: ج كُوَّاتٌ، روشن دان، کھڑکی۔

وادٍ في جهنّم أي هو وادٍ في جهنّم، "وادٍ" موصوف "في جهنّم" متعلق بہ "كائن" صفت، موصوف باصفت خبر مبتدا محذوف۔ أن يرى الجسد به خاشعاً، مبتدا محذوف کی خبر ہے أي هو أن يرى الجسد. لا بابَ لها و لا كوة "لها" لا کی خبر ہے اور بَابَ و لا كُوَّةَ اسم ہے۔

تشریح

۳۷۷- تعوّذوا من جب الحزن. روایت کے ظاہر سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ "جب الحزن" سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے، اور جب الحزن جہنم کا وہ خاص حصہ ہے جس کے عذاب کی شدت کا یہ عالم ہے کہ خود جہنم کے دوسرے حصے بھی اس سے روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتے ہیں، صحابہؓ کے استفسار پر آپؐ نے فرمایا: اس میں وہ قرا اور علمائے امت داخل ہوں گے جو دکھلاوے کے اعمال کرتے ہیں۔

مذکورہ ارشادِ گرامی میں آپؐ کا مقصد ریا کاری سے بچنے کی سخت تاکید کرنا ہے بالخصوص علما وقرا کو۔ اِس لیے کہ یہ حضرات امت کے افضل ترین افراد ہیں جنھیں شرک سے دوسرے افرادِ امت کے مقابلے میں زیادہ دور رہنا چاہیے، اگر وہی اِس مہلک بیماری میں مبتلا ہوں گے، تو ظاہر ہے کہ ان کا عذاب بھی سخت تر ہوگا۔

۳۷۸- أرأيت الرجل يعمل من الخير. صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے استفسار کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شخص نیک عمل اخلاص کے ساتھ کرتا ہے، ریا کاری کا کوئی ارادہ اس کے دل میں نہیں ہوتا مگر لوگ اس کے عمل پر مطلع ہو کر اس کی تعریف کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں تو کیا اس کی وجہ سے اس کے ثواب میں کچھ کمی آجائے گی۔ آپؐ نے فرمایا: "تلك عاجل بشرى المؤمن" -یہ مومن کی نقد بشارت ہے- مطلب یہ ہے کہ ایک سعادت و بشارت تو وہ ہے جو باقی ہے، آخرت میں ملے گی اور ایک بشارت یہ ہے جو اسے دنیا ہی میں مل گئی ہے کہ لوگ اس کے مداح ہوگئے اور اس سے محبت کرنے لگے۔

حضورؐ کے ارشاد کے ذریعے یہ واضح ہوگیا کہ اُس شخص کا یہ عمل خیر جس کی وجہ سے وہ دنیاوالوں کی نظر میں قابل احترام اور محبوب بنا ہے "ریا" نہیں ہے؛ کیوں کہ اُس کو یہ عزت واحترام اور محبت کے حاصل ہونے میں اس کے اپنے قصد وارادے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۳۷۹- بحسب امرئ من الشر. دنیاوی سلسلے میں لوگوں کا اشارہ کرنا تو ظاہر ہے کہ آفتوں اور فتنوں میں مبتلا ہوجانے اور امن وسلامتی کی راہ سے دور جاپڑنے کا بڑا سبب ہے، لیکن اگر کوئی شخص دینی اعتبار سے مشہور ہوتا ہے اور لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا ہے تو اس صورت میں ریاکار ہونے کا گمان کیا جاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اِس شہرت کی وجہ سے اپنی قیادت وپیشوائی کی طلب وجاہ میں مبتلا ہوجائے اور یہ تمنا کرنے لگے کہ لوگ اس کو اپنا پیشوا اور اپنی عقیدت واحترام کا مرکز بنالیں اور اِس طرح وہ شیطان کے بہکانے اور نفس امارہ کے اکسانے کی وجہ سے اِن نفسانی خواہشات کی اتباع میں مبتلا ہوجائے۔

إلا من عصمه الله. حدیث شریف کے اِس جملے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہرت ونام وری کا نقصان دہ اور باعثِ برائی ہونا اس شخص کے حق میں ہے جس کے ظاہر وباطن پر جاہ واقتدار اور شہرت ونام وری کی طلب وخواہش کا سلسلہ رواں ہو، لیکن وہ بندگانِ خدا جن کو پروردگارِ عالم اِن سب برائیوں سے محفوظ ومامون فرمالے وہ یقیناً مستثنیٰ ہیں۔

۳۸۰- تعوّذوا بالله من خشوع النفاق. حضرت ابودرداءؓ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی خشوع نفاق سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے اور فرمایا کہ خشوع نفاق یہ ہے کہ انسان کا ظاہر وباطن یکساں نہ ہو، اپنے جسم سے خشوع ظاہر کرے اور دل میں ریاکاری کو پوشیدہ رکھے، اور نفاقِ عملی اِسی کا نام ہے "إظهار الطاعة و إبطان المعصية"۔

۳۸۱- لو أنّ رجلاً عمل عملاً في صخرة. "صخرہ" اصل میں تو بڑے پتھر کو کہتے ہیں مگر یہاں مراد غار ہے اور اصل معنی بھی مراد لے سکتے ہیں اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بالفرض اگر کوئی پتھر کے اندر گھس کر بھی نیک یا برا کام کرے جس میں نہ کوئی دروازہ ہوتا ہے اور نہ روشن دان، تب بھی وہ عمل لوگوں تک پہنچ جائے گا۔ کائناً ما کان. کا مطلب یہ ہے کہ وہ کیسا بھی ہو، خواہ اچھا ہو یا برا، وہ عمل کرنے والا نیک ہو یا برا، ظاہر کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، وہ عمل قولی ہو یا فعلی، بہ ہر صورت اس کے اثرات ظاہر ہوجائیں گے۔

وَمِمَّا يُقَارِبُ الشِّرْكَ وَرُبَمَا يُبْلِغُهُ الْإِهْلَالُ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَالذَّبْحُ عَلَى النُّصُبِ وَالْاِسْتِقْسَامُ بِالْأَزْلَامِ وَالطِّيَرَةُ وَالْكَهَانَةُ

(۳۸۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَا أَكَلَ

السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط. (مائدہ آیت۳)

(۳۸۳) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ○. (مائدہ آیت ۹۰–۹۱)

(۳۸۴) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِشَيْءٍ، قَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ كَافَّةً اِلَّا مَا كَانَ فِي قِرَابِ سَيْفِي هٰذَا، قَالَ: فَأَخْرَجَ صَحِيْفَةً مَكْتُوْبٌ فِيْهَا: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ (وَ فِي رِوَايَةٍ) مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوىٰ مُحْدِثًا. (مسلم ص:۱۶۱ ج۲، مشکوٰۃ ص:۲۹۷)

اوران چیزوں میں سے جوشرک کے قریب کردیتی ہیں اور بسا اوقات شرک میں مبتلا کردیتی ہیں غیر اللہ کے نام زد کرنا، استھانوں پر ذبح کرنا، جوئے کے تیروں سے تقسیم کرنا، بدفالی لینا اور غیب کی خبریں دینا بھی ہیں

ارشاد باری ہے: تم پر حرام کیے گئے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام زد کردیا گیا اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرجائے اور جو کسی ضرب سے مرجائے اور جو اوپر سے گر کر مرجائے اور جو کسی ٹکر سے مرجائے اور جس کو درندے نے کھالیا ہو، مگر جس کو تم نے ذبح کرلیا ہو، او وہ جانور (حرام ہے) جو استھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم جوے کے تیروں سے تقسیم کرو، یہ سب گناہ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! شراب، جوا اور بت اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو تم ان سے بچتے ہی رہو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت و بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آجاؤ گے۔

حضرت ابو طفیلؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے ساتھ خاص کیا ہے؟ فرمایا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا جس میں آپ نے تمام لوگوں کو عام نہ کیا ہو مگر اس چیز کے ساتھ جو میری اس تلوار کی نیام میں ہے، راوی کیا بیان ہے پھر انھوں نے ایک صحیفہ نکالا جس میں لکھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو

غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اور اللہ تعالیٰ اُس شخص پر لعنت کرے جو زمین کا نشان چرائے اور ایک روایت میں ہے کہ جو زمین کا نشان بدل دے، اور اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس شخص پر جو اپنے والد پر لعنت کرے، اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے۔

لغات وترکیب

اَهَلَّ بالتسمية على الذبيحة، ذبیحے پر اللہ کا نام لینا۔ نُصُبٌ: ج أَنْصَابٌ، کھڑی کی ہوئی چیز، بت۔ اِسْتَقْسَمَ استقساماً (استفعال) تقسیم طلب کرنا۔ أَزْلَامٌ: واحد زَلَمٌ، بے پر کا تیر، فال نکالنے کا تیر۔ الطِّيَرَةُ، بدشگون جس سے لیا جائے۔ كَهَنَ يَكْهَنُ كَهَانَةً (ف،ن) غیب کی باتیں بتلانا۔ مَيْتَةٌ: ج مَيْتَاتٌ، مردار۔ المُنْخَنِقَةُ، وہ جانور جو گلا گھٹ کر مرگیا ہو۔ اِنْخَنَقَ اِنْخِنَاقاً (انفعال) اپنا گلا گھونٹنا۔ المَوْقُوْذَةُ، وہ جانور جو کسی ضرب سے مرگیا ہو۔ وَقَذَ يَقِذُ وَقذاً (ض) پھینکنا۔ النَّطِيْحَةُ، ٹکر مارا ہوا جانور۔ نَطَحَ يَنْطَحُ نَطحاً (ف) سینگوں سے مارنا۔ سَبُعٌ: ج سِبَاعٌ، درندہ۔ مَيْسِرٌ: ج مَيَاسِرُ، جوا۔ صَدَّ عَنْ شَيْءٍ يَصُدُّ صَدّاً (ن) کسی چیز سے روکنا۔ قِرَابٌ: ج أَقْرِبَةٌ، میان۔ مَنَارٌ: واحد مَنَارَةٌ، علامت جو راستے کی رہنمائی کے لیے لگائی جائے۔ آوىٰ إِيْوَاءً (إفعال) پناہ دینا۔

"مما يقارب الشرك و ربما يبلغه" میں "من" جارہ ہے "ما" موصولہ، جملہ صلہ، موصول باصلہ مجرور شدہ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم "الإهلال لغير الله" اپنے معطوفات سے مل کر مبتدا موخر۔ المنخنقة کا عطف "الميتة" پر ہے۔ الخمر و الميسر الخ مبتدا، "رجسٌ من عمل الشيطٰن" موصوف باصفت خبر۔ كَافَّةً حالیت کی بنیاد پر منصوب ہوتا ہے اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔

تشریح

۳۸۲- سورۂ مائدہ کی اس آیت میں بہت سے اصول اور فروعی احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں، پہلا مسئلہ حلال وحرام جانوروں کا ہے جن جانوروں کا گوشت انسان کے لیے مضر ہے، خواہ جسمانی طور پر کہ اس سے انسان کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ جن جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا گیا ہے ان میں پہلا میتہ ہے۔

میتہ: اِس سے مراد وہ جانور ہیں جو بغیر ذبح کے کسی بیماری کے سبب یا طبعی موت سے مرجائیں۔ ایسے جانور کا گوشت طبی اور روحانی طور پر انسان کے لیے سخت مضر ہے۔ البتہ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

دوسری چیز ''خون'' ہے، یہاں ''دم'' سے مراد دمِ مسفوح یعنی بہنے والا خون مراد ہے، اِس لیے جگر اور تلی باوجود خون ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں، حدیث میں جہاں ٹڈی اور مچھلی کو ''میتہ'' سے مستثنیٰ کیا گیا ہے وہیں جگر اور طحال کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

تیسری چیز ''لحمِ خنزیر'' ہے، لحم سے مراد اس کا پورا گوشت ہے جس میں چربی پٹھے وغیرہ سبھی داخل ہیں۔

چوتھے وہ جانور جو غیر اللہ کے نام زد کردیا گیا ہو، پھر اگر ذبح کے وقت بھی اس پر غیر اللہ کا نام لیا ہے تو

وہ کھلا شرک ہے اور یہ جانور باتفاق مردار کے حکم میں ہے، جیسا کہ بعض مشرکین عرب اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، یا بعض جاہل کسی پیر فقیر کے نام پر کرتے ہیں، اور اگر بہ وقتِ ذبح نام تو اللہ کا لیا مگر جانور کی غیر اللہ کے نام نذر کیا گیا ہے اور اُسی کی رضا مندی کے لیے قربان کیا گیا ہے تو جمہور فقہاء نے اس کو بھی اسی کے تحت حرام قرار دیا ہے۔

پانچویں منخنقه یعنی وہ جانور حرام ہے جو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو، یا خود ہی جال وغیرہ میں پھنس کر دم گھٹ گیا ہو۔ "منخنقه" اور "موقوذہ" بھی اگرچہ میتہ کے اندر داخل ہیں مگر اہلِ جاہلیت چوں کہ ان کو جائز سمجھتے تھے اس لیے خصوصی طور پر ذکر کیا۔

چھٹے "موقوذہ" یعنی وہ جانور جو ضربِ شدید کے ذریعے ہلاک ہوا ہو، جیسے لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو اور جو تیر کسی شکار کو اس طرح قتل کر دے کہ دھار کی طرف سے نہ لگے ویسے ہی ضرب سے مرجائے، وہ بھی موقوذہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔ جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہا نے موقوذہ میں داخل اور حرام قرار دیا ہے۔

ساتویں "متردیہ" یعنی وہ جانور جو کسی پہاڑ یا ٹیلہ یا اونچی عمارت وغیرہ سے نیچے گر کر یا کنویں وغیرہ گہرائی میں گر کر مرجائے۔ وہ بھی حرام ہے۔

آٹھویں "نطیحہ" یعنی وہ جانور جو کسی ٹکر اور تصادم سے ہلاک ہو گیا ہو، جیسے، ریل اور موٹر وغیرہ کی زد میں آکر مرجائے یا کسی دوسرے جانور کی ٹکر سے مرجائے۔

نویں وہ جانور جس کو کسی درندہ جانور نے پھاڑ دیا ہو جس کی وجہ سے مرگیا ہو۔

اِن نو اقسام کی حرمت بیان فرمانے کے بعد ایک استثنا ذکر کیا، فرمایا "............ اِلّا ما ذکّیتم" یعنی اگر ان مذکورہ جانوروں میں سے تم نے کسی کو زندہ پالیا اور ذبح کرلیا تو وہ حلال ہو گیا اور اس کا کھانا جائز ہے۔ واضح رہے کہ یہ استثنا شروع کی چار قسموں سے متعلق نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ "میتہ" اور "دم" میں تو ذبح کا امکان ہی نہیں اور "خنزیر" اور "ما اہلّ لغیر اللہ" اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہیں۔ ذبح کرنا اور نہ کرنا ان میں برابر ہے۔

دسویں وہ جانور حرام ہے جو نُصب پر ذبح کیا گیا ہے، نصب وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد کھڑے کیے ہوئے تھے اور اہلِ جاہلیت ان کی پرستش کرتے اور ان کے سامنے اُن کے لیے جانور کی قربانی کرتے تھے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔ اہلِ جاہلیت ان سب قسم کے جانوروں کے کھانے کے عادی تھے جو خبائث میں داخل ہیں۔ قرآن کریم نے ان سب کو حرام قرار دیا۔

گیارھویں چیز جس کو اس آیت میں حرام قرار دیا ہے وہ استقسام بالازلام ہے۔ زلم اس تیر کو کہتے ہیں جو جاہلیت میں اس کام کے لیے مقرر تھا کہ اس کے ذریعے قسمت آزمائی کی جاتی تھی یہ سات تیر تھے جن میں سے ایک پر "نعم"، ایک پر "لا" اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ لکھے ہوتے تھے، یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے

پاس رہتے تھے۔ جب کسی کو اپنی قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید یا مضر ہونا معلوم کرنا ہوتا، تو خادم کعبہ کے پاس جاتے اور سو روپے اُس کو نذرانہ دیتے، وہ ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کر کے نکالتا، اگر اس پر لفظ "نعم" نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر "لا" نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ استقسام بالازلام کا لفظ کبھی قمار یعنی جوئے کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جس میں قرعہ اندازی یا لاٹری کے طریقوں سے حقوق کی تعیین کی جائے، یہ بھی بہ نص قرآن حرام ہے جس کو قرآن نے "میسر" کے نام سے ممنوع قرار دیا ہے، "ذٰلکم فسق" یعنی یہ طریقہ قسمت معلوم کرنے یا حصہ مقرر کرنے کا فسق اور گمراہی ہے۔

(معارف القرآن ج ۳ ص: ۲۸-۳۲)

پہلی آیت میں شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر، چار چیزوں کی حرمت کا بیان ہے، "رجس" عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقل سلیم اور طبع سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ہی ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی، آیت کے شانِ نزول اور اس کے بعد والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اصل مقصود دو چیزوں کی حرمت اور مفاسد کا بیان کرنا ہے، یعنی شراب اور جوا، انصاب یعنی بتوں کا ذکر اس کے ساتھ اس لیے ملا دیا گیا ہے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ شراب اور جُوئے کا معاملہ ایسا سخت جُرم ہے جیسے بت پرستی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہاں شراب اور جوئے کی شدید حرمت اور ان کی رُوحانی اور جسمانی خرابیوں کا بیان ہے، اول روحانی اور معنوی خرابیاں "رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" کے الفاظ میں بیان کیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ چیزیں فطرت سلیمہ کے نزدیک گندی قابل نفرت چیزیں اور شیطانی جال ہیں، جن میں پھنس جانے کے بعد انسان بے شمار مفاسد اور مہلک خرابیوں کے گڑھے میں جا گرتا ہے، یہ روحانی مفاسد بیان فرمانے کے بعد حکم دیا گیا "فَاجْتَنِبُوْهُ" کہ جب یہ چیزیں ایسی ہیں تو ان سے اجتناب کرو اور پرہیز کرو۔

آخر میں فرمایا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، جس میں بتلا دیا گیا کہ تمہاری فلاح دنیا و آخرت اسی پر موقوف ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے رہو۔

اس کے بعد دوسری آیت میں شراب اور جوئے کے دنیوی اور ظاہری مفاسد کا بیان اس طرح فرمایا گیا: "اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ" "یعنی شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں مبتلا کر کے تمہارے درمیان بغض و عداوت کی بنیادیں ڈال دے"۔

ان آیات کا نزول بھی کچھ ایسے ہی واقعات کے بارے میں ہوا ہے کہ شراب کے نشہ میں ایسی حرکات صادر ہوئیں جو باہمی غیظ و غضب اور پھر جنگ و جدال کا سبب بن گئیں، اور یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا، بل کہ شراب کے نشہ میں جب آدمی عقل کھو بیٹھتا ہے تو اس سے ایسی حرکات کا صدور لازمی جیسا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جوئے کا معاملہ ہے کہ ہارنے والا اگرچہ اپنی ہار مان کر اس وقت نقصان اٹھالیتا ہے، مگر اپنے حریف پر غیظ و غضب اور بغض و عداوت اس کے لازمی اثرات میں سے ہے۔ حضرت قتادہؓ اس آیت کی تفسیر

میں فرماتے ہیں کہ بعض عرب کی عادت تھی کہ جوئے میں اپنے اہل وعیال اور مال وسامان سب کو ہرا کر انتہائی رنج وغم کی زندگی گزارتے تھے۔

آخر آیت میں پھر ان چیزوں کی ایک اور خرابی ان الفاظ میں بیان فرمائی: وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ۔ "یعنی یہ چیزیں تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کردیتی ہیں"۔

یہ خرابی بظاہر روحانی اور اخروی خرابی ہے، جس کو دنیوی خرابی کے بعد مکرر ذکر فرمایا ہے، اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ اصل قابلِ نظر اور قابل فکر وہ زندگی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے، عقل مند کے نزدیک اسی کی خوبی مطلوب ومرغوب ہونی چاہیے، اور اسی کی خرابی سے ڈرنا چاہیے، دنیا کی چندروزہ زندگی کی خوبی نہ کوئی قابل فخر چیز ہے، نہ خرابی زیادہ قابلِ رنج وغم ہے، کہ اس کی دونوں حالتیں چندروز میں ختم ہوجانے والی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر اللہ اور نماز سے غفلت اگر غور سے دیکھا جائے تو اخروی اور دنیوی دونوں طرح کی خرابی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ سے خالص اخروی اور روحانی مضرت بیان کرنا مقصود ہو، اور يُوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ سے خالص دنیوی اور جسمانی خرابی بتلانا ہو، اور يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ سے دین ودنیا کی مشترک تباہی وبربادی کا ذکر کرنا مقصود ہو۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ ذکر اللہ میں تو نماز بھی داخل ہے، پھر نماز کو علیحدہ بیان کرنے میں کیا حکمت ہے، وجہ یہ ہے کہ اس میں نماز کی اہمیت اور ذکر اللہ کی تمام اقسام میں افضل واشرف ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے نماز کو مستقل طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔

اور تمام دینی اور دنیوی، جسمانی اور روحانی خرابیوں کی تفصیل بتلانے کے بعد ان چیزوں سے باز رکھنے کی ہدایت ایک عجیب دل نواز انداز سے فرمائی ہے، ارشاد ہوتا ہے: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ یعنی جب یہ ساری خرابیاں تمہارے علم میں آگئیں تو اب بھی ان سے باز آؤگے۔ (معارف القرآن ج ۳ ص: ۲۲۶-۲۳۰ ملخصا)

۳۸۴- سئل عليٌ هل خصّكم رسول اللّٰهِ بشي۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگوں نے یہ مشہور کردیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ واہلِ بیت کو کچھ مخصوص وصیتیں کی ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا، ایسی کوئی خاص وصیت تو ہے نہیں، پھر آپؓ نے اپنی تلوار کی نیام سے ایک کاغذ نکالا۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ "إلّا ما في قراب سيفي هذا" میں اگر استثنا متصل مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ گو اِس تحریر میں مذکورہ احکام مخصوص نہ تھے مگر شاید حضرت علیؓ کے گمان میں ایسا رہا ہو، اور اگر مستثنیٰ منقطع مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ مگر وہ جو میری تلوار کی نیام میں ہے، میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مخصوص ہے یا اور سب لوگوں کے لیے بھی عام ہے۔ بہ ہر حال اس تحریر میں چار قسم کے لوگوں پر لعنت تھی (۱) اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے یعنی جانوروں کو بجائے اللہ کی رضا کے لیے ذبح کرنے کے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے (۲) اُس شخص پر لعنت ہو جو زمین کی علامت چرالے یا اسے بدل

دے "زمین کے نشان" سے مراد وہ علامتی پتھر وغیرہ ہے جو زمین کی حدود پر نصب ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ ایک دوسرے کی زمین کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔ اور اس کو چرانے یا اس میں تغیر وتبدل کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص دوسرے کی زمین بہ زور زبردستی ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ (۳) اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے باپ پر لعنت کرے یعنی خود صراحتاً لعنت کرے یا لعنت کا سبب بنے۔ (۴) وہ شخص ملعون ہو جو کسی بدعت کو ٹھکانہ دے "محدث" کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس نے کوئی جرم یا جنایت کی ہو اور اس کو پناہ دینے کے مطلب اس کی حمایت کرنا اور صاحبِ حق کے درمیان حائل ہو کر اُس کو اُس مجرم سے اپنا حق وصول کرنے سے روکنا ہے۔ اور محدث اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جو دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جس کی کوئی اصل نہ ہو، ایسے بدعتی کو ٹھکانہ دینا، اس کی تعظیم وتکریم کرنا اور اس کی مدد وحمایت کرنا شریعت کی نظر میں قابلِ مواخذہ ہے۔

اَلطِّیَرَۃُ

(۳۸۵) عَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِیْصَةَ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلْعِیَافَةُ وَ الطَّرْقُ وَ الطِّیَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ. (أبوداود ص:۱۸۹ج۲، مشکوٰة ص:۳۹۲)

(۳۸۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: الطِّیَرَةُ شِرْكٌ قَالَهٗ ثَلٰثاً. (أبوداؤد ص:۱۸۹ج۲، مشکوٰة ص:۳۹۲)

(۳۸۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَتَفَاءَلُ وَ لَا یَتَطَیَّرُ وَ كَانَ یُحِبُّ الْإِسْمَ الْحَسَنِ. (مشکوٰة ص:۳۹۲)

(۳۸۸) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّیَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: أَحْسَنُهَا الْفَالُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَایَكْرَهُ فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لَا یَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَ لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. (أبوداؤد ص:۱۹۱ج۲، مشکوٰة ص:۳۹۲)

بدفالی

حضرت قطن بن قبیصہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شگون، کہانت اور بدفالی شیطانی کام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: بدشگونی شرک ہے، اسے آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیتے تھے اور بدفالی نہیں لیتے تھے اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت عروہ بن عامرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدفالی کا تذکرہ

آیا تو آپؐ نے فرمایا: ان میں سب سے بہتر فالِ نیک ہے، اور بدشگونی کسی مسلمان کو (اس کے مقصد سے) نہ لوٹائے تو جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ کہے: اے اللہ بھلائیاں اور خیر تو ہی لاسکتا ہے اور برائیاں تو ہی دفع کرسکتا ہے، اور کوئی طاقت وقوت نہیں ہے مگر تیری ہی توفیق سے۔

لغات وترکیب

عَافَ يَعِيفُ عِيَافَةَ الطيرَ (ض) پرندے اڑاکر بدشگونی لینا۔ طَرَقَ الرّجلُ يَطْرُقُ طَرْقاً (ن) جادو منتر کے طور پر کنکری پھینکنا۔ جِبْتٌ، بت، جادو، شیطانی کام۔ تَفَأَلَ يَتَفَأَلُ تَفَاؤُلاً (تفاعل) فالِ نیک لینا۔

القيافة اپنے دونوں معطوفات سے مل کر مبتدا "من الجبت" ثابتةٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر۔ فإذا رأى أحدكم شرط، فليقل جزا۔ لايأتي بالحسنات إلّا أنت مستثنیٰ مفرغ ہے أي لا يأتي أحدٌ بالحسنات إلّا أنت۔

تشریح

۳۸۵- "عیافت" پرندوں سے فال لینے کا عربوں میں بڑا رواج تھا اور عیافت دانی باقاعدہ ایک فن سمجھا جاتا تھا، اِس میں عام طور پر پرندوں کے نام کا اعتبار کیا جاتا ہے، مثلاً عقاب، کے ذریعہ "عقوبت" غراب کے ذریعے "غربت" اور ہدہد کے ذریعے "ہدایت" کی فال لی جاتی تھی۔ طیرہ اور عیافہ میں فرق یہ ہے کہ طیرہ کے مفہوم میں عمومیت ہے کہ خواہ کسی پرندے کے ذریعہ شگون لیا جائے یا کسی جانور کے ذریعہ، جب کہ عیافہ کا استعمال خاص طور پر پرندے کی آواز اور نام کے ذریعے نیک یا بد فال لینے کے مفہوم میں ہوتا ہے۔ عرب کبھی پرندوں کو اڑا کر فال لیتے تھے، اگر پرندہ داہنی جانب اڑ گیا تو مقصد میں کامیابی تصور کرتے تھے اور اگر بائیں جانب اڑ گیا تو ناکامی تصور کرتے تھے اور مقصد سے رُک جاتے تھے۔

"طرق" کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی فال لینے کی ایک صورت تھی، چناں چہ عرب میں عورتیں فال لیتے وقت کنکریاں مارتی تھیں۔

"جبت" سحر وکہانت کے معنیٰ میں ہے، بعض حضرات کہتے ہیں ہر وہ چیز جس میں بھلائی نہ ہو، یا جو اللہ کے سوا پوجی جائے یعنی شرک، اور بعض حضرات کے نزدیک جبت شیطان کے کام کو کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں یعنی شگونِ بد لینا پرندوں کی آواز کے ذریعہ، یا ان کو اڑا کر یا دیگر جانوروں سے فال لینا شیطانی کام ہیں۔ شریعت نے ان تمام چیزوں سے منع کردیا ہے، اِس لیے اِن تمام توہمات سے احتراز ضروری ہے۔

۳۸۶- الطيرة شركٌ. "شگونِ بد لینا شرک ہے" اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز مشرکین کے طور طریقوں اور ان کے عادات میں سے ہے اور شرکِ خفی کی موجب ہے اور اگر جزماً اعتقاد رکھا جائے کہ یونہی ہوگا تو وہ شگون یقیناً کفر کے حکم میں ہوگا۔

۳۸۷- اوپر ذکر کردہ دونوں احادیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی

کرنا پسند فرماتے تھے البتہ آپؐ فالِ نیک لیتے تھے اور بہترین نام پسند فرماتے تھے، معلوم ہوا کہ فالِ نیک لینا برے نام سے بہتر ہے۔

۳۸۸- ذُكِرَت الطيرة عند رسول اللّٰهؐ. مطلب یہ ہے کہ جب آپؐ کے سامنے "طیرۃ" کا تذکرہ آیا تو آپؐ نے فالِ نیک کو بہتر قرار دیا اور فالِ بد سے روکا، فرمایا کہ: فالِ بد سے کوئی مسلمان اپنے مقصد سے نہ رکے یعنی بدشگونی اس کے راستے میں حائل نہ ہو، اس لیے کہ یہ شرک ہے، البتہ اگر غیر اختیاری طور پر دل میں بدشگونی آ ہی جائے یا کوئی ناگوار بات پیش آجائے جو بدشگونی کا سبب بن سکتی ہو تو یہ دعا پڑھ لے، "اللّٰهم لا يأتي بالحسنات إلا أنت، ولا يدفع السيئات إلا أنت، ولاحول و لاقوة إلا باللّٰه".

اَلْكَهَانَةُ

(۳۸۹) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِؓ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اُمُوْراً كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ: كُنَّا نَتَطَيَّرُ، قَالَ: ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ: قُلْتُ: وَ مِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ خَطًّا، قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطُّهُ فَذٰلِكَ.

(مسلم ص:۲۳۳ ج۲، مشکوٰۃ ص:۳۹۲)

(۳۹۰) عَنْ حَفْصَةَؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ أَتَى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً.

(مسلم ص: ۲۳۳ ج۲، مشکوٰۃ ص:۳۹۳)

کہانت

حضرت معاویہ بن حکمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بہت سے کام ایسے ہیں جو ہم جاہلیت میں کرتے تھے، (مثلاً) ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے، آپؐ نے فرمایا: تم کاہنوں کے پاس نہ جاؤ۔ عرض کیا کہ: ہم شگون لیتے تھے۔ فرمایا: یہ تو ایسی چیز ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، لہٰذا یہ چیز تم کو (تمہارے مقصد سے) نہ روکے، عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں۔ فرمایا: ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے تو جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو جاتا ہے تو وہ ٹھیک ہے۔

حضرت حفصہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عرّاف کے پاس گیا اور اُس سے کوئی چیز معلوم کی تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی۔

لغات وترکیب

كَهَنَ يَكْهَنُ كَهَانَةً (ف) غیب کی باتیں بتلانا۔ عَرَّافٌ، نجومی۔ سَأَلَ عَنْ شيء يَسْأَلُ سُوَالاً

(ف) کسی چیز کے متعلق معلوم کرنا۔ اُمُوراً كنا نصنعها، ما اضمر عاملہ علیٰ شریطۃ التفسیر کی بنیاد پر منصوب ہے۔ من وافق خطه شرط فذلك أي فذلك حسنٌ جزا۔

تشریح ۳۸۹- صراح میں ہے کہ کہانت "فال گوئی" کو کہتے ہیں اور "فال گو" کو "کاہن" کہتے ہیں، اور علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ کاہن اُس شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ پیش آنے والے واقعات وحوادث کی خبر دے اور علمِ غیب ومعرفتِ اسرار کا دعویٰ کرے۔ سرکارِ دوعالمؐ کی بعثت سے قبل عرب میں کہانت کا بڑا رواج تھا، اہلِ عرب کاہنوں کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد وبھروسہ کرتے تھے، اُن میں سے بعض کاہنوں کا یہ دعویٰ تھا کہ جو جنات آسمان پر جاتے ہیں وہ وہاں کی باتیں ہم سے بتاتے ہیں۔ یہ بات روایت سے بھی ثابت ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے شیاطین چوری چھپے آسمان پر جاتے اور فرشتوں کی باتیں سن کر کاہنوں تک پہنچاتے اور ان میں اپنی من پسند باتوں کا اضافہ کر دیتے اور جھوٹ ملا دیتے تھے۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد جب شیاطین کو آسمان میں جانے سے روک دیا گیا اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو کہانت کا کام بھی تمام ہو گیا۔

کہانت ہی کی طرح ایک چیز "عرافت" بھی تھی، کچھ لوگ بعض مخصوص چیزوں اور علامات ومقدمات کے ذریعے پوشیدہ چیزوں کی خبر دیتے تھے کہ چوری کا مال کہاں موجود ہے، یا گم شدہ شخص کہاں ہے وغیرہ، ایسے لوگوں کو "عرّاف" کہا جاتا ہے، کہانت وعرافت دونوں حرام ہے۔

روایت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہنوں کے پاس جانے اور فالِ بد لینے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرما دیا کہ اگر تمہارے دل میں کسی طرح کی بدفالی پیدا ہو تو وہ تمہارے لیے سدِّ راہ نہ بنے تم اپنے کام کرتے رہو، تیسرے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا: "كان نبي من الأنبياء يخط فمن وافق خطه فذلك"۔ حدیث شریف میں جس نبی کا ذکر کیا گیا ہے اُن سے حضرت دانیال علیہ السلام یا بعض حضرات کے بہ قول حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں۔ حدیث کے اِس آخری جز کا مطلب شارحین یہ بیان فرماتے ہیں کہ لکیریں اور خطوط کھینچنے کا علم جس کو "رمل" کہا جاتا ہے اصل میں انہیں پیغمبر سے چلا تھا جو اب اپنے حقیقی اصول وقواعد سے معدوم ہو چکا ہے، اگر اب بھی کوئی شخص اُس علم کو انھیں خصوصیات وشرائط کے ساتھ جانتا ہو جو اُن نبی نے وضع فرمائے تھے اور اس کا خط بالکل انھیں کے موافق تو اُس علم سے فائدہ اٹھانا مباح ہوگا، لیکن یہ محقق ہے کہ یہ علم تخطیط اپنے اصل کے اعتبار سے دنیا سے اٹھ گیا ہے اور کوئی شخص یہ جاننے پر قادر نہیں ہے کہ وہ نبی کس طرح لکیریں اور خطوط کھینچا کرتے تھے اس لیے اب اس علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام وممنوع ہے۔

۳۹۰- من أتى عرّافًا- عرافت اور عرّاف کی تشریح حدیث نمبر ۳۸۹ کے تحت گذر چکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص عرّاف کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے (یعنی علم غیب کی باتیں دریافت کرے) تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جاتیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیز اتنی بری ہے کہ اس سے نماز جو عبادات میں افضل ترین عبادت ہے قبول نہیں ہوتی۔ یا یہ مراد ہے کہ جب نماز جیسی عبادت قبول نہیں ہوتی تو

دوسرے اعمال بہ طریق اولیٰ قبول نہیں ہوں گے۔ واضح رہے کہ نماز قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان نمازوں کا ثواب نہیں ملتا مگر فرضیت ادا ہو جاتی ہے اور اس پر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہوتی۔

أَشْنَعُ الْآثَامِ وَالْمَعَاصِيْ

وَلَا يَذْهَلُ عَنْكَ أَنَّ أَقْبَحَ الْآثَامِ وَأَشْنَعَ الْمَعَاصِيْ هُوَ الْإِحْدَاثُ فِيْ الدِّيْنِ أَنْ يُجْعَلَ مِنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَكُنْ دِيْنًا وَ هٰذَا هُوَ التَّحْرِيْفُ فِيْ الدِّيْنِ وَهُوَ رَدٌّ مَرْدُوْدٌ لَا مُحَالَةَ كَمَا:

(۳۹۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (مشكوٰة ص ۲۷)

وَالْحَقُّ أَنَّ الْإِحْدَاثَ فِيْ الدِّيْنِ هُوَ اِفْتِرَاءٌ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَإِنْكَارٌ وَرَدٌّ لِمَا بَشَّرَ اللّٰهُ بِهٖ هٰذِهِ الْأُمَّةَ مِنْ تَكْمِيْلِ الدِّيْنِ حَيْثُ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا" فَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

(۳۹۲) وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (ترمذي ص ۹۲ ج۲، مشكوٰة ص ۳۰)

(۳۹۳) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَؓ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ قَالَ فِيْهَا: مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (أبوداؤد ص ۲۸۷ ج۲، ترمذي ص ۹۲ ج۲، ابن ماجة ص۵، مشكوٰة ۲۹)

گناہوں اور نافرمانیوں میں بدترین گناہ

اور تمہارے سامنے یہ بات واضح رہے کہ قبیح ترین گناہ اور بدترین نافرمانی وہ دین میں نئی بات کا پیدا کرنا ہے اور دین میں نئی بات پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین میں وہ چیز داخل کر دی جائے جو دین نہ ہو اور یہی دین میں تحریف کرنا ہے اور یہ یقینی طور پر قابلِ رد اور نا قابلِ قبول ہے جیسا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے اس امر (دین) میں ایسی بات پیدا کرے جو اس

میں نہ ہو تو وہ قابل رد ہے۔

اور حق یہ ہے کہ دین میں نئی چیز پیدا کرنا اللہ اور اس کے رسول پر بہتان کی تکمیل کا رد اور انکار ہے جس کی اللہ رب العزت نے اس امت کو خوش خبری دی ہے، چناں چہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا، سو تم نئی باتوں سے بچتے رہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم نئی باتوں سے بچو، کیوں کہ نئی باتیں گمراہی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بدترین امور بدعات ہیں اور بدعت گمراہی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ: ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر آپ ہماری جانب متوجہ ہوئے، پھر آپؐ نے ہمیں ایسی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل دہل گئے۔ آپؐ نے اس خطبے میں فرمایا: تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلاف دیکھے گا سو تم میری اور ان خلفاء کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لینا جو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ ہیں، تم اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور لازم پکڑ لینا۔ اور نئے امور سے بچتے رہنا، کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لغات وترکیب

شَنَعَ يَشْنَعُ شَنْعًا (ف) برا ہونا۔ مَعَاصِي، واحد، مَعْصِيَةٌ، نافرمانی۔ أحدث أمراً إحداثًا (إفعال) نئی چیز پیدا کرنا۔ حرّفَ تحريفًا (تفعيل) پھیر دینا، بدل دینا۔ اِفْتَرىٰ عَلىٰ أحدٍ يفتري افتراءً (افتعال) کسی پر تہمت لگانا۔ ذَرَفَ يَذْرِفُ ذرفًا (ض) بہنا، آنسو نکلنا۔ وَجِلَ يَوْجِلُ وَجَلًا (س) ڈرنا، خوف محسوس کرنا۔ عَضَّ يَعَضُّ عَضّاً (س) دانت سے پکڑنا۔ نَوَاجِذ، واحد، نَاجِذَةٌ، ڈاڑھ۔

"أقبح الآثام وأشنع المعاصي" معطوف علیہ ومعطوف أنّ کا اسم، هو الأحداث في الدين۔ مبتدا با خبر جملہ شدہ خبر أنّ۔ أنّ با اسم خبر بتاویل مفرد شدہ "لايذهل" کا فاعل واقع ہے۔ أيّاكم ومحدثات الأمور۔ تحذیر کی وجہ سے منصوب ہے أي اتّقوا محدثات الأمور "من يعش منكم بعدي" جملہ متضمن معنیٰ شرط۔ فيسرى اختلافاً كثيراً متضمن معنیٰ جزا۔

تشریح حضرت مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سب سے قبیح ترین گناہ اور بدترین نافرمانی "احداث فی الدین" ہے اور احداث فی الدین کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ایسی چیز کو شامل اور داخل کیا جائے جو دین میں سے نہ ہو یعنی شریعت میں جس کی کوئی اصل نہ ہو، اسی کا نام تحریف فی الدین ہے جس کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں یہ چیز یقینی طور پر قابل رد اور نا قابلِ قبول ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں صریح احادیث موجود ہیں۔

۳۹۱- من أحدث في أمرنا هذا. مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص (خواہ کتنا ہی بڑا عالم اور بزرگ ہو) دین واسلام میں اپنی عقل اور اپنے ذہن سے کوئی بات نکالے یا کوئی ایسا عمل رائج وظاہر کرے جس کے ثبوت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ظاہری یا خفی، لفظی یا استنباطی کسی بھی طرح کی کوئی دلیل اور سند نہ ہو تو اس شخص کو مردود سمجھا جائے گا اور اس کی نکالی ہوئی بات اور اس کے ظاہر ورائج کیے ہوئے عمل کو رد کر دیا جائے گا۔

والحق أن الإحداث في الدين. حضرت مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت بدعت اللہ اور اس کے رسول پر زبردست الزام اور بدترین جھوٹ ہے اور یہ بایں طور کہ بدعتی دین میں نئی چیز داخل کر کے گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اِس کا بھی اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، حالاں کہ حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہیں ہے اور یہی افترا و بہتان ہے، اِسی طریقے سے بدعت کو دین میں داخل کر کے گویا سرکار دوعالم پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ دین کا یہ حکم آپؐ نے بیان نہیں کیا جب کہ یہ بھی دین ہے، اسی طریقے سے بدعتی دین میں نئی بات داخل کر کے اللہ اور اس کے رسول کی تنقیص کرتا ہے کہ دین کا یہ حکم رہ گیا گویا دین کی تکمیل نہیں ہوئی جب کہ نص قرآنی صراحتاً ناطق ہے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا" کہ یہ دین بالکل کامل ومکمل ہو چکا ہے اور اب اس میں کسی قسم کا نقص باقی نہیں رہا۔ آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے آپؐ اور آپؐ کی امت کو تین خصوصی انعامات کی بشارت دی ہے (۱) اکمالِ دین (۲) اتمامِ نعمت (۳) امتِ محمدیہ کے لیے اسلام کا انتخاب۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ نے " الیوم أکملت لکم دینکم " کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ: آج دین کے تمام حدود وفرائض اور احکام وآداب مکمل کر دیئے گئے ہیں، اب نہ اس میں کسی اضافے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کمی کا احتمال ہے، یہی وجہ ہے کہ اِس کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہاں ترغیب وترہیب کی آیات اتری ہیں۔

فإیاکم ومحدثات الأمور. جب یہ بات آیتِ قرآنی سے بالکل واضح ہوگئی کہ دین میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں اور نہ کمی کا احتمال تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اب تمہاری ذمے داری ہے کہ تم بدعات سے دور رہو، سرکار دوعالمؐ نے بھی بدعات سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے، چناں چہ فرمایا:

۳۹۲- إیّاکم ومحدثات الأمور. تم بدعات سے دور رہو کیوں کہ بدعت گمراہی ہے۔ اور تمام امور میں بدترین امر بدعت ہے۔ "بدعت" ہر اس چیز کا نام ہے جس کا وجود آں حضرت ﷺ کے زمانے میں نہ رہا ہو، بل کہ آپ کے بعد پیدا ہوئی ہو۔ ایسی چیزیں جو کتاب اللہ کے خلاف نہ ہوں اور سنت کے اصول وقواعد کے موافق ہوں ان کو "بدعت حسنہ" کہتے ہیں، اور جو باتیں کتاب وسنت کے خلاف ہوں اور ان کے اصول وقواعد سے میل نہ کھاتی ہوں ان کو "بدعت سیئہ" کہیں گے، اِسی دوسری قسم کی برائی اور مذمت حدیث میں آئی ہے۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کے اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بدعت کی متعدد قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) بدعتِ واجبہ، جیسے قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے علمِ نحو کا حاصل کرنا، اصولِ فقہ کی تدوین اور رواۃِ حدیث پر جرح وتعدیل کرنا۔

(۲) بدعتِ محرمہ، جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ اور مجسمہ کے مذاہب۔ اوران مذاہب کی تردید بدعتِ واجبہ ہے۔

(۳) بدعتِ مستحبہ، جیسے مدارس، مسافر خانے اور خانقاہیں وغیرہ بنانا۔

(۴) بدعتِ مکروہہ، جیسے مساجد کی دیواروں پر نقش ونگار کرنا، کلام اللہ میں زیبائش ومینا کاری وغیرہ۔

(۵) بدعتِ مباحہ، جیسے صبح کی نماز کے مصافحہ، یہ امام شافعیؒ کے مسلک میں ہے احناف کے نزدیک یہ مصافحہ مکروہ ہے۔

۳۹۳- عن العرباض بن ساريةؓ. سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس بلیغ خطبے میں فرمایا "من يعش منكم بعدي فسيرىٰ اختلافاً كثيراً" اس سے اہلِ بدعت وہوئی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے یعنی مختلف قسم کے فرقے رونما ہوں گے اور ہر ایک کا اپنا مسلک ومشرب ہوگا، یہ گمراہ فرقے ہوں گے جو دوسروں کو بھی اپنی طرف مائل کریں گے، ایسے وقت میں تم میری اور میرے خلفاء کی سنت کو ہاتھ سے مت جانے دینا۔ آپؐ نے تاکیداً فرمایا "تمسكو بها وعضوا عليها بالنواجذ" کہ اس سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا، مطلب یہ ہے کہ نجات اور کامیابی میرے اور خلفائے راشدین کے طریق میں ہے اس لیے اس طریق سے ہٹ کر کوئی اور راستہ مت اپنانا اور نہ ہی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنا۔ اِس لیے کہ ہر نئی بات جو اصولِ کتاب وسنت کے متعارض ہو بدعت ہے اور بدعت اختیار کرنے سے انسان راہ یاب نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ بدعت گمراہی کا سبب ہے۔

واضح رہے کہ خلفاء راشدین کا اطلاق گرچہ عرفاً خلفائے اربعہ پر ہوتا ہے مگر بعض محدثین کا خیال ہے کہ یہاں خلفائے راشدین میں خلفائے اربعہ کے ساتھ وہ خلفاء بھی داخل ہیں جو ان کے طریقے پر چلیں۔

(۳۹٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذِهٖ سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ: هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلىٰ كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَّدْعُوْ إِلَيْهِ وَقَرَأَ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ـ الآية (مشكوٰة ص ٣٠)

(٣٩٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلىٰ أُمَّتِيْ كَمَا أَتىٰ عَلىٰ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَّنْ أَتىٰ أُمَّه عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَاِنَّ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلىٰ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلىٰ ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: مَآ أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ۔ (ترمذي ص ٨٩ ج٢، مشكوٰة ص ٣٠)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپؐ نے چند خطوط اُس خط کے دائیں اور بائیں کھینچے اور فرمایا یہ چند راستے ہیں جن میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه"۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت پر ضرور ایسا وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آچکا ہے ایک جوتے کے دوسرے جوتے کے برابر ہونے کی طرح، یہاں تک کہ اگر اُن میں سے کوئی ایسا ہوا جس نے اپنی ماں سے کھلم کھلا زنا کیا ہو تو ضرور میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو اسی طرح کرے گا۔ اور بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا وہ کون سا فرقہ ہے؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: (جو فرقہ) میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔

لغات وترکیب

حَذَا يَحْذُو حذواً (ن) نمونے پر کاٹنا۔ نَعْلٌ ،ج، نِعَالٌ ، جوتا۔ تَفَرَّقَ تَفَرُّقاً (تفعل) منتشر ہونا۔

على كُلِّ سبيل منها شيطان: على كل سبيل منها محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم، شیطان موصوف۔ يدعو إليه صفت ، موصوف باصفت مبتدا۔ مبتدا باخبر جملہ اسمیہ۔ حذو النعل بالنعل۔ مفعول مطلق واقع ہے فعل محذوف کا۔

تشریح ۳۹۴- خطَّ لنا رسولُ اللّٰہِ. روایت کا مطلب یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابۂ کرامؓ کو محسوس و مشاہد مثال سے سمجھایا یں طور کہ سیدھا خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے اور دائیں بائیں کے خطوط کے بارے میں فرمایا: یہ سب گمراہی کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنے پر لگا ہوا ہے۔ اور پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "إن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه" آپؐ نے جو بالکل سیدھی لکیر کھینچی وہ صراط مستقیم کی مثال تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا سیدھا راستہ فرمایا ہے اور اُس سیدھے راستے سے مراد اعتقادِ صحیح اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور وہ ٹیڑھی اور ترچھی لکیریں شیطانی راستوں کی مثال تھیں جن کو اختیار کر کے انسان منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا یعنی اسے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳۹۵- ليأتين على أمتي. روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی بنی اسرائیل نے کیا میری امت کے افراد وہ سب کچھ کریں گے۔ حذو النعل بالنعل. یعنی جس طرح ایک پیر کی جوتی دوسرے پیر کی جوتی کے بالکل برابر ہوتی ہے میری امت کے بہت سے لوگ وضع قطع، چال چلن اور طور وطریق میں بنو اسرائیل کے مطابق ہو جائیں گے۔ "حتىٰ إن كان منهم من أتىٰ أمه" "اُم" سے بہ ظاہر حقیقی ماں مراد ہے، مگر بعض

حضرات نے سوتیلی ماں اور رضاعی ماں مراد لیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ حقیقی ماں کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب گرچہ بالکل ناممکن نہیں ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ ماں کی طرف جنسی رغبت میں نہ صرف شرعی رکاوٹ ہے بل کہ طبعی رکاوٹ بھی ہے، لہٰذا سوتیلی یا رضاعی ماں مراد لینا انسب ہے۔ لیکن ظاہر اول معنی ہی ہے۔

وانّ بني اسرائيل تفرقت. بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔ رہا یہ ہے کہ وہ بہتّر گمراہ کن فرقے کون کون سے ہیں، علمائے امت نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ اہل اسلام دراصل آٹھ بڑے گروہوں میں منقسم ہیں (۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہہ (۸) ناجیہ۔ پھر ان گروہوں میں سے بعض گروہ کئی کئی فرقوں میں منقسم ہیں، جیسے معتزلہ کے بیس فرقے، شیعہ کے بائیس فرقے، خوارج کے بیس فرقے، مرجیہ کے پانچ فرقے، نجاریہ کے تین فرقے، جبریہ اور مشبہہ ایک ایک ہی فرقے ہیں، اس طرح یہ بہتّر گمراہ فرقے ہوئے اور ایک نجات یافتہ فرقہ اہلِ سنت والجماعت کو ملا کر تہتّر فرقے ہیں۔ یہ اجمالی بات ہے تفصیل حدیث کی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

ماأنا عليه وأصحابي. بہ ظاہر جواب سوال کے مطابق نہیں ہے، کیوں کہ سوال فرقہ ناجیہ کے متعلق تھا تو اس کا واضح جواب "أناو أصحابي" تھا اور بلاشبہ اس وقت یہی جماعت فرقۂ ناجیہ کی مصداق تھی، لیکن آپ کا مقصد چوں کہ خود اور اپنے صحابہ ہی کو مختص کرنا مقصود نہیں تھا بل کہ یہ بتلانا مقصود تھا کہ جماعت حقہ وفرقۂ ناجیہ قیامت تک کی وہ جماعت ہے جس کا طور وطریق میرے اور میرے صحابہ کے طریق کے موافق ہو۔ آپؐ نے حضرات صحابۂ کرام کو اپنے ساتھ شامل فرما کر اشارہ فرمادیا کہ اگر کوئی جماعت آپؐ کے طریق کا تو احترام کرتی ہے مگر صحابہ کے قول وعمل کو نہیں مانتی تو وہ جماعت فرقۂ ناجیہ کی حدود سے باہر ہے۔

وَمِنْ أَكْبَرِهَا
عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ

(۳۹۶) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (بني اسرائيل آيت ٢٣)

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ الْاِحْسَانَ بِالْوَالِدَيْنِ قَرِيْنًا لِعِبَادَتِهٖ فَلَا مُحَالَةَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ يُقَارِنُ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَالشَّاهِدُ لِهٰذَا الْمَعْنٰى:

(۳۹۷) مَارَوَىٰ اَبُوْبَكْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ

الْوَالِدَيْنِ۔ (بخاري ص ٨٨٤)

اور سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے

ارشادِ باری ہے: اور آپ کے پروردگار نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس اُن میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی "اف" بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے نرم بات کرنا، ان کے ساتھ نرمی سے تواضع کے بازو کو جھکا دینا اور (یوں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا ہے۔

بندۂ ناتواں کہتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی عبادت کا قرین (ساتھی) قرار دیا ہے تو لامحالہ والدین کی نافرمانی کفر وشرک کے مقارن ہوگی، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اس معنیٰ کی دلیل وہ روایت ہے جو۔

حضرت ابوبکرہؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو گناہِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

لغات وترکیب

عَقَّ يَعُقُّ عُقُوْقاً(ن) والدین کی نافرمانی کرنا۔ نَهَرَ يَنْهَرُ نَهْراً(ف) جھڑکنا۔ قَارَنَ مُقَارَنَةً (مفاعلة) ملنا۔ نَبَّأَ ينبّأُ تَنْبِئَةً: (تفعيل) بتلانا، خبر دینا۔

إمَّا يَبْلُغَنَّ میں إمّا شرطیہ ہے، فلا تقل لهما جزا ہے۔ أحدُهما أو كلاهما معطوف علیہ ومعطوف سے مل کر "يبلغنّ" کا فاعل ہے۔ فلامحالة أي فلامحالة فيه۔ الشاهد لهٰذا المعنىٰ مبتدا ماروى أبو بكرة الخ خبر۔

تشریح ۳۹۶- وقضى ربك ألاتعبدوا۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ شامل فرما کر واجب قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۂ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو شامل فرما کر لازم قرار دیا ہے، فرمایا "أن اشكر لي ولوالديك" (یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے، جب والدین کا درجہ اتنا بلند ہے اور ان کی اطاعت واجب ہے تو ظاہر ہے کہ ان کی نافرمانی کا گناہ بھی دیگر گناہوں سے بہت بڑا ہوگا۔ اور "بر الوالدین" کے تحت تفصیل سے یہ بات گذر چکی ہے کہ والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی گناہ کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب کیا جائز بھی نہیں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ والدین کی اطاعت کسی زمانے اور عمر کے ساتھ مقید نہیں، ہر وقت اور ہر زمانے میں واجب ہے، لیکن بڑھاپے کے زمانے میں چوں کہ انھیں خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اُن کی زندگی اولاد کے رحم وکرم پر رہ جاتی ہے اور اُس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا بھی بے رخی ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے، اِس لیے اللہ رب العزت نے خصوصیت کے ساتھ بڑھاپے کا تذکرہ کیا اور چند تاکیدی احکام دیئے۔

پہلا حکم: لاتقل لهما أف، کہ انھیں "اف" بھی نہ کہو۔ اف سے مراد ایسا کلمہ ہے جس سے ناگواری کا احساس ہو۔

دوسرا حکم: لاتنهرهما، انھیں مت جھڑکو۔ مطلب یہ ہے کہ انھیں زبان سے بھی تکلیف مت پہنچاؤ چہ جائے کہ ان کے ساتھ مار پیٹ کرو۔

تیسرا حکم: قل لهما قولاً كريماً، پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے، یہ تیسرا حکم مثبت انداز سے ہے کہ اُن سے محبت وشفقت کے ساتھ نرم لہجہ میں بات کی جائے۔

چوتھا حکم: واخفض لهما جناح الذل، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز وذلیل آدمی کی صورت پیش کرو۔

پانچواں حکم: وقل ربّ ارحمهما، مطلب یہ ہے کہ والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں اپنی حتی المقدور راحت رسانی کے ساتھ ان کا کے لیے دعا بھی کرتا رہے۔

(معارف القرآن ج۵-ص:۴۶۳-۴۶۴)

قال العبد الضعيف: حضرت مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا اپنی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت کو ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانا اور اس کی عبادت نہ کرنا کفر وشرک ہے، اسی طرح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو ترک کرنا بھی کفر وشرک کے قریب ہے اور اِس معنی کی تائید حضرت ابو بکرہؓ کی مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

۳۹۷- ألا انبئكم بأكبر الكبائر. روایت مذکورہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے شرک اور نافرمانی والدین کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ والدین کی نافرمانی کو شرک باللہ کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ یہ دونوں گناہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔

وَمِنْهَا قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَالْبَغْيُ

(۳۹۸) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ۔ (الرّعد آیت ۳۹۸)

(۳۹۹) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (بخاري ص ۸۸۵ ج ۲، مشكوٰة ۴۱۹)

اور انھیں گناہوں اور نافرمانیوں میں سے قطع رحمی اور ظلم بھی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن تعلقات کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے آخرت میں بربادی ہے۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتے کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح ۳۹۸- والذين ينقضون عهد الله. آیت کریمہ میں نافرمان بندوں کی علامات وصفات اور ان کی سزا کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عہد میں جو ازل میں حق تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کے متعلق تمام پیدا ہونے والی روحوں سے لیا گیا تھا، اور وہ تمام عہد بھی اس میں داخل ہیں جن کی پابندی عہد "لا الٰہ إلا الله" کے ضمن میں انسان پر لازم ہو جاتی ہے، یعنی مامورات کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب۔

دوسری خصلت: ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل. یعنی یہ نافرمان ان تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ان میں انسان کا وہ تعلق بھی شامل ہے جو اس کو اللہ اور اس کے رسول سے ہے اور رشتہ داری کے بھی تعلقات شامل ہیں۔

تیسری خصلت: ويفسدون في الأرض. یعنی یہ لوگ زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہ تیسری خصلت درحقیقت پہلی ہی دو خصلتوں کا نتیجہ ہے کہ جو لوگ عہد کی پاس داری نہیں کریں گے ظاہر ہے کہ ان کے اعمال وافعال دوسروں کے ایذا کا سبب بنیں گے۔

اولئك اللعنة ولهم سوء الدار. سرکش ونافرمان بندوں کی تین خصلتیں بیان فرمانے کے بعد یہ ان کی سزا کا ذکر ہے۔ کہ ان کے لیے لعنت اور برا ٹھکانہ ہے، لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے دور اور محروم ہونے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کی رحمت سے دور ہونا سب سے بڑا عذاب اور سب سے بڑی مصیبت ہے۔

(معارف القرآن، ج ۵- ص ۱۹۶-۱۹۷)

۳۹۷- لا يدخل الجنة قاطع. اس حدیث کی تشریح حدیث نمبر ۶۸ کے تحت گذر چکی ہے۔

شَهَادَةُ الزُّوْرِ

(۴۰۰) عَنْ أَبِي بَكْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ وَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ

مَرَّتَيْنِ، فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْتُ: لَايَسْكُتُ۔ (بخاري ص ۸۸٤)

جھوٹی گواہی

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں، ہم نے عرض کیا: ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا ہے، اور آپؐ سہارا لگائے ہوئے تھے تو بیٹھ گئے اور فرمایا: یاد رکھو اور جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے (راوی نے) دو مرتبہ فرمایا، پھر آپؐ اسی کو دہراتے رہے یہاں تک میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ آپؐ خاموش نہ ہوں گے۔

لغات وترکیب

زُوْرٌ: جھوٹ، باطل، زَوَّرَ تَزْوِيْراً (تفعيل) جھوٹ کو آراستہ کرنا۔ عليه ، کسی پر جھوٹ باندھنا۔اِتَّكَأَ اِتِّكَاءً (افتعال) سہارا لگانا

الإشراك باللّٰه، مبتدا محذوف کی خبر ہے أي أكبر الكبائر الإشراك باللّٰه۔ مازال فعل ناقص۔ ضمیر اسم، يقولها خبر۔

تشریح ۴۰۰۔ روایت میں آپؐ نے اکبر الکبائر میں شرک باللہ اور نافرمانی والدین کے ساتھ جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی کو بھی بیان فرمایا۔ شرک باللہ اور نافرمانی والدین کا بیان تو ماقبل میں آچکا ہے۔ تیسری چیز کو آپؐ نے اس طور پر بیان کیا کہ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے، یہ نشست کی تبدیلی اہمیت کو بتلانے کے لیے ہے پھر فرمایا: قول الزور وشهادة الزور۔ جھوٹ اور خلاف واقعہ بات کہنا بہت بڑا گناہ ہے اور اسی کا اہم فرد "شہادتِ زور" ہے، اِس جھوٹی گواہی سے جہاں اُس شخص سے اعتماد اٹھ جاتا ہے وہیں یہ چیز دوسروں کی حق تلفی کا بھی سبب ہے اس لیے آپؐ نے اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ راوی نے اِن الفاظ کو دو مرتبہ ذکر کیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ خاموش ہی نہ ہوں گے۔ بار بار دہرانا بھی اِس گناہ کی قباحت کی شدت کو بتلانے کے لیے تھا۔

قَتْلُ الْبَنَاتِ وَوَأْدُ الْبَنَاتِ

(٤٠١) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْراً۔ (بني اسرائيل آيت ۳۱)

(٤٠٢) عَنِ الْمُغِيْرَةِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعاً وَّ هَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّوَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (بخاري ص ۸۸٤، مشكوة ص ٤١٩)

اولاد کا قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا

ارشاد باری ہے: اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی روزی دیں گے اور تم کو بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ماؤں کی نافرمانی، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے اور (مال کو) روکنے اور مانگنے کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے لیے بے جا گفتگو، زیادتی سوال اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

لغات وترکیب

املق الرجل املاقاً (إفعال) مفلس ہونا۔ وَأَدَ يَئِدُ وأداً (ض) زندہ دفن کرنا۔ ھَاتِ اسم فعل ہے بمعنی "اعطِ"۔ خشیةَ أملاق "لاتقتلوا" کا مفعول لہ ہے۔ کان خطأً کبیراً۔ فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر "إنّ" کی خبر۔

تشریح

۴۰۱- لاتقتلوا أولادکم خشیة أملاق. اس حکم کا نزول دراصل اہلِ جاہلیت کی ایک ظالمانہ عادت کی اصلاح کے لیے تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ ابتدائے ولادت کے وقت اپنی اولاد خصوصاً بیٹیوں کو اِس خوف سے قتل کرڈالتے تھے کہ ان کے مصارف کا بار برداشت کرنا پڑے گا۔ آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے انھیں اِس قبیح حرکت سے منع فرمایا کہ تم کیوں اِس فکر میں قتلِ اولاد کے مجرم بنتے ہو جب کہ رزّاق میں ہوں، میں انھیں بھی روزی دوں گا جس طرح تمھیں دیتا ہوں۔ آیتِ مذکورہ میں رزق دینے میں اولاد کا ذکر مقدم کرکے اِس طرف اشارہ فرمادیا کہ پہلے اُن کو پھر تمھیں دیں گے جس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اہل وعیال کا تکفل یا دوسرے غریبوں ضعیفوں کی امداد کرتا ہے تو اس کو اسی حساب سے روزی دیتے ہیں کہ وہ اپنی ضروریات بھی پوری کرسکے اور دوسروں کی مدد بھی کرسکے۔

قرآنِ کریم کے مذکورہ ارشاد سے اس معاملے پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کثرتِ آبادی اور مصارف کے بار سے بچنے کے لیے ضبطِ تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دینا بھی مذموم ہے۔ اِس سے قتلِ اولاد کے برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (معارف القرآن ج ۵ ص-۴۴۷)

۴۰۲- إنّ الله حرّم علیکم عقوق الأمهات. روایت میں ماں کا ذکر خاص طور پر کرنا اس سبب سے ہے کہ اولاد پر ماں کے حقوق باپ سے زیادہ ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا ہے۔ یا اِس تخصیص کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ماں طبعی طور پر زیادہ حساس اور کمزوردل ہوتی ہے ذرا سی اذیت بھی اس کے لیے باعثِ رنج ہوجاتی ہے اور اطاعت وفرمانبرداری میں معمولی سی کوتاہی پر بھی اس کا دل فوراً متاثر ہوجاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ اولاد کی تقصیر وکوتاہی سے جس قدر ماں درگذر کرتی ہے اتنا باپ نہیں

کرتا۔اس کا سبب بھی ماں کا کمزوردل ہے۔

"وَوَأدِ البنات" جو حکم لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا ہے وہی حکم لڑکوں کو بھی زندہ درگور کرنے کا ہے، لیکن عرب میں چوں کہ لڑکیوں ہی کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا تھا اس لیے خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا۔

ومنعاً وهات۔ علماء نے لکھا ہے کہ "منع وهات" کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مال میں جو دوسروں کا حق واجب ہے اس کو ادا نہ کرے اور دوسروں کے مال سے وہ چیز لے لے جو اس کے لیے حلال نہیں بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق نہ صرف یہ کہ مال سے ہے، بل کہ تمام حقوق سے ہے خواہ وہ مال وزر سے متعلق ہے یا افعال واحوال سے۔یعنی دوسروں کا حق ادا نہ کرنا اور دوسروں سے ایسی چیز کا مطالبہ کرنا جو کسی بھی طرح کے حق کے طور پر واجب نہ ہو۔

وكره لكم قيل وقال۔ قیل وقال سے مراد بے فائدہ بحث ومباحثہ، ردوکد اور حجت وتکرار ہے اس لیے کہ اس سے نہ کوئی دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اخروی۔وكثرة السوال ۔ کثرتِ سوال کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ایک تو یہ کہ لوگوں کے حالات ومعاملات کی پوچھ تاچھ اور تجسس ومعلومات۔دوسرے یہ کہ اپنی علمی برتری کو ظاہر کرنے، یا دوسرے کو امتحان وآزمائش میں مبتلا کرنے یا لاحاصل بحث ومباحثہ کرنے کی خاطر بہت زیادہ علمی سوالات کرنا۔تیسرے یہ کہ اس کی ممانعت کے مخاطب صرف حضراتِ صحابۂ کرامؓ تھے جنھیں اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کثرتِ سوال سے احتراز کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کثرتِ سوال احکام ومسائل میں شدت وسختی اور مزید پابندیوں کا سبب بن جائے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اس کی صراحت ہے "يٰٓا يها الذين أمنوا لاتسئلوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم"۔

واضاعة المال۔ مال کو ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ لایعنی چیزوں میں اسے خرچ کیا جائے جہاں حق تعالیٰ کی اطاعت وخوشنودی سے کوئی تعلق نہ ہو، اسی طریقے سے حقوقِ واجبہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ مال کو صرف کرنا مثلاً عزیز واقارب فاقے میں مبتلا ہوں اور مال کسی ایسے شخص کو دے دے جس کو اس کی ضرورت نہ ہو یہ بھی اضاعتِ مال ہے۔مال کو پانی میں ڈال دینا، نذرِ آتش کر دینا یا کسی ایسے فاسق کو دینا جو گناہ ومعصیت میں خرچ کرے یہ صورت میں اضاعتِ مال ہی میں داخل ہے۔

اَلْمُوْبِقَاتُ

(۴۰۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (أنعام آیت ۱۵۱و ۱۵۲)

(٤٠٤) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ (نساء آیت ۱۰)

ہلاک کرنے والی چیزیں

ارشاد باری ہے: آپ فرمادیجئے: آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے (وہ یہ کہ) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اور اپنی اولاد کو فقر وفاقے کے سبب قتل مت کیا کرو، ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے، اور بے حیائیوں کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ ہوں، اور اس شخص کو ناحق قتل مت کرو جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کردیا ہے۔ ان کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے، اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے، اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو اگرچہ وہ قرابتدار ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کیا کرو ان سب کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

لغات وترکیب

أَوْبَقَ إِيْبَاقًا (إفعال) ہلاک کرنا، ذلیل کرنا۔ فَوَاحِشُ، واحد، فاحشةٌ، بے حیائی۔ بَطَنَ يَبْطُنُ بَطْنًا وَبُطُوْنًا (ف) پوشیدہ ہونا۔ صَلِيَ النَّارَ يَصْلىٰ صَلىً (س) آگ میں جلنا۔ سَعِيْرٌ، ج، سُعُرٌ، آگ کی لپٹ، جہنم۔

أَتْلُ ماحرّم ربّكم. "أَتْلُ" جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ما ظهر منها و ما بطن "الفواحش" کی تفسیر ہے۔ ما موصولہ ہے۔ حتى يبلغ أشده. جار بامجرور متعلق بہ "لاتقربوا"۔ بعهدالله "أوفوا" کا متعلق مقدم ہے۔ ذلكم مبتدا، وصّكم به خبر۔

تشریح ۴۰۳- ان دونوں آیتوں میں اُن چیزوں کا بیان ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اطاعت وعبادت میں شریک ٹھرانا (۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا (۳) فقر وافلاس کے اندیشے سے اولاد کو قتل کرنا (۴) بے حیائی کے کام کرنا (۵) کسی کو ناحق قتل کرنا (۶) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا (۷) ناپ تول میں کمی کرنا (۸) شہادت یا فیصلے یا دوسرے کلام میں

ناانصافی کرنا(۹) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنا۔

پہلا گناہ : شرک ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک اور ساجھی دار سمجھو، نہ مشرکینِ عرب کی طرح بتوں کو خدا بناؤ، نہ یہود ونصاریٰ کی طرح انبیاء کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دو، نہ دوسروں کی طرح فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہو اور نہ جاہل عوام کی طرح انبیاء واولیاء کو صفت علم وقدرت میں اللہ کے برابر ٹھہراؤ۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ لفظ "شیئًا" کے معنیٰ یہاں یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ شرک کی کسی قسم جلی یا خفی میں مبتلا نہ ہو۔ شرک جلی وخفی کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

دوسرا گناہ : والدین کے ساتھ بدسلوکی ہے۔ فرمایا" وبالوالدین احسانا" یعنی والدین کے ساتھ اچھا معاملہ اور برتاؤ کرو۔ مقصد تو اس جگہ یہ ہے کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو، مگر حکیمانہ انداز سے بیان اس طرح کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ اِس میں اشارہ اِس طرف کرنا ہے کہ والدین کے حق میں صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ان کی نافرمانی نہ کرو، بل کہ حسنِ سلوک ونیاز مندانہ برتاؤ سے انھیں راضی رکھنا اور خوش کرنا بھی فرض ہے۔

تیسرا گناہ : قتلِ اولاد ہے اور مناسبت یہ ہے کہ اِس سے پہلے والدین کے حق کا بیان تھا جو اولاد کے ذمے ہے اور اِس اولاد کے حق کا بیان ہے جو والدین کے ذمے ہے۔ اولاد کے ساتھ بدسلوکی کا بدترین معاملہ وہ تھا جو جاہلیت میں اس کو زندہ درگور کرنے یا قتل کرنے کا جاری تھا۔ جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

چوتھا گناہ : بے حیائی کا کام ہے، فرمایا"لاتقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن" بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔ "فواحش" فاحشہ کی جمع ہے، جس کے معنیٰ بے حیائی کے ہیں اور قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ہر ایسے برے کام کے لیے بولا جاتا ہے، جس کی برائی اور فساد کے اثرات برے ہوں اور دور تک پہنچیں۔ فواحش کے اِس مفہومِ عام میں تمام بڑے گناہ مثلاً زنا کاری، قمار بازی، چوری، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان وغیرہ سبھی داخل ہیں، خواہ اقوال سے متعلق ہوں یا افعال سے اور ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن سے، بدکاری اور بے حیائی کے جتنے کام ہیں یہ لفظ ان تمام کو شامل ہے۔

پانچواں گناہ : قتل ناحق ہے، اِس کے متعلق ارشاد فرمایا:" ولاتقتلوا النفس التي حرّم الله إلاّ بالحق" یعنی جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔ اور حق کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین چیزوں سے (۱) ایک یہ کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری (زنا) میں مبتلا ہو جائے (۲) دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو اس کے قصاص میں مارا جائے (۳) تیسرے یہ کہ اپنا دینِ حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

چھٹا گناہ : یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا ہے، فرمایا:" ولاتقربوا مال اليتيم إلاّ بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده" اس میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پرورش والوں کو خطاب ہے کہ وہ ان کے

مال کو آگ سمجھیں اور ناجائز طور پر اس کے کھانے اور لینے کے پاس بھی مت جائیں۔ اس کے بعد یتیم کو مال کی ذمے داری کی حد بتلادی حتی یبلغ اشدہ۔ یعنی سنِ بلوغ کو پہنچ جائے تو ولی کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ لفظ "اشد" کے معنی قوت کے ہیں اور اس کی ابتداء جمہور علماء کے نزدیک بالغ ہونے سے ہوجاتی ہے۔

ساتواں گناہ: ناپ تول میں کمی ہے۔ چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید حرام قرار دیا ہے اور اس کے خلاف کرنے والوں کو لیے سورۂ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔ اور پہلے گفتگو گذر چکی ہے کہ اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی عملِ تطفیف میں داخل ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "لانکلف نفساً إلاّ وسعها" بعض روایاتِ حدیث میں اِس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے حدِ اختیار تک ناپ تول کا پورا پورا حق ادا کرے، اُس کے باوجود غیر اختیاری طور پر کچھ معمولی کمی بیشی ہوجائے تو معاف ہے، کیوں کہ وہ اس کی قدرت واختیار سے خارج ہے۔

آٹھواں گناہ: عدل وانصاف کے خلاف کرنا ہے، فرمایا: "وإذا قلتم فاعدلوا ولوكان ذاقربىٰ" یعنی جب تم بات کہو تو حق بات کہو اگر چہ وہ اپنا رشتہ دار ہی ہو، اِس جگہ چوں کہ کسی خاص بات کا ذکر نہیں، اس لیے جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہر قسم کی بات کو شامل ہے، خواہ وہ بات کسی معاملے کی طرف سے گواہی ہو، یا حاکم کی طرف سے فیصلہ ہو، یا آپسی گفتگو، ہر جگہ ہر حال میں حق وانصاف کا خیال رہنا چاہیے۔ ولوكان ذاقربىٰ۔ یعنی اگر چہ وہ شخص جس کے مقدمے کی گواہی، یا فیصلہ کرنا ہے یا آپسی گفتگو کا مرکز تمہارا رشتے دار ہی ہو تب بھی حق وانصاف کو ہاتھ سے نا جانے دو۔

نواں گناہ: کہ عہد شکنی کا حرام ہونا ہے، ارشاد فرمایا: "وبعهد الله أوفوا" اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہوسکتا ہے جو ازل میں ہر انسان سے لیا گیا جس میں سب انسانوں سے کہا گیا تھا: "الست بربكم" اور سب نے جواب دیا تھا "بلیٰ" کیوں نہیں بلاشبہ آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اِس عہد کا مقتضیٰ یہی ہے کہ پروردگار کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خاص خاص عہد مراد ہوں جن کا ذکر قرآن کی مختلف آیات میں آیا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اِس عہد میں نذر اور منت کا پورا کرنا بھی داخل ہے۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۴۸۱ تا ۴۹۱ ملخصاً)

۴۰۴۔ إنّ الذین یاکلون اموال الیتمٰی۔ آیت کریمہ میں یتیم کے مال میں تصرف کرنے والوں کے لیے سخت وعید ہے۔ آیتِ کریمہ کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں آگ کے انگارے بھرنا ہے، کیوں کہ اِس گناہ کے پاداش میں موت کے بعد اِس طرح کے لوگوں کو پیٹوں میں آگ بھری جائے گی۔ آیتِ کریمہ میں اگر چہ لفظ "یاکلون" ہے لیکن حکم صرف کھانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بل کہ عام ہے اور مطلب یتیم کے مال کو استعمال کرنا ہے خواہ کھانے پینے میں ہو یا برتنے میں سب حرام اور باعثِ عذاب ہے۔

(٤٠٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ. قَالُوا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وأَكْلُ الرِّبٰو وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ.

(بخاري ص ٣٨٧ و ص ١٠١٣، مشكوٰة ص١٧)

(٤٠٦) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلٰى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا إِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وأَسْفَلُه وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَه نَارٌ، فَإِذَا اقْتَرَبَ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا يَخْرُجُوْنَ فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا، فِيْهَا رِجَالٌ و نِسَاءٌ عُرَاةٌ قُلْتُ: مَاهٰذَا؟ قَالَ: هُمُ الزُّنَاةُ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ، فَرَدَّه حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ. قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: أٰكِلُ الرِّبٰو. (بخاري ص ١٨٥، مشكوٰة ص ٣٩٥)

(٤٠٧) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَه وَكَاتِبَه وَشَاهِدَه وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ. (مسلم ص ٢٧ ج٢، مشكوٰة ص ٢٤٤)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ سات چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ جادو کرنا، اس شخص کو قتل کرنا جس (کے قتل) کو اللہ نے حرام کردیا ہے مگر حق کے ساتھ، سود خوری، یتیم کا مال کھنا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس زمین کی طرف لے گئے، چناں چہ ہم ایک سوراخ پر پہنچے جو تنور کی طرح تھا، اس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نچلا حصہ کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ جل رہی تھی، جب وہ آگ (اوپر کو) قریب آتی تو وہ لوگ (جو اس میں تھے) اوپر آجاتے یہاں تک کہ نکلنے کے قریب ہوجاتے، پھر جب وہ آگ دب جاتی تو وہ لوگ بھی (نیچے کو) واپس ہوجاتے، اس میں بہت سے ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: زنا کار ہیں، پھر ہم چلے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر پر پہنچے جس میں

شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک آدمی تھا جس کے سامنے پتھر تھے، پھر وہ شخص جو نہر میں تھا سامنے کی طرف چلا پس جب نکلنے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے اس کے منہ پر ایک پتھر مارا اور اس کو وہیں واپس کر دیا جہاں تھا، تو جب جب وہ نکلنے کے لیے آتا تو یہ اس کے منہ پر پتھر مارتا چناں چہ وہ وہیں لوٹ جاتا جہاں تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ جواب دیا یہ سود خور ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔

لغات وترکیب

تَولّٰی یتولّٰی تولّیاً (تفعّل) پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ زَحْفٌ، ج، زُحُوْفٌ، بڑا لشکر جو دشمن کی طرف جائے۔ زَحَفَ العَسکَرُ إلیٰ العدوّ یزحَفُ زَحْفاً (ف) لشکر کا دشمن کی طرف جانا۔ قَذَفَ یَقْذِفُ قَذْفاً (ض) تہمت لگانا۔ توقّدتِ النار تتوقّد توقّداً (تفعّل) آگ کا جلنا۔ خَمِدَ یَخْمُدُ خَمْداً وخُموداً النّارُ (ن س) آگ باقی رہتے ہوئے لپٹ کا ختم ہوجانا۔

الشرك بالله والسحر وقتل النفس الخ أحدها، ثانيها، ثالثها وغیرہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ فانطلقنا إلیٰ نَقْبٍ مثلِ التنور، نقب موصوف ہے اور "مثل النتور" صفت۔ "مثل" چوں کہ ان الفاظ میں سے ہے جو اضافت کے باوجود بھی نکرہ ہی رہتے ہیں اِس لیے نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح ہے۔ "عراۃٌ" "رجالٌ ونساءٌ" سے حال واقع ہے اور "رجالٌ ونساءٌ" مبتدا موَخر ہے۔

تشریح ۴۰۵- جن سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے آپؐ نے بچنے کا حکم دیا ہے ان میں پہلی چیز شرک ہے جس کا تفصیلی بیان گذر چکا۔ دوسری چیز سحر ہے، سحر (جادو) لغت میں ہر ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سبب مخفی ہو خواہ وہ سبب معنوی ہو جیسے خاص خاص کلمات کا اثر، یا غیر محسوس چیزوں کا اثر۔ یا وہ اثر غیر محسوس چیزوں کا ہو، جیسے جنات اور شیطاطین کا اثر، وغیرہ۔ جادو کی اقسام بہت ہیں مگر عرفِ عام میں عموماً جادو اس چیز کو کہا جاتا ہے جن میں جنات وشیاطین کے عمل کا دخل ہو یا کچھ کلمات والفاظ کا۔ اور اصطلاحِ قرآن وسنت میں سحر ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ سحر کا وجود اہلِ سنت کے نزدیک ثابت ہے، لیکن اس پر عمل کرنا کفر ہے اور شیخ ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً سحر کو کفر قرار دینا صحیح نہیں، بل کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر اس میں کوئی ایسی بات ہو جس سے کسی شرعی امر کی تردید ہوتی ہو تو سحر کفر ہے ورنہ نہیں تاہم سحر کی اکثر اقسام میں گناہِ کبیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے جو فسق ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ سحر کفر یا فسق ہے تو اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے اور اس پر عمل کرنا بھی حرم ہوگا، البتہ اگر مسلمانوں سے دفعِ ضرر کے لیے بقدرِ ضرورت سیکھا جائے (بشرطے کہ

کلماتِ کفریہ نہ ہوں) تو بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

وقتل النفس التي حرم الله إلاّ بالحق. حدیث کے اِس جز کی تفصیل آیتِ کریمہ کے ضمن میں ابھی گذری ہے۔ وأكل الربوا. چوتھا مہلک گناہ سودخوری ہے، سود کھانے اور سود کا معاملہ ولین دین کرنے پر قرآن وسنت میں شدید وعید مذکور ہے "ربا" کے لغوی معنی مطلقاً "زیادتی" کے ہیں اور اصطلاح میں اسکی زیادتی کو کہتے ہیں جس کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہو، حدیث شریف میں ہے "کل قرضٍ جرّ نفعاً فهو ربا" کہ ہر وہ قرض جو کچھ نفع کھینچ لے تو وہ ربا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزولِ قرآن سے قبل جاہلیت عرب میں بھی یہ لفظ متعارف تھا اور نہ صرف متعارف بل کہ ربا کا لین دین عام طور پر جاری تھا پھر آپ کی بعثت کے بعد اسے حرام قرار دے دیا گیا اور حضرات صحابۂ کرامؓ نے ربا کی حرمت نازل ہوتے ہی بالکل ترک کر دیا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آیت میں گرچہ صرف سود کھانے کا ذکر ہے مگر مراد مطلقاً سود لینا اور اس کا استعمال کرنا ہے خواہ کھانے میں استعمال کرے یا لباس و مکان اور ان کے علاوہ میں۔

پانچواں گناہ یتیم کا مال ناحق کھانا ہے جس کی تفصیل حدیث نمبر ۲۰۳ کے تحت گذر چکی۔

چھٹا گناہ میدانِ جنگ سے بھاگنا ہے اس لیے کہ جس شخص نے اتنی بزدلی اور پست ہمتی دکھلائی کہ عین موقع پر جب کہ ایمانی شجاعت اور دلیری کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا وہ دراصل اپنی اس مذموم حرکت کے ذریعہ اہلِ اسلام کی رسوائی کا سبب بنا، اِس لیے وہ آخرت کے عذاب اور ہلاکت کا مستوجب گردانا جائے گا۔ مگر یہ گناہ ہلاکت و بربادی کا سبب اس وقت ہے جب ایک مسلمان کے مقابلے میں دو کافر ہوں اور اگر دشمن کی تعداد دوگنی سے زائد ہو تو پھر بھاگنا حرام نہیں۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے "فإن يكن منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين وإن يكن منكم ألفٌ يغلبوا ألفين بإذن الله"۔

ساتواں مہلک گناہ مومن پاک دامن عورت پر تہمت لگانا ہے قرآن کریم میں بھی اِس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے سخت وعید اور سزا کا ذکر ہے، ارشاد باری ہے: "والذين يرمون المحصنٰت ثم لم ياتوا بأربعة شهداء فاجلدو هم ثمانين جلدةً"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "والذين يرمون المحصنٰت الغفلٰت المومنٰت لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذابٌ عظيمٌ"۔ یہاں یہ جان لینا بہتر ہے کہ محصن کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا حدِّ زنا میں اعتبار کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص پر زنا کا ثبوت ہو جائے وہ عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہو نیز کسی عورت سے نکاحِ صحیح کر چکا ہو اور اس سے مباشرت بھی ہو چکی ہو، دوسری قسم جس کا اعتبار حدِ قذف میں ہوتا ہے وہ یہ کہ جس پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے وہ عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور عفیف ہو یعنی پہلے کبھی اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ کافرات پر تہمت لگانا گناہ کبیرہ نہیں اسی طریقے سے اُس فاسقہ عورت پر تہمت لگانا بھی حدِ قذف کا سبب نہیں جو اس فعل حرام میں ملوث ہو اور لوگوں کو معلوم ہو، اس لیے کہ

پہلی مومنہ نہیں اور دوسری محصنہ نہیں۔

۴۰۶- رأیت اللیلة رجلین. روایت میں عالمِ برزخ کی سیر سے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا بیان ہے جس میں زنا کاروں اور سود خوروں کے عذاب کا ذکر ہے یہ روایت بہت طویل ہے جس کا مختصر حصّہ یہاں مذکور ہے۔ زانیوں کو آگ کی سزا دیا جانا غالباً اس لیے ہے کہ وہ دنیا میں زنا جیسی بے حیائی میں مبتلا ہو کر شہوت کی آگ بجھاتے تھے اور سود خوروں نے چوں کہ دنیا میں لوگوں کا خون چوسا تھا اس لیے ان کو خون کی سزا مل رہی ہے۔

۴۰۷- لعن رسول اللّٰہؐ. سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی لین دین کا حساب و کتاب لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سبھی پر لعنت اس لیے فرمائی کہ ایک غیر مشروع اور حرام کام میں یہ معاون ہوتے ہیں، مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے "ھم سواء" بھی آیا کہ یہ سب برابر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصل گناہ میں تو سب شریک ہیں اگر چہ مقدار میں تفاوت ہو۔ معلوم ہوا کہ جس طریقے سے سودی کاروبار کرنا حرام ہے اسی طریقے سے اس میں کسی طرح کی اعانت کرنا اور حصّہ لینا بھی حرام ہے۔

اَلْمَنْهِيَّات

(۴۰۸) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۔

(حجرات آیت ۱۱،۱۲)

ممنوعات

ارشادِ باری ہے: اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ تو ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے اور جو ان حرکتوں سے باز نہ آویں تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

لغات وترکیب

سَخِرَ يَسْخَرُ سَخَرًا (س) مذاق کرنا۔ لَمَزَ يَلْمِزُ لَمْزًا (ض) عیب لگانا۔ التنابزُ بالألقاب (تفاعل) ایک دوسرے کوشرم دلانا۔ برالقب دینا۔ تجسّسَ تجسُّساً (تفعّل) تفتیش کرنا۔ اِغتاب اغتياباً، پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔

أن يكونوا خيراً منهم، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر "عسیٰ" کی خبر ہے، ولانساءٌ من نساء، لازائدہ برائے نفی ہے اور "نساءٌ" کا عطف "قومٌ" پر ہے، من لم يتب، جملہ متضمن معنیٰ شرط، فأولٰئك هم الظّٰلمون متضمن معنیٰ جزا۔

تشریح ۴۰۸- يٰأيها الذين اٰمنوا لايسخر قومٌ من قوم۔ اس آیت میں تین چیزوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے ۔اول کسی کے ساتھ تمسخر واستہزا کرنا، دوسرے کسی پر طعنہ زنی کرنا۔ تیسرے کسی کوایسے لقب سے ذکر کرنا جس سے اس کی توہین ہوتی ہواور یہ تینوں چیزیں بہ نص قرآن حرام ہیں۔ ان میں پہلی چیز تمسخر ہے، قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو تحقیر وتوہین کے لیے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسیں تحریر یہ، تمسخر اور استہزا کہتے ہیں یا جیسے زبان ہاتھ پاؤں وغیرہ سے کسی کی نقل اتارنا۔

تمسخر کی ممانعت کا قرآنِ کریم نے اتنا اہتمام فرمایا کہ اس میں مردوں کو الگ مخاطب فرمایا اور عورتوں کو الگ، دوسرے یہ کہ مردوں کا مردوں کے ساتھ اور عورتوں کا عورتوں کے ساتھ استہزا کا ذکر کیا، حالاں کہ کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے استہزا کرے تو وہ بھی حرام ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ مرد وعورت کا اختلاط ہی شرعاً ممنوع ہے چہ جائے کہ ان میں باہم تمسخر ہو۔

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت ہے وہ "لمز" ہے، لمز کے معنیٰ کسی میں عیب نکالنے اور عیب ظاہر کرنے اور طعنہ زنی کرنے کے ہیں۔ آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا "لاتلمزوا أنفسكم" یعنی تم اپنے عیب نہ نکالو۔ مگر مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے میں عیب نہ نکالو اور اس عنوان سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دوسرے کے عیب کو نکالنا اپنے ہی عیب کو ظاہر کرنا ہے۔ کیوں کہ تم دوسرے کے عیب کو نکالو گے تو وہ تمہارے عیب کو نکالے گا اور کوئی انسان عیب سے خالی نہیں ہوتا ہے، بعض علما نے فرمایا ہے "وفيك عيوب وللنّاس أعين"۔

تیسری ممنوع چیز کسی دوسرے کو برے لقب سے پکارنا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہو مثلاً کسی کو لنگڑا، لولا یا اندھا کہہ کر پکارنا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں "تنابز بالالقاب" سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو اُس کے بعد اس کو اُس برے عمل سے پکارنا مثلاً چور، زانی یا شرابی وغیرہ کہنا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ایسے نام جو فی نفسہ برے ہیں مگر وہ شخص بغیر اس کے پہچانا نہیں جاتا ہے تو اس کو اُس نام سے ذکر کرنے کی اجازت پر علما کا اتفاق ہے، بشرطے کہ ذکر کرنے والے کا مقصد اس کی تحقیر وتذلیل نہ ہو، جیسے کہ بعض محدثین کے نام کے ساتھ "اعرج" یا "احدب" مذکور ہے۔

یاَیہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن۔ یہ آیت بھی باہمی حقوق اور آداب معاشرت کے متعلق احکام پر مشتمل ہے اس میں بھی تین چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے (۱) ظن (۲) تجسس (۳) غیبت۔

پہلی چیز کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا: "اِنّ بعض الظنّ اثم" کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر گمان گناہ نہیں لہٰذا اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ کون گمان گناہ ہیں اور کون سے نہیں تا کہ گناہ والے گمان سے بچیں، علماء نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے، قرطبیؒ نے فرمایا کہ: ظن سے مراد اس جگہ تہمت ہے یعنی کسی شخص پر بغیر کسی قوی دلیل کے کوئی الزام یا عیب یا گناہ لگانا۔ امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں ظن کی چار قسمیں لکھی ہیں حرام، واجب، مستحب، مباح۔ یہاں پہلی قسم مراد ہے یعنی ظن حرام جس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی رکھے کہ مجھے عذاب ہی دے گا اور اللہ کی رحمت و مغفرت سے مایوس رہے۔ اسی طرح ایسے مسلمان جو ظاہری حالت میں نیک دیکھے جاتے ہیں ان کے متعلق بلا کسی قوی دلیل کے بدگمانی حرام ہے۔

دوسری چیز جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کسی کے عیب کی تلاش اور سراغ لگانا ہے، حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی دوسرے مسلمان کی حفاظت کی غرض سے مضرت پہنچانے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے۔

تیسری چیز جس سے اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے وہ کسی کی غیبت کرنا ہے یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سنتا تو اس کو تکلیف ہوتی اگر چہ وہ بات سچی ہی ہو، اس لیے کہ اگر بات سچی ہی نہ ہو تو یہ تہمت ہے جس کی حرمت بھی قرآن سے ثابت ہے۔

ایحبّ اَحدکم اَن یاکل لحم اَخیہ۔ آیت کے اس جز میں کسی مسلمان کی آبرو ریزی اور توہین و تحقیر کو اس کا گوشت کھانے کے مثل اور مشابہ قرار دیا گیا ہے کہ جیسے مردے کا گوشت کھانے سے مردے کو کوئی جسمانی اذیت نہیں پہنچتی ایسے ہی اس غائب کو جب تک غیبت کی خبر نہیں ہوتی اس کو بھی کوئی اذیت نہیں ہوتی، مگر جیسے کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانا حرام اور بڑی خست و دنائت کا کام ہے اسی طرح غیبت بھی حرام اور خست و دناءت کا کام ہے، کیوں کہ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا کوئی بہادری کا کام نہیں۔

(معارف القرآن ج ۸ ص: ۱۱۵-۱۲۱ ملخصاً)

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ

(۴۰۰۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى: أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ:

فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. (بخاري ص ٨٩٣، مشكوٰة ٢٣٣ بمعناه عن أبي بكرة)

(٤١٠)عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّضْحَكَ رَجُلٌ مِّمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْفُسِ. (بخاري ص ٨٩٢)

(٤١١)عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً، فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَّوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ. (أبو داؤد ص ٣٢١، مشكوٰة ٤١٤، ترمذي ٧٢ ج٢)

(٤١٢)عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ نِ الْمُجَاشِعِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَّلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ. (أبوداؤد ص ٣٢٣ ج٢، مشكوٰة ص ٤١٧)

(٤١٣)عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ.

(أبوداؤد ص ٣٥٠ ج٢، مشكوٰة ٤١٨)

کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیاتم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو بہ خوبی معلوم ہے، فرمایا کہ: یہ محترم دن ہے۔ کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو بہ خوبی معلوم ہے، فرمایا کہ: محترم شہر ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا، کیا تمھیں معلوم ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو بہ خوبی معلوم ہے، آپؐ نے فرمایا: یہ محترم مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سو بے شک اللہ رب العزت نے تمہارے اوپر تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزت وآبرو کو اسی طرح حرام فرمادیا ہے جیسے کہ تمہارے اِس دن کی حرمت اس مہینے اور اِس شہر میں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس چیز سے ہنسے جو آدمیوں میں سے نکلتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کو صفیہ کی ایسی ایسی صفت کافی ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ ٹھگنی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ سمندر (کے مزے) کو بدل دے۔

حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے میرے پاس یہ وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت نے تم سے جاہلیت کے غرور اور جاہلیت والا باپ داداؤں پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے، اب تو بس متقی مومن ہے یا شقی بدکار، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

لغات وترکیب

مَزَجَ يَمْزُجُ مزجا(ن) ملانا۔ فَخَرَ يَفْخَرُ فَخراً(ف) فخر کرنا۔ تقيٌّ ،ج، أتقياء ، متقی، فاجرٌ ،ج، فُجّارٌ، بدکار۔ شقيٌ ،ج، أشقياء ، بدبخت۔ عُبِّيَّة و عِبِّيَّةٌ ،فخر،تکبر،غرور۔

أيّ يوم هذا، مبتدا باخبر "تدرون" کا مفعول واقع ہے۔ أوحىٰ إليّ جملہ مفسَّر ہے أن تواضعوا میں "أن" تفسیریہ ہے اور جملہ مفسِّر واقع ہے۔ فخرها على الأباء کا عطف "عبّية الجاهلية" پر ہے، كلُّهم "الناس" کی تاکید ہے مؤکد با تاکید مبتدا، بنو آدم، خبر۔

تشریح ۴۰۹- أتدرون أي يوم هذا۔ روایت میں اُس خطبے کا تذکرہ ہے جو آپؐ نے منیٰ میں حج کے موقع پر دیا تھا، آپؐ نے اُس موقع پر حضرات صحابۂ کرامؓ سے سوالات فرمائے کہ یہ کون سا دن ہے، کون سا مہینہ ہے، کون سا شہر ہے؟ حضرات صحابۂ کرامؓ باوجودے کہ جانتے تھے کہ کون سا دن، کون سا مہینہ اور کون سا شہر ہے مگر اِس خیال سے کہ شاید آپؐ اِس دن، اِس مہینے اور اِس شہر کا نام بدل دینا چاہتے ہیں ہر سوال کے جواب میں فرمایا: "الله ورسوله أعلم" چناں چہ مشکوٰۃ شریف کی روایت میں اِس کی صراحت اِن الفاظ میں ہے "حتّى ظننّا أنّه سيسمّيه بغير اسمه" مگر آپؐ کا مقصد نام بدلنا نہیں تھا، بل کہ اِن تینوں چیزوں کی اہمیت وفضیلت کا اظہار فرما کر صحابہؓ کے ذہنوں میں استحضار کرانا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: یاد رکھو تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کے لیے اسی طرح حرام ہیں جس طرح کی تمہارے اِس دن میں، تمہارے اِس شہر میں اور تمہارے اِس مہینے میں۔

روایتِ مذکورہ میں جہاں آپؐ نے مسلمانوں کے جان ومال سے تعرض کرنے کو حرام قرار دیا ہے وہیں اُن کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ مسلمان کی تحقیر وتوہین کرنے سے ایسے ہی بچنا چاہیے جیسے ہم کسی مسلمان کی جان ومال کو نقصان پہنچانے سے بچتے ہیں۔

۴۱۰- نهى النّبيّ أن يضحك رجلٌ۔ "ممّا يخرج من الأنفس" کے عموم میں خروج ریح اور ناک ومنہ وغیرہ سے نکلنے والی تمام چیزیں داخل ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں اس لیے اِس جیسی چیز کے نکلنے پر ہنس کر کسی کی تحقیر کرنا اچھی بات نہیں ہے اس سے بچنا چاہیے۔

۴۱۱- عن عائشة قالت للنبيّ: حضرت صفیہؓ بنت حیی آپؐ کی زوجۂ مطہرہ تھیں، اُن کا قد کچھ

چھوٹا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اُن کے اِس عیب کا ذکر آنحضرت ﷺ کے سامنے ظاہر کردیا۔ ظاہر ہے کہ یہ غیبت تھی اِس لیے آپؐ نے ان کی اِس بات پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جو بات تم نے کہی ہے وہ معمولی نہیں ہے، بل کہ اتنی سخت بات ہے کہ بالفرض اگر اس کو کسی دریا میں ملادیا جائے تو وہ اس کے مزے کو بدل دے۔

واضح رہے کہ "لمزجته" کلمے دو معنی بیان کیے گئے ہے "أي غلبته وغيّرته" اوپر جو تشریح کی گئی ہے وہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے اور اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ عیب بیان کرنا اتنی سخت بات ہے کہ اگر دریا میں ملادیا جائے تو دریا پر بھی غالب آجائے یعنی دریا اپنی وسعت کے باوجود اپنے اندر سمو نہ سکے۔ دوسری بات اِس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے قول " صفيه كذا وكذا" سے اپنی بالشت کی طرف اشارہ تھا کہ حضرت صفیہؓ تو گویا بالشت بھر کی ہیں جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تحقیر و توہین جس طرح زبان سے ہوتی ہے اعضاء و جوارح سے بھی ہوتی ہے۔

۴۱۲- إنّ الله أوحى إليّ أن تواضعوا. روایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو تواضع اور انکساری اختیار کرنی چاہیے فخر و غرور اور ظلم سرکشی سے بچنا چاہیے گویا حدیث شریف میں اِس بات پر دلیل ہے کہ ایسا فخر جو غرور تکبر اور گھمنڈ کے طور پر ہو جس سے اپنے کو دوسروں کے مقابلے میں حقیر سمجھے حرام ہے، فخر و ظلم درحقیقت تکبر ہی کا نتیجہ ہے اس لیے ان کا علاج حدیث میں ان کی ضد (تواضع) کو بتلایا گیا۔

۴۱۳- روایت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے زمانہ جاہلیت کے رسوم بد (فخر و غرور، افتخار بالآبا) کو ختم کردیا ہے، اسلام کے آتے ہی جہالت کی تاریکیاں مٹ چکی ہیں، اب جاہلیت کے رسوم ورواج کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ اللہ رب العزت کے نزدیک سارے انسان برابر ہیں کسی کو بہ حیثیت انسان ہونے کے دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں، اگر فوقیت کی کوئی وجہ ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے۔

لَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ

(٤١٤) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: اعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ: أَعْطِيْهَا بَعِيْرًا، فَقَالَتْ: أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ۔ (مشكوة ص ٤٢٩)

(٤١٥) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَرْبَى الرِّبٰوا اَلْاِسْتِطَالَةُ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

(أبوداؤد ص ٣٣١ ج مشكوة ص ٤٢٩)

اور اپنے آپ پر عیب نہ لگاؤ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ: حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا اور حضرت زینبؓ کے

پاس ایک زائد سواری تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ: صفیہ کو ایک اونٹ دے دو، تو انھوں نے کہا: میں اس یہودیہ کو دوں گی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور ان سے ذی الحجہ، محرم اور صفر کے کچھ ایام الگ رہے۔

حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین سود مسلمان کی آبرو میں ناحق زبان درازی کرنا ہے۔

لغات وترکیب

اِعْتَلَّ اِعْتِلَالًا (افتعال) بیمار ہونا۔ بَعِیْرٌ، ج، بُعْرَانٌ، اونٹ۔ ظَهْرٌ، ج، ظُهُورٌ، پشت مراد سواری۔ رَبَا یَرْبُوْ رباءً المالُ، (ن) زیادہ ہونا۔ اِسْتَطَالَ علیٰ عِرضِهٖ یستطیل استطالۃً (استفعال) بدنامی کی شہرت دینا۔

عند زینب مضاف با مضاف الیہ ثابتٌ کا ظرف ہو کر خبر مقدم، فضل ظهرٍ، مبتدا موخر، فهجرها میں فاتنیجیہ ہے۔

تشریح ۴۱۴- اعتلّ بعیرٌ لصفیه . روایت میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں ایک کہ حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہنا اس لیے تھا کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں اور حضرت زینبؓ کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانِ عالی شان سے تھا۔ حضرت زینبؓ کا یہ جملہ" أنا أعطي تلك الیهودیة" اُس غیرت کی وجہ سے تھا ایک سوکن کو دوسرے سے ہوتی ہے، اُن کے اِس جملے میں اپنی برتری اور دوسری مومنہ کی عیب جوئی اور تحقیر تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے اور دو ماہ سے زائد چھوڑے رکھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آپؐ نے کسی مسلمان کو اِس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ دوسرے مسلمان کو تین دن سے زائد چھوڑ رکھے، اُس سے علاحدہ رہے جیسا کہ ارشاد ہے "لایحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاث" تو پھر آپؐ نے کیسے خود ایسا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اُس وقت ہے جب علاحدگی بغض و کینہ کی وجہ سے ہو اور اگر دین کی خاطر ہو مثلاً تادیب اور اصلاحِ حال کے لیے جیسا کہ اِس واقعے میں تحقیر و تذلیل کرنے پر متنبہ کرنا تھا۔ تو یہ علاحدگی ممنوع نہیں۔ بل کہ بعض مرتبہ شرعاً علاحدگی ضروری ہو جاتی ہے۔

۴۱۵- إنّ أربیٰ الرّبا. روایت کا مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی مصلحت کے بغیر ناروا طور پر کسی مسلمان کے بارے میں اپنی زبان سے برے الفاظ نکالنا جس سے اس کی عزت و آبرو پر دھبہ آئے، اُس کی حقارت و اہانت ہو ایک ایسی لعنت ہے، جس کا گناہ سود کھانے سے بھی زیادہ ہے۔ اور مناسبت دونوں کے درمیان یہ ہے کہ سود میں واجب حق سے زائد مال ناحق لیا جاتا ہے اور انسان کی تحقیر و توہین کے لیے زبان درازی بھی ناحق ہی ہوتی ہے اور یہی دو چیزیں (مال، آبرو) انسان کی عظیم نعمتیں ہیں، اور ظاہر ہے کہ ناحق مال لینے کے مقابلے

میں ناحق آبرو پر حملہ کرنا زیادہ برا ہے، مال دوبارہ آسکتا ہے مگر عزت وآبرو کی بحالی دوبارہ انتہائی مشکل ہے۔
"بغیر حقٍ" کی قید سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بعض صورتوں میں ایسا رویہ اختیار کرنا اور ایسی بات کہنا جس سے عزت وآبرو مجروح ہوتی ہو مباح ہے، مثلاً کسی شخص کا کسی پر کوئی حق ہو اور وہ اُس حق کو ادا نہ کر رہا ہو تو صاحبِ حق کو گنجائش ہے کہ "ظالم" یا کوئی اور لفظ کہہ دے اس لیے کہ یہ حق کی وجہ سے ناحق نہیں ہے۔ (لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ ص:۴۲۹)

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ

(٤١٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَّفِيْعٍ، يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفِضِ الْاِيْمَانُ إِلٰى قَلْبِهٖ! لَاتُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعُ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يُفْضِحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ. قَالَ: وَنَظَرَ اِبْنُ عُمَرَ يَوْمًا إِلَى الْبَيْتِ أَوْ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ: مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكَ۔
(ترمذي ص ٢٤ ج٢، ومشكوٰة ٤٢٩)

اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارا کرو

حضرت بن عمرؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے ان لوگوں کی جماعت جنھوں نے اپنی زبان سے صرف اسلام قبول کیا اور ایمان ان کے قلب تک سرایت نہیں کیا، تم مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچاؤ اور نہ ان کو عار دلاؤ اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، کیوں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا اور اللہ رب العزت جس کے عیب کے پیچھے پڑ گیا اسے رسوا کر دے گا اگر چہ وہ اپنے کجاوے کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ راوی کا (نافع) کا بیان ہے: اور ایک دن حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر فرمایا: تو کس قدر باعظمت اور تیری حرمت کس قدر عظیم تر ہے اور مومن کی عزت اللہ کے نزدیک تجھ سے بڑھ کر ہے۔

لغات وترکیب

أفضىٰ إليه يفضي إفضاءً (إفعال) پہنچنا۔ عَيَّرَ يُعَيِّرُ تعييراً (تفعيل) عار دلانا۔ أفضحَ يُفضِحُ إفضاحاً (إفعال) رسوا کرنا۔ رَحْلٌ، ج، رِحالٌ، کجاوہ۔
من أسلم میں "من" موصولہ ہے أسلم بلسانه ولم يفض الأيمان إلىٰ قلبه، ہر دو جملے معطوف علیہ ومعطوف شدہ صلہ موصول با صلہ مضاف الیہ، بعد ازاں منادی۔ من يتبع الله عورته شرط،

بنضحہ ۲۳۔ ولوفي رحله میں "لو" وصلیہ ہے۔

تشریح ۴۱۶- حدیث شریف میں کسی مسلمان کو اذیت پہنچانے، عار دلانے اور اُس کی عیب جوئی کرنے سے منع کیا گیا ہے، روایت میں "یامعشر من أسلم بلسانه" سے مراد منافقین ہیں اور بہ ظاہر فاسقین بھی اس میں داخل ہیں، اس لیے کہ آگے فرمایا: "ولم يفض الإيمان إلىٰ قلبه" یعنی جن کا دل اصلِ ایمان یا کمالِ ایمان کے نور سے منور نہیں ہوا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ منافق میں اصلِ ایمان نہیں ہوتا اور فاسق میں کمالِ ایمان نہیں ہوتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا" لاتؤذوا المسلمين" یہاں "المسلمین" سے مراد کامل مسلمان ہیں جو زبان سے بھی اسلام کے قائل ہیں اور دل بھی نورِ ایمان سے منور ہے۔ ولاتعيّروهم۔ عار دلانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان سے اگر کبھی کسی گناہ کا صدور ہو گیا تھا تو اس گناہ پر اس کی طعن وتشنیع نہ کرو، خواہ اس گناہ سے توبہ کرنا تمہیں معلوم ہو یا نہ معلوم ہو۔ ولاتتبعوا عوراتهم۔ اور تم ان کے عیب کو نہ ڈھونڈھو۔ کیوں کہ دنیا میں جو شخص کسی مسلمان کی عیب جوئی کرتا ہے یا کسی مسلمان کے عیوب کو دوسروں کے سامنے بیان کر کے اس کو رسوا کرتا ہے اُس کو جان لینا چاہیے کہ آخرت میں اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ علاوہ ازیں اسے دنیا میں بھی رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا خواہ کسی بھی جگہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت نے ایک مسلمان کے کردار، اس کی سماجی حیثیت، اس کے شخصی وقار اور اس کی نجی زندگی کو معاشرے میں ذلت ورسوائی سے بچانے پر بڑا زور دیا ہے اور کسی کو یہ اجازت نہیں دی ہے کہ وہ کسی کے نجی حالات کی جستجو کرے، اور لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرے اس لیے کہ مومن کو اللہ رب العزت نے بڑی عزت وعظمت سے نوازا ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خانۂ کعبہ پر نظر ڈال کر ارشاد فرمایا: اے کعبہ! یقیناً تو بہت معزز ومحترم ہے تجھے اللہ رب العزت نے بے پناہ عزت وعظمت عطا فرمائی ہے لیکن ایک مومن کی عزت اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تیری عزت وعظمت سے بھی زیادہ ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

(٤١٧) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيْهِ: كَافِرٌ فَقَدْ بَآءَ بِهٖ أَحَدُهُمَا.

(بخاري ص ٩٠١، مشكوٰة ٤١١ عن الشيخين)

(٤١٨) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَدَمُهٗ حَسْبُ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ. (أبو داؤد ص ٣٢١ ج٢، مشكوٰة ص ٤٢٢)

ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہہ دیا تو ان دونوں میں سے ایک ضرور کفر کے ساتھ لوٹا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کا مال، اس کی عزت اور اس کی جان۔ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

لغات وترکیب

فَسَقَ يَفْسُقُ فِسقاً(ن) بدکار ہونا۔ بَاءَ يَبُوءُ بَوءً ا(ن) لوٹنا۔ حَقَّرَ تحقيراً (تفعیل) حقیر سمجھنا۔

بئس الاسم میں "الاسم" بئس کا فاعل ہے اور "الفسوق مخصوص بالذم ہے، أيما میں "ما" زائدہ ہے، اور "رجلٍ "مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ حسب امرئ من الشرّ مبتدا اور أن يحتقر أخاه المسلم بہ تاویل مفرد خبر ہے۔

تشریح

۴۱۷- أيما رجل قال لأخيه كافر. مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو کافر کہا تو اس کی دو ہی صورتیں ہوں گی، ایک تو یہ کہ کہنے والے نے سچ کہا ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں کلمۂ کفر کا مستحق وہی شخص ہوگا جس کو کافر کہا گیا ہے اور جو حقیقتاً کافر ہے، دوسرے یہ کہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہو یعنی جس کو کہا ہے وہ حقیقت میں مسلمان ہے، اِس صورت میں کہا جائے گا کہ کہنے والا خود کافر ہو گیا اِس لیے کہ کافر کہنے کا مطلب اِس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُس نے ایمان کو کفر سمجھا اور دینِ اسلام کو باطل جانا۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کو بعض علماء نے "مشکلات" میں سے شمار کیا ہے، کیوں کہ اِس اِرشادِ گرامی کا جو ظاہری مفہوم ہے جس کو ماقبل میں بیان کیا گیا۔ اُس کو حقیقی مراد قرار نہیں دیا جا سکتا اِس لیے کہ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا بشرطے کہ وہ دینِ اسلام کو برحق جانتا ہو اور کسی کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کافر کہہ دینا کبیرہ ہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس حدیث کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔

(۱) یہ حدیث استحلال پر محمول ہے یعنی جو مسلمان کو کافر کہنے کو حلال سمجھ رہا ہو اور گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے اس لیے اگر وہ کافر نہیں ہے جس کو کافر کہا گیا ہے تو کہنے والا گناہ کو حلال سمجھنے کی وجہ سے خود کافر ہو جائے گا۔

(۲) باء بها أي رجع بإثم تلك المقالة۔ مطلب یہ ہے کہ کہنے والا کافر تو نہیں ہوگا لیکن اِس جھوٹ کی وجہ سے اس کا گناہ اسی پر لوٹے گا۔

(۳) اس کے مصداق خوارج ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی تکفیر کی تھی۔ یہ تاویل ضعیف ہے۔

۴۱۸- كل المسلم على المسلم حرام. روایت میں مسلمان کی جان، اس کے مال اور اس کی عزت وآبرو کو محترم قرار دیا گیا ہے کہ کسی کے لیے یہ روا نہیں کہ مسلمان کی جان اور اس کے مال اور اس کی عزت وآبرو سے تعرض کرے نیز اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھے۔ اس

روایت پر تفصیلی بحث حدیث نمبر ۲۳۱ کے تحت گذر چکی ہے۔

إنّ بعض الظّن إثم

(۴۱۹) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔ (بخاري ص ۸۹۷، مشكوة ۴۲۷)

(۴۲۰) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَسَاءَ بِأَخِيْهِ الظَّنَّ فَقَدْ أَسَاءَ بِرَبِّهٖ۔ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ۔

(الدر المنثور في تفسير سورة الحجرات)

(۴۲۱) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثٌ لَّازِمَاتٌ لِأُمَّتِيْ (۱) اَلطِّيَرَةُ (۲) وَالْحَسَدُ (۳) وَسُوْءُ الظَّنِّ، فَقَالَ رَجُلٌ مَا يُذْهِبُهُنَّ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مِمَّنْ هُنَّ فِيْهِ. قَالَ: إِذَا حَسَدْتَّ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَإِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ، وَإِذَا طَيَّرْتَ فَامْضِ۔

(الدر المنثور في تفسير سورة الحجرات)

بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گمان سے بچو، کیوں کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ بدگمانی کی تو اس نے اپنے رب کے ساتھ برائی کی ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔

حضرت حارثہ بن نعمانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میری امت کو ضروری ہیں۔ بدفالی، حسد اور بدگمانی۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا، کون سی چیز ان کو دور کرسکتی ہے اے اللہ کے رسول! اس شخص سے جس میں یہ چیزیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: جب تمہارے دل میں حسد پیدا ہو تو استغفار کرو اور جب گمان کرو تو تحقیق نہ کرو اور جب بدشگونی لو تو (مقصد میں) لگے رہو۔

ترجمہ ۴۱۹- آیت کریمہ "إن بعض الظن اثم" کے تحت ظن کی تفصیل گذر چکی ہے اس روایت میں ظن کو سب سے بڑا جھوٹ قرار دیا گیا ہے، ظن سے مراد اس جگہ تہمت ہی ہے یعنی کسی شخص پر بغیر کسی قوی دلیل کے کوئی الزام یا عیب لگا دینا، بغیر دلیل کے کوئی بات کہنا گویا خلاف واقعہ غیر کی طرف منسوب کرنا ہے اور خلاف واقعہ بات کہنا ہی جھوٹ ہے جس کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

۴۲۰- من أساء بأخيه الظن. مطلب یہ ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ بدگمانی کرنا اپنے پروردگار کی سراسر نافرمانی کرنا ہے اِس لیے کہ اللہ رب العزت نے صاف طریقے سے کسی کے ساتھ بدگمانی کرنے سے منع فرمایا ہے اِس کے باوجود اُس حکم پر عمل نہ کرنا گویا پروردگار کے حکم کو ٹھکراتا ہے۔

۴۲۱- ثلاث لازمات لأمتي. مطلب یہ ہے کہ یہ تین بیماریاں میری امت میں ضرور پیدا ہوں گی، بدشگونی، حسد اور بدگمانی۔ اور ساتھ ہی ساتھ آپؐ نے ان تینوں بیماریوں کا علاج بھی بتلا دیا ہے۔ فرمایا: اگر کسی کے تئیں دل میں حسد پیدا ہو تو فوراً توبہ واستغفار کرو، اور اگر کسی کے متعلق دل میں بدگمانی پیدا ہو تو اس کے پیچھے نہ پڑو کہ اس کی تحقیق وجستجو میں لگ جاؤ؛ کیوں کہ اس سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے، اسی طرح اگر دل میں بدشگونی آجائے تو اس کی وجہ سے اپنے مقصد سے نہ رکو، یعنی بد فالی تمہارے مقصد کی تکمیل میں حائل نہ ہو، بل کہ تم اپنے کام پر متوجہ رہو۔ ماقبل میں بھی اس کی تفصیل گذر چکی ہے کہ ایسے موقع پر یہ دعا پڑھ لیا کرو "اللهم لا ياتي بالحسنات إلّا أنت ولا يدفع السيئات إلّا أنت ولا حول ولا قوة إلّا بالله."

لَا تَجَسَّسُوا

(۴۲۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ؛ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا.

(بخاري ص ۸۹۶، مشكوة ص ۴۲۷)

(۴۲۳) عَنْ مُعَاوِيَةَؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَّهُمْ. (أبوداؤد ص ۳۳۰ ج۲، مشكوة ص ۳۲۲)

(۴۲۴) أُتِيَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَقِيْلَ: هٰذَا فُلَانٌ تُقْطِرُ لِحْيَتُه خَمْرًا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلٰكِنْ إِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَّاخُذْ بِهٖ.

(أبوداؤد ص ۳۳۰ ج۲)

ٹوہ میں نہ لگو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (برے) گمان سے بچو، کیوں کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور ٹوہ میں نہ لگو اور نہ ہی کسی کی جاسوسی کرو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، اور نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اے اللہ کے بندو! تم سب بھائی بھائی بن کر رہو۔

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر

لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑے گا تو انھیں بگاڑ دے گا۔
حضرت ابن مسعودؓ کے پاس کسی کو لایا گیا اور کہا گیا: یہ فلاں شخص ہے اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہم کو کھود کرید سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔

لغات و ترکیب

تَجَسَّسَ تَجَسُّساً (تفعّل) تفتیش کرنا۔ تَحَسَّسَ تحسُّساً (تفعّل) حقیقتِ حال معلوم کرنا۔تَدابَرَ تدابُراً (تفاعل) ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے کوئی بات کہنا۔ أقْطَرَ يُقْطِرُ إقطاراً (إفعال) ٹپکانا۔ لحيةٌ، ج، لُحيً ،داڑھی۔ترکیب بالکل ظاہر ہے۔

تشریح ۴۲۲- إيّاكم والظنّ۔ حدیث شریف میں جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے اُن کا معاشرے کی انفرادی واجتماعی زندگی سے براہِ راست تعلق ہے اگر مذکورہ باتوں سے اجتناب کیا جائے تو معاشرے میں پھیلی والی بہت سی برائیوں سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ پہلی چیز بدگمانی سے بچنا ہے، بدگمانی کو بدترین جھوٹ قرار دیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے متعلق بدگمانی قائم کرلیتا ہے تو وہ اس کے بارے میں ہر وقت غلط ہی سوچتا ہے کہ وہ تو ایسا ہے ویسا ہے حالاں کہ حقیقت میں وہ شخص ویسا ہوتا نہیں اس لیے اُس کے اِس خیال کو جھوٹ ہی کہا جائے گا اور یہ غلط خیالات اس کے دل میں چوں کہ اس کے دل میں شیطان کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں اِس لیے "بدترین جھوٹ" کا نام دیا گیا، یا بدترین جھوٹ نام دینا اس گناہ کی شدّت کو بتلانے کے لیے ہے۔

ولاتحسسو ولاتجسّسو۔ تحسس وتجسس دونوں متقارب لفظ ہیں۔ اخفش نے یہ فرق کیا ہے کہ "تجسس" کسی ایسے امر کی تلاش وجستجو کو کہا جاتا ہے جس کو لوگوں نے آپ سے چھپا ہو اور "تحسس"، مطلق تلاش وجستجو کے معنیٰ میں آتا ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ کسی کی بھی عیب جوئی نہ کرو۔

ولاتحاسدوا۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرو کہ وہ نعمت اس سے چھن جائے۔حسد ایک ایسی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کا قلبی سکون چھن جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہر وقت دوسروں کو دیکھ کر جلتا رہتا ہے۔حسد کی تعریف اور اس سلسلے میں تفصیل "لاحسد إلا في اثنتين" کے تحت گذر چکی۔

ولاتباغضوا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ہی ایسے اسباب پیدا کرو جو بغض ونفرت کو لازم کرتے ہیں۔اس لیے کہ بغض ونفرت اختلاف وانتشار کا سبب ہے، اِس کے برعکس حدیث میں "تحابب" کی تاکید ہے کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو کیوں کہ یہ اتحاد و یگانگت کا سبب ہے اور اسلام میں یہی مطلوب ہے۔ ارشاد باری ہے: "واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا".

ولاتدابروا۔ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ "تدابر" سے مراد تقاطع (ترکِ ملاقات) ہے اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایک دوسرے سے ملنا جلنا نہ چھوڑو۔ اور اِس معنیٰ کو مذکورہ جملے سے لفظی مناسبت یہ ہے کہ ترکِ ملاقات کرنے والوں میں سے ہر ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اسلام کے بتائے ہوئے حقوق کی ادائے گی سے گریز کرتا ہے۔

وکونوا عباد الله إخواناً. "عبادَ اللّٰه" پر نصب یا تو اِس وجہ سے ہے کہ اس سے پہلے حرفِ ندا محذوف ہے، اور یا تو "کونوا" کی خبرِ اول ہے اور "إخواناً" خبرِ ثانی ہے۔ اِس جز کا مطلب یہ ہے کہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور عبودیت میں سب برابر ہو لہٰذا تمہاری اِس حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان حسد، بغض اور غیبت جیسی برائیوں کو حائل کر کے اپنے دلوں میں افتراق اور اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو، بلکہ اپنے مرتبۂ عبودیت پر اتحاد و یک جہتی کے ساتھ قائم رہو اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

۴۲۳- إنك إن اتبعت عورات الناس. اگر تم لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کروگے تو ان کو خرابی میں مبتلا کردوگے، اِس لیے کہ عیب گیری آپسی جنگ وجدال کا سبب ہے تم دوسرے کے عیوب کے پیچھے پڑوگے اور وہ تمہارے عیوب تلاش کرے گا اِس طریقے سے دونوں میں ناچاقی اور بگاڑ پیدا ہوگا۔ پھر یہ کہ اگر اظہارِ عیب کا سلسلہ شروع ہو جائے تو دونوں لوگوں کی نظر میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ اسی طریقے سے جب عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں تو حیا جاتی رہتی ہے اور بے حیائی سے لوگ جرائم پر جری ہو جاتے ہیں اور کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ سب خرابی عیب جوئی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ خطاب گرچہ خاص ہے مگر حکم ہر امتی کے لیے عام ہے۔

۴۲۴- عن ابن مسعودؓ. روایت میں تجسس سے منع کیا گیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جس شخص کو لایا گیا ہے اس کی ڈاڑھی سے تو شراب ٹپک رہی ہے پھر تجسس کی ممانعت کا حوالہ دے کر کچھ نہ کہنا کیسے صحیح ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ "هذا فلان تقطر لحيته خمراً" کا جملہ برائے شکایت ہے۔ یہ نہ تو شراب پینے کا مشاہدہ ہے اور نہ ہی شہادت جس سے شرعی ثبوت فراہم ہوتا ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمیں ٹوہ میں لگنے سے منع کیا گیا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اگر ہمیں ثبوت فراہم ہو جائے تو ہم ضرور مواخذہ کریں گے۔

اَلْحَسَدُ

(٤٢٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَ الْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

(أبوداؤد ص ٣٣٢ ج ٢، مشكوٰة ص ٤٢٨)

(٤٢٦) عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَبَّ إِلَيْكُمْ

داءُ الأمم قبلكُمُ الحسدُ والبغضاءُ هِيَ الحالِقةُ لا أقولُ: تحلِقُ الشَّعرَ ولٰكن تحلِقُ الدّينَ، والّذي نفسي بيدِهٖ لا تدخلُوا الجنّةَ حتّى تؤمنُوا ولا تؤمنُوا حتّى تحابُّوا، أفلا أنبّئكُم بما يُثبّتُ ذٰلك لكُم أفشُوا السّلامَ بينكُم۔

(ترمذي ص ٧٤ ج ٢، مشكوة نصف اول ص ٤٢٨ ونصف آخر ٣٩٧)

حسد

حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم حسد سے بچتے رہو، کیوں کہ حسد نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اندر تم سے پہلے امتوں کی بیماری حسد اور بغض پہنچ گئی ہے، وہ مونڈ دینے والی ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بل کہ وہ دین کا صفایا کردیتی ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ مومن نہ ہو جاؤ اور تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلادوں جو تمہارے لیے یہ ثابت کردے، تم آپس میں سلام پھیلاؤ۔

تشریح ۴۲۵- إياكم والحسد. حدیث شریف کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جس طرح آگ اور لکڑی کا معاملہ ہے کہ آگ لکڑی کو جلا کر اس کا وجود مٹا دیتی ہے اسی طرح حسد بھی ایسی بری خصلت ہے جو انسان کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی نیکیوں کو مٹا دیتی ہے۔ حدیث شریف میں ایک دوسری بحث یہ ہے کہ معاصی سے حبطِ اعمال ہوتا ہے یا نہیں، اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہوں سے اعمالِ صالحہ حبط نہیں ہوتے مگر بعض معتزلہ حبطِ اعمال کے قائل ہیں اور اِس حدیث کو اپنے مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ حدیث میں اِس بات کی صراحت ہے کہ حسد عمل صالح کو باطل کردیتا ہے۔

حضرات محدثین نے اِس حدیث کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں (۱) نیکیوں کو مٹانے کا مطلب یہ ہے کہ حسد نیکیوں کے حسن وکمال کو ضائع کردیتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے "الحسد يفسد الإيمان كما يفسد الصبر العسل" یعنی حسد ایمان میں فتور پیدا کرتا ہے جس طرح کی ایلوا شہد کو بدمزہ کردیتا ہے۔ (۲) دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حسد حاسد کو محسود کی حق تلفی پر آمادہ کرتا ہے، اُس کی غیبت کرتا ہے اس کی آبروریزی کرتا ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں محسود کے پاس چلی جائیں گی، جیسے کہ اس کی تفصیل "المفلس من أمة محمد" کے تحت گذر چکی۔ اِس توجیہ کے مطابق حبطِ اعمال سے مراد قیامت کے دن نیکیوں سے محروم ہونا ہے۔

۴۲۶- دبّ إليكم داء الأمم. مطلب یہ ہے کہ حسد اور بغض یہ دو وہ بیماریاں ہیں جو سابقہ امتوں میں بھی تھیں اور تمہارے اندر بھی سرایت کرگئی ہیں حالاں کہ یہ اتنی خطرناک بیماریاں ہیں جو دین کا صفایا

کردینے والی ہیں۔ حدیث کی وضاحت ۲۴۷ نمبر کے تحت گذر چکی۔

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً

(٤٢٧) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ أَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَّخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ يَا جِبْرَئِيْلُ! قَالَ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ. (أبوداؤد ص ٣٢١ ج٢، مشكوٰة ٤٢٩)

(٤٢٨) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍؓ وَجَابِرٍؓ قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا. قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَه وَإِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَه حَتّٰى يَغْفِرَهَا لَه صَاحِبُه، وَفِيْ رِوَايَةِ أَنَسٍؓ قَالَ: صَاحِبُ الزِّنَا يَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِيْبَةِ لَيْسَ لَه تَوْبَةٌ. (مشكوٰة ص ٤١٥)

(٤٢٩) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ: أَفَرَءَيْتَ إِنْ كَانَ فِيْ أَخِيْ مَا أَقُوْلُ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَه وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّه. (مسلم ص ٣٢٢ ج٢، مشكوٰة ص ٤١٢)

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے اوپر لے جایا گیا تو میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو (اس سے) نوچ رہے تھے، میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُن کی آبرو ریزی کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید و حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتے ہیں اور غیبت کرنے والے کو جب تک اس کا ساتھی اس کے جرم کو معاف نہ کردے معاف نہیں کیا جائے گا۔ اور حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ زنا کار توبہ کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟

حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو بہ خوبی معلوم ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ کرنا ایسی صفت کے ساتھ جو اس کو ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا: سو کیا خیال ہے؟ اگر وہ برائی میرے بھائی میں ہو جسے میں بیان کر رہا ہوں، آپؐ نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہو جس کو تم بیان کر رہے ہو تبھی تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ برائی اس میں نہ ہو تب تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔

لغات و ترکیب

عَرَجَ يَعْرُجُ عُرُوجاً (ن) اوپر چڑھنا۔ أَظْفَارٌ، واحد، ظُفُرٌ، ناخون۔ نُحَاس (بتثليث النون) تانبا، پیتل۔ خَمَشَ يَخْمِشُ خَمْشاً (ض) نوچنا۔ وَقَعَ في عِرْضٍ يَقَعُ وُقُوعاً (ف) آبروریزی کرنا۔ بَهَتَ بَهْتاً (ف) تہمت لگانا۔

مررت بقوم لهم أظفارٌ من نحاس۔ "قومٌ" موصوف، "لهم" خبر مقدم، "أظفارٌ" موصوف "من نحاس" متعلق شدہ صفت، موصوف باصفت مبتدا موخر۔ مبتدا با خبر جملہ شدہ صفت اول واقع ہے "قومٌ" موصوف کا يخمشون وجوههم وصدورهم صفت ثانی، موصوف بہ ہر دو صفت مجرور شدہ متعلق بہ "مررت" جملہ جواب لمّا واقع ہے۔ ليزني لام برائے تاکید ہے جملہ "إن" کی خبر واقع ہے۔ ذكرك أخاك بمايكره۔ ذکرٌ مصدر اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر "الغيبة" مبتدا محذوف کی خبر واقع ہے۔

تشریح ۴۲۷- لمّا عرج بي۔ ماقبل میں اس مضمون کی ایک روایت گذر چکی ہے کہ شب معراج میں آپؐ کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آسمان کی سیر کرائی اور اعمال کی جزا وسزا کے مشاہدے کرائے تو آپؐ نے مختلف قسم کے گنہ گاروں کو مختلف عذاب میں مبتلا دیکھا جن میں سے زناکار اور سود خور کے متعلق یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ "زناکار" آگ کے عذاب میں اور "سودخور" خون کے عذاب میں مبتلا تھا۔ اور اِس روایت میں غیبت کرنے والوں کے عذاب کا تذکرہ ہے کہ وہ اپنے پیتل اور تانبے کے ناخن سے اپنے سینوں اور چہروں کو کرید رہے تھے۔ اُن کو یہ عذاب غالباً اِس وجہ سے دیا جا رہا تھا کہ انھوں نے اپنے بھائیوں کی غیبت اور ان کی آبروریزی کر کے ان کے سینے اور چہرے کو مجروح و مغموم کیا لہٰذا ان کی سزا یہی ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے سینوں اور چہروں کو زخمی کریں۔

۴۲۸- الغيبة أشد من الزنا۔ غیبت کو زنا سے بھی زیادہ شدید فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ زنا کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور اللہ رب العزت کے نزدیک حقوق العباد زیادہ اہم ہیں حقوق اللہ کے مقابلے میں، یہی وجہ ہے کہ زناکار جب نادم ہو کر اپنے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ رب العزت معاف فرما دیتے ہیں برخلاف غیبت کے کہ اس کا تعلق چوں کہ بندے سے ہے، اس لیے وہ بندہ جب تک معاف نہ کرے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے گویا غیبت زنا سے بھی اشد ہے۔

وفي رواية أنس۔ ''غیبت کرنے والے کے لیے توبہ نہیں'' مطلب یہ ہے کہ جو شخص زنا میں مبتلا ہو

جاتا ہے اس کے دل پر خدا کا خوف طاری رہتا ہے وہ اپنے اِس فعل کو حرام و ناجائز سمجھ کر ہی کرتا ہے اِس لیے اُسے اپنے کیے پر ندامت ہو ہی جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ برخلاف غیبت کرنے والے کے کہ وہ اِس گناہ کو معمولی تصور کرتا ہے جس کی وجہ سے اسے توبہ کی توفیق نہیں مل پاتی۔ یا مطلب یہ ہے کہ غیبت کے لیے مستقل توبہ ہی نہیں ہے؛ بل کہ جس کی غیبت کی ہے اُس سے معافی مانگ لینا اور اس کا معاف کر دینا ہی توبہ ہے۔

۴۲۹- أتدرون ماالغيبة؟ روایت میں آپؐ نے غیبت کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا یہ سوال "أتدرون ماالغيبة ؟" برائے استفہام نہیں تھا، بل کہ برائے ارشاد تھا یعنی غیبت کی حقیقت کو واشگاف کرنے اور اس کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے تھا۔ چناں چہ آپؐ نے فرمایا کہ: غیبت کی حقیقت یہی ہے کہ تم پیٹھ پیچھے اپنے کسی بھائی کے متعلق ایسی بات کہو جو اگر اسے معلوم ہو جائے تو برا سمجھے۔ معلوم کیا گیا اگر وہ برائی اس میں ہو تب بھی غیبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں یہی غیبت ہے اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو وہ بہتان ہے جس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ غیبت اور بہتان دونوں ہی حرام اور ناجائز ہیں۔

غیبت ہی کے متعلق یہاں یہ جان لینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہے اس سے معافی طلب کرے اگر اُس غیبت کی خبر اُس تک پہنچی ہے اور معافی طلب کرتے وقت تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں اجمالی طور پر کہہ دینا کافی ہے، اور اگر اُس غیبت کی خبر اُس تک نہیں پہنچی ہے یا یں طور کہ وہ مرگیا یا کہیں دور دراز جگہ پر ہے جہاں تک رسائی مشکل ہے تو اس صورت میں استغفار کافی ہے۔

وَيُقَارِبُ الْغِيْبَـةَ النَّمِيْمَـةُ

(٤٣٠) عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (بخاري ص ٨٩٥، مشكوة ٤١١)

(٤٣١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْضِ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا، فَقَالَ: يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا بِكِسْرَتَيْنِ فَجَعَلَ كِسْرَةً فِيْ قَبْرِ هٰذَا وَكِسْرَةً فِيْ قَبْرِ هٰذَا، فَقَالَ: لَعَلَّه يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبِسَا، وَفِيْ رِوَايَةٍ فَوَضَعَ عَلٰى قَبْرِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً۔ (بخاري ص ٨٩٤ وص ٣٤ و ٣٥، مشكوة ص ٤٢)

(٤٣٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَأَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ إِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ

وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ، الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ۔ (مشكوة ص ٤١٥)

اور غیبت کے قریب قریب چغل خوری بھی ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔

حضرت بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے ایک باغ سے نکلے تو دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جنھیں ان کی قبر میں عذاب دیا جارہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: اِن دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور اُن کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا ہے، اُن دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر آپؐ نے ایک ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر ایک ٹکڑا اِس کی قبر پر رکھ دیا اور دوسرا اُس کی قبر پر، اور فرمایا: شاید اِس کی وجہ سے ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک یہ ٹہنیاں نہ سوکھیں، اور ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے۔ اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغل خوری کرنے والے، دوستوں کے درمیان جدائیگی پیدا کرنے والے اور پاک دامن عورتوں پر گناہ (کی تہمت) ڈھونڈھنے والے ہیں۔

لغات وترکیب

نَمَّ يَنِمُّ نَمّاً الحديثَ (ن ض) چغل خوری کرنا۔ قَتَّ الحديثَ يَقُتُّ قَتّاً (ن) سخن چینی کرنا۔ قَتَّات، چغل خور۔ جَرِيْدَةٌ، ج، جَرِيدٌ، کھجور کی ٹہنی جو پتوں سے صاف کرلی گئی ہو۔ يَبِسَ يَيْبَسُ يُبْساً (س) خشک ہونا۔ مشیٰ بالنميمة يمشي مشياً (ض) چغل خوری کرنا۔ بَغىٰ يبغي بغيةً (ض) طلب کرنا، تلاش کرنا۔ عَنِتَ يَعْنَتُ عَنَتاً (س) گناہ کرنا۔

"يُعَذَّبَانِ في قبورهما" جملہ إنسانين کی صفت واقع ہے، مالم ييبسا میں "ما" مادام کے معنیٰ میں ہے۔ خيار عباد الله الصالحون مبتدا، الذين إذا رأوا ذكر الله موصول باصلہ خبر۔ الباغون صیغہ صفت۔ البراء مفعول اول، العنت مفعول ثانی۔

تشریح ۴۳۰ - لا يدخل الجنة قتات. قتات اور نمام کے ایک ہی معنیٰ ہیں یعنی چغل خور۔ جو ادھر اُدھر کی بات کرکے لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد کی بیج بوتا ہے، اور جنت میں داخل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دخول اولی سے محروم رہے گا یعنی چغل خوری اتنا بڑا گناہ ہے کہ جب تک اس کی سزا نہیں جھیل لے گا اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ کہ جنت میں بالکل داخل ہی نہیں ہوگا، اس لیے کہ ہر مومن جنت

میں ضرور داخل ہوگا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من قال لا إله إلا الله دخل الجنة"

۴۳۱- خرج النبيّ من بعض حيطان المدينة. یہاں ان قبروں کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ہے مگر ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبریں نئی تھیں، بہ ہر حال آپؐ وہیں ٹھہر گئے اور فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے "وما يعذبان في كبير" مطلب یہ ہے کہ عذاب جس سلسلے میں ہو رہا ہے اس کو ان لوگوں نے معمولی سمجھ رکھا تھا۔ حالاں کہ شرعی اعتبار سے بہت بڑا اور سنگین معاملہ ہے، پھر آپؐ نے ان دونوں معذبین کے گناہوں کی نشان دہی فرمائی کہ اُن دونوں میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرے کا کام لگائی بجھائی کرنا تھا اور یہ دونوں کام دیکھنے میں بہت معمولی ہیں، اگر کوئی چاہے تو ذرا سی توجہ سے ان چیزوں سے بچ سکتا ہے، نہ تو پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا مشکل ہے اور نہ لگائی بجھائی کرنا ہی زندگی کا لازمی جز ہے کہ اس کے بغیر انسان زندہ نہ رہ سکے، لیکن چوں کہ ان لوگوں کی طبیعت کا لگاؤ ان چیزوں سے ہوگیا تھا اس لیے بچ نہ سکے۔

جو لوگ ان قبروں میں مدفون تھے ان کے نام نہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائے ہیں اور نہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے اس قسم کی کوئی بات منقول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا ادب اس سلسلے میں یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے متعلق کسی شخص کو رسوائی کا اندیشہ ہو تو اس کو حتی الامکان چھپانا چاہیے۔

حدیثِ مذکور میں ایک دوسری بحث یہ کی جاتی ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کافروں کی، اس سلسلے میں ایک طویل بحث ہے جو حدیث کی بڑی کتابوں میں آجائے گی یہاں مختصراً یہ جان لینا کافی ہے کہ اس سلسلے میں دو جماعتیں ہیں کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ قبریں کافروں کی تھیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے "لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا" یعنی مجھے اس وقت تک عذاب میں تخفیف کی توقع ہے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں تو ارشاد گرامی میں ایک مخصوص مدت تک کے لیے عذاب کا ہلکا ہو جانا یہ بتلا رہا ہے کہ قبریں مشرکین کی تھیں، ورنہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پیغمبر علیہ السلام خصوصی توجہ فرمائیں اور عذاب ہمیشہ کے لیے ختم نہ ہو۔ پھر یہ کہ پیغمبر علیہ السلام نے "لعلّه" فرمایا یعنی یہ تخفیفِ عذاب بھی کوئی یقینی بات نہیں بلکہ مجھے امید ہے۔ دوسری جماعت کا خیال یہ ہے کہ قبریں مسلمانوں کی تھیں اور آپؐ کے ارشاد "لعلّه أن يخفف عنهما ما لم ييبسا" کا ترجمہ یوں کرسکتے ہیں کہ مجھے توقع ہے کہ ان شاخوں کے خشک ہونے سے قبل ہی ان حضرات کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

(ایضاح البخاری ج ۲ ص: ۲۶۳-۲۶۶ ملخصاً)

یہاں یہ واضح رہے کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تھا، خواہ اسے آپؐ کے دستِ مبارک کی خصوصیت سمجھ لو یا آپؐ کی سفارش کا نتیجہ کہہ لو، لہٰذا اس حدیث سے قبروں پر سبزہ لگانے اور پھول چڑھانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں میت کے حق میں تخفیفِ عذاب کا سبب ہوتیں تو احادیث میں صراحت کے ساتھ اس کی ترغیب ہوتی حالاں کہ ذخیرۂ احادیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔

۴۳۲- خیار عباد اللہ الذین. مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اللہ رب العزت کے ساتھ اپنے کمال تعلق واختصاص کی بنا پر ایسے درجے پر فائز ہوجاتے ہیں کہ ان کے احوال وکردار، عادات واطوار اور حرکات وسکنات سے انوار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور انھیں دیکھتے ہی بے ساختہ دل پکار اٹھتا ہے کہ یہی خدا کے نیک بندے ہیں جو کامل عبودیت کے حامل ہیں۔

بعض حضرات نے خدا یاد آجانے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خدا کے ایسے نیک وصالح بندوں کو دیکھنا گویا ذکر الٰہی میں مشغول ہونا ہے، جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عالم دین کے چہرے پر نظر ڈالنا عبادت اور عین سعادت ہے۔

اَلسِّبَابُ وَاللَّعْنُ

(۴۳۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُه كُفْرٌ۔ (بخاري ص ۸۹۳، مشكوة ۴۱۱)

(۴۳۴) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّؓ أَنَّه سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُه كَذٰلِكَ۔ (بخاري ص ۸۹۳، مشكوة ۴۱۱)

(۴۳۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: لِمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا، كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ: مَالَه تَرِبَتْ جَبِيْنُه۔

(بخاري ص ۸۹۳، مشكوة ۵۱۹)

(۴۳۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ: إِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔ (مسلم ص ۳۲۳ج۲، مشكوة ۵۱۹)

(۴۳۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ وَإِنَّه مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَه بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔ (أبوداؤد، مشكوة ص ۴۱۳)

(۴۳۸) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِيْ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔

(مسلم ص ۴۲۱ج۲، مشكوة ۴۱۱)

باہم گالی گلوچ اور لعن طعن کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن سے

گالی گلوج کرنا نافرمانی۔ ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص دوسرے شخص پر نافرمانی کی تہمت نہیں لگاتا ہے اور نہ ہی اسے کفر کا الزام دیتا ہے مگر وہ اسی پر لوٹ جاتا ہے اگر وہ اس کا اہل نہ ہو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نہ تو فحش گو تھے، نہ لعن وطعن کرنے والے اور نہ گالی گلوج کرنے والے تھے۔ غصّے کے وقت فرماتے تھے اسے کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعاء فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھ کو لعن طعن کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھ کو تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ہوا پر لعنت بھیجی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اس کو لعن طعن مت کرو، کیوں کہ وہ تو مامور ہے اور بلاشبہ بات ایسی ہے کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعن طعن کرتا ہے جو اس کی اہل نہیں تو وہ لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دو گالی دینے والوں نے جو کچھ بھی کہا تو شروع کرنے والے پر (سب گناہ) ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھ جائے۔

لغات وترکیب

سَابَّ يُسَابُّ مُسَابَّةً وسِبَاباً (مفاعلة) باہم گالی گلوج کرنا۔ لَعَنَ يَلْعَنُ لَعْناً (ف) لعن طعن کرنا۔ قَاتَلَ مُقَاتَلَةً وقِتَالاً (مفاعلة) باہم لڑائی جھگڑا کرنا۔ رَمىٰ أحداً بأمرٍ يرمي رَمياً (ض) کسی کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنا۔ تَرِبَ تَرَباً (س) خاک آلود ہونا۔

إن لم يكن صاحبه كذلك، "كذلك" لم یکن کی خبر ہے اور جملہ شرط واقع ہے جزا محذوف ہے جس پر ماقبل والا جملہ دلالت کر رہا ہے۔ ماله ، ما بمعنیٰ أيّ شيءٍ مبتدا، له محذوف سے متعلق ہو کر خبر۔ فإنّها مامورةٌ میں فا تعلیلیہ ہے۔ فعلى البادي أي إثمه على البادي

تشریح ۴۳۳- سباب المؤمن فسوق۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو برا بھلا کہنا گالی گلوج کرنا اور اس سے قتل وقتال کرنا انتہائی نازیبا اور بری حرکت ہے۔ مومن کا مرتبہ، اس کی عزت وعظمت تو اللہ رب العزت کی نظر میں خانۂ کعبہ کی عظمت سے بھی زیادہ ہے تاہم سب وشتم تو کسی درجے میں قابلِ برداشت ہو سکتی ہے گرچہ وہ بھی گناہ اور فسق ہے مگر قتل وقتال تو قابلِ برداشت چیز ہی نہیں، یہ حرکت کفریہ حرکت ہے۔ اِس لیے حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں کہ مومن سے قتل وقتال کرنے سے انسان کافر تو نہیں ہو جاتا مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس کے اندر کافروں کی سی خصلت ہے لہٰذا مسلمان جس طرح کفر وشرک سے

بچنا ہے کفریہ اعمال وافعال سے بھی اسے بچنا چاہیے یہی مومن کامل کی صفت ہے۔

۴۳۴- لا یرمی رجلٌ رجلاً بالفسوق. مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نہ تو فاسق کہو اور نہ ہی اس کی طرف کفر کی نسبت کرو، کیوں کہ اگر کسی شخص نے کسی ایسے مسلمان کو فاسق کہا جو حقیقت میں فاسق نہیں ہے تو وہ کہنے والا خود فاسق ہوگا، اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی مسلمان کو کافر کہا جو حقیقت میں کافر نہیں ہے بل کہ مومن ہے تو وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ اِس مضمون کے حدیث کی وضاحت تفصیل سے ۴۱۷ نمبر کے تحت گذر چکی۔

۴۳۵- لم یکن رسول اللّٰہ فاحشاً. "فحش" اِس لفظ کا زیادہ تر استعمال اس کلام کے لیے ہوتا ہے جس میں جماع یا جماع سے متعلق باتوں کا ذکر ہو۔ اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبانِ مبارک سے نہ تو کبھی گندے الفاظ نکالتے تھے، نہ کسی کو لعن طعن کرتے کہ اس کے لیے لعنت کی دعا کریں اور نہ ہی گالی گلوج جیسی کوئی فحش بات زبان سے نکالتے۔ کان یقول عند المعتبۃ. مطلب یہ ہے کہ غصہ و ناراضگی کے وقت آپؐ کی طرف سے شدید سے شدید جو ردِّ عمل ظاہر ہوتا تھا وہ بس یہ جملہ تھا "ماله تربت جبینه" یعنی براہِ راست اُس شخص کو مخاطب نہیں فرماتے تھے جو اس غصے اور ناراضگی کا باعث ہوتا، بل کہ غائب کا صیغہ استعمال فرماتے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ "لعّاناً اور سبّاباً" اگر چہ مبالغہ کے صیغے ہیں مگر اپنے اصلی معنی میں نہیں ہیں کہ اس کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ بہت زیادہ لعن طعن کرنے والے اور بہت زیادہ گالی گلوج کرنے والے نہیں تھے جس سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ گاہ بگاہ آپؐ بھی لعنت اور سبّ وشتم کر دیا کرتے تھے، بل کہ معنی یہ ہیں کہ آپ لعنت اور سب وشتم بالکل نہ کرتے تھے اور حدیث کا آخر حصہ "کان یقول" اس کا قرینہ ہے۔

۴۳۶- قیل یارسول اللّٰہ! ادع علی المشرکین. علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے فرمان "اِنّما بعثت رحمةً" کا مطلب یہ ہے کہ میں اس لیے نہیں آیا ہوں کہ کسی کو رحمت سے دور کروں، بل کہ اس دنیا میں میری بعثت کا مقصد یہی ہے کہ میں اللہ کی نازل کردہ ہدایت، اپنی تعلیمات اور اپنے اخلاق کی طاقت سے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی رحمت سے قریب کروں، لہٰذا میری شان سے بعید اور میری رحمت کے غیر مناسب ہے کہ میں کسی کے حق میں بددعا کروں۔

اہل ایمان کے حق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باعثِ رحمت ہونا تو ظاہر ہے، رہی کافروں کی بات تو ان کے حق میں آپ کا باعثِ رحمت ہونا اِس اعتبار سے ہے کہ اللہ رب العزت نے آپؐ کے بابرکت وجود کے باعث اُن سے بھی دنیا کا عذاب اٹھالیا۔ بل کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس برکت کو آپ کی حیاتِ مبارکہ تک ہی محدود نہیں رکھا، ہمیشہ کے لیے اس برکت کو باقی رکھا کہ کلی استیصال کا عذاب اس امت پر قیامت تک نہ ہوگا۔

۴۳۶- عن ابن عباسؓ أن رجلاً لعن الریح. روایت کا مطلب یہ ہے کہ ہوا بہ ذاتِ خود کوئی

حیثیت نہیں رکھتی اور نہ ہی اس میں کسی طرح کے تصرّف کی کوئی صلاحیت ہے، وہ تو منجانب اللہ مامور ہے اس کا کام بہ حکمِ خداوندی چلنا ہے، اِس صورت میں اگر اُس ہوا سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس ہوا سے دل برداشتہ ہونا اور اس کو برا بھلا کہنا نہ صرف یہ کہ نہایت ناموزوں ہے بل کہ تقاضائے عبودیت کے بھی منافی ہے اس لیے کہ اُس ہوا کے چلنے میں کیا حکمت ہے وہ اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے وہی حاکم بھی ہے اور حکیم بھی۔ پھر آپؐ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ جو شخص کسی غیر مستحق پر لعنت بھیجتا ہے وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔

۴۳۷- المستبان ما قالا. مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخص آپس میں گالم گلوچ کرنے لگیں، ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں، ایک دوسرے کے حق میں بدکلامی وسخت گوئی کریں تو ان تمام چیزوں کا گناہ ان دونوں میں سے اس شخص پر ہوگا جس نے بدزبانی کی ابتدا کی، یعنی اُس ابتدا کرنے والے کو اپنے کیے ہوئے کا تو گناہ ہوگا ہی دوسرے شخص کے گالم گلوچ کا گناہ بھی اُسی کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ دوسرا شخص یعنی مظلوم جواب دینے میں زیادتی نہ کرے۔ اس لیے کہ اگر دوسرے شخص نے تعدی کر دی تو پھر دوسرا بھی تعدی کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔

اَلْهِجْـرَةُ

(۴۳۹) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

(بخاري ص ۸۹۷، مشكوٰة ۴۲۷)

(۴۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْداً بَيْنَه وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: اُتْرُكُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيئَا. (مسلم ص ۳۱۷ ج ۲، مشكوٰة ۴۲۸)

قطع تعلق کرنا

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑ دے۔ دونوں ملیں تو یہ بھی منہ پھیر لے، اور ان دونوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر ہفتے میں دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن، تو ہر مومن بندے کی مغفرت کردی

جاتی ہے سوائے اس بندے کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو تو کہا جاتا ہے: اِن دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ (عداوت سے) باز آجائیں۔

تشریح ۴۳۹- لایحلّ لرجل أن یھجر أخاہ. روایت میں قطعِ تعلق کی ممانعت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی سے ناراض رہنا اور قطع کلام رکھنا جائز نہیں، اگر کوئی بات پیش آجائے تو تین دن کی اجازت ہے، اور اِس اجازت کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں غیظ وغضب، غیرت و حمیت اور تندی و بے صبری کا جو مادہ ہے وہ بہر حال اپنا اثر ظاہر کرتا ہے اِس لیے یہ تین دن کی مدت معاف کردی گئی ہے تاکہ انسان کے ان جذبات کی بھی کچھ تسکین ہو جایا کرے اور اس عرصے میں خفگی و ناراضگی اور بغض ونفرت کے جذبات بھی ختم ہو جائیں، یا کم از کم ہلکے ہو جائیں اور صلح وصفائی کی طرف دل مائل ہو جائے۔

یہ واضح رہے کہ قطع تعلق کی یہ حرمت اس وقت ہے جب انسان اپنی نفسانی خواہشات اور غیرت وحمیت کی وجہ سے کسی سے دوری اختیار کرے لیکن اگر کسی دینی امر میں اصلاح کے لیے ایسا کرتا ہے تو تین دن سے زائد کی بھی اجازت ہے جیسا کہ حضور کو غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ سے قطع تعلق رہی، یا جیسے بعض رواتیوں میں بعض زوجۂ مطہرہ سے علاحدگی کا ذکر آیا ہے۔

فیعرض ھذا ویعرض ھذا. یہ قطع تعلق کی کیفیت کا بیان ہے کہ وہ دونوں ملنے کے وقت ایک دوسرے سے اعراض کریں۔ پھر فرمایا: وخیرھما الذي یبدأ بالسلام. کہ ان دونوں میں سے جو ناراضگی کو ختم کرنے کے لیے پہلے سلام کرے گا اس کا درجہ دوسرے کے مقابلے میں بڑا ہوگا، اِس جملے میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ سلام میں پہل کرنا ترکِ ملاقات کے گناہ کو زائل کردیتا ہے اور یہ کہ سلام کرکے کم از کم ترکِ سلام کو تو ختم ہی کر دینا چاہیے تاکہ اخوتِ اسلامی کا یہ بنیادی حق ضائع نہ ہونے پائے۔

۴۴۰- تعرض الأعمال النّاس. روایت میں "جمعہ" سے مراد ہفتہ ہے۔یعنی بندوں کے اعمال کی پیشی ہفتے میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک تو پیر کو دوسرے جمعرات کو، تو ہر مومن بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے مراد گناہِ صغیرہ کی معافی ہے یا یہ کہ اُن گناہِ کبیرہ کے مرتکبین کی معافی کا اعلان ہو جاتا ہے، جنھوں نے توبہ کرلی ہو۔ مگر اُس بندے کی معافی کا اعلان نہیں ہوتا جس نے اپنے کسی مومن بھائی سے قطع تعلق کر رکھی ہو اس کے معاملے کو معلق کر دیا ہے یہاں تک کہ دونوں آپس میں صلح صفائی کرکے ایک ہو جائیں۔

اَلْفُحْشُ وَالْبَذَآءُ

(٤٤١) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ.

(بخاري ص ٨٩٤، مشكوة ٤١٢)

(٤٤٢) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَيَآءُ

مِنَ الْأَيْمَانِ وَالْأَيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَآءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ.
(ترمذي ص ۲۲ ج۲، مشكوة ۴۳۱)

(۴۴۳) عَنْ أَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ. (ترمذي ص۲۱ ج۲، مشكوة ص ۴۳۱)

بدگوئی اور بے ہودگی

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ برے درجے والا وہ شخص ہوگا جس کو لوگوں نے اس کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے، اور ایمان جنت میں (لے جانے کا سبب) ہے اور بے حیائی بدی میں سے ہے اور بدی (جہنم میں لے جانے کا سبب) ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک قیامت کے دن میزانِ عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں سے سب سے زیادہ وزنی چیز حسنِ اخلاق ہوگی اور بلاشبہ اللہ رب العزت فحش گو بدگو کو ناپسند فرماتے ہیں۔

لغات وترکیب

بَذَا يَبْذُوْ بَذَاءً (ک) فحش گو ہونا، بیہودہ بکنا۔ البذاء، بے ہودہ کلام۔ جَفَا يَجْفُو جُفُوًّا وجَفَاءً (ن) بدسلوکی سے پیش آنا۔ ثَقُلَ يَثْقُلُ ثِقْلًا (ن) وزنی ہونا۔ "البذيّ" "بذاء" سے صیغہ صفت ہے۔

إن شرّ النّاس عندالله منزلة۔ شرّالناس ممیَّز، منزلۃً تمیز، ممیز با تمیز اسم "إنّ" من تركه الناس الخ جملہ موصول باصلہ خبر۔ "إتقاء" تركه کا مفعول لہ، ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح

۴۴۱- إنّ شرّ الناس منزلةً يوم القيامة۔ حدیث پاک ایک طویل حدیث کا جز ہے تفصیلی حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اس کو آنے دو وہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے، پھر جب وہ شخص آکر بیٹھا تو آپؐ نے اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور مسکرا کر اس سے باتیں کرتے رہے، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس شخص کے بارے میں ایسا ایسا کہا تھا مگر جب آیا تو آپؐ اس سے بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھ کو فحش گو کب پایا ہے، پھر آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے برا درجہ لوگوں میں اس شخص کا ہوگا جس کی فحش گوئی سے ڈر کر لوگ اس سے اجتناب اور دوری اختیار کریں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس ارشادگرامی کے ذریعہ یہ واضح کردیا کہ میں نے اُس کے سامنے اس کو اس لیے برا نہیں کہا کہ میں بدخلق اور سخت گو نہ قرار پاسکوں اور میرا شمار ان لوگوں میں سے نہ ہونے لگے جن کی سخت اور کڑوی باتوں کی وجہ سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیتے ہیں۔امت کو بھی آپؐ نے اسی کی تعلیم دی ہے کہ لوگ سخت گوئی اور بداخلاقی سے اجتناب کریں اور حسنِ اخلاق کو اختیار کریں۔

۴۴۲- الحیاء من الإیمان. حدیث کے اِس جز کی تفصیل أي الإسلام أفضل کے تحت حدیث نمبر۱۴ پر گذرچکی۔والإیمان في الجنة.ایمان جنت میں ہے یعنی اہلِ ایمان جنت میں ہیں اور اہلِ ایمان کو عینِ ایمان قرار دینا ان کے ایمان میں رسوخ اور پختگی کو بیان کرنا ہے کہ وہ ایمان میں اتنا پختہ ہیں گویا سراپا ایمان ہی ہیں اور یہی مطلب "الجفاء في النار" کا بھی ہے۔روایت میں حیا اپنانے اور جفا کو ترک کرنے کی تاکید ہے۔

۴۴۳- إن أثقل شئ یوضع في المیزان. اِس جز کی تفصیل حدیث نمبر۱۷۵ کے تحت گذرچکی کہ قیامت کے دن میزانِ عمل میں سب سے وزنی چیز حسنِ اخلاق ہوگی "وإنّ الله یبغض الفاحش البذي" حدیث شریف میں پہلے جملے کے مقابلے میں یہ دوسرا جملہ اِس بات کی طرف اشارہ کررہاہے کہ جس طریقے سے حسنِ اخلاق بہت وزنی چیز ہوگی اِسی طرح بدگوئی بہت بے وزنی چیز ہوگی۔

اَلْمُجَاهَرَةُ وَالْمَجَانَةُ

(٤٤٤) عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: کُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًی إِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ،وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْسَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ: یَافُلَانُ! عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُ رَبُّه وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ.

(بخاري ص ٨٩٦ج٢، مشکوٰة ص ٤١٢)

اظہارگناہ اور بے باکی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:میری امت کا ہر فرد بخشا بخشایا ہے بجز کھلم کھلا گناہ کو ظاہر کرنے والوں کے،اور یہ بات بڑی بے پروائی کی ہے کہ رات میں کوئی شخص کوئی (گناہ کا) کام کرے اور صبح اس حال میں کرے کہ اللہ رب العزت نے اس کی ستر پوشی کررکھی ہے اور وہ خود بیان کررہاہے کہ:میں نے رات ایسا ایسا (گناہ) کیا ہے،حالاں کہ رات اُس نے اِس طرح گذاری کہ اس کے رب نے اُس کی پردہ پوشی کررکھی تھی اور وہ صبح کرتا ہے اِس حال میں کہ اللہ کے پردے کو اپنے اوپر سے کھول دیتا ہے۔

لغات وترکیب

جَاهَرَ يُجَاهِرُ مُجَاهرةً (مفاعلة) کھلم کھلا ظاہر کرنا۔ مَجَنَ يمجُنُ مَجَانَةً (ن) بے حیا ہونا۔ بَارِحةٌ، گذشتہ رات۔ كُلّ أمّتي معافىً إلّا المجاهرون۔ "كل أمتي" مستثنیٰ منہ "المجاهرون" مستثنیٰ۔ "معافىً" كل أمتي کی خبر ہے۔ من المجانة، إنّ کی خبر مقدم اور أن يعمل الرجل الخ پورا جملہ مفرد کی تاویل میں ہوکر اسم مؤخر ہے۔ وقد ستره الله "يصبح" کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح ۴۴۴- كل أمتي معافىً إلّا المجاهرون۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے وہ سارے گنہ گار جو ایمان پر مریں گے اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، البتہ وہ لوگ یقیناً سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے جو نہ صرف یہ کہ گناہ کرتے ہیں بل کہ اپنے گناہ کو دنیا والوں پر ظاہر بھی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے "معافىً" کا معنیٰ "سلامت و محفوظ رہنا" لکھا ہے اور روایت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ میری امت کے تمام لوگ غیبت سے محفوظ و مامون ہیں یعنی شریعت میں کسی مسلمان کو غیبت کو روا نہیں رکھا گیا سوائے ان لوگوں کے جو گناہ و معصیت کا کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں اور علامہ طیبیؒ نے بھی حدیث کے یہی معنیٰ بیان کیے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ حدیث مذکور کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ شریعت نے جس غیبت کو حرام قرار دیا ہے وہ اس شخص کی غیبت ہے جو پوشیدہ طور پر گناہ کرتا ہے اور اپنے عیب کو چھپاتا ہے، لیکن جو لوگ کھلم کھلا اور ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے عیب کو خود ہی ظاہر کرتے پھرتے ہیں ایسے لوگ نہ تو خدا سے شرماتے ہیں اور نہ بندوں سے تو ان کی غیبت کرنا جائز ہے۔

اَلْمِـــرَاءُ

(٤٤٥) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتُمَارِ أَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ۔ (ترمذی ص ٢٠ ج ٢، مشکوۃ ٤١٧)

جھگڑا کرنا

حضرت ابن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑا مت کرو اور نہ اس سے مذاق کرو اور نہ اس سے کوئی وعدہ کرو کہ اس کے خلاف کرو۔

لغات وترکیب

مَارَىٰ يماريْ مُمَاراةً وَمِرَاءً ا(مفاعلة) جھگڑا کرنا۔ مَازَحَ مُمَازَحَةً (مفاعلة) مذاق کرنا۔ فَتُخْلِفَهُ، نہی کے بعد أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح ۴۴۵- حدیث شریف میں آپؐ نے لڑائی جھگڑا، مذاق اور وعدہ خلافی سے منع فرمایا ہے۔ اس جیسی روایت ماقبل میں آچکی ہے جس میں آپؐ نے ایسا مذاق کرنے سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے بھائی کو اذیت پہنچے۔ "ولاتعده موعدًا فتخلفه" ایسا وعدہ نہ کرو کہ اس کے خلاف کرو۔ ایفائے عہد کے سلسلے میں تو وجوب اور استحباب دو قول ہیں مگر کم از کم وعدہ خلافی اچھی بات نہیں ہے اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ وعدہ کے وقت توقع اور امید کے الفاظ کہے مثلاً یہ کہ: امید ہے میں ایسا کروں گا یا انشاء اللہ کہہ دے۔

الضَّحِـــكُ

(٤٤٦) عَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلٌ لِّلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ۔ (ترمذي ص٥٥ ج٢، مشكوٰة ٤١٢)

(٤٤٧) عَنْ جَرِيْرٍؓ قَالَ: مَا حَجَبَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَارَآنِيْ إِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ۔ (بخاري ص ٩٠٠، مشكوٰة ٤٠٦)

(٤٤٨) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ: مَارَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔ (بخاري ص ٩٠٠، مشكوٰة ٤٠٦)

ہنسنا

حضرت بہز بن حکیمؒ نے اپنے والد سے انھوں نے ان کے دادا سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو کوئی بات کہے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے تو وہ جھوٹ بولے، ہلاکت ہے اس کے لیے، ہلاکت ہے اس کے لیے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا جب سے میں نے اسلام قبول کیا، اور مجھے نہیں دیکھا مگر یہ کہ آپؐ میرے سامنے مسکرائے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ میں آپؐ کے حلق کا گوشت دیکھ لیتی، آپؐ تو صرف مسکرایا کرتے تھے۔

لغات وترکیب

استَجمَعَ الجريَ يستجمِعُ استجماعاً۔ پوری طاقت سے دوڑنا۔ استتجمع الضَّحِكَ استجماعاً (استفعال) کھل کھلا کر ہنسنا۔ لَهَوَاتٌ، واحد، لَهَاةٌ، حلق کا کوا۔ تبسّمَ يتبسّمُ تبسُّماً

(تفعّل) مسکرانا۔

وَيْلٌ، مبتدا، لِلّذي يحدث بالحديث جملہ موصول باصلہ مجرور شدہ محذوف سے متعلق ہوکر خبر۔ منذُ أسلمت ، یہاں "منذُ" جارہ نہیں بلکہ ظرفیہ ہے جیسا کہ قاعدہ کے کہ اگر "مذومنذُ" کی اضافت جملہ اسمیہ یا فعلیہ کی طرف ہو تو ظرف واقع ہوتے ہیں" مستجما ضاحكاً" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح ۴۴۶- ويلٌ للّذي يحدّث بالحديث. "ويل" کے معنی ہیں "عظیم ہلاکت" اور ویل دوزخ کی ایک گہری وادی کا بھی نام ہے جس میں اگر پہاڑ بھی ڈال دیا جائے تو گرمی سے گل جائے۔اہلِ عرب کے کلام میں یہ لفظ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی برائی اور ناپسندیدہ امر کا مرتکب ہو۔ آں حضرتؐ کا اپنے ارشاد کے آخر میں "ویل" کو مکرر لانے سے اُس شخص کے حق میں زجر و وعید کو شدت کے ساتھ بیان کرنا مقصود تھا جو بے بنیاد باتوں اور جھوٹے لطائف وقصص کے ذریعے لوگوں کو ہنسائے۔

روایت مذکورہ میں" فيكذب" کی قید سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ہم نشینوں اور دوستوں کو خوش کرنے کے لیے ایسے لطیفے اور قصے سنائے جو سچے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ ایکی عادت نہ بنائے۔

روایت میں "لِيُضحِكَ" اور "لِيَضحَكَ" دونوں طرح منقول ہے، پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا "تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے" اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا "تاکہ لوگ اس سے ہنسیں" دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوگا۔

۴۴۷- ماحجبني النبيُّ. مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی اپنے پاس آنے سے مجھ کو نہیں روکا، میں جس وقت چاہتا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا خواہ کوئی خصوصی مجلس ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ مجلس مردانہ ہو ۔یا مطلب یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے آپؐ سے کوئی چیز مانگی ہو اور آپؐ نے دینے سے منع کر دیا ہو، میں نے جب بھی آپؐ سے جو کچھ مانگا وہ مجھ کو عطا ہوا۔اور جب آپؐ مجھے دیکھتے تبسم فرماتے، خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے، کھل کھلا کر ہنستے نہیں تھے۔واضح رہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ آپؐ کے وصال سے چالیس دن قبل مسلمان ہوئے تھے۔

۴۴۸- ما رأيتُ النبيَّ. روایت کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ میری زندگی کا ایک طویل زمانہ آپ کی مصاحبت میں گذرا مگر میں نے کبھی آپؐ کو پوری طرح کھلا کھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ حلق کا گوشت نظر آجائے اور پھر حضرت عائشہؓ نے آپ کی عادتِ شریفہ بیان کی کہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔قہقہہ بھی ثابت ہے مگر یہ آپؐ کی عام عادت نہیں تھی۔

اَلْمِـزَاحُ

(٤٤٩) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ: إِنِّي لَا

اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (ترمذي ص ۲۰ ج۲، مشكوٰة ص ٤١٦)

(٤٥٠) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَه: يَا ذَالْأُذُنَيْنِ۔ (ترمذي ص۲۰ ج۲، مشكوٰة ص ٤١٦)

خوش طبعی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں سچ ہی کہتا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: اے دو کان والے۔

لغات

مَازَحَ يُمَازِحُ مَمَازِحَةً ومِزاحاً (مفاعلة) خوش طبعی کرنا۔ داعَبَ مداعبةً (مفاعلة) کھیل کود کرنا، ہنسی مذاق کرنا۔

تشریح ۴۴۹- قالوا: يارسول الله! إنّك تداعبنا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرامؓ کو زیادہ ہنسی مذاق کرنے سے منع فرمایا تو انھوں نے مذکورہ سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہنسی مذاق کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں عام طور پر جھوٹی باتوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ اس کا ہنسی مذاق اور جھوٹی باتوں اور غیر شرعی امور سے کلیۃً پاک ہو، کیوں کہ تم معصوم نہیں ہو، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے اور میں اس پر قادر ہوں اس لیے میرے کسی بھی مزاح میں غیر شرعی امر کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

۴۵۰- ياذا الأذنين۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان میں ایک طرف خوش طبعی و ظرافت ہے اور دوسری طرف حضرت انسؓ کے تئیں ان کی تعریف و توصیف کا اظہار بھی مقصود تھا کہ تم نہایت فہیم و ذکی ہو تم سے جو بات کہی جاتی ہے خوب اچھی طرح سنتے ہو۔

اَلشَّمَاتَةُ

(٤٥١) عَنْ وَاثِلَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيَكَ۔ (ترمذي شريف ص۷۳ ج۲، مشكوٰة ص ٤١٤)

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا

حضرت واثلہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائیں گے اور تم کو مبتلا کردیں گے۔

تشریح ۴۵۱- شَمِتَ يَشْمَتُ شماتةً (س) کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو جس سے تم کو عداوت ہو کسی آفت و مصیبت میں مبتلا دیکھو تو تمہیں اس پر خوش نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ ہوسکتا ہے تمہاری بے جا خوشی سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمادے اور اسے اُس مصیبت سے نجات دے کر تمہیں ہی کسی آفت و مصیبت میں مبتلا کردے۔

اَلتَّعْيِيْرُ

(۴۵۲) عَنْ مُعَاذٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَه۔ (ترمذي ص۷۳ ج۲، مشكوة ۴۱۴)

عار دلانا

حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عار دلائے اس کی موت نہیں آئے گی تا آں کہ وہ گناہ کرلے۔

تشریح ۴۵۲- کسی مسلمان کا بہ تقاضائے بشریت کسی گناہ میں مبتلا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں اس لیے کہ انسان گناہ کا پتلا ہے اور پھر نادم ہو کر اس گناہ سے توبہ کرلینا اُس کی سلامتیِ طبع اور حسنِ ایمان کی علامت ہے، لہٰذا کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ کسی مسلمان کو اس کے کیے ہوئے گناہ پر شرم اور غیرت دلائے اور اس کو سرزنش و ملامت کرے، ہاں اگر اس نے گناہ سے توبہ نہیں کیا ہے اور اُس گناہ میں مبتلا ہے تو پھر اس کو شرم و غیرت دلائی جاسکتی ہے، بشرطے کہ یہ غیرت دلانا اور سرزنش و ملامت کرنا بہ قصد تحقیر نہ ہو بل کہ تنبیہ مقصود ہو، تا کہ اس گناہ سے باز آجائے۔ ورنہ وہ خود اس گناہ میں مبتلا ہو کر مرے گا۔

ذُو الْوَجْهَيْنِ

(۴۵۳) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ۔ (بخاري ص ۸۹۵، مشكوة ص ۴۱۱)

دورُخا (دوغلا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم لوگوں میں سب سے زیادہ برا دو رخے کو پاؤگے جو ان کے پاس ایک رخ سے آتا ہے اور ان کے پاس دوسرے رخ سے۔

تشریح ۴۵۳- تجدون شرّ الناس يوم القيامة. ارشادِ گرامی میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید و تنبیہ ہے جو منافقوں کی طرح دو روبیہ ہوتے ہیں کہ ہر فریق کو خوش کرنے کی خاطر کبھی کچھ

اور حق بات نہیں کہتے جس جماعت اور جس فریق کے پاس جاتے ہیں اسی کی خواہش کے مطابق اپنی زبان کھولتے ہیں تاکہ ہر ایک کے یہاں انھیں سرخ روئی حاصل رہے۔

اَلْخِیَانَۃُ

(٤٥٤) عَنْ أَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَارَّ مُؤْمِناً أَوْ مَکَرَ بِہٖ۔ (ترمذي ص ١٦ ج٢، مشکوٰۃ ٤٢٨)

(٤٥٥) عَنْ أَبِیْ أُمَامَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَی الْخِلَالِ کُلِّھَا إِلَّا الْخِیَانَۃَ وَالْکِذْبَ۔ (مشکوٰۃ ٤١٤)

بددیانتی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکروفریب کرے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا جاسکتا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

تشریح ۴۵۴- مَکَرَ بِأَحَدٍ یَمْکُرُ مَکْراً (ن) مکروفریب کا معاملہ کرنا۔ ''ضرر'' ظاہری نقصان کو کہتے ہیں اور ''مکر'' پوشیدہ طور پر نقصان پہونچانے کو کہتے ہیں۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے گا خواہ ظاہری طور پر یا باطنی طور پر اس کو بارگاہِ رب العزت کے قرب اور رحمتِ الٰہی سے دور کردیا جائے گا۔

۴۵۵- یطبع المؤمن علی الخلال کلھا۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ مومن کی تخلیق صدق وامانت پر ہوتی ہے اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں تصدیق باللہ والرسول اور ایمان کا مقتضی ہیں، اس لیے خیانت وکذب یہ دو بری خصلتیں اس کے اندر جمع نہیں ہوسکتیں۔ مگر یہاں اب بھی یہ اشکال باقی ہے کہ بہت سے اہل ایمان میں یہ صفتیں موجود ہوتی ہیں تو پھر یہ نفی کیوں کر صحیح ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مراد مبالغہ ہے، یعنی بہت زیادہ یہ برے اوصاف مومن میں نہیں ہوں گے، اور اظہر یہ ہے کہ مقصد اصلی ان دونوں مذموم صفتوں سے روکنا ہے کہ کسی مومن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اِن صفاتِ مذمومہ سے متصف ہو، اس لیے کہ وہ محل صدق وامانت ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۴۱۴)

اَلْکِذْبُ

(٤٥٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَإِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِيْ إِلَی الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِيْ إِلَی

النَّارِ وَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّاباً.

(ترمذي ص ۱۹ج۲، مشكوٰة ٤١١)

(٤٥٧) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَأَخَذَا بِيَدِيْ فَأَخْرَجَانِيْ إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ، بِيَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُه فِيْ شِدْقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُه هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَه. قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: كَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. (بخاري ۱۸۵، مشكوٰة ۳۹۵)

(٤٥٨) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسَدٍ الْحَضْرَمِيِّؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وأَنْتَ لَه كَاذِبٌ. (أبوداؤد ص ۳۳۱ج۲، مشكوٰة ٤١٣)

(٤٥٩) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ: دَعَتْنِيْ أُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِيْهِ قَالَتْ: أُعْطِيْهِ تَمْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا أَنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ.

(أبو داؤد ص۳۳۳ج۲، مشكوٰة ٤١٦)

(٤٦٠) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ. (أبو داؤدص ۳۳۳ج۲، مشكوٰة ص ۲۸)

جھوٹ بولنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ نافرمانی کا راستہ دکھاتا ہے اور نافرمانی دوزخ کا راستہ دکھاتی ہے اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میں نے دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے، ان دونوں نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر وہ مجھے مقدس سرزمین کی طرف لے گئے تو (دیکھا کہ) وہاں ایک شخص بیٹھا ہے اور ایک دوسرا شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے جسے اُس آدمی کی باچھ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو گدی تک پہنچا دیتا ہے پھر اس کے دوسرے جبڑے کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے، اور اُس کی یہ باچھ مل جاتی ہے، پھر وہ دوبارہ اسی طرح کرتا ہے۔ میں نے

دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ کہا: ایک جھوٹا شخص ہے جو جھوٹی بات کہتا تھا پھر وہ جھوٹی بات نقل کی جاتی تھی یہاں تک کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی، اس لیے قیامت تک اس کے ساتھ ایسے ہی کیا جاتا رہے گا۔

حضرت سفیان ابن اسد حضرمیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بڑی خیانت کی بات ہے یہ کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ اس میں تمہاری تصدیق کر رہا ہو اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک دن میری ماں نے مجھ کو بلایا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، تو والدہ نے کہا: او! آ جا، میں تجھے دوں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اس کو کیا دینا چاہتی ہو؟ عرض کیا: میں اسے چھوارہ دوں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے حق میں گناہ لکھ دیا جاتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لیے بہ طور گناہ یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

لغات وترکیب

كَلُّوبٌ، ج، كَلَالِيبُ، آگ نکالنے کے لیے مڑے ہوئے سر کی سلاخ، آنکس۔ شِدْقٌ، ج، أَشْدَاقٌ، جبڑا۔ التئم يلتئم التئاماً (افتعال) ملنا، جڑنا، مرکب ہونا۔ قَفَا، ج، أَقْفٍ و أَقْفِيَةٌ، سر کا پچھلا حصہ، گدی۔

بيده كلّوب من حديد. "بيده" محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم، کلّوب موصوف، من حديد محذوف سے متعلق ہو کر صفت اول يدخله الخ جملہ صفت ثانی موصوف بہ ہر دو صفت مبتدا، مبتدا با خبر جملہ اسمیہ۔ كذّابٌ يحدّث بالكذبة أي هو كذّاب يحدّث. كَبُرت خيانةً" خيانةً" بر بنائے تمیز منصوب ہے اور "أن تحدّث" بتاویل مفرد فاعل ہے۔ كفىٰ بالمرأ اثماً "بالمرأ" میں "با" زائدہ ہے المرء فاعل ہے "اثماً" تمیز ہے۔

۴۵۶- **تشریح** : إياكم و الكذب. اِس حدیث کی تشریح نمبر ۲۶۹ کے تحت آ چکی ہے۔

۴۵۷- رأيت الليلة رجلين أتياني. یہ روایت بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم کے برزخ کی سیر سے متعلق اُس طویل خواب کا ایک حصہ ہے جس کے کچھ اجزاء ماقبل میں آ چکے ہیں جن میں زناکار، رشوت خور اور چغل خور کے عذاب کا تذکرہ آ چکا ہے، حدیث شریف کے اِس جز میں جھوٹے شخص کے عذاب کا ذکر ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور دوسرا شخص لوہے کا ایک آنکڑا لیے کھڑا ہے اور اُسے اُس بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے میں ڈالتا ہے اور اس کو چیر کر گدی تک پہنچا دیتا ہے اور دوسرے کلّے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر رہا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جھوٹا شخص ہے جس کی جھوٹی باتیں نقل کی جاتی تھیں اور دنیا کے

گوشے گوشے میں پھیلی تھیں۔ اسے یہ سزا دیا جانا اسی لیے ہے کہ وہ جھوٹی باتیں منہ ہی سے بولتا تھا تو سزا بھی منہ اور زبان ہی سے متعلق ہے۔

۴۵۸- كبُرت خيانةً أن تحدث. مطلب یہ ہے کہ یوں تو ہر موقع اور ہر حالت میں جھوٹ بولنا بہت برا ہے مگر اس صورت میں تو اس کی قباحت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے جب تم اپنے بھائی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاؤ، بہ ایں طور کہ وہ تمہیں سچا خیال کرے اور تم اس سے جھوٹ بولو۔ معلوم ہوا ہے کہ کسی کو اپنے جھوٹ کے دھوکے میں مبتلا کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔

۴۵۹- دعتني أمّي يوماً. یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کے بچپن کا ہے روایت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر بچے سے بھی کسی چیز کا وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، بچوں کو بلانے کے لیے محض جھوٹ موٹ وعدہ کرنا اور اسے پورا نہ کرنا یہ بھی کذب ہے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بچوں کو بلانے کے لیے گاہ بہ گاہ لوگ کسی چیز کا وعدہ کرتے ہیں تا کہ اس کے لالچ میں بچہ آ جائے مگر کچھ دینا مقصود نہیں ہوتا، اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے یہ بھی کذب ہے اور ایسا کرنے والا شخص گنہ گار ہوگا۔

۴۶۰- كفىٰ بالمرء كذباً. مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص قصداً جھوٹ نہ بولتا ہے لیکن اس کی عادت یہ ہے کہ جس کسی سے کوئی بات سنی تحقیق کیے بغیر دوسروں تک نقل کر دیا اور لوگوں میں مشہور کر دیا تو اس کی یہی عادت اس کو جھوٹا بنانے کے لیے کافی ہے، کیوں کہ سنی سنائی باتوں میں سے ہر ایک کا سچ ہونا کوئی ضروری نہیں، اور جو شخص غیر تحقیقی بات نقل کرنے کا عادی بن جاتا ہے وہ جان بوجھ کر بھی جھوٹ بولنے سے گریز نہیں کرتا۔ روایت کا مقصد سنی سنائی باتوں کو بغیر تحقیق کے نقل کرنے سے روکنا ہے۔

قَوْلٌ بلاَ عَمَل

(٤٦١) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (سورة الصف آيت ٢و٣)

(٤٦٢) اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (البقرة ٤٤)

(٤٦٣) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُؤْتىٰ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُبِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰى فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ إِلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ! مَالَكَ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُوْلُ: بَلٰى قَدْ كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَأَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

(آخر كتاب الزهد مسلم شريف ج٢ ص ٤١٢)

کوئی بات بغیر عمل کیے کہنا

ارشاد باری ہے: تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جسے خود نہیں کرتے، اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی کی ہے کہ تم ایسی بات کہو جو خود نہ کرو۔

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو، حالاں کہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا تو اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی اور وہ ان کا اس طرح چکر لگائے گا جیسے کہ گدھا پن چکی میں گھومتا ہے، جس کی وجہ سے دوزخی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھ کو کیا ہوا؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ تو وہ کہے گا: ہاں بات تو ایسی ہی تھی کہ بھلائی کا حکم دیتا تھا مگر خود نیکی کرتا نہیں تھا اور برائی سے روکتا تھا اور خود بھی کرتا تھا۔

لغات وترکیب

مَقَتَ یَمْقُتُ مَقْتاً (ن) بہت بغض رکھنا، ناپسند کرنا۔ اِنْدَلَقَ یَنْدَلِقُ اندلاقاً (انفعال) باہر آنا، نکل پڑنا۔ أَقْتَابٌ واحد قَتَبٌ، آنت۔ دَارَ بشيٍ یَدُوْرُ دَوَرَاناً (ن) کسی چیز کا چکر لگانا۔ رَحیٰ ج، أَرْحَاءٌ و أَرحِیَةٌ، چکی۔

مَقْتاً تمیز کی بنا پر منصوب ہے اور "أن تقولوا" جملہ بہ تاویل مفرد ہو کر "کَبُرَ" کا فاعل ہے۔ کما یدور الحمار بالرحیٰ، کاف جارہ معنیٰ مثل، ما مصدریہ ہے، مابعد مصدر کی تاویل میں ہے أي مثل دوران الحمار بالرّحی۔

تشریح ۴۶۱- لم تقولون ماتفعلون. آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے تو ہم اس پر عمل کریں، علامہ بغویؒ نے اس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے کچھ ایسے الفاظ بھی کہے کہ اگر ہمیں احبّ الاعمال عند اللہ معلوم ہو جائے تو ہم جان ومال سب اس کے لیے قربان کر دیں گے۔

ابن کثیرؒ نے بہ حوالہ مسند احمد یہ نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے جمع ہو کر یہ مذاکرہ کیا اور چاہا کہ کوئی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس کا سوال کریں مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی، ابھی یہ لوگ اسی حالت پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آگئی اور آپؐ نے ان سب کو اپنے پاس نام بہ نام بلایا، جب سب لوگ حاضر خدمت

ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ صف پڑھ کر سنائی جو اس وقت آپؐ پر نازل ہوئی تھی۔
اس سورت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ احبّ الاعمال عند اللہ جس کی تلاش میں یہ حضرات تھے جہاد فی سبیل اللہ ہے وہیں ان حضرات کو اس بات پر بھی تنبیہ کی گئی کہ کسی مومن کے لیے کسی کام کے کرنے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں اسے کیا معلوم کہ وہ وقت پر اپنے ارادے کو پورا بھی کر سکے گا یا نہیں، کیوں کہ اس کے اسباب کا جمع ہونا اور موانع کا زائل ہونا اس کے اختیار میں نہیں۔ (معارف القرآن ج ۸، ص: ۴۲۳-۴۲۴ ملخصا)

۴۶۲- أتامرون الناس بالبرّ. آیت کریمہ کے اصل مخاطب علمائے یہود ہیں انھیں کو ملامت کی جارہی ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے رہو اور دین اسلام پر قائم رہو مگر خود نفسانی خواہشات سے اتنے مغلوب تھے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، لیکن معنیٰ کے اعتبار سے یہ ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے، دوسروں کو خدا سے ڈرائے مگر خود نہ ڈرے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بے عمل یا فاسق کے لیے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اُس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے، کیوں کہ کوئی اچھا عمل الگ نیکی ہے اور اچھے عمل کی تبلیغ ایک دوسری نیکی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک نیکی کو چھوڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے۔ اسی لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ "أتامرون الناس بالبرّ و تنسون أنفسكم" کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ بے عمل آدمی کو وعظ کہنا جائز نہیں، بل کہ مطلب یہ ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے اور دونوں میں بہت واضح فرق ہے۔
(معارف القرآن ج ۱، ص: ۲۱۸-۲۱۹ ملخصا)

۴۶۳- يؤتى بالرجل يوم القيمة. حدیث شریف میں بے عمل واعظ و ناصح کے انجام کا بیان ہے کہ قیامت کے دن جب ایسے شخص کو آگ میں ڈالا جائے گا تو اس کی انتڑیاں باہر آجائیں گی تو وہ ان کے اردگرد گھومتا پھرے گا، یہ دیکھ کر جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر معلوم کریں گے تو بتائے گا کہ اِس سزا کی وجہ میرا اپنے قول پر عمل نہ کرنا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ اُس شخص کو یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملے گی نہ کہ اِس وجہ سے کہ جب وہ خود عمل نہیں کرتا تھا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کیوں انجام دیتا تھا، اِس لیے کہ اگر وہ اِس فریضے کو بھی ترک کرتا تو وہ مذکورہ عذاب سے بھی زیادہ سخت سزا کا مستحق ہوتا، کیوں کہ اس صورت میں اس پر دو واجب کے ترک کا گناہ ہوتا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل آیت "أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم" کے تحت گذری۔

كَثْرَةُ الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ

(٤٦٤) عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُكْثِرُوْا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ

أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي۔ (ترمذي ص ٦٣ ج٢، مشكوٰة ص ١٩٨)

وَقَدْ مَرَّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَؓ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى مِنْ قِيْلٍ وَّ قَالٍ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ۔ (تحت "قتل الاولاد ووأد البنات ٤٠٢، مشكوٰة ٤١٩)

(٤٦٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مَنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا۔ (أبو داؤد ص ٣٣٥ ج٢، مشكوٰة ٤١٠)

(٤٦٦) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَقَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْكَلَامِ، فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ۔

(أبو داؤد ص ٣٣٥ ج٢، مشكوٰة ٤١٠)

کثرت گفتگو اور زبان درازی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے علاوہ میں زیادہ کلام نہ کرو، اس لیے کہ اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ بولنا دل کی سختی (کا سبب) ہے اور بلاشبہ لوگوں میں اللہ رب العزت سے سب سے زیادہ دور سخت دل ہوتا ہے۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت گذر چکی ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت لوگوں میں سے اُس بلیغ شخص کو ناپسند فرماتے ہیں جو اپنی زبان کو اس طرح لپیٹتا ہے جیسے بیل اپنی زبان کو لپیٹتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مجھ کو اس بات کا حکم ملا ہے کہ میں کلام میں اختصار کروں کیوں کہ اختصار ہی خیر ہے۔

لغات وترکیب

تشَدّق يتشدّق تشدُّقاً (تفعّل) بہ تکلف فصاحت ظاہر کرنے کے لیے باچھیں کھولنا۔ قَسَا القَلْبُ يَقْسُو قسواً (ن) سخت دل ہونا۔ بَقَرٌ وبَاقِرةٌ۔ گائے، بیل، اسم جنس ہے، واحد بَقَرَةٌ۔ تجوّز يَتَجَوَّز تجوُّزاً (تفعّل) اختصار کرنا۔

فإنّ كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب۔ "كثرة الكلام" إنّ کا اسم ہے "بغير ذكر الله" كثرة سے متعلق ہے، "قسوةٌ للقلب" إنّ کی خبر ہے۔ كما يتخلّل الباقرة۔ کاف بمعنی مثل ہے "ما" مصدریہ ہے أي مثل تخلل الباقرة۔

۴۶۴۔ تشریح: لاتكثروا الكلام بغير ذكر الله۔ روایت میں کثرت کلام سے منع فرمایا

گیا ہے لیکن اگر کثرتِ کلام برائے ذکرِ خداوندی ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے، حدیث شریف میں اِس ممانعت کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ذکر اللہ سے تو دل کی دنیا آباد ہوتی ہے، خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے بل کہ ذکر یہ خوفِ خدا کا ہی کا نتیجہ ہے، اور بغیر ذکر اللہ کے بے فائدہ زیادہ بولنا دل کی سختی کا سبب ہے اور دل کی سختی سے انسان پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ وہ حق بات سننے سے دور ہو جاتا ہے، خدا کا خوف اس کے دل سے نکل جاتا ہے نتیجتاً وہ خود بھی خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ "وقد مرّ عن المغيرة بن شعبةؓ" اِس روایت کی تفصیل روایت نمبر ۴۰۲ کے تحت گذر چکی۔

۴۶۵- إنّ الله يبغض البليغ من الرجال۔ یعنی زبان دراز اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والا خدا کا ناپسندیدہ بندہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زبان درازی اور طلاقتِ لسانی کوئی اچھی چیز نہیں ہے، اپنی زبان اور اپنے کلام میں خواہ مخواہ کے لیے حد سے زیادہ فصاحت کا مظاہرہ کرنا، حاشیہ آرائی اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ اپنی بات کو پیش کرنا احمق لوگوں کے نزدیک تو ایک وصف سمجھا جاتا ہے لیکن عقل مندوں کے یہاں یہ کوئی اچھی صفت نہیں۔ ایسے لوگ عموماً جھوٹے اور حیلہ باز ہوتے ہیں، اچھا کلام وہی ہو جو ضرورت کے بہ قدر اور تصنع سے خالی ہو۔

۴۶۶- لقد امرت أن اتجوّز في الكلام۔ روایت کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ کلام میں اختصار سے کام لینے میں ہی خیر ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اختصار کا ہی حکم ملا ہے، کثرتِ کلام سے انسان عموماً لغزشوں سے محفوظ نہیں رہ پاتا ہے اس لیے اختصار ہی کو اپنانا چاہیے۔

اَلتَّمَادُحُ

(٤٦٧) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔

(النجم آيت ٣٢)

(٤٦٨) عَنْ أَبِىْ مُوْسٰىؓ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً يُثْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي الْمِدْ حَةِ فَقَالَ: أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَالَ: قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

(بخاري ص ٨٩٥، مشكوٰة ٤١٢ عن أبي بكرة)

(٤٦٩) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔

(مسلم ٤١٤ ج٢، مشكوٰة ٤١٢)

ایک دوسرے کی تعریف کرنا

ارشادِ باری ہے: تم اپنی خوبیاں بیان مت کرو تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو ایک شخص کی تعریف کر رہا تھا اور تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کو ہلاک کر دیا یا فرمایا: تم نے اُس آدمی کی کمر توڑ دی۔

حضرت مقداد بن اسودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے موہنوں میں مٹی ڈال دو۔

لغات

تَمَادحَ تَمَادُحاً (تفاعل) ایک دوسرے کی تعریف کرنا۔ أثنیٰ علیٰ أحدٍ یثني إثناءً (إفعال) کسی کی تعریف کرنا۔ أطریٰ في المدح یُطري إطراءً (إفعال) تعریف میں مبالغہ کرنا۔ حَثَا یَحْثُو حَثْواً (ن) التراب، مٹی ڈالنا، گرانا۔

تشریح ۴۶۷- فلاتزکوا أنفسکم. مطلب یہ ہے کہ تم اپنے نفس کی پاکی کا دعویٰ مت کرو، کیوں کہ اس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کیسا ہے اور کس درجے کا ہے اس لیے کہ فضیلت کا مدار تو تقویٰ پر ہے ظاہری اعمال پر نہیں اور تقویٰ بھی وہی معتبر ہے جو موت تک قائم رہے، کیوں کہ اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے شخص کی مدح وتعریف کی تو آپؐ نے منع کیا اور فرمایا: تمہیں کسی کی تعریف کرنی ہو تو اِن الفاظ سے کرو کہ میرے علم میں یہ شخص نیک متقی ہے و لا ازکی علی اللہ أحداً گر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک بھی ایسا ہی پاک صاف ہے جیسا میں سمجھ رہا ہوں۔ (معارف القرآن ج ۸ص: ۲۱۲-۲۱۳)

۴۶۸- أهلکتم أو قطعتم ظهر الرجل. کسی کی کمر توڑنا اگرچہ اس کی جسمانی ہلاکت کے ہم معنیٰ ہے لیکن مراد روحانی ہلاکت ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کی تعریف کرتا ہے گویا اس کو دنیوی اور اخروی طور پر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اس لیے کہ ممدوح اپنی تعریف سن کر غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبر و غرور انسان کے لیے بہت ہی مہلک چیز ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ تعریف کی تین قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے، یہ قسم وہ ہے جس کی ممانعت منقول ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی کی غائبانہ تعریف کی جائے اور خواہش یہ ہو کہ اس کو اس تعریف کی خبر ہو جائے یہ صورت بھی ممانعت والی قسم میں داخل ہے۔ تیسرے یہ کہ کسی کی غائبانہ تعریف کی جائے اور اس کی مطلق پرواہ نہ ہو کہ اُس کو اس تعریف کی خبر پہنچے گی یا نہیں، نیز تعریف بھی ایسی کی جائے جس کا وہ واقعۃً مستحق ہے یہ قسم ایسی ہے جس کی اجازت ہے۔

۴۶۹- فاحثوا في وجوههم التراب. چہرے پر مٹی ڈالنے سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں

متعدد اقوال ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے سامنے ان کی تعریف کرنے لگا تو آپؓ نے ایک مٹھی خاک لے کر اس کے منہ پر ڈال دی۔ محدثینؒ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعریف کرنے والوں کے ساتھ اِس طرح کا سلوک کرنے کا حکم دینے کا مطلب اِس امر پر سختی کے ساتھ متنبہ کرنا ہے تا کہ کوئی شخص کسی کی منہ پر تعریف نہ کرے۔

بعض نے روایت کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص منہ پر تمہاری تعریف کرے اور اس سے اُس کا مقصد کچھ مالی منفعت حاصل کرنا یا اپنا کوئی مطلب نکالنا ہو تو تم اس کے منہ پر مٹی ڈال دو یعنی اسے کچھ نہ دو؛ بل کہ محروم کر دو اور اس کا مطلب پورا نہ کرو، یا یہ کہ اس کو معمولی طور پر کچھ دے دو، کیوں کہ کسی کو بہت تھوڑا حقارت کے ساتھ دینا اس کے منہ میں خاک ڈالنے کے مترادف ہے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مداحین یعنی تعریف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے خوشامد و چاپلوسی اور بے جا تعریف و مدح کرنے کو اپنی عادت بنالی ہو، چناں چہ ایسے لوگ تعریف و توصیف میں نہ تو حق کی تمیز کرتے ہیں اور نہ ہی مستحق وغیرہ مستحق کا لحاظ رکھتے ہیں، کیوں کہ ان کا مقصد کسی شخص کی واقعی مدح و توصیف کرنا نہیں ہوتا، بل کہ حصولِ منفعت ہی ان کا اصل مقصد ہوتا ہے۔

اَلظُّلْمُ

(٤٧٠) وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

(سورۃ الشوریٰ آیت ٤١ و ٤٢ و ٤٣)

(٤٧١) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مشکوٰۃ ص ٤٣٤)

(٤٧٢) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوْا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوْا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآئَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔

(مسلم ۳۲۰ ج ۲، مشکوٰۃ ١٦٤)

(٤٧٣) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰىؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُمْلِيْ الظَّالِمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ " وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ"۔ (مسلم ص ۳۲۰، مشکوٰۃ ٤٣٤)

(٤٧٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذاًؓ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّه لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَاب۔

(بخاري ص ۳۳۱، مشكوٰة ص ۱۵۵)

ظلم

اور جواپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سوایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔الزام صرف ان لوگوں پر ہے جولوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہےاور جوشخص صبر کرے اور معاف کردے تو بلاشبہ یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

حضرت بن عمرؓ نے نبی کریمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن بہت سی تاریکیاں ہوں گی۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم بہت سی تاریکیاں ہوں گی قیامت کے دن، اور بخل سے بچتے رہو، کیوں کہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا جوتم سے پہلے تھے، انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ لوگوں کے خون بہائیں اور اپنے اوپر حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھیں۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزّ وجل ظالم کومہلت دیتے رہتے ہیں پھر جب اس کو پکڑ لیتے ہیں تو چھوڑتے نہیں، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: اوراسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوتی ہے جب وہ بستیوں (والوں) کو پکڑتے ہیں دراں حالے کہ وہ بستیاں ظالم ہوتی ہیں، بے شک ان کی پکڑ دردناک سخت ہوتی ہیں۔

حضرت بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجاتو فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچتے رہنا، کیوں کہ اس کی دعااور اللہ کے درمیان حجاب نہیں ہوتا۔

تشریح ۴۷۰- ولمن انتصر بعد ظلمه. آیات کریمہ کی تفصیل عنوان "ومن أبواب البر حفاظة النفس" کے تحت نمبر ۲۷۱ پر گذرچکی۔

۴۷۱- الظلم ظلمات يوم القيامة. مطلب یہ ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن میدان محشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ اس نور سے محروم رہے گا جو مومن کا نصیب ہوگا جس کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "نورهم يسعٰى بين أيديهم وبأيمانهم"۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "ظلمات" سے مراد آخرت کے دن کے وہ شدائد ومشکلات مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا اور "ظلمات" سے شدائد مراد لینا ممکن ہے۔قرآن کریم کی آیت "قل من ينجيكم من ظلمات البرّ والبحر" میں ظلمات سے مشکلات ہی مراد ہیں۔اورآیت کا ترجمہ ہے ''آپ فرمادیجئے کہ تمھیں بحروبر کی مشکلات سے کون نجات دیتا ہے''۔

۴۷۲- اتقوا الظلم۔ ظلم کی تعریف گذر چکی ہے "وضع الشیٔ في غیر محله" کسی چیز کو غیر محل میں استعمال کرنا۔ مثلاً انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے خدا کی عبادت واطاعت کرنا۔ اب اگر انسان کا نفس امارہ اسے اس کی تخلیق کے اصل مقصد سے ہٹا کر خدا سے بغاوت وسرکشی اور برائی کے راستے پر چلاتا ہے تو یہ ظلم کہلائے گا، لہٰذا ظلم کا مفہوم تمام گناہوں کو شامل ہے۔ روایت کے پہلے جز کی تفصیل گذر چکی۔

اتقوا الشح۔ "بخل" سے بچنے کے لیے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ بخل نہ صرف یہ کہ ظلم ہی کی ایک قسم ہے، بل کہ ظلم کی ایک بہت بڑی قسم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم سے بچنے کا حکم عمومی طور پر فرمانے کے بعد بہ طور خاص بخل سے بچنے کی تاکید فرمائی۔" فإنّ الشح أهلك من كان قبلكم" مطلب یہ ہے کہ بخل اتنا خطرناک مرض ہے جس نے پہلی امتوں کو ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اِس کا نتیجہ خوں ریزی اور حرام کو حلال سمجھنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ سخاوت یعنی اپنے مال کو دوسروں کی راحت و بھلائی کے لیے خرچ کرنا اور اس طرح اپنے مسلمان بھائی کی خبر گیری کرنا درحقیقت آپسی محبت اور میل ملاپ کا سبب ہے۔ اِس کے برعکس بخل ترک تعلق اور بغض ونفرت کا سبب ہے جس کا آخری نتیجہ آپس کی دشمنی اور مخاصمت ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ دشمنی کے نتیجے میں خوں ریزی ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ دشمنی میں ایک دشمن دوسرے دشمن کی عورتوں، اس کے مال وزر اور اس کی آبرو ریزی کو حلال سمجھنے لگتا ہے۔ اِس اعتبار سے بخل گویا خوں ریزی اور حرام کو حلال کرنے کا سبب ہوا۔

۴۷۳- إنّ الله عز وجل ليملي الظالم۔ حدیث شریف میں مظلوموں کے لیے تسلی ہے کہ وہ اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم وستم پر صبر واستقامت اختیار کریں اور اس دن کا انتظار کریں جب قانونِ قدرت کے مضبوط ہاتھ ظالم کی گردن پر ہوں گے اور اس کو اپنے ظلم کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اسی طریقے سے ظالموں کے لیے سخت وعید ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دی جانے والی ڈھیل سے مغرور نہ ہو جائیں، وہ خدا کے مواخذے سے بچ نہیں پائیں گے۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں بھی اسی مضمون کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے "ولاتحسبنّ الله غافلاً عمّا يعمل الظلمون" تم اللہ رب العزت کو ہرگز ظالموں کے عمل سے غافل مت سمجھو۔ یعنی اللہ رب العزت کو ان کے کرتوت کی پوری خبر ہے۔

۴۷۴- اتق دعوة المظلوم۔ یہ جملہ ایک حدیث کا جز ہے پوری حدیث "آتی الزکوۃ" کے تحت نمبر ۹۵ پر گذر چکی ہے۔ حدیث کے اِس جز کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی آہ اس کی دعا سے بچتے رہنا چاہیے، اس کی دعا کی قبولیت یقینی ہے کیوں کہ اس دعا اور اللہ کے درمیان کوئی آڑ اور رکاوٹ نہیں ہوتی یعنی وہ دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے۔

اَلْکِبْرُ

(٤٧٥) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبِ نِ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ۔ (بخاري ۸۹۷، مشكوٰة ۴۳۲)

(۴۷۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: كَانَتِ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ تَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ۔

(بخاري ص ۸۹۷، مشكوٰة ص ۵۱۹)

(۴۷۷) عَنْ أَبِي سَعِيدِنِ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: اَلْعِزُّ إِزَارِي وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ۔ (مسلم ص ۳۲۹ ج۲، مشكوٰة ۴۳۳)

(۴۷۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ۔ قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ يَكُونَ ثَوْبِي حَسَنًا وَنَعْلِي حَسَنًا قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْجَمَالَ وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ۔ (ترمذي ۲۱ ج۲، مشكوٰة ۴۳۳)

(۴۷۹) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ: يَقُولُونَ: فِيَّ التِّيهُ وَقَدْ رَكِبْتُ الْحِمَارَ وَلَبِسْتُ الشَّمْلَةَ وَقَدْ حَلَبْتُ الشَّاةَ، وَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَلَيْسَ فِيهِ مِنَ الْكِبْرِ شَيْءٌ۔ (ترمذي ص ۲۱ ج۲)

تکبر

حضرت حارثہ بن وہب خزاعیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو اہلِ جنت کے متعلق نہ بتلاؤں؟ ہر کمزور ناتواں ہے کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالے تو وہ اس کی قسم پورا فرمادے۔ کیا میں تم کو اہلِ جہنم کے متعلق نہ بتلاؤں؟ ہر تندخو، اجڈ اور مغرور ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ اہلِ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

حضرت ابوسعید خدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت فرماتا ہے: عزت میری لنگی ہے اور بڑائی میری چادر ہے سو جو شخص مجھ سے منازعت کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا اور دوزخ میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے

دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا، راوی کا بیان ہے: تو ایک شخص نے کہا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا کپڑا اچھا ہو، میرا جوتا اچھا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں، لیکن تکبر (متکبر) تو وہ شخص ہے جو حق کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں: میرے اندر تکبر ہے حالاں کہ میں گدھے پر سوار ہوا ہوں اور چادرہ پہنی ہے اور میں نے بکری دوہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جو شخص یہ کام کرے گا تو اس میں کچھ بھی تکبر نہ ہوگا۔

لغات وترکیب

ضَعِيفٌ ، ج، ضُعَفَاءُ، کمزور۔ مُتَضَعَّفٌ ومُتَضَعِّفٌ، ناتواں۔ عُتُلٌّ ، سرکش، سخت عادت والا۔ عَتَلَ يَعْتُلُ عَتْلاً (ن) سختی سے کھینچنا۔ جَوَّاظٌ ، تکبر سے چلنے والا، اجڈ۔ جَاظَ يَجُوظُ جَوْظاً (ن) تکبر سے چلنا۔ بَطِرَ الحق يَبْطَرُ بَطَراً (س) تکبر سے قبول نہ کرنا۔ غَمَصَ يَغْمِصُ غَمْصاً (ض) حقیر سمجھنا۔ تِيهٌ ، ج، أَتْيَاهٌ، ڈینگ، غرور، گمراہی۔ شَمْلَةٌ ، چادر، ج۔ شَمَلاتٌ۔

كُلُّ عُتُلّ جوّاظٍ مستكبر۔ مبتدا محذوف کی خبر واقع ہے أي هو كل عتلّ۔ حيث شاءَ ت، "حيث" جملے کی طرف ہے، مضاف با مضاف الیہ " تنطلق " کی ظرف ہے۔ فِيّ التيه، "في" متعلق بہ کائنٌ خبر مقدم "التیہ" مبتدا موخر۔ وقد رکبت "کائن" کی ضمیر سے حال ہے۔

تشریح ۴۷۵- حدیث شریف میں "ضعیف" سے مراد وہ شخص ہے جو گھمنڈی اور متکبر نہ ہو اور نہ لوگوں پر جبر وزیادتی کرے، اور "متضعف" عین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح منقول ہے، صاحبِ مجمع البحار نے دونوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "متضعَف بفتح العين على المشهور أي من يستضعفه الناس ويحتقرونه ، ويكسر ها أي خامل مُتَذَلِّلٌ متواضع" یعنی عین کے فتحہ کے ساتھ اگر پڑھا جائے تو مراد وہ شخص ہے جس کو لوگ کم تر اور حقیر سمجھیں اور یہی لغت مشہور ہے۔ اور اگر عین کے کسرے کے ساتھ پڑھا جائے تو مراد گم نام اور متواضع شخص ہے۔

لو أقسم على الله لأبرّه۔ اِس جز کا مطلب ماقبل میں گذر چکا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ظاہر حال تو خستہ ہے، ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر لوگ کم تر اور حقیر تصور کرتے ہیں لیکن اللہ رب العزت کے نزدیک ان کا یہ مقام ہے کہ اگر یہ کسی کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے، یا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے پروردگار سے کسی چیز کے طلب گار ہوں اور قسم دے کر اپنی مراد کے پوری ہونے کی دعا کریں تو بارگاہِ ایزدی سے محروم نہیں ہوتے ہیں، بل کہ ان کی مراد پوری ہو کر رہتی ہے۔ آپؐ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اکثر اہلِ جنت وجہنم انھیں مذکورہ اوصاف کے حامل ہوں گے۔

۴۷۶- كانت الأمة من إماء أهل المدينة۔ روایت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

غایت تواضع و نرم خوئی کا بیان ہے کہ آپؐ اتنے نرم دل، متواضع اور با اخلاق تھے کہ اگر کوئی باندی بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہیں لے جانا چاہتی تو آپؐ انکار نہ فرماتے۔
واضح رہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس کی حکایت یہاں بیان کی جارہی ہے، بل کہ صرف آپ کے بلند پایہ اخلاق کا بیان ہے، قرآن کریم میں بھی آپؐ کے نرم خوئی کی شہادت موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:
"ولوكنت فظاً غليظ القلب لانفضّوا من حولك"۔

۴۷۷- **يقول الله عزوجل العزّ ازاري.** عزت میری لنگی ہے۔ "لنگی" اور "چادر" جیسے الفاظ کا استعمال اللہ رب العزت نے بہ طور مثال بیان فرمائے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طریقے سے چادر اور لنگی ہر شخص کی اس کے لیے مخصوص ہوتی ہے اسی طریقے سے یہ دونوں صفتیں یعنی کبریائی اور عظمت صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں جن میں کوئی بھی میرا ساجھی اور شریک نہیں ہوسکتا۔ چناں چہ حق تعالیٰ کی کچھ صفات تو ایسی ہیں جن میں کا کچھ حصہ بندوں کو بھی دیا گیا ہے اور بندے بہ طریق مجاز خود کو ان صفات کے ساتھ متصف کرسکتے ہیں، جیسے جود و کرم وغیرہ۔ لیکن کچھ صفات ایسی ہیں جو حق تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جن سے بندہ اپنے آپ کو بہ طریق مجاز بھی متصف نہیں کرسکتا، عظمت و کبریائی انھیں اوصاف میں سے ہیں۔

۴۷۸- **لايدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر.** جنت میں داخل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کے نامۂ اعمال میں تکبر کا گناہ موجود رہے گا اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا، ہاں جب وہ تکبر کی آلائش سے پاک وصاف ہوجائے گا تو پھر جنت میں داخل کیا جائے گا۔
علامہ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ حدیث شریف کے اِس جز کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ "کبر" سے مراد "کفر و شرک" ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و شرک کے مرتکب پر جنت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ بند رہیں گے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کبر سے مراد تو تکبر ہی ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متکبر شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تکبر کے رذائل سے بالکلیہ پاک وصاف نہ ہوجائے اور یہ پاکی خواہ بہ ایں طور ہو کہ اسے اپنے کبر کا عذاب بھگتنا پڑے یا اللہ کی رحمت متوجہ ہوجائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے۔

ولايدخل النار من كان في قلبه مثقال ذرة من ايمان. یہاں دخول سے مراد دخولِ موبّد مخلّد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل نہیں ہوگا خواہ اُس نے ایمان کے مقتضیات پر کچھ بھی عمل نہ کیا ہو، صرف تصدیق قلبی اور اقرارِ لسانی حاصل ہو۔

قال رجلٌ إنّه يعجبني أني كون ثوبي حسناً. جن صحابی نے سوال کیا ان کے دل میں ایک بات تھی اور وہ یہ دیکھا کرتے تھے کہ عموماً جو لوگ اپنے علاوہ کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں ان کے جسم پر اعلیٰ ونفیس لباس ہوتا ہے ان کی جوتیاں نہایت اعلیٰ ہوتی ہیں تو آپؐ کے ارشاد سے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ چیزیں تکبیر کی نشانیاں تو نہیں ہیں، مگر آپؐ نے جواب سے واضح فرمادیا کہ کپڑے اور جوتے کے عمدہ

ہونے سے تکبر پیدا نہیں ہوتا، بل کہ عمدہ لباس زیب تن کرنا اور اچھے جوتے پہننا یہ تو تہذیب وشائستگی اور خوش ذوقی کی علامت ہے جس سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔ کبر تو دراصل اس کیفیت وحالت کا نام ہے جو انسان کو حق کے راستے سے ہٹادے اور سچائی قبول کرنے سے باز رکھے اور اس کی وجہ سے انسان اپنے کو دوسروں سے برتر اور دوسروں کو اپنے سے کم تر خیال کرنے لگے۔

۴۷۹- يقولون:في التيه. اس روایت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ خواہ مخواہ کسی کو متکبر نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے کہ کبر کا تعلق دل سے ہے اور دل کی باتوں کو حقیقت تو اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے کہ کس کے دل میں کبر اور کس کے دل میں تواضع ہے اسی طریقے سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گدھے پر سوار ہوجانا، معمولی چادر پہن لینا اور بکری کا دودھ دوہنا یہ چیزیں تواضع کی علامت ہیں یعنی جو شخص ان معمولی کاموں کو کرنے میں تامل نہیں کرے وہ یقینا متواضع ہوگا اور واقعہ بھی ہے کہ اپنے کو بڑا سمجھنے والے ایسے معمولی کام کرنے میں اپنی ہتک اور بے عزتی محسوس کرتے ہیں۔

اَلرِّفْعَةُ فِي الأُمُوْر

(٤٨٠) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ حَقّاً عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُرْفَعَ شَيٌّ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَه۔ (بخاري ص ٩٦٢)

امور میں بلندی

حضرت انسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت کے ذمے ضروری ہے کہ دنیا کی جو شے بھی بلند ہو اس کو پست فرمادیں۔

تشریح ۴۸۰- مطلب یہ ہے کہ ہر بلندی کے لیے پستی لازم ہے، ہر کمال کے لیے زوال ضروری ہے۔اس لیے انسان کو چاہیے کہ تواضع وانکساری اختیار کرے کہ یہی چیز پائیدار ہے، اس کا فائدہ دنیا وآخرت دونوں میں ہے۔ برخلاف تکبر وترفع کے کہ وہ ایک ناپائیدار چیز ہے۔گویا کہ اس روایت میں تواضع وانکساری اختیار کرنے کی تاکید ہے۔

اَلْغَضَبُ وَالْعَفْوُ بَعْدَ الْقُدْرَةِ

(٤٨١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّ ذٰلِكَ مِرَاراً قَالَ: لَا تَغْضَبْ۔

(بخاري ص ٩٠٣، مشكوة ٤٣٣)

(٤٨٢) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَضَبَ يُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔

(٤٨٣) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ عَنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔

(مشكوٰة ٤٣٤)

(٤٨٤) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ يَا رَبِّ! مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عَنْدَكَ؟ قَالَ: مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔

(مشكوٰة ص ٤٣٤)

(٤٨٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالىٰ: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ قَالَ: الصَّبْرُ عَنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عَنْدَ الإِسَآءَةِ، فَإِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَأَنَّه وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔ (مشكوٰة ٤٣٤)

(٤٨٦) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَآئِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ الْغَضَبُ عَنْهُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ (مشكوٰة ص ٤٣٤)

ناراض ہونا اور قابو پانے کے بعد معاف کردینا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے عرض کیا: مجھ کو وصیت فرمادیجیے، آپؐ نے فرمایا: غصہ نہ کرو اس نے چند بار یہی الفاظ دہرائے۔ آپؐ نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ غصہ ایمان کو ایسے ہی خراب کردیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کردیتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے نے (کوئی چیز) گھونٹ گھونٹ کر نہیں پی جو اللہ رب العزت کے نزدیک غصّے کے اس گھونٹ سے افضل ہو جس کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون زیادہ باعزت ہے؟ فرمایا: جو قابو پا کر معاف کردے۔

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ رب العزت کے ارشاد" ادفع بالتي هي أحسن" کے بارے میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ: (عمدہ طریقہ) غصّے کے وقت صبر کرنا اور بدسلوکی سے پیش آنے کے وقت معاف کردینا ہے، پھر جب وہ اس کو کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کا دشمن ان کے سامنے جھک جائے گا یوں معلوم ہوگا گویا وہ مخلص دوست ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے جب کہ وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، پس اگر غصہ دور ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ تو لیٹ جائے۔

لغات وترکیب

صَبِرٌ، واحد، صَبِرَةٌ، ایلوا۔ اِس لفظ میں ب کو بہت کم ساکن کیا جاتا ہے۔ عَسَلٌ ، ج، أعْسَالٌ، شہد۔ تَجَرَّعَ يَتَجَرَّعُ تَجَرُّعاً (تفعّل) گھونٹ گھونٹ کر پینا۔ خَضَعَ لأحدٍ يَخْضَعُ خُضُوعاً (ف) کسی کے سامنے جھکنا۔ حَمِيْمٌ ، ج، أحماء، دوست۔

كَمَا يُفسِدُ العصبر العسل۔ میں " ما" مصدریہ ہے اور کاف بمعنی مثل ہے أي مثل إفساد الصبر العسل. أفْضَلَ عندالله میں موصوف محذوف ہے أي شيئًا أفْضَلَ۔ "من جرعة غيظ" ما تجرّع سے متعلق ہے۔ "ابتغاء وجه الله" مضاف با مضاف الیہ "يكظمها" کا مفعول لہ واقع ہے۔ "من إذا قدر غفر" میں "من" مبتدا ہے۔ "إذا قدر غفر" با شرط و جزا خبر۔

تشریح ۴۸۱- قال: أو صني قال: لاتغضب. روایت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ نہ کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ غضب و غصے کی کیفیت دراصل شیطانی وسوسوں سے پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان ظاہر و باطن میں اعتدال کی راہ سے گذر جاتا ہے اور اس حالت میں ایسے اعمال وافعال کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جو شرعی اور اخلاقی دونوں اعتبار سے برے ہوتے ہیں اس لیے آپ نے اِس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چوں کہ سائل میں غصے کا مادہ زیادہ تھا اس لیے جتنی مرتبہ نصیحت کی درخواست کی آپؐ نے یہی جواب دیا کہ غصہ مت کرو، چناں چہ آپ کا یہی معمول تھا کہ کبھی آپؐ زمانے وقت کے اعتبار سے جواب دیتے اور کبھی سائل کی حالت و کیفیت کے مطابق جواب دیتے اور ہر ایک کے مرض کا علاج اس کے احوال کی مناسبت سے تجویز فرماتے۔

۴۸۲- إنّ الغضب يفسد الإيمان. حدیث پاک میں آپؐ نے غضب کے نقصان اور اس کے برے اثرات کو بیان فرمایا ہے کہ غصہ ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ایمان میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ غصے کی تلخی سے ایمان کی حلاوت میں کمی پڑ جاتی ہے جس طریقے سے ایلوا اپنی تلخی سے شہد کو متاثر کر دیتا ہے، چناں چہ بسا اوقات غصہ کرنے والا اِس درجہ مغلوب الحال ہو جاتا ہے کہ اس سے کفر تک کا گناہ سرزد ہو جاتا ہے گویا غصہ انسان کو دین و دنیا دونوں کے سخت ترین حالات میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۴۸۳- ماتجرّع عبدٌ أفضل عندالله. غصے کو پی جانا اور معاف کر دینا اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت افضل چیز ہے اس لیے کہ غصے میں انسان کو اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اسی لیے سرکار دو عالمؐ نے طاقت ور اور پہلوان اس کو نہیں قرار دیا جو دوسروں کو چت کر دے، بل کہ اُس شخص کو پہلوان

بتلایا جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو پالے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ غصے کا پینا برائے رضائے الٰہی ہو۔

۴۸۴- من إذا قدر غفر. مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا عزیز ترین بندہ وہ ہے جس کی صفت یہ ہو کہ اگر اس پر کسی نے ظلم کیا، اس کو رنج و تکلیف میں مبتلا کیا اور اس شخص سے انتقام لینے پر قادر ہے اس کے باوجود عفو و درگذر کردے۔ اِس روایت میں بھی جواب کو سائل کی حالت کے مناسب قرار دے سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت پر چوں کہ جلالی کیفیت غالب تھی اس لیے اللہ رب العزت نے اِس جواب کے ذریعہ گویا ان کو تلقین کی کہ وہ عفو درگذر کا رویہ اختیار کریں۔

۴۸۵- عن ابن عباس في قوله تعالیٰ. آیت کریمہ "ولاتستوی الحسنة ولاالسيئه ادفع بالتي هي أحسن" میں داعیانِ حق الی اللہ کو خاص ہدایت دی گئی ہے کہ ان کی خصلت یہ ہونی چاہیے کہ وہ لوگوں کی برائی کو احسن طریقے سے دفع کریں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لینا اور معاف کردینا تو عملِ حسن ہے اور احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہو تم اسے معاف بھی کرو اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ آیت کریمہ میں اِس بات کا حکم ہے کہ جو شخص تم پر غصے کا اظہار کرے تم اس کے مقابلے میں صبر سے کام لو، جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے تم اس کے ساتھ حلم و بردباری کا معاملہ کرو اور جو تمہیں ستائے اس کو معاف کردو۔

(معارف القرآن ج۷، ص:۶۵۲-۶۵۳)

مذکورہ حسنِ سلوک کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ رب العزت ایسے شخص کو نفس اور مخلوقات کی آفتوں سے محفوظ رکھے گا اور اس کے دشمن بھی اس کے سامنے جھکنے لگیں گے اور اِس طریقے سے پیش آئیں گے جیسے قریبی رشتے دار یا جگری دوست ہوں۔

۴۸۶- إذا غضب أحدكم. غصے کی حالت میں کھڑا رہنے کے بجائے بیٹھ جانے میں یہ حکمت ہے کہ عام طور پر غصے کے وقت انسان بے قابو ہوجاتا ہے اور کھڑے ہونے کی حالت میں اس بات کا زیادہ خوف رہتا ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرگذرے جس سے بعد میں پریشانی اور پشیمانی اٹھانی پڑے اور بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں کسی حرکت کا صادر ہونا اتنی سرعت اور آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا جس قدر کہ کھڑے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اسی طریقے سے لیٹے ہوئے ہونے کی صورت میں اتنی آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا جس قدر بیٹھے ہوئے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ گویا غصے کے وقت حالت کی یہ تبدیلی غصے کا ایک نفسیاتی علاج ہے۔

اَلْبُخْــلُ

(۴۸۷) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَصْلَتَانِ لَايَجْتَمِعَـــانِ فِيْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْــلُ وَسُوْءُ

الْخُلُقِ۔ (ترمذي ۱۸ ج۲، مشكوٰة ص ۱٦٥)

(٤٨٨) عَنْ أَبِي بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَلَا بَخِيْلٌ وَلَا مَنَّانٌ۔ (ترمذي ص ۱۸ ج۲، مشكوٰة ص ۱٦٥)

(٤٨٩) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيْهِ (عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ) أَنَّه اِنْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ: أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَّالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ۔ (ترمذي ص ۵۷ ج۲، مشكوٰة ٤٤٠)

(٤٩٠) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَتْبَعُه أَهْلُه وَمَالُه وَعَمَلُه فَيَرْجِعُ أَهْلُه وَمَالُه وَيَبْقٰى عَمَلُه۔ (ترمذي ص ٦١ ج۲، مشكوٰة ٤٤٠)

(٤٩١) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَامِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُه أَحَبُّ إِلَيْهِ قَالَ: فَإِنَّ مَالَه مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا أَخَّرَ۔

(بخاري ص ۹۹۳، مشكوٰة ص ٤٤٠)

بخل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بداخلاقی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں دھوکے باز داخل نہیں ہوگا اور نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا (قطع تعلق کرنے والا)۔

حضرت قتادہؒ حضرت مطرف سے اور وہ اپنے والد عبداللہ بن الشخیر سے نقل کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دراں حالے کہ آپؐ " الھٰکم التکاثر " پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال میرا مال، حالاں کہ تیرے لیے تیرے مال میں سے نہیں ہے مگر جس مال کا صدقہ کر کے تو نے آگے بھیج دیا، یا کھا کر ختم کردیا، یا پہن کر پرانا کردیا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو واپس ہو جاتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے، اس کے پیچھے اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، پھر اس کے اہل اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے

کون ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی بھی نہیں مگر یہ کہ اُس کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے (وارث کے مال کے مقابلے میں) آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ اس کا اپنا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔

لغات وترکیب

خَبٌّ ، ج، خُبُوبٌ، دغاباز، فریبی۔ مَنَّ يَمُنُّ مَنّاً (ن) احسان جتلانا ومَنَّ الحبلَ مَنّاً، رسّی کا کاٹنا۔ انتهى إلىٰ أحدٍ ينتهي انتهاءً (افتعال) کسی کے پاس جانا۔ أمضى إمضاءً (إفعال) گذارنا۔ أبلىٰ يبلي إبلاءً (إفعال) بوسیدہ کرنا۔

البخلُ وسوءُ الخلق۔ مبتدا محذوف کی خبر ہیں أي أحدهما البخل وثانيهما سوء الخلق۔ "وهو يقول" "النبيؐ" سے حال واقع ہے هل لك من مالك من مالك میں "هل" برائے نفی ہے أي مالك من مالك۔ فإنّ ماله ما قدّم میں "ما" موصولہ ہے اور صلے کی ضمیر محذوف ہے۔

تشریح ۴۸۷- خصلتان لايجتمعان ۔اس حدیث کی وضاحت تفصیل کے ساتھ کے تحت گذر چکی ہے۔

۴۸۸- لايدخل الجنّة خبٌّ ولابخيلٌ۔ اِس جیسی روایت ماقبل میں بھی آچکی ہے اور مطلب یہ ہے کہ دھوکے بازی، بخل اور قطع تعلقی واحسان جتلانا اِن صفات سے متصف لوگوں کو دخولِ اولی نصیب نہ ہوگا۔ جب یہ اپنے جرم کی سزا بھگت لیں گے تب ہی جنت میں داخل ہوں گے "بخیل" سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مال میں سے حق واجب ادا نہ کرے "منّان" کے دو معانی آتے ہیں (۱) احسان جتلانے والا (۲) کاٹنے والا یعنی وہ شخص جو اپنے اعزہ ورشتے داروں سے ترکِ تعلق کرے اور مسلمانوں سے محبت ومروت کا معاملہ نہ کرے۔

يقول بن آدم: مالي مالي۔ مطلب یہ ہے کہ انسان ایسا حریص الطبع ہے کہ دنیا میں ہر وقت اسے اپنے مال کی فکر رہتی ہے دن رات مال کی تلاش میں رہتا ہے، ایک ایک پیسہ جمع کرتا ہے، خرچ کرنے میں انتہائی بخل سے کام لیتا ہے گویا اسے کثرتِ مال کی فکر نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور جو کچھ جمع کرتا ہے اسے اپنا مال تصور کرتا ہے، حالاں کہ اس کا مال جو اس کے کام آئے گا وہ مال نہیں ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے، بل کہ اس کا اصل مال جو اس کے کام آنے والا ہے وہ ہے جو اس نے صدقہ کر کے آگے بھیج دیا، یا کھا کر ختم کر دیا ، یا پہن کر پرانا کر دیا۔ صدقے کا فائدہ تو اسے آخرت میں ہوگا اور کھانے پہننے کا فائدہ اسے دنیا میں مل گیا۔ اور بخل میں نہ دنیا کا فائدہ ہے نہ آخرت کا۔

۴۹۰- يتبع الميت ثلاث۔ میت کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں، اہل وعیال عزیز واقارب وغیرہ، مال سے مراد غلام اور وہ چارپائی وغیرہ جس میں میت کو لے جاتے ہیں اور اس کا عمل ۔ تو اس کے اہل

وعیال اور مال تو واپس آجاتے ہیں صرف اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو چیز انسان کے کام آنے والی ہے وہ صرف اس کا اپنا عمل ہے، یہی جمع کیا ہوا مال جو دنیا سے چھوڑ کر چلا گیا اگر اپنی زندگی میں صدقہ کر دیتا تو اس کا نیک عمل ہو جاتا جو مرنے کے بعد اس کے کام آتا۔

۴۹۱- أیکم مال وارثه أحبّ إلیه. اس روایت میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمدہ طریقے سے بخل سے منع فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اپنا مال عزیز ہے تو اسے چاہیے کہ صدقہ وخیرات کر کے آگے بھیج دے تا کہ یہ مال کا صدقہ اس کے حق میں ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ اس لیے کہ جو مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے کام آنے والا نہیں ہے، وہ تو اب اس کا مال رہا ہی نہیں، بل کہ اس کے ورثہ کا ہے۔

اَلْإِسْرَافُ وَالتَّبْذِيْرُ

(۴۹۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّه كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ○ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا." (بنی اسرائیل آیت ۲۶تا۲۹)

فضول اور بے جا خرچ کرنا

ارشاد باری ہے: اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہیے اور محتاج اور مسافر کو بھی اور مال کو (بے موقع) مت خرچ کرنا (کیوں کہ) بے شک بے موقع خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر آپ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے اپنے رب کی طرف سے اس مہربانی کے انتظار میں جس کی آپ کو امید ہے تو آپ اُن سے نرمی سے کوئی بات فرمادیں اور نہ تو آپ اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لیں اور نہ اس کو پورے طور پر کھول دیں کہ آپ الزام خوردہ وتہی دست ہو بیٹھیں۔

تشریح ۴۹۲- وآت ذا القربیٰ حقّه. پہلی آیت میں رشتے داروں اور عام مسلمانوں کے حقوق کا بیان ہے اور دوسری آیت میں خرچ کرنے میں فضول خرچی کی ممانعت کا ذکر ہے۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر رشتے دار کا حق ادا کیا جائے جو کم سے کم ان کے ساتھ حسنِ معاشرت اور عمدہ سلوک ہے اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد بھی اس میں داخل ہے۔ اس آیت سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ ہر شخص پر اس کے عام رشتے دار اور عزیزوں کا حق ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ حق کیا اور کتنا ہے اس کی تفصیل مذکور نہیں مگر عام صلہ رحمی اور حسنِ معاشرت کا اس میں داخل ہونا واضح ہے۔

فضول خرچی کے معنی کو قرآن نے دو لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک تبذیر اور دوسرے اسراف۔ تبذیر کی

ممانعت تو اسی آیت مذکورہ میں واضح ہے، اسراف کی ممانعت دوسرے آیت "ولاتسرفوا" سے ثابت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں، کسی معصیت یا بے موقع و بے محل خرچ کرنے کو تبذیر و اسراف کہا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ کسی گناہ میں یا بالکل بے موقع بے محل خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں۔ اور جہاں خرچ کرنے کا جائز موقع تو ہو مگر ضرورت سے زائد خرچ کیا جائے تو اس کو اسراف کہتے ہیں اس لیے تبذیر بہ نسبت اسراف کے اشد ہے اور اسی لیے مبذرین کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

وإمّا تعرضنّ عنهم۔ اس تیسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے واسطے سے پوری امت کو ایک اخلاقی تربیت دی گئی ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت مند لوگ سوال کریں اور آپ کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو جس کی وجہ سے ان لوگوں سے پہلو تہی اور اعراض کرنے پر مجبور ہوں تو اس صورت میں بھی آپ کا اعراض مستغنیانہ یا مخاطب کے لیے توہین آمیز نہ ہونا چاہیے، بل کہ یہ پہلو تہی بھی اپنے عجز و مجبوری کے اظہار کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں ابنِ زید کی روایت یہ ہے کہ کچھ لوگوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال کا سوال کیا کرتے تھے اور آپؐ کو معلوم تھا کہ ان کو دیا جائے گا تو یہ فساد میں خرچ کریں گے اس لیے آپؐ ان کو دینے سے انکار کر دیتے تھے کہ یہ انکار اُن کو فساد سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور مسند سعید بن منصور میں بروایت سبا بن حکم مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑا آیا تھا، آپؐ نے اس کو مستحقین میں تقسیم فرما دیا اس کے بعد کچھ اور لوگ آئے جب کہ آپؐ فارغ ہو چکے تھے اور کپڑا ختم ہو چکا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتجعل يدك مغلولةً إلىٰ عنقك. اس آیت کی تفسیر ماقبل میں گزر چکی ہے۔

مُحَقَّرَاتُ الذُّنُوْب

(٤٩٣) عَنْ أَنَسٍ قَالَ: إِنَّكُمْ تَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِيْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، إِنْ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ.

(بخاري ص ٩٦١، مشكوٰة ٤٥٨)

(٤٩٤) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَاعَائِشَةُ! إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ، فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا.

(ابن ماجة ٣٢٣، مشكوٰة ٤٥٨)

(٤٩٥) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ فِيْمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ،

وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا۔ (باب الأعمال بالخواتيم، كتاب الرقاق-بخاري)

چھوٹے چھوٹے گناہ

حضرت انسؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: بلاشبہ تم لوگ بہت سے ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں اور ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اے عائشہ! چھوٹے گناہ سے بھی بچو۔ کیوں کہ اللہ رب العزت کی طرف سے ان کا مطالبہ کرنے والی بھی ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بلاشبہ بندہ ایسا عمل کرتا ہے جو لوگوں کے خیال میں اہل جنت کا عمل ہوتا ہے حالاں کہ (درحقیقت) وہ اہل جہنم کے عمل میں سے ہوتا ہے، اور (اسی طرح) وہ بندہ ایسا عمل کرتا ہے جو لوگوں کو خیال میں اہل جہنم کا عمل ہوتا ہے حالاں کہ وہ جنتیوں کے عمل میں سے ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار ان کے خاتموں ہی پر ہوتا ہے۔

لغات وترکیب

حَقَّرَ يُحَقِّرُ تحقيراً (تفعيل) حقیر سمجھنا۔ دَقَّ يَدِقُّ دِقَّةً (ض) باریک ہونا، چھوٹا ہونا۔ أَوبَقَ يوبِقُ إيباقاً (افعال) ہلاک ہونا۔

أيّاكِ ومحقّرات الذنوب تحذیر ہے أي اتّقي نفسكِ من محقرات الذنوب. "محقّرات الذنوب" اضافت الصفت إلی الموصوف کے قبیل سے ہے أي الذنوب المحقّرات۔

تشریح

۴۹۳- إنكم تعملون أعمالًا هي أدقّ في أعينكم. حدیث شریف کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم بعض اعمال ایسے کرتے ہو جنھیں تم احسن الاعمال اور اپنے نزدیک بہت ہی بہترین عمل تصور کرتے ہو، حالاں کہ ہم ان اعمال کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ہلاک کر دینے والے اعمال میں تصور کرتے تھے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم بعض اعمال کو معمولی سمجھ کر کرتے ہو، اُن کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ہو، یہاں تک کہ ان کو اس درجہ حقیر سمجھتے ہو کہ انھیں قابلِ توبہ بھی نہیں گردانتے جب کہ اُن اعمال کو ہم لوگ آپؐ کے زمانے میں مہلکات میں سے خیال کرتے تھے۔ اس دوسرے معنیٰ کی تائید مابعد والی حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔

۴۹۴- یاعائشة أيّاكِ ومحقّرات الذنوب. اس روایت میں صریح ہدایت ہے کہ معمولی گناہ کو حقیر نہ سمجھو، بل کہ اس سے بھی حتی الامکان بچنے کی کوشش کرو اِس لیے کہ ہر گناہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا گناہ ہے اور ہر ایک پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔

۴۹۵- إن العبد ليعمل. روایت کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے جسے حسن

خاتمہ کی توفیق ملی بہ ایں طور کہ آخر وقت میں ایمان وعملِ صالح کے ساتھ آراستہ تھا تو ایسا شخص ہی کامیاب ہو گا خواہ زندگی بھر اس نے برے اعمال ہی کیوں نہ کیے ہوں اور اگر خاتمہ حسنِ عمل پر نہیں ہوا تو زندگی بھر کے کیے ہوئے اعمال بے معنی ہیں۔

حدیث شریف میں اِس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ انسان کو ہر وقت گناہوں سے بچتے رہنا چاہیے کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اس آخری وقت کب آپہنچے نیز یہ کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اس لیے کہ کسی کو بھی اپنے خاتمے کے متعلق یقینی طور پر معلوم نہیں کہ اس کا خاتمہ کس حال میں ہوگا۔

اَلْاَرْبَعُـوْنَ مِنْ جَوَامِـعِ الْكَلِمِ

١- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرِهٖ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيْبًا مِّنْهُ وَنَحْنُ نَسِيْرُ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ، قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَنِيْ عَنْ عَظِيْمٍ وَإِنَّهٗ يَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِيُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَلَا "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ" حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهٖ وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ، قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ الْأَمْرِ كُلِّهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَأَخَذَ بِلِسَانِهٖ، قَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَوْ (قَالَ) عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ۔ (ترمذي ص ٨٦ ج ٢، مشكوة ص ١٤)

چالیس جامع ارشادات

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرمؐ کے ہمراہ آپؐ کے ایک سفر میں تھا، تو میں ایک دن آپؐ کے قریب ہوا اس حال میں کہ ہم چل رہے تھے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے اور وہ آسان بھی ہے اس شخص پر جس پر اللہ رب العزت آسانی عطا فرمائے۔ تم

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں ابواب خیر کی جانب تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو ایسے ہی ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کے درمیان آدمی کا نماز پڑھنا (بھی ابواب خیر میں سے) ہے، پھر آپ نے آیتِ کریمہ "تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم" کی تلاوت فرمائی (یعنی ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور امید سے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں) یہاں تک کہ "یعملون" پر پہنچ گئے، پھر فرمایا: کیا میں تم کو تمام چیزوں کو بنیاد، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کو نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: تمام چیزوں کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمام چیزوں کی اصل نہ بتلادوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! راوی کا بیان ہے تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: تم اپنے اوپر اسے روک لو، تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! کیا ہماری گفتگو میں بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ فرمایا: تمہاری ماں تم کو روئے اے معاذ! کیا لوگوں کو دوزخ میں ان کے چہروں کے بل یا فرمایا ان کے نتھنوں کے بل زبان کی کٹی کھیتیوں کے علاوہ کوئی اور چیز ڈالے گی؟۔

لغات وترکیب

بَاعَدَ يُبَاعِدُ مُبَاعَدَةً (مفاعلة) دور کرنا۔ يَسَّرَ يُيَسِّرُ تيسيراً (تفعيل) آسانی عطا کرنا۔ أطفأ يُطفِئ إطفاءً (افعال) بجھانا۔ تَجافىٰ يَتَجافىٰ تَجَافِياً (تفاعل) علاحدہ رہنا۔ ذِرْوَةٌ، ج ذُرىٰ، چوٹی۔ سِنَامٌ، ج أسنمةٌ، کوہان۔ مِلاكُ الأمر، سہارا، سرمایۂ بقا۔ ثَكِلَ يَثْكِلُ ثُكْلاً وَثكَلاً (س) ابنه گم کرنا۔ كَبَّ كبّاً (ن) اوندھا کرنا۔

على من يسّره الله عليه۔ علىٰ" يسيرٌ" سے متعلق ہے اور "عليه" يَسَّرَ سے۔ "بمانتكلم به" مؤاخذون سے متعلق ہے۔ "لمؤاخذون" إنّا کی خبر ہے۔ هل يكبّ الناس میں هل برائے نفی ہے "حصائد ألسنتهم "يكبّ کا فاعل ہے۔

تشریح ۱- حدیث شریف میں دین کی تصویر بڑے نفسیاتی انداز میں اجاگر کی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طریقے سے کسی جسمانی وجود کا مدار سر پر ہوتا ہے کہ اگر سر کو اڑا دیا جائے تو جسمانی وجود بھی باقی نہیں رہے گا اسی طرح "ایمان واسلام" یعنی عقیدۂ توحید ورسالت، دین کے لیے بہ منزلہ سر کے ہیں کہ اگر توحید ورسالت کے اعتقاد واقرار کو ہٹا دیا جائے تو دین کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا، پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے "ستون" اولین اہمیت کا حامل ہوتا ہے اسی طرح دین کا ستون بھی نماز ہے، نماز ہی وہ بنیادی طاقت ہے جو دین کے وجود کو قائم رکھتی ہے، اور پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو

باعظمت بنانے اور اس کی شان وشوکت بڑھانے کے لیے کسی امتیازی اور منفرد وصف وخصوصیت کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح جہاد وہ ضرورت ہے جس پر دین کی عظمت وشوکت کا انحصار ہے اگر جہاد کو ختم کر دیا جائے تو دین ایک بے شکوہ اور بے اثر ڈھانچہ بن کر رہ جائے۔

اس کے بعد آپؐ نے دین کی اصل طاقت جڑ اور بنیاد کی طرف اشارہ فرمایا کہ بنیادی چیز زبان ہے یعنی دین کے وجود، اس کے بقا اور اس کی عظمت وشوکت کو نقصان پہنچانے کی جڑ زبان ہے، زبان کو قابو میں رکھنا دین ودنیا کی فلاح ونجات کا پیش خیمہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا خود کو دین ودنیا کی ہلاکت کی طرف دھکیل دینا ہے لہٰذا لازم ہے کہ زبان بند رکھی جائے منہ کو برائی، فحاشی اور بدکلامی کے لیے نہ کھولا جائے، زبان سے ایسی برائیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں جو انسان کو ذلیل اور ہلاک کر دیتی ہیں۔

٢- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُؓ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فِينَا فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُوا الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانَ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةِ، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوْبَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ، مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَآءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَاكُمُ الْمُؤْمِنُ۔

(ترمذي ص٣٩ ج٢، مشكوٰة ص ٥٥٤)

٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّأْخُذُ عَنِّي هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ؟ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحْكَ، فَأَنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ۔ (ترمذي ص ٥٤ ج٢، مشكوٰة ص ٤٤٠)

٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْأَوْدِيِّؒ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ: اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔

(مشكوٰة ص ٤٤١)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو مقام جابیہ میں

خطبہ دیا۔ فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان اسی طرح کھڑا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا: میں تم کو اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، پھر ان لوگوں کے بارے میں جو ان کے بعد ہیں پھر ان کے بارے میں جو ان کے بعد ہیں، پھر جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی قسم کھائے گا حالاں کہ اس سے قسم نہ لی جائے گی اور گواہ گواہی دے گا حالاں کہ اس سے گواہی نہ لی جائے گی۔ یاد رکھو! کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہیں ہوگا مگر ان میں کا تیسرا شیطان ہوگا۔ تم جماعت کو لازم پکڑلو اور تفریق سے بچتے رہو، اس لیے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو سے زیادہ دور ہوتا ہے اور جو شخص جنت کے وسط کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جماعت کو لازم پکڑ لے۔ جس شخص کو اس کی نیکی خوش کردے اور اس کی برائی اسے آزردہ خاطر کردے تو وہ واقعی مومن ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے وہ شخص جو مجھ سے یہ کلمات لے کر ان پر عمل کرے یا ایسے شخص کو سکھلائے جو ان پر عمل کرے، تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں ہوں اے اللہ کے رسول! تو آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ چیزوں کو شمار کیا، چناں چہ فرمایا: تم حرام کاموں سے بچتے رہو لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے، اور اس چیز پر راضی ہو جاؤ جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو مومنِ کامل ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تو پکے مسلمان بن جاؤ گے، اور زیادہ مت ہنسو، اس لیے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے۔

حضرت عمرو بن میمون اودیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مال داری کو اپنی محتاجگی سے پہلے، اپنے خالی اوقات کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے غنیمت جانو۔

لغات وترکیب

بُحْبُوحَةُ الدار: وسط، درمیان۔ أَكْثَر الضَّحك يُكْثِر إِكْثَاراً (إفعال) زیادہ ہنسنا۔ اِغْتَنِمْ يَغْتَنِمُ اغتناماً (افتعال) غنیمت سمجھنا۔ هَرِمَ يَهْرَمُ هَرَماً (س) کمزور ہونا، بہت بوڑھا ہونا۔ سَقِمَ يَسْقَمُ سَقماً (س) بیمار ہونا۔

عليكم بالجماعة. "عليكم" اسم فعل بمعنیٰ "الزموا الجماعة"۔ وهو من الاثنين أبعد. "من الاثنين" أبعد سے متعلق ہے تكن أعبدالنّاس "تكن" جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔ شَبَابَكَ وصحتَك وسقمَك وغير "خمسًا" سے بدل واقع ہیں۔

۲۔ تشریح: أوصيكم بأصحابي. روایت میں حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کی

فضیلت و بزرگی بیان کی گئی ہے پہلے "ثُمَّ الذین یلونهم" سے مراد تابعین اور دوسرے "الذین یلونهم" سے مراد تبع تابعین ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا زمانہ خیر اور بھلائی کا زمانہ ہوگا بعد میں شر عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ لوگ بغیر قسم کھلائے قسم کھانے لگیں گے بغیر گواہ بنائے گواہی دینے کے لیے تیار رہیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ مذکور طبقاتِ ثلثہ (صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) کا احترام کرو ان کی عظمت اپنے دل میں بٹھالو اور انھیں کے نقشِ قدم پر چلو اسی میں تم سب کی فلاح اور کامیابی مضمر ہے۔ دوسری بات روایت میں یہ ہے کہ کوئی بھی کسی اجنبیہ کے ساتھ خلوت نہ کرے یعنی گناہ سے بالکلیہ اجتناب کرے، کیوں کہ شیطان ایسے موقع سے غافل نہیں رہتا، بل کہ موقع کا فائدہ اٹھا کر گناہ میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ تیسری بات اِس روایت میں لزومِ جماعت کی تاکید ہے یعنی جماعتِ مسلمین سے کٹ کر علاحدہ مت رہو ہمیشہ جماعت کو لازم پکڑے رہو۔ جماعت سے علاحدگی اختیار کرنے کی صورت میں شیطان اپنے جال میں پھانسنے اور طرح طرح معاصی و منکرات اور بدعات و خرافات میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور جماعت کے ساتھ رہنے کی صورت میں شیطان کا حربہ کارگر نہیں ہو پاتا ہے۔ چوتھی چیز اس روایت میں مومن کامل کی علامت بتلائی گئی ہے کہ جس شخص کو نیک کام کرنے سے خوشی حاصل اور برے کام سے رنجیدگی ہو تو یہ اس کے کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ حدیث شریف میں اِس جز کی تفصیل ماقبل میں بھی آچکی ہے۔

۳- من یاخذ عني هولاء الكلمات. یہ جملہ برائے ترغیب ہے اور لفظ "أو" بمعنیٰ "واو" ہے یعنی کون ہے جو اِن کلمات پر عمل کرے اور ان لوگوں کو بھی سکھائے جو ان پر عمل کریں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے خود اپنے آپ کو ہی اس اہم کام کے لیے سپرد کر دیا۔ آپؐ نے انھیں پانچ چیزوں کی تاکید فرمائی (۱) اتق المحارم۔ منہیات سے بچو، محارم میں تمام محرمات ممنوعات داخل ہیں۔ یوں تو عبادات کی دو قسمیں ہیں امتثالیہ، اجتنابیہ، یہاں صرف عبادات اجتنابیہ کو ذکر کر کے اس بات کی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عباداتِ امتثالیہ میں کمال، اجتناب عن المحارم ہی سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا جو شخص عباداتِ امتثالیہ مثلاً نوافل و مندوبات کو کثرت کے ساتھ ادا نہیں کرتا مگر محارم سے اجتناب میں بہت سختی کے ساتھ کاربند ہے تو وہ اس شخص سے زیادہ عبادت گذار ہے جو عباداتِ امتثالیہ کو کثرت کے ساتھ ادا کرتا ہے مگر اجتناب عن المحارم میں کوتاہی برتتا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۴۰)

(۲) ارض بماقسم اللّٰه لك. اپنی قسمت پر راضی ہو جاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔ "غنا" سے مراد یہاں مال داری نہیں ہے، بل کہ راحت آرام ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ رب العزت کی جانب سے صادر شدہ قسمت پر راضی رہے اسے قلبی سکون حاصل رہے گا اس لیے کہ ہر چیز کے متعلق یہی تصور کرے گا کہ یہی میری قسمت ہے اور اسی پر مطمئن ہو جائے گا۔

(۳) وأحسن إلیٰ جارك. تیسری چیز پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ اس مضمون کی حدیث ماقبل میں گذر چکی ہے جس میں پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔

(٤) وأحبّ للناس ماتحبّ لنفسك. لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، ماقبل میں یہ وضاحت گذر چکی ہے کہ وہ چیزیں مراد ہیں جن میں خیر ہو اگر عمل شر اپنے لیے پسند کرتا ہے مثلاً، جھوٹ، شراب نوشی وغیرہ تو اپنے بھائی اور دیگر لوگوں کے لیے اِن اعمالِ شر کا پسند کرنا ممنوع ہے۔

(٥) ولاتکثر الضحك. زیادہ ہنسی کوئی اچھی عادت نہیں ہے اس سے انسان کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے، چہرے کی رونق باقی نہیں رہتی اور دل مردہ ہو جاتا ہے، فرحت وانبساط چھن جاتا ہے۔

۴- اغتنم خمساً قبل خمس. اس روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اہم چیزوں کے قدر کرنے کی تاکید فرمائی ہے پہلی چیز "شبابك قبل هرمك،" اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو مطلب یہ ہے کہ یہ جوانی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے، بل کہ یا تو اس کے بعد بڑھاپے آئے گا یا موت آئے گی تیسرا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اِس لیے یہ قوت اور توانائی جو اللہ رب العزت نے بخشی ہے اس کو غنیمت سمجھ کر نیک کام کرلو۔ کیوں کہ بڑھاپے میں جب قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں تو ان تمام اعمال کو بہ حسن وخوبی انجام نہیں دے سکتا ہے جن پر وہ جوانی میں قادر رہتا ہے۔

دوسری چیز: صحتك قبل سقمك. بیماری سے پہلے صحت کی قدر کرو، کیوں کہ بیماری کے آنے کا کوئی وقت متعین نہیں ہے اس لیے زمانۂ صحت میں نیک کام کر لینا چاہیے، بیماری میں چاہتے ہوئے بھی انسان بہت سے کام نہیں کر پاتا، بیماری اس کے راستے میں حائل ہو جاتی ہے۔

تیسری چیز: غناك قبل فقرك. محتاجگی سے پہلے مال داری کو غنیمت سمجھنا ہے۔ مال داری کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ کب تک رہے گی، لأنّ المال غاد ورائح ، اس لیے کہ مال آنے جانے والی چیز ہے اس کو بقا حاصل نہین ہے اس لیے سرکار دوعالم نے تاکید فرمائی کہ محتاجگی کی حالت پیش آنے سے پہلے ہی اپنے مال کو راہِ خدا میں خرچ کر کے اپنی آخرت سنوار لو۔

چوتھی چیز: فراغك شغلك. فرصت کو مشغولی سے پہلے غنیمت سمجھنا ہے یعنی فرصت کے جو لمحات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں یہ ہمیشہ باقی نہیں رہیں گے کبھی نہ کبھی مشغولیت ضرور آئے گی اس لیے ان خالی اوقات کو صحیح اور نیک کاموں میں لگالو۔

پانچویں چیز: حیاتك قبل موتك. موت سے پہلے زندگی قدر کرنا ہے۔ زندگی آخرت کو سنوارنے کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی آخرت سنور جائے اسے چاہیے کہ زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے آخرت کے لیے کچھ توشے مہیا کرلے، کیوں کہ موت سے چھٹکارا نہیں اور موت کا کوئی وقت متعین نہیں نیز موت کے بعد کسی عمل کے کرنے کی امید لگا رکھنا بے معنیٰ ہے، موت کے بعد تو انسان دو رکعت کا بھی محتاج ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پانچوں چیزیں ایسی ہیں جن کا خاتمہ ہونے والا ہے اس لیے ان کے ختم ہونے سے پہلے ہی انھیں کام میں لے آؤ۔

۵— عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ إِلَّا إِلٰى فَقْرٍ مُنْسٍ أَوْ غِنًى مُطْغٍ أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ أَوْ هَرَمٍ مُفْنِدٍ أَوْ مَوْتٍ مُجْهِزٍ أَوِ الدَّجَّالِ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ أَوِ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ۔ (ترمذي ص٥٤ ج٢، مشكوٰة ص ٤٤١)

٦— عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيْحُ، فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِّلشَّرِّ، وَوَيْلٌ لِّعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِّلْخَيْرِ۔ (ابن ماجه ص ٢١، مشكوٰة ص ٤٤٤)

٧— عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (مشكوٰة ص ٤٤٤)

٨— عَنْ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِي خُطْبَتِهٖ: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَأْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، أَلَا وَإِنَّ الْآخِرَةَ أَجَلٌ صَادِقٌ وَيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ، أَلَا وَإِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي النَّارِ أَلَا فَاعْمَلُوْا وَأَنْتُمْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ، وَاعْلَمُوْا أَنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰى أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔

وَقَالَ شَدَّادٌ فِيْمَا رَوٰى عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: كُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّ أُمٍّ يَّتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔ (مشكوٰة ص ٤٤٥)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال میں سبقت کرو سات چیزوں سے پہلے، کیا تم مدہوش کر دینے والی تنگ دستی کے منتظر ہو، یا سرکش بنا دینے والی مال داری کا انتظار کر رہے ہو یا خراب کر دینے والے مرض کا، یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آجانے والی موت کا، یا دجال کا، تو یہ تو ایک پوشیدہ شر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے، یا قیامت کا انتظار کر رہے ہو تو قیامت تو بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس خیر کے بہت سے خزانے ہیں اور ان خزانوں کی بہت سی کنجیاں ہیں تو بشارت ہے ایسے بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ خیر کی کنجی اور شر کا تالا

بنادیں اور ہلاکت ہے اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے شر کے لیے کنجی اور خیر کے لیے تالا بنادیا۔

حضرت جبیر بن نفیرؒ سے مرسلاً روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں ملا ہے کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں شامل ہو جاؤں البتہ مجھے اس بات کا حکم ملا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی پاکی وحمد وثنا بیان کرو اور نمازیوں میں شامل رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو تا آں کہ آپ کو موت آجاوے۔

حضرت عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ نے خطبہ دیا تو آپؐ نے خطبے میں یہ ارشاد فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! دنیا ایک عارضی سامان ہے جس سے نیک و بدسب کھاتے ہیں۔ یاد رکھو! آخرت ایک سچی مدت مقررہ ہے اور اس میں قدرت رکھنے والا فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو! بھلائی تمام کی تمام جنت میں ہے اور برائی ساری کی ساری دوزخ میں ہے۔ خبردار! سو تم اللہ کی جانب سے ڈرتے ہوئے عمل کرو اور یہ جان لو کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سامنے پیش کیا جائے گا، سو جو شخص ذرہ برابر بھی بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اس کو بھی دیکھ لے گا۔

اور حضرت شدادؓ نے اس حدیث میں جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا: تم آخرت کے فرزندوں میں سے بنو اور دنیا کے فرزندوں میں سے نہ بنو، کیوں کہ ہر ماں کے تابع ہی اس کی اولاد ہوتی ہے۔

لغات وترکیب

بَادَرَ يُبَادِرُ مُبَادَرَةً (مفاعلة) سبقت کرنا۔ أَفْنَدَ إِفْنَاداً (افعال) کھوسٹ ہونا، بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا۔ أجهز العمل إجهازاً (إفعال) جلدی کرنا۔ دَهِيَ يَدْهَىٰ دَهْياً (ف) آفت و بلا پہنچنا۔ مَرَّ يَمُرُّ مَرَارَةً (س) کڑوا ہونا۔ طُوبىٰ، سعادت، خیر، بشارت۔ مِغْلاقٌ، ج، مَغَالِيقُ، تالا۔ عَرَضٌ، ج، أَعْرَاضٌ، متاع، سامان۔ بَرٌّ، ج، أَبْرَارٌ، نیک۔ فَاجِرٌ، ج، فُجَارٌ، بد۔ حَذَافِيرُ، واحد، حِذفارٌ، جانب، جماعتِ کثیر، عموماً تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے أخذه بحذافيره اس نے اس کو تمام لیا۔ حَذِرَ يَحْذَرُ حَذَراً (س) بچنا، چوکنا رہنا۔

هَل تنتظرون إِلَّا إلىٰ فقر۔ "هل" بمعنیٰ "ما" ہے أي ما تنتظرون۔ ولكن أوحي إلىَ أن سبّح۔ "أن" برائے تفسیر ہے، حتى ياتيك اليقين۔ جار با مجرور "اعبد" سے متعلق ہے۔ وأنتم من الله علىٰ حذر جملہ "اعلموا" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

تشریح

۵- بادروا بالأعمال سبعاً۔ اس روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ فقر وغنیٰ، مرض و بڑھاپا، موت و دجال اور قیامت کے آنے سے پہلے ہی اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو غنیمت جان کر آخرت کی فکر کرلو، جہاں ہمیشہ ہمیش کے لیے تمہیں رہنا ہے،

کیوں کہ ان چیزوں کے پیش آنے کے بعد انسان کے لیے کسی نیک عمل کا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تنگ دستی میں انسان بے بس ومجبور رہتا ہے اسے سب سے زیادہ فکر کھانے پہننے کی رہتی ہے دیگر اعمال کے انجام دینے کی طرف اس کی توجہ بالکل نہیں ہو پاتی وہ گویا نہ تو مالی عبادت پر قادر ہوتا ہے اور نہ ہی بدنی عبادت میں اسے سکون ملتا ہے۔ اسی طرح مال داری میں انسان کو مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مال کی کثرت انسان کو یاد خدا سے عموماً غافل کر دیتی ہے۔ انسان سرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے سرکارِ دوعالمؐ نے ایسے وقت کے آنے سے پہلے ہی آگاہ فرما دیا۔ مرض اور بڑھاپا یہ دونوں چیزیں بھی انسان کے راستے میں حائل ہوتی ہیں، جن کی وضاحت حدیث نمبر۴ کے تحت گذر چکی۔ اچانک موت کا آجانا یہ انسان کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے سرکارِ دوعالمؐ نے بھی ایسے موت سے پناہ مانگی ہے، کیوں کہ انسان ایسے وقت میں کوئی وصیت بھی نہیں کر پاتا ہے چہ جائے کہ وہ کوئی نیک کام کر سکے۔ دجّال کا ظہور تو اتنا بڑا فتنہ ہے کہ اس فتنے سے بچ جانا ہی بہت بڑی بات ہے اس وقت میں کوئی نیک عمل کرنا ان لوگوں کے لیے جو اس وقت موجود ہوں گے بہت بڑا مسئلہ ہو گا۔ اور قیامت کے متعلق تو قرآن نے خود فرما دیا ہے کہ بہت سخت اور تلخ ہے قیامت کے وقوع کے ساتھ ہی انسان کے عمل کی قدرت ختم ہو جائے گی اور حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اس لیے انسان کو ان امورِ سبعہ کے پیش آنے سے پہلے ہی آگاہ رہنا چاہیے۔

۶- إنّ هذا الخير خزائن. روایت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان میں خیر وشر دونوں چیزیں ودیعت فرمائی ہیں، انسان میں دونوں کے خزانے پوشیدہ ہیں اور ان خزانوں کی کنجیاں بھی ہیں۔ اب بندہ اپنے افعال میں مختار ہے چاہے تو خیر کو اختیار کرے اور چاہے تو شر کو اختیار کرے، البتہ وہ بندہ سعادت مند اور خوش نصیب ہے جس کو اللہ رب العزت کارِ خیر کے لیے منتخب فرما کر خیر کی کنجی بنا دیں اور شر سے بچا کر شر کے لیے تالا بنا دیں، اور بدبختی وہلاکت ہے اُس بندے کے لیے جسے اللہ رب العزت شر کے لیے کنجی اور خیر کے لیے تالا بنا دیں یعنی جو اعمال بد کرے اور کارِ خیر سے باز رہے۔ واضح رہے کہ خیر وشر کا مطلب ہے جس میں خیر وشر کی تمام انواع داخل ہیں۔

۷- ماأوحي إليّ أن أجمع المال. مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی جانب سے مجھے مال جمع کرنے کا حکم نہیں ملا ہے کہ میں مال جمع کروں اور میرا شمار تاجروں میں ہو، بل کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مرتے دم تک ذکر وعبادت میں مشغول رہوں۔ ذکر اللہ اور عبادت میں آخرت کے اجر وثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ دنیا میں جب انسان اس طرف لگ جاتا ہے تو دنیا کے رنج وغم اور تکلیف ومصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

۸- ألاإنّ الدنيا عرضٌ حاضرٌ. حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کے تمام سازوسامان چند روزہ بہار ہے، اس کی حیثیت ایک عام دسترخوان کی سی ہے جس سے نیک اور بد بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، دنیا ایک ناپائیدار چیز ہے اور آخرت ایک یقینی اور دائمی چیز ہے وہاں فیصلہ صرف خدا کے ہاتھ میں ہوگا، فیصلے کے بعد انسان دو جگہوں میں سے کسی ایک جگہ میں جائے گا یا تو جنت میں اور یا دوزخ میں۔

فاما الذين سعدوا ففى الجنة وأما الذين شقوا ففى النار. مومنین صالحین جنت میں ہوں گے اور کفار وفساق جہنم میں ہوں گے۔

فاعلموا وأنتم من الله علىٰ حذر. یعنی محتاط رہ کر نیک اعمال کرو غرور وتکبر تمہارے دل میں نہ آنے پائے، کیوں کہ اس سے اعمال کے اکارت ہوجانے کا اندیشہ ہے ۔وأنكم معرضون علىٰ أعمالك. علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ قلب کے قبیل سے ہے أي الأعمال معروضة عليكم یعنی تمہارے اعمال تمہارے سامنے پیش کیے جائیں، بہ ظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔إن خيراً فخيرٌ وإن شراً فشرٌ. اگر اعمال خیر ہیں تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے ہیں تو برا بدلہ ملے گا، حتیٰ کہ اگر کسی نے ذرہ برابر خیر وشر کیا ہے تو وہ سب اس کے سامنے ہوگا۔

وقال شداد فيما روى. حضرت شدادؓ کی روایت کے ذکر کردہ جز کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے سانچے میں ڈھالو جن کا شمار ابنائے آخرت میں ہوتا ہے تاکہ تم بھی آخرت ہی کی فکر کرنے والے، اس کے لیے توشہ مہیا کرنے والے لوگوں میں سے بنو اور تمہارا شمار بھی ابنائے آخرت میں ہو۔اس لیے کہ جو لوگ ابنائے دنیا میں سے ہوتے ہیں ان کی فکر بھی دنیا ہی کے متعلق رہتی ہے۔

٩- عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عِظْنِيْ وَأَوْجِزْ، فَقَالَ: إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ، وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَأَجْمِعِ الْإِيَاسَ مِمَّافِيْ أَيْدِيْ النَّاسِ.

(ابن ماجة ص ٣١٧، مشكوة ص ٤٤٥)

١٠- كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلىٰ عَائِشَةَ أَنِ اكْتُبِيْ إِلَيَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِيْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِيْ، فَكَتَبَتْ : سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّابَعْدُ! فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَىَ اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَىَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ إِلىَ النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ. (ترمذي ص ٦٤ ج٢، مشكوة ص ٤٣٥)

١١- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِتِسْعٍ (١)خَشْيَةِ اللّٰهِ فِيْ السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ(٢) وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِيْ الْغَضَبِ وَالرِّضَا(٣) وَالْقَصْدِ فِيْ الْفَقْرِ وَالْغِنىٰ(٤) وَأَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِيْ (٥) وَأُعْطِيَ مَنْ حَرَمَنِيْ (٦)وَأَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِيْ(٧) وَأَنْ يَّكُوْنَ صَمْتِيْ فِكْرًا(٨) وَنُطْقِيْ ذِكْرًا(٩)وَنَظْرِيْ عِبْرَةً وَأٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِيْلَ بِالْمَعْرُوْفِ.

(مشكوة ص ٤٥٨)

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھ کو نصیحت فرمادیجئے اور مختصر فرمایئے (مجھ کو مختصری کوئی نصیحت فرمادیجئے) تو آپؐ نے فرمایا: جب تم اپنی نماز میں کھڑے ہو تو رخصت کرنے والے کی نماز پڑھو اور ایسی بات زبان سے نہ نکالو جس سے کل کو معذرت طلب کرنی پڑے، اور تم اس چیز سے مایوسی کا پختہ عزم کرلو جو لوگوں کے پاس ہے۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک مکتوب روانہ فرمایا کہ آپ میرے نام ایک والا نامہ تحریر فرمائیں جس میں مجھے کچھ نصیحت فرمادیں اور زیادہ نہ تحریر فرمائیں، چناں چہ حضرت عائشہؓ نے لکھا۔ تم پر سلام ہو۔ اما بعد۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی رضا طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے ظلم سے بچالیتے ہیں اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشی کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کردیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے نو چیزوں کا حکم فرمایا ہے (۱) ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنے کا (۲) ناراضگی و خوشی میں انصاف کی بات کہنے کا (۳) محتاجگی و مالداری میں میانہ روی اختیار کرنے کا (۴) اس سے جڑے رہنے کا جو مجھ سے قطع تعلق کرے (۵) اور اسے عطا کرنے کا جو مجھے محروم رکھے (۶) اور اس شخص کو معاف کرنے کا جو میرے اوپر ظلم کرے (۷) اور یہ کہ میری خاموشی فکر ہو (۸) اور میرا بولنا ذکر ہو (۹) اور میری نظر عبرت ہو اور یہ کہ میں نیکی کا حکم دوں اور ایک روایت میں "بالعرف" کے بجائے "بالمعروف" ہے۔

لغات وترکیب

أوجَزَ يوجِزُ ايجازاً (افعال) مختصر کرنا۔ وَدَّعَ تَوديعاً (تفعيل) رخصت کرنا۔ سَخِطَ يَسْخَطُ سَخَطاً (س) ناراض ہونا، غضب ناک ہونا۔ وَكَّلَ إلىٰ أحدٍ تَوكيلاً (تفعيل) کسی کے سپرد کرنا۔ قَصَدَ يَقْصِدُ قَصْداً (ض) میانہ روی اختیار کرنا۔ صَمَتَ يَصْمُتُ صَمْتاً (ن) خاموش رہنا۔ عُرفٌ. جود، عطیہ، بھلائی۔

صلٰوة مودّع، مفعولِ مطلق واقع ہے۔ من التمس رضى الله شرط، كفاه الله مؤنة الناس جزا۔ خشيةِ الله في السرّ والعلانية. ترکیب میں "تسعٍ" سے بدل واقع ہے اور اگر مرفوع پڑھیں تو أحدها، ثانيها، ثالثها وغیرہ مبتدا محذوف ہوگا۔

تشریح ۹- إذاقمت في صلاتك فصلّ صلٰوة مودّع. رخصت کرنے والے کی نماز کا مطلب یہ ہے کہ نماز اِس انداز سے پڑھو گویا ماسوی اللہ کو رخصت کر رہے ہو یعنی تمہاری پوری توجہ نماز ہی پر رہے کسی اور طرف تمہارا دل متوجہ نہ ہو۔ یا رخصت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کو رخصت کررہے ہو اور یہ تمہاری آخری نماز ہے اِس خیال سے اگر نماز پڑھوگے تو ظاہر ہے پوری دل جمعی اور خشوع

وخضوع کے ساتھ نماز ادا کروگے۔ دوسری نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی کہ تم زبان سے کوئی ایسی بات مت نکالو جس سے تمہیں کل قیامت میں معذرت طلب کرنی پڑے یعنی لایعنی باتوں سے احتراز کرو، ایسی ہی بات زبان سے نکالو جس میں خیر ہو۔ اور تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ حرص وطمع بالکل ترک کردو، لوگوں کے پاس کیا ہے؟ اس کی طرف دھیان بھی مت لے جاؤ، تمہاری قسمت میں جو کچھ ہے اسی پر راضی رہو۔

۱۰- من التمس رضى الله بسخط الناس. مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کا باعث ہو اور اس کی وجہ سے لوگ ناخوش ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کام کی وجہ سے اس بندے سے خوش ہو جاتا ہے اور لوگوں کے شر و فساد سے اس کو محفوظ رکھتا ہے، اور جو شخص اللہ رب العزت کی رضامندی کے بجائے لوگوں کی رضامندی اور خوشی کو مدنظر رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی خفگی و ناراضگی سے بے پرواہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، لوگوں کے سپرد کرنے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ اس کی مدد نہیں کرتا اور دوسروں کے شر و فساد سے اس کو محفوظ نہیں رکھتا؛ بل کہ لوگوں کو بھی اس پر مسلط کر دیتا ہے جو اس کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ اور اس پر ظلم کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ کسی بھی عمل میں بندوں کے لیے اصل چیز رضائے الٰہی ہے۔ اس روایت سے ایک مزید بات یہ معلوم ہوئی کہ خط کے شروع و آخر میں سلام لکھنا چاہیے۔

۱۱- أمرني ربي بتسع. ان نو چیزوں میں سے پہلی چیز خشية الله في السرّ والعلانية ہے، ظاہر و باطن دونوں میں خدا سے ڈرنے کا مطلب ہر وقت اپنے دل میں خدا کا خوف رکھنا ہے اسی کو ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ "اتق الله حيث ماكنت" کہ جہاں بھی رہو تمہارے دل میں خوف خدا موجود رہے۔ (۲) كلمة العدل في الغضب والرضا یعنی عدل و اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے خواہ خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں عدل کو قائم رکھو۔ (۳) القصد في الفقر والغنىٰ. تنگ دستی و فراخی کے درمیان میانہ روی اختیار کرنا یعنی فقر و غنیٰ دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہنا نہ تو تنگ دستی میں جزع و فزع ہوا ور نہ ہی تونگری میں ظلم و سرکشی ہو، بل کہ تنگ دستی میں صبر اور فراخی میں شکر کرتے رہو۔ یہی رعاية الاعتدال في حالتي الفقر والغنىٰ ہے۔ (۴) قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرنا یہ غایت تواضع کی دلیل ہے۔ (۵) محروم رکھنے والے کو نوازنا یہ کمال ایمان کی علامت ہے کہ اُس شخص کو بھی نوازا جائے جو خود کوئی چیز نہیں عطا کرتا ہے (۷) ساتویں چیز یہ ہے کہ خاموشی فکر ہو یعنی اللہ رب العزت نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان میں غور و فکر کرے اس سے ایمان کو پختگی اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ (۸) ونطقي ذكراً یعنی زبان کھولے تو ذکر اللہ میں کھولے لایعنی اور بے فائدہ باتوں میں اپنی زبان کو ملوث نہ کرے۔ (۹) نظري عبرةً نظر عبرت ہو، یعنی جو بھی نگاہ اٹھے اس خیال سے کہ جس چیز پر نظر پڑے گی اس سے عبرت حاصل کروں گا۔ وامر بالعُرْف. اجمال میں تو نو چیزوں کا تذکرہ تھا مگر تفصیل میں دس چیزیں بیان کیں، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ دسویں چیز یعنی امر بالمعروف کوئی مستقل چیز نہیں ہے بل کہ انھیں امور تسعہ کا تتمہ ہے کیوں کہ لفظ ''عرف'' تمام طاعات کو شامل ہے۔

۱۲ – عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُه أَحَبَّنِي اللّٰهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، قَالَ: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ.

(مشکوٰة ص ٤٤٢)

۱۳ – عَنْ أَبِيْ ذَرٍّؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَّاتَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ أَوْثَقَ بِمَا فِيْ يَدَيِ اللّٰهِ، وَأَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ.

(ترمذي ص ٥٧ ج٢، مشكوٰة ص ٤٥٣)

١٤ – عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ، فَقَالَ لِيْ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَااسْمُكَ غَدًا.

(ترمذي ص ٥٧ ج٢، بخاري ٩٤٩، مشكوٰة ٤٥٠)

ترجمہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ رب العزت مجھ سے محبت فرمائیں اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ رب العزت تم سے محبت فرمائیں گے، اور ان چیزوں سے بے رغبتی اختیار کرو جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی حلال کو حرام کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے حاصل نہیں ہوتی، بل کہ دنیا سے بے رغبتی کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو کچھ موجود ہے اس پر اُس سے زائد بھروسہ نہ ہو جو اللہ رب العزت کے پاس ہے اور یہ کہ تمہیں کسی مصیبت کے ثواب میں جب وہ مصیبت تمہیں پہنچ جائے۔ زیادہ رغبت ہو اس سے کہ وہ تمہیں نہ پہنچتی۔

حضرت مجاہدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم کے ایک حصے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: تم دنیا میں مسافر بل کہ رہ گذر کی طرح رہو اور خود کو مردوں میں شمار کرو، پھر حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: جب تم صبح کرو تو دل میں شام کا انتظار مت کرو اور جب شام کرو تو

اپنے دل میں صبح کا خیال نہ لاؤ، اور اپنی صحت سے اپنے مرض کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (توشہ) لے لو، کیوں کہ اللہ کے بندے تمہیں نہیں معلوم کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا؟ (زندہ یا مردہ)

لغات وترکیب

زَهَدَ يَزْهَدُ زَهَادَةً (س ف ك) في الشيء وعنه۔ بے رغبتی کر کے چھوڑ دینا۔ وَثِقَ يَثِقُ ثِقَةً (ض) بھروسہ کرنا۔ لاتحدّث نفسكَ بالمساء کا لفظی ترجمہ ہوگا۔ تم اپنے نفس کو مت خبر دو شام کے متعلق۔ یعنی شام کے انتظار میں نہ رہو۔

الزهادةُ في الدنيا۔ "في الدنيا" الزهادة سے متعلق ہو کر مبتدا۔ ليست بتحريم الحلال ولا إضاعة المال جملہ ہو کر خبر۔

تشریح ۱۲- دلّني على عمل۔ روایت مذکورہ میں زہد فی الدنیا کے اختیار کرنے کی صورت میں اللہ اور بندگانِ خدا کی محبت کی خبر دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ضرورت سے زیادہ دل نہیں لگانا چاہیے۔ جب انسان دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا تو اس کے دل میں از خود فکر آخرت پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں اسے رضائے خداوندی حاصل ہوگی۔ دوسری چیز زہد فی ماعند الناس ہے یعنی لوگوں کے مال و جاہ سے بے رغبتی۔ مال و دولت جاہ و منصب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں کیوں کہ ہر انسان حریص الطبع ہونے کی وجہ سے ان کے طلب میں لگا رہتا ہے اور جب ایک کو یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں اور دوسرے کو نہیں ہوتیں تو ایک دوسرے کے مخالف کے روپ میں ابھرتا ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو ان چیزوں سے دور رہتا ہے اس کا نہ کوئی مزاحم ہوتا ہے اور نہ دشمن، اور ایسا شخص خداوند قدوس کے فضل وکرم سے تمام لوگوں کا محبوب ہوتا ہے۔

۱۳- الزهادة في الدنيا ليست بتحريم الحلال۔ روایت میں سرکار دو عالم ﷺ نے زہد فی الدنیا کی حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے، مال کو بالکل ضائع کر دیا جائے اور دنیا و دنیا کی تمام چیزوں سے ترک تعلق کرلیا جائے، بل کہ دنیا سے بے رغبتی کا مطلب یہ ہے کہ دل کو دنیا کی محبت سے پاک کیا جائے بہ ایں طور کہ دنیا کے جو کچھ ساز وسامان، دولت و جائداد پاس میں موجود ہے ان پر اتنا اعتماد و بھروسہ نہ ہو جتنا کہ اس چیز پر ہو جو اللہ رب العزت کے پاس ہے، کیوں کہ جو کچھ بھی بندوں کے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو کچھ اللہ رب العزت کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔ ارشاد باری ہے "ماعندكم ينفد وماعندالله باق"۔

وأن تكون في ثواب المصيبة۔ اور زہد یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی آرائش و زیبائش میں اس قدر منہمک مت ہو جاؤ کہ مصیبت و پریشانی کے ثواب پر کوئی توجہ ہی نہ دو، یعنی مصیبت کے پیش آنے پر جو اجر و ثواب ملتا ہے اس کی طرف تمہیں بالکل ہی رغبت نہ ہو، بل کہ مصیبت پیش نہ آنے کو تم اپنے حق میں بہتر تصور کرو۔

۱۴- كن في الدنيا كأنك غريب. مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تم کو اس طرح گذارنی چاہیے جیسے کہ ایک مسافر اپنا سفر پورا کرتا ہے کہ نہ تو وہ بہت سارا ساز و سامان اپنے ساتھ لے چلتا ہے، نہ ہی حالت سفر میں اپنے تعلقات بڑھاتا ہے اور نہ ہی اپنی سواری کے بارے میں یہ تصور کرتا ہے کہ مجھے اسی پر رہنا ہے، بل کہ اپنے آپ کو راہ گیر سمجھ کر زندگی گذارو۔ أو عابر سبيل میں "أو" یا تو برائے تنویع ہے یا بمعنیٰ "بل" ہے اگر تنویع کے لیے مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیوی زندگی یا تو مسافر کی طرح گذارا اور یا راہ گیر کی طرح۔ اور بل کے معنیٰ کے صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اپنے آپ کو دنیا میں مسافر بھی نہ سمجھو بل کہ راہ گیر تصور کرو۔ دوسرا معنیٰ زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ مسافر تو کسی جگہ سکونت بھی اختیار کر لیتا ہے، اپنی منزل بنا کر کہیں ٹھہر بھی جاتا ہے۔ برخلاف راہ گیر کے کہ وہ ہر قدم پر اپنی منزل پر پہنچنے کے دھن میں لگا رہتا ہے اور ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ منزل پر پہنچ کر ہی آرام کریں گے۔

وعدّ نفسك من أهل القبور. اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو یعنی ہر چند کہ تم دنیا میں زندہ ہو مگر چوں کہ یقیناً موت آنی ہے اور اہل قبور میں یقیناً تمہارا شمار ہوگا، اس لیے پہلے ہی سے یہ تصور کر لو کہ تم انہیں میں کے ایک فرد ہو۔ جب انسان یہ تصور کرے گا تو یقیناً دنیا میں دل نہیں لگائے گا۔ "عدّ نفسك من أهل القبور" ہی کے قبیل سے حضرات صوفیہ کا یہ قول مشہور ہے "موتوا قبل أن تموتوا"، "وحاسبوا قبل أن تحاسبوا"۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم صبح و شام اس طریقے سے کرو کہ ہر ایک کو زندگی کی آخری صبح و شام تصور کرو کیوں کہ ؏ نہ جانے کس گھڑی پہ زندگی کی شام ہوئے۔ اور تمہارا نام "زندہ" سے "مردہ" ہو جائے۔

۱۵- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٍ يَسْكُنُه وَثَوْبٍ يُوَارِيْ عَوْرَتَه وَجِلْفِ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ. (ترمذي ص ۵۷ ج ۲، مشكوة ص ٤٤٢)

۱٦- عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَاابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَأَنْ تُمْسِكَه شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى.

(ترمذي ص ۵۷ ج ۲، مشكوة ص ١٦٤)

۱۷- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ لَه ثَانِيًا، وَلَا يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (بخاري ص ۹۵۱، ترمذي ص ۵۷ ج ۲، مشكوة ٤٥٠ عن ابن عباسؓ)

۱۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوْا إِلىٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوْا إِلىٰ مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّه أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ. (ترمذي ص ٧٤ ج٢، مشكوٰة ص ٤٤٧)

ترجمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ ان چیزوں کے علاوہ میں انسان کا کوئی حق نہیں ہے (۱) ایک گھر جس میں وہ رہے (۲) ایک کپڑا جس سے اپنی ستر چھپالے (۳) خشک روٹی (۴) اور پانی۔

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تیرا ضرورت سے زائد خرچ کردینا تیرے حق میں بہتر ہے اور تیرا اسے روک لینا تیرے حق میں برا ہے اور بہ قدر ضرورت پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی۔ اور آغاز کروان لوگوں سے جو تمہاری کفالت میں ہوں۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دوسری بھی ہو جائے اور اس کے منہ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول کرلیتا ہے جو اس سے توبہ کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (دنیاوی اعتبار سے) اپنے سے کم تر کو دیکھو اپنے سے برتر کو مت دیکھو، کیوں کہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر مت سمجھو جو تمہارے پاس ہے۔

لغات وترکیب

واری یواري مُوَارَةً (مفاعلة) چھپانا۔ جِلف، مٹکا، برتن، روٹی کا کنارہ۔ عَالَ يَعُولُ عِيَالَةً (ن) کفالت کرنا۔ جَدَرَ يَجْدُرُ جَذراً (ن) لائق ومناسب ہونا۔ اِزْدَارَ يَزْ دَارُ اِزْدِيَاراً (افتعال) حقیر سمجھنا۔

ليس لابن آدم حقٌ۔ لابن آدم جار مجرور خبر مقدم "حقٌ" اسم موخر۔ بيتٌ رفع پڑھنے کی صورت میں أحدها مبتدا محذوف کی خبر ہے اور جر پڑھنے کی صورت میں "الخصال" سے بدل واقع ہوگا۔ أن تبذل الفضل۔ بہ تاویل مفرد ہو کر مبتدا۔ خيرٌ لك خبر۔ جملہ خبر إنّ۔

تشریح ۱۵- ليس لابن آدم حق في سوى هٰذِه الخصال۔ مطلب یہ ہے کہ مکان، کپڑا، روٹی اور پانی یہ چار چیزیں وہ ہیں جن کے متعلق آخرت میں انسان سے باز پرس نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر انسان کے لیے زندگی گذارنا مشکل ہے اس کے علاوہ اور چیزیں از قبیل تنعم ہیں جن کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

"جلف" اس روٹی کو کہتے ہیں جو خشک ہو بغیر سالن کے، ایک روایت میں لام کے فتحہ کے ساتھ "جَلَف" ہے جو "جَلَفَة" کی جمع ہے جس کے معنی روٹی کے ٹکڑے کے آتے ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "جلف" کے معنی برتن کے ہیں مگر یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔

۱۶- إنك أن تبذل الفضل خيرٌ لك. روایت میں ضرورت سے زائد مال کے خرچ کرنے کا حکم ہے، معلوم ہوا کہ تمام مال خرچ کرنا ضروری نہیں، اور بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کار ثواب ہے، دنیا میں اِس سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں گی جس سے ان کے دلوں میں محبت پیدا ہوگی اور آخرت میں تو اجر و ثواب ملے گا ہی۔ اور ضرورت سے زائد کو روک لینا دنیا و آخرت ہر اعتبار سے برا ہے کیوں کہ وہ مال نہ تو دنیا میں لوگوں کے کام آ رہا ہے اور نہ ہی آخرت میں اس کا کچھ اجر و ثواب ملنے والا ہے۔

ولاتلام علىٰ كفاف. بہ قدر ضرورت مال پر کوئی ملامت نہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پاس اتنا مال بچالے جو اس کی غذائی ضرورت اور زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہوتا کہ وہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور "بقائے زندگی" کے بہ قدر مال کا تعین اشخاص و احوال اور زمانے کے مطابق ہوتا ہے اس لیے اِس اعتبار سے بھی جمع کرنے کی اجازت ہے۔

وابدأبمن تعول. اس کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کے معاملے میں اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کو مقدم رکھنا چاہیے جن کا نفقہ اپنے اوپر واجب ہو، اِس انداز سے خرچ کرنا کوئی مستحسن نہیں کہ اپنے اہل وعیال تو ضرورت مند اور محتاج رہیں اور دوسروں کو دیا جائے۔

۱۷- لوكان لابن آدم وادياً من ذهب. اِس روایت کی تفصیل ماقبل میں بھی گذر چکی ہے کہ انسان اس قدر حریص الطبع ہے کہ اگر اس کو سونے کی ایک پوری وادی مل جائے پھر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اور وہ دوسرے کی فکر میں لگا رہتا ہے ایسے حریص انسانوں کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، البتہ بعض لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس فطری حرص سے حفاظت فرمالیں جن کو حدیث میں "ويتوب الله علىٰ من تاب" سے بیان کیا گیا ہے اور قرآن کریم میں انھیں کے متعلق ارشاد ہے "ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون"۔

۱۸- انظروا إلىٰ من هو أسفل منكم. روایت کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی امور میں ہمیشہ اپنے سے کم تر پر نظر رکھنی چاہیے، کبھی بھی اپنے سے برتر کو نہیں دیکھنا چاہیے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دل میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر و قیمت پیدا ہوگی اور شکر کا جذبہ پیدا ہوگا بہ ایں طور کہ کم تر کو دیکھ کر انسان کے دل میں یہ تصور پیدا ہوگا کہ دنیا میں مجھ سے بھی بد حال و تنگ دست لوگ موجود ہیں اور مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے زائد نعمتوں سے نوازا ہے، اور اپنے سے برتر کو دیکھنے کی صورت میں یہ جذبۂ شکر و قدر پیدا نہیں ہوگا۔

۱۹- عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِيْ عِنْدِيْ لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ ذُوْ حَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوةِ، أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَأَطَاعَه فِي السِّرِّ، وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ، لَا يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، وَكَانَ رِزْقُه كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ نَقَرَ بِيَدِهٖ فَقَالَ: عُجِّلَتْ مَنِيَّتُه قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُه۔ (ترمذي ص ۵۸ ج ۲، مشكوٰة ص ۴۴۲)

۲۰- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنِ مَسْعُوْدٍ) نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ: وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ: مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ نِ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ (ترمذي ص ۶۰ ج ۲، مشكوٰة ص ۴۴۲)

۲۱- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْأَمَلِ، فَأَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ، وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ، وَهٰذِهِ الْآخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنٌ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ، وَأَنْتُمْ غَدًا فِيْ دَارِ الْآخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔ (مشكوٰة ص ۴۴۴)

۲۲- عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَه وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَه هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔ (ترمذي ص ۶۹ ج ۲، مشكوٰة ص ۴۵۱)

ترجمہ حضرت ابوامامہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ مومن ہے جو ہلکی پشت والا ہو، نماز سے اس کو ایک بڑا حصہ ملا ہو، اپنے رب کی عمدہ عبادت کرتا ہو اور دل سے اس کا مطیع ہو، لوگوں میں گم نام ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اور اس کی روزی بہ قدرِ ضرورت ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو، پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی اور فرمایا: جلد ہی اس کو موت آگئی ہو، اس پر رونے والیاں کم ہوں، میراث بھی معمولی ہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، پھر آپؐ بیدار ہوئے دراں حالے کہ آپؐ کے جسم اطہر پر اس کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے، تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا اچھا ہوتا کہ ہم آپ کے لیے ایک نرم بستر تیار کردیں، تو فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں محض اس مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرلے پھر چھوڑ کر چلا جائے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ خوف ناک چیز جس کا مجھے اپنی امت پر اندیشہ ہے خواہشِ نفس اور درازیِ امید ہے، بہر حال خواہشِ نفس تو وہ حق سے روک دیتی ہے۔ اور بہر حال امید کی درازی تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے، اور یہ دنیا کوچ کر رہی ہے جارہی ہے۔ اور یہ آخرت کوچ کر کے آرہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے فرزند ہیں، تو اگر تم یہ کر سکو کہ فرزندانِ دنیا میں سے نہ ہو تو ایسا کرلو، کیوں کہ آج تم دار العمل میں ہو اور کوئی حساب نہیں ہے اور کل تم دار الآخرت میں ہوگے اور کوئی عمل (ممکن) نہ ہوگا۔

حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانش مند وہ شخص ہے جو اپنے کو فرماں بردار بنالے اور مابعد الموت کے لیے عمل کرے اور بے وقوف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو خواہشِ نفس کے پیچھے لگادے اور اللہ سے امید باندھے۔

لغات وترکیب

حَاذٌ، واحد، حَاذَةٌ، پیٹھ۔ کہا جاتا ہے هو خفيف الحاذ وہ تھوڑے مال والا ہے۔ غَامِضٌ، ج، غوامِضُ، گم نام۔ نَقَرَ يَنْقُرُ نَقراً (ن) چٹکی بجانا۔ حَصِيرٌ، ج، حُصُرٌ و أَحْصِرَةٌ، بوریا، چٹائی۔ كَيِّسٌ، ج، أكياسٌ، دانا، سمجھ دار۔ دَانَ يَدِينُ دِيناً (ض) فرماں برداری کرنا۔ أتبعَ يُتْبِعُ إتْبَاعاً (افعال) تابع بنانا۔

فَقَامَ وقد أثّرفي جسده۔ "وقدأثّر الخ" جملہ "قام" کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ فيصدّ عن الحق جملہ "أمّا کا جواب واقع ہے۔ الكيّس مبتدا، من موصول، دَانَ نَفْسَه جملہ معطوف علیہ، عَمِلَ لِما بعدالموت معطوف، معطوف علیہ با معطوف صلہ شدہ خبرِ مبتدا۔

تشریح ۱۹- إنّ أغبط أوليائي عندي۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کا افضل ترین فرد وہ مومن ہے جو قلیل العيال والمال ہو۔ کیوں کہ ایسا شخص دنیا کے جھمیلوں سے دور رہتا ہے اور یک سوئی سے عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتا ہے، برخلاف اس شخص کے جو کثیر المال والعیال ہو وہ چاہتے ہوئے بھی دنیاوی مسائل سے چھٹکارا نہیں پاتا ہے، اس کے لیے یک سوئی کے ساتھ عبادت ایک بڑا مسئلہ ہے، اور دوسری صفت اس میں یہ ہو کہ وہ نماز کا رسیا ہو اور اِس صفت کا حامل مومن یقیناً قابلِ رشک ہوگا کیوں کہ نماز تو دین کا ستون اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تیسری صفت "أحسن عبادة ربه" میں گر چہ نماز بھی داخل ہے مگر علاحدہ بیان کرنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ ایمان کے بعد سب سے اہم ترین فریضہ ہے۔ اِس تیسری صفت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کے ساتھ ساتھ دیگر عبادات بھی احسن طریقے سے ادا کرتا ہو۔ چوتھی صفت "أطاعه في السر" ہے یعنی خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن دونوں میں اللہ کی اطاعت کرتا ہو" في السر" کے بعد" والعلانية" کو حذف کر دیا گیا ہے یہ حذف "الاكتفاء بأحد

المتقابلین" کے قبیل سے ہے، یعنی دو متقابل چیزوں میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کرنا۔ایک کے ذکر سے دوسری چیز از خود سمجھ میں آجاتی ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ "في السر" سے مراد" في القلب" ہو یعنی پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہو۔

وكان غامضاً في الناس۔ یہ پانچویں صفت ہے کہ گم نام ہو گم نام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہرت پسند نہ ہو یعنی اس کی عبادت واطاعت کا مقصد رضائے الٰہی ہو نہ کہ ریاکاری اور شہرت طلبی۔اور چھٹی صفت "لایشار إلیه بالید" ہے یہ دراصل اسی پانچویں صفت ''گم نامی'' کی وضاحت ہے کہ لوگ اس کے احوال سے اتنے ناواقف ہوں کہ اس کی طرف اشارہ نہ کرتے ہوں۔کیوں کہ اشارہ اسی شخص کی طرف کیا جاتا ہے جو مشہور ومعروف ہو۔

وكان رزقه كفافاً۔ ساتویں صفت یہ ہے کہ اس کو بہ قدرِ ضرورت روزی ملی ہو تو اس پر اس نے صبر کیا۔اس کے بعد آپؐ نے چٹکی بجائی اور فرمایا: اس کی موت بھی جلد آگئی ہو یعنی عمر کے اس مرحلے پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارا ہو گیا ہو جہاں جاکر انسان بے بس ومعذور ہو جاتا ہے، اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے ۔قلت بواكيه، قل تراثه، مال واولاد کی قلت کی وجہ سے اس پر رونے والوں کی تعداد بھی کم ہو اور میراث بھی کم ہو، اِن مذکورہ اوصاف کا حامل انسان امت کا قابلِ رشک فرد ہے۔

۲۰- نَامَ رسول الله صلى الله عليه وسلّم علىٰ حصير۔ روایت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے کمالِ زہد کو بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنے لیے ایک نرم بستر کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ میرا دنیا سے کوئی سروکار نہیں، دنیا میں تو میں بس ایک مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر آرام کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ "مالي وللدنيا" میں "ما" نافیہ ہے یا "ما" استفہامیہ برائے انکار ہے دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوگا۔

۲۱- إنّ أخوف ما أخاف على أمتي الهوىٰ۔ خواہش نفسانی کی اتباع اور درازی امید، دونوں چیزیں انسان کے لیے باعثِ ہلاکت ہیں، خواہش نفس میں جب انسان مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر وہ راہِ حق پر باقی نہیں رہتا راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے اور درازیِ امید انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہے، اس کے دل میں دنیا کی محبت سما جاتی ہے اور وہ آخرت سے بالکل غافل اور بے پروا ہو جاتا ہے۔

وهٰذه الدنيا مرتحلة۔ یعنی دنیا فنا کی طرف بڑھ رہی ہے اور آخرت جو انسان کی اصل منزل ہے اس کی آمد آمد ہے مگر لوگوں کو اس کا احساس نہیں جس طریقے سے کشتی کے مسافر کو کشتی کے چلنے کا احساس نہیں ہوتا یہاں تک کہ کشتی ساحلِ سمندر جالگتی ہے تب جاکر سوار کو احساس ہوتا ہے یہی حال غافل انسانوں کا ہے۔ دنیا وآخرت دونوں کے بیٹے ہیں تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تم ابناءِ دنیا میں سے نہ ہو ابنائے آخرت میں سے بنو، یہ دنیا دارالعمل ہے یہاں جو بھی نیک کام کرلو گے آخرت میں کام آئے گا، اور آخرت دارالحساب ہے وہاں کسی عمل کی کوئی سبیل نہ ہوگی، وہاں تو صرف دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

۲۲- الکیّس من دان نفسه. مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا چوں کہ چند روزہ ہے اصل ٹھکانہ تو آخرت ہے اس لیے دانش مند وہی شخص ہے جو اپنی اصل منزل پر پہنچنے کے لیے تیاری کرے، یہ بہت بڑی حماقت اور نادانی ہے کہ اصل ٹھکانے کی انسان کو کوئی فکر نہ ہو اور کرائے کے مکان کو اصلی سمجھ کر اسی میں دل لگائے، نفس کو خواہشِ نفس کے تابع بنادے یعنی جو جی میں آئے وہی کرے اور پھر اللہ سے یہ امید لگائے رکھے کہ میرا رب چوں کہ غفور و رحیم ہے اس لیے معاف فرمادے گا، اس کے قہار و جبار ہونے کی طرف دھیان نہ دے۔

۲۳- عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔ (مشكوٰة شريف ص ٤٣٠)

٢٤- عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ أَخَفَّ عَلَى الظَّهْرِ وأَثْقَلَ فِي الْمِيْزَانِ، قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاعَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا۔ (مشكوٰة ص ٤١٥)

٢٥- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ (١) اُصْدُقُوْا إِذَا حَدَّثْتُمْ (٢) وَأَوْفُوْا إِذَا وَعَدْتُّمْ (٣) وَأَدُّوْا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ (٤) وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ (٥) وَغُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ (٦) وَكُفُّوْا أَيْدِيَكُمْ۔ (مشكوٰة شريف ص ٤١٥)

٢٦- عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍؓ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔

(ترمذي ص٦٣ ج٢، مشكوٰة ص ٤١٣)

٢٧- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ! إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ، ثُمَّ قَالَ لِيْ: يَا بُنَيَّ! وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ أَحْيٰى سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحْيَانِيْ وَمَنْ أَحْيَانِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ۔ (ترمذي ص ٩٢ ج٢، مشكوٰة ص ٣٠)

ترجمہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کوئی عقل تدبیر کی طرح نہیں، اور کوئی پرہیزگاری باز رکھنے کی طرح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی شرافت حسنِ اخلاق کے برابر ہو سکتی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تم

کو ایسی دو خصلتیں نہ بتادوں جو پشت پر تو ہلکی ہوں اور میزانِ عمل میں بہت زیادہ وزنی ہوں، راوی کا بیان ہے میں نے کہا: ضرور بتلا دیجئے اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: زیادہ خاموش رہنا اور حسنِ خلق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ساری مخلوق نے اِن دونوں کے مثل عمل نہیں کیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے لیے اپنی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت لے لو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہو جاؤں گا۔(۱) جب بات کرو سچ بولو (۲) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) (امانت کو) ادا کرو جب تمہارے پاس رکھی جائے (۴) اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو (۵) اپنی نگاہیں پست رکھو (۶) اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم سے) روکے رکھو۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نجات کی کیا سبیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان قابو میں رکھو، اور تمہارا گھر تمہارے لیے کافی ہو جائے اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے! اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم صبح و شام اس حال میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے تئیں بالکل کھوٹ نہ ہو تو تم ایسا کرلو۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرے گا گویا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

لغات و ترکیب

وَرِعَ يَوْرَعُ وَرَعاً (س) پرہیز گار ہونا۔ غَشٌّ، دھوکا، فریب، کینہ۔ غَشَّ يَغُشُّ غَشّاً (ن) دھوکا دینا۔

لَا عقلَ کالتّدبیر میں "لا" برائے نفیِ جنس ہے۔ "عقل" اسم اور "کالتدبیر" محذوف سے متعلق ہو کر خبر ہے۔ اضمنُ لکم الجنّة جوابِ امر واقع ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ "وليس في قلبك غشٌّ" تصبح وتمسی کی ضمیر سے حال ہے، "فافعل" إن قدرتَ کی جزا ہے۔

تشریح ۲۳- لاعقل کالتدبیر۔ مطلب یہ ہے کہ عقل محض اس عقل کے برابر نہیں ہو سکتی جس عقل کے ساتھ تدبیر بھی ہو۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ عقل سے مراد عقلِ مسموع "علم محض" ہے اور تدبیر سے مراد عقلِ مطبوع "بصیرت" ہے اور مطلب یہ ہے کہ علم محض اور بصیرت انسانی دونوں چیزیں برابر نہیں ہو سکتیں، بل کہ اصل چیز بصیرت ہے جو انسان کے کام آنے والی اور اس کو نفع پہنچانے والی ہے۔

ولاورع کالکف۔ یعنی سب سے بڑی پرہیز گاری یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو ایذاء پہنچانے اور زبان کو لایعنی چیزوں سے بچالے۔ اور ملا علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ورع" سے اس کے اصلی معنیٰ (کف عن المحارم و الشبهات) مراد ہے اور "کف" سے اسکے عرفی معنیٰ (الكف عن المباحات الغير الضروريه)

مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ تقویٰ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان شبہات میں پڑنے کے اندیشے سے مباحات غیر ضروریہ کو بھی ترک کردے۔

ولاحسب كحسب الخلق. مطلب یہ ہے کہ انسان کی سب سے بڑی شرافت یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں، لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

۲۴- ألاادلك على خصلتين. چپ رہنا اور خوش خلقی اختیار کرنا یہ دونوں خصلتیں اس اعتبار سے بہت آسان اور ہلکی ہیں کہ خاموش رہنے میں کوئی محنت و مشقت نہیں برداشت کرنی پڑتی، بل کہ ایک طرح سے راحت ملتی ہے کیوں کہ زبان کو حرکت دینے اور ترتیب دے کر جملے ادا کرنے میں ظاہر و باطن دونوں کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے، یہی حال خوش اخلاقی کا ہے کہ خوش مزاجی اور نرم خوئی میں راحت و سکون اور آسانی ہے اور سخت خوئی و تند مزاجی میں محنت و مشقت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اِن دونوں کے مثل تو مخلوق کا کوئی بھی عمل نہیں ہے۔

۲۵- اضمنوا لي ستآ من أنفسكم. روایت میں وہ چھ امور ذکر کیے گئے ہیں جن کو اختیار کرنے سے مومن بہ آسانی جنت میں داخل ہوسکتا ہے اور ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت درحقیقت اللہ رب العزت کی طرف سے ضمانت ہے، جس طریقے سے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لیے رزق کی ضمانت لے رکھی ہے اسی طرح اس نے پاکیزہ زندگی گذارنے والوں کے لیے بہ طور انعام جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔

۲۶- املك عليك لسانك. مطلب یہ ہے کہ اپنی زبان کو بری اور لایعنی باتوں سے پاک رکھو جن میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، بل کہ اِس جملے کے زیادہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنی زبان بند رکھو گویا تم اپنے تئیں اپنے تمام امور کی نگہداشت رکھو اور تمام معاملات میں محتاط رہو۔ اور "وليسعك بيتك تمہارا گھر تمہارے لیے کافی ہوجائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بری مجلسوں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی خاطر یکسوئی اختیار کرو اور نجات پانے کے لیے تیسری چیز یہ ہے کہ اپنی خطاؤں اور تقصیرات پر نادم و شرمسار ہوکر طلب مغفرت کے لیے خدا کے حضور گڑگڑایا کرو۔

۲۷- إن قدرت أن تصبح و تمسي. مطلب یہ ہے کہ جہاں تک تم سے ہوسکے تم ایسا کرلو کہ زندگی کی صبح و شام بل کہ ہر وقت تمہارا اِس خیال میں گذرے کہ تم اپنے دل میں کسی کے تئیں بھی کوئی بغض اور کینہ نہ رکھو۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور روایت میں وضاحت کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپؐ کی سنت کو پسند اور اختیار کرنا آپ کی محبت اور جنت میں آپؐ کی رفاقت و معیت کے حصول کا سبب ہے۔ اور ایک مومن بندے کے لیے یہ اتنا اونچا اور بلند مقام ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں ایک طرف اور یہ سعادت ایک طرف۔

٢٨- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا، وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ. (ترمذي ص ٧٠ ج ٢، مشكوٰة ص ٤٤٠)

٢٩- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ. (ترمذي ص ٦٠ ج ٢، مشكوٰ ص ٤٤٠)

٣٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّه جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِه وَجَمَعَ لَه شَمْلَه وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّه جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَه وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَه. (ترمذي ص ٧٠ ج ٢، مشكوٰة ص ٤٥٤)

٣١- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُّقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِه، وَلَيْسَ شَيْءٌ يُّقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَإِنَّ رُوْحَ الْأَمِيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَإِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ أَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا، أَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ، فَإِنَّه لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ إِلَّا بِطَاعَتِه. (مشكوٰة ص ٤٥٢)

٣٢- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا. (ترمذي ص ٢١ ج ٢)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا، اور تیری تنگ دستی کو دور کر دوں گا، اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو کام سے بھر دوں گا اور تیری تنگ دستی کو بھی دور نہ کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا مال و متاع کی زیادتی کا نام نہیں ہے، بل کہ غنا تو نفس کا غنا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی فکر ہی آخرت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا غنا اس کے دل میں پیدا فرما دیں گے اور اس کے بکھرے ہوئے امور

کو جمع فرمادیں گے اور دنیا ذلیل وخوار ہوکر اس کے پاس آئے گی، اور جس شخص کی فکر ہی دنیا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی محتاجگی کو اس کی نگاہوں کے سامنے کردیں گے اور اس کے مجتمع امور کو متفرق کردیں گے اور دنیا اس کو اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے مقدر میں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو تم کو جنت سے قریب کرسکتی ہو اور دوزخ سے دور کرسکتی ہو مگر یہ کہ میں نے تم کو اس کا حکم دے دیا ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو تم کو جہنم سے قریب اور جنت سے دور کرسکتی ہو مگر یہ کہ میں نے تم کو اس سے روک دیا ہے، اور بلاشبہ روح الامین اور بروایتِ دیگر روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرسکتا ہے جب تک کہ وہ اپنی (مقررہ) روزی مکمل نہ کرلے۔ خبردار! سو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور طلبِ رزق میں بہتر طریقہ اختیار کرو اور روزی کی تاخیر ہرگز تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کو اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعہ حاصل کرنے لگو، کیوں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اسے اس کی فرماں برداری ہی کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ محبت کرو ہوسکتا ہے وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن سے اعتدال کے ساتھ دشمنی کرو ہوسکتا ہے کسی دن وہ تمہارا دوست بن جائے۔

لغات وترکیب

شَمْلٌ، امر مجتمع، امر متفرق (ضد)۔ رَغِمَ یَرْغَمُ رغماً (س) ذلیل ہونا۔ استبطیٰ استبطاءً (استفعال) تاخیر ہونا۔ شغلاً۔ ملأ کا مفعول ثانی ہے۔ وهي راغمةٌ۔ الدنیا سے حال واقع ہے۔ أن تطلبوه بہ تاویلِ مفرد ہوکر "لایحملنّ" کا فاعل ہے۔ هونًاما میں "ما" ابہامیہ ہے۔

تشریح

۲۸- تفرّغ لعبادتي۔ مطلب یہ ہے کہ دل کو غیر اللہ کی عبادت سے خالی کرے اللہ کی عبادت کے لیے مختص کرلو، ہر کام حکمِ خداوندی کے موافق انجام دو تو ہر عمل عبادت بن جائے گا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دنیا کے تمام کام چھوڑ دو اور صرف عبادت ہی کرتے رہو۔ املأ صدرك غنیً تمہارے دل کو غنا سے بھر دوں گا۔ یعنی تمہارے دل کو علم ومعرفت سے بھر دوں گا جس کے سامنے دنیوی مال واسباب ہیچ ہو جائیں گے۔ پھر تمہارا دل دنیا کی فانی لذتوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوگا اور غنائے نفس کا حاصل ہو جانا ہی اصل غنا ہے "إنّما الغنیٰ غنی النفس"۔ وأسد فقرك۔ تمہاری فقر ومحتاجگی کو بھی دور کردوں گا بایں طور کہ جب دنیا کی فانی لذتوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے تو تمہیں خود اطمینانِ قلبی حاصل ہو جائے گا کہ جو روزی میرے لیے مقدر ہے وہ مل کر رہے گی۔ اور اگر ایسا نہیں کروگے تو نہ تو دنیا کے جھمیلوں سے چھٹکارا ملے گا اور نہ ہی تمہارے دل کو سکون حاصل ہوگا، کتنی بھی دولت تمہارے ہاتھ آجائے محتاجگی ختم نہیں ہوگی نفس

مزید سے مزید تر کی تلاش میں رہے گا۔

۲۹- ليس الغنىٰ عن كثرة العرض۔ اس روایت کا مطلب بھی ماقبل والی روایت کی تشریح سے واضح ہو گیا کہ مال و دولت کی زیادتی کا نام غنا نہیں ورنہ دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دار اس قدر پریشان حال نہ رہتے، اصلی اور حقیقی غنا تو یہ ہے کہ نفس قناعت پسند ہو جائے دنیا کی فانی لذتوں کی محبت دل سے نکل جائے اور نفس مخلوق سے مستغنی ہو جائے۔

۳۰- من كانت الآخرة همه۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنا مقصدِ زندگی ہی فکرِ آخرت اور رضائے الٰہی بنالے تو اللہ رب العزت اسے قناعت کی دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں اسے قلبی سکون حاصل ہو جاتا ہے اور دنیا کی طلب میں وہ حیران و سرگرداں نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت غیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں، وہ اپنے تمام امور بھی بحسن وخوبی انجام دے لیتا ہے اور دنیا بھی بہ قدرِ قسمت و مقدر ہر حال میں اسے مل کر رہتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو اپنا مقصدِ زندگی دنیا کو بنالیتا ہے اور دنیا ہی کو حاصل کرنے کے لیے پوری تگ و دو کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ رب العزت قناعت کی صفت سے نہیں نوازتے، نتیجتاً وہ اپنی کوشش کے باوجود ہمہ وقت محتاجگی سے ڈرتا رہتا ہے اور اس کو بھی دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنا اس کی قسمت میں ہے۔

۳۱- ليس من شيءٍ يقربكم إلى الجنة۔ مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کی نشان دہی فرمادی ہے جن کو اختیار کر کے انسان جنت کا راستہ اپنے لیے آسان کر سکتا ہے اور جہنم سے بچ سکتا ہے اور اُن امور سے بھی آپؐ نے منع فرمادیا ہے جو انسان کے لیے باعثِ ہلاکت و بربادی ہیں جن میں پڑ کر انسان جہنم میں پہنچ سکتا ہے دونوں کے سلسلے میں آپ کی واضح ہدایات و ارشادات موجود ہیں۔

وانّ روح الأمين نفث في روعي۔ آپؐ نے فرمایا: جہاں تک رزق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت جبرئیل امین نے خدا کا پیغام مجھ تک پہنچا دیا ہے کہ انسان کو وہ پوری رزق مل کر رہے گی جو اللہ رب العزت نے اس کے لیے مقدر فرمادی ہے، جب تک انسان اپنی مقررہ رزق کا ایک ایک دانہ نہیں کھائے گا اس وقت تک وہ اِس دنیا سے نہیں جا سکتا، اس لیے اِس سلسلے میں انسان کو مطمئن رہنا چاہیے اور کسبِ معاش میں شریعتِ مطہرہ کی ہدایات کے مطابق جائز اور عمدہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود اگر تنگیٔ رزق کا سامنا کرنا پڑے تو بجائے ناجائز طریقوں سے کسبِ معاش کرنے کے اللہ رب العزت کے سامنے دستِ سوال دراز کرے، وسعتِ رزق کی دعا کرے، انشاء اللہ خدا تعالیٰ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل نکالے گا یہ خدا کا وعدہ ہے چناں چہ ارشادِ باری ہے: "ويرزقه من حيث لايحتسب" "سيجعل الله بعد عسرٍ يسراً".

۳۲- أحبب حبيبك هوناً مّا۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ دوستی اور دشمنی دونوں میں اعتدال ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ عموماً اِن چیزوں میں پائیداری نہیں ہوتی، دوستی اور دشمنی میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا کہ دونوں میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرو تاکہ اگر دوستی دشمنی میں یا دشمنی دوستی میں بدل جائے تو تمہیں ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔

٣٣- عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ نِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِدِيْنِهِ. (ترمذي ص ٦٠ ج٢، مشكوٰة ص ٤٤١)

٣٤- عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ" كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ: بَعْضُ أَصْحَابِهِ: أُنْزِلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذُه فَقَالَ: أَفْضَلُه لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُه عَلَى إِيْمَانِهِ.

(ترمذي ص ١٣٦ ج٢، مشكوٰة ص ١٩٨)

٣٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْأَمْرُ ثَلٰثَةٌ أَمْرٌ بَيِّنٌ رُشْدُه، فَاتَّبِعْهُ وَأَمْرٌ بَيِّنٌ غَيُّه فَاجْتَنِبْهُ، وَأَمْرٌ اخْتُلِفَ فِيْهِ فَكِلْهُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. (مشكوٰة شريف ص ٣١)

٣٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، وَالنَّاسُ بَنُوْآدَمَ وَخَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنَ التُّرَابِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ.

(ترمذي ص ١٥٩ ج٢)

٣٧- عَنْ أَبِيْ مَالِكِ نِ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَابَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَّفْسَه فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا. (مسلم ص١١٨ ج٢، مشكوٰة ص ٣٨)

ترجمہ حضرت کعب بن مالکؓ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں اتنی بربادی نہیں کر سکتے جتنی انسان کی مال وجاہ کی حرص اس کے دین کو برباد کر دیتی ہے۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ جب آیت کریمہ "والذین یکنزون الذہب" نازل

ہوئی۔ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں۔ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، تو آپؐ کے بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ سونے اور چاندی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوگئی، کاش ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم اس کو جمع کر لیتے۔ آپؐ نے فرمایا: سب سے افضل ترین دولت ذکر کرنے والی زبان، شکر گذار دل اور وہ مومنہ بیوی ہے جو دین پر اپنے شوہر کی مددگار ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمل تین طرح کے ہیں (۱) وہ عمل جس کا ہدایت ہونا واضح ہو تو تم اسے اپنا لو (۲) وہ عمل جس کی گمراہی واضح ہو سو تم اس سے بچو (۳) وہ عمل جس میں اختلاف ہو تو اسے اللہ عزوجل کے حوالے کر دو۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ رب العزت نے تم سے جاہلیت کے غرور و تکبر اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ اب سارے لوگ دو قسم کے ہیں ایک نیکوکار متقی شخص جو اللہ رب العزت کے نزدیک باعزت ہے دوسرے بدکار بدبخت شخص جو اللہ کے نزدیک ذلیل ہے۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو خاک سے پیدا فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے: اے لوگو! میں نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو ان سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکی نصف ایمان ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دے گی، اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیں گے، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے۔ تمام لوگ صبح کرتے ہیں پھر اپنے نفس کا سودا کرتے ہیں تو اس کو آزاد کر دیتے ہیں یا اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔

لغات وترکیب

رُشْدٌ ، ہدایت، راہِ راست۔ رَشَدَ يَرْشُدُ رُشْداً (ن) ہدایت پانا۔ غوىٰ يَغْوِي غَياً (ض) گمراہ ہونا۔ وَكَلَ أمراً إلىٰ أحدٍ يَكِلُ وَكْلاً (ض) کوئی کام کسی کے سپرد کرنا۔ هَيِّنٌ، ذلیل، ج۔ أهوناءُ۔ حُجَّةٌ ، ج، حُجَجٌ، دلیل۔

• ماذئبان جائعان میں "ما" مشابہ بہ لیس ہے، ذئبان جائعان أرسلا في غنم، موصوف باصفت اسم، بافسدلها الخ خبر۔ رَجُلٌ برٌّ تقي أي أحدهما رَجُلٌ برٌّ، وثانيهما فاجرٌ شقي هيّنٌ. فبائع نفسه أي فهو بائعٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

تشریح ۳۳- ماذئبان جائعان أرسلا في غنم. روایت کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اگر دو بھوکے بھیڑیئے کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو بکریوں کو زندہ باقی

نہیں رکھیں گے ان کو ہلاک و برباد کردیں گے اسی طریقے سے انسان کے اندر دو روحانی بھیڑیے ہیں۔ حرصِ مال، حرصِ جاہ۔ یہ دونوں چیزیں بھی جب کسی انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں تو اس کے دین کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں بل کہ یہ تباہی اُس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں کرتے ہیں، گویا حدیث شریف میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ انسان کو مال وجاہ کی حرص سے بچنا چاہیے۔

۳۴- لما نزلت والذین یکنزون الذھب. مطلب یہ ہے کہ جب اِس آیت کا نزول ہوا جس میں سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت مذکور تھی اور اس پر سخت وعید تھی، تو بعض صحابۂ کرامؓ نے یہ سوال کیا کہ جب سونا اور چاندی جمع کرنا ممنوع ہے تو پھر ہم کون سا مال جمع کر سکتے ہیں جس میں کوئی قباحت نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: افضل ترین دولت زبان ذاکر، قلب شاکر اور زوجۂ مومنہ ہے۔ "أفضله" میں "ہ" ضمیر کا مرجع مال بمعنیٰ "نافع" ہے یعنی نفع بخش چیز، اور اس تاویل کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مال چوں کہ انسان مال سے فائدہ اٹھاتا ہے، مال اس کے لیے نافع ہے اور ذکر کردہ تینوں چیزوں میں سے کوئی مال نہیں ہے البتہ انسان کے حق میں نافع ضرور ہیں اس لیے اسی کو ضمیر کا مرجع قرار دیا گیا۔

بہرحال یہ تین چیزیں ایک مومن کے لیے بہت بڑی دولت ہے کہ اس کی زبان ذکر کرنے والی ہو وہ ہمیشہ ذکرِ خدا میں رطب اللسان رہے اس کا لازمی اثر انسان پر یہ بھی ہوگا کہ اس کا دل نعمتِ خداوندی کا شکر گزار ہو جائے گا اور تیسری چیز یہ ہے کہ اس کی بیوی نیک وصالح باایمان ہو جو دین پر اس کی مدد کرے اور دین پر اعانت کا مطلب یہ ہے کہ اسے نماز و روزہ اور دیگر عبادت کی یاد دہانی کرے اور زنا نیز دیگر محرمات سے باز رکھے۔

۳۵- الأمر ثلثة. حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں ایک تو وہ احکام جن کا حق اور صحیح ہونا کتاب وسنت سے بالکل واضح طور پر ثابت ہے جیسے تمام فرائض و واجبات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدق، امانت، اطعام وسلام وغیرہ، ان کا حکم تو یہ ہے کہ انھیں اختیار کرلو اور ان احکام کی تعمیل کرو۔ دوسرے وہ احکام جن کا باطل ہونا کتاب وسنت سے بالکل واضح طور پر ثابت ہو۔ جیسے تمام منہیات مثلاً زنا، قتل، جھوٹ، فریب، چوری اسی طرح کفار کے رسوم و رواج اور دوسری حرام وممنوع چیزیں، ان کا حکم یہ ہے کہ اِن کے قریب بالکل مت جاؤ اور دوری اختیار کرو۔ تیسرے مختلف فیہ یعنی وہ امور جن کا حکم غیر واضح اور مشتبہ ہو۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ وہ چیزیں مراد ہیں جن کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی واضح ہدایت نہ ہو، اسی قبیل سے آیاتِ متشابہات بھی ہیں، اِن کا حکم یہ ہے کہ ان میں کھود کرید نہ کیا جائے بل کہ اللہ کے سپرد کردو کہ ان کے بارے میں حقیقی علم خدا ہی کو ہے۔

۳۶- إنّ الله قد أذهب عنكم. حدیث شریف کی وضاحت ۴۴۲ کے تحت گذر چکی، البتہ آیت کریمہ "یآیها الناس إنّا خلقناكم من ذكر و أنثى الخ" میں انسانی مساوات کی ایک جامع تعلیم ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو کمتر یا رذیل نہ سمجھے، اور اپنے نسب و خاندان یا مال و دولت وغیرہ کی بنا پر فخر نہ کرے،

کیوں کہ یہ چیزیں تفاخر کی ہیں ہی نہیں، پھر اس تفاخر سے باہمی منافرت اور عداوت کی بنیادیں پڑتی ہیں اس لیے فرمایا کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں اور خاندان وقبائل کے اعتبار سے جو فرق اللہ کے تبارک وتعالیٰ نے رکھا ہے وہ تفاخر کے لیے نہیں، بل کہ تعارف کے لیے ہے۔

۴۷- الطهور شطر الأيمان. طہارت کو نصف ایمان کہنے کی وجہ حضرات محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان سے تو گناہ کبیرہ وصغیرہ دونوں معاف ہوتے ہیں اور طہارت سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں اور بعض حضرات نے طہارت سے مراد وضو لیا ہے اس اعتبار سے گویا "ایمان" سے مراد "نماز" ہے، اور ایمان سے مراد نماز لینا آیت قرآنی "وماكان الله ليضيع إيمانكم" سے ثابت ہے۔ اور نماز کو ایمان قرار دینا اس اعتبار سے ہے کہ وہ ایمان کا سب سے اہم فریضہ ہے اور اسی نماز کے رکن قوی ہونے کے اعتبار سے وضو کو نصفِ ایمان کا درجہ حاصل ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ طہارت کے نصف ایمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طہارت کا ثواب نصف ایمان کو پہنچ جاتا ہے۔

الحمد لله تملأ الميزان وسبحان الله والحمد لله. یعنی اِن کلمات کے ذکر کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ اگر بالفرض اس ثواب کو جسمانی وجود مل جائے، تو آسمانوں اور زمین کے تمام خلا کو پر کردے۔ تملأن او تملأ میں راوی کا اشتباہ ہے کہ آپؐ نے "تملأن" فرمایا، یا "تملأ"۔

الصّلوٰة نورٌ. یعنی نماز پڑھنا بندے کا وہ عمل ہے جو مرنے کے بعد قبر کے اندھیرے میں اور پھر قیامت کے دن کی ہولناک تاریکیوں میں اس بندے کے لیے روشنی بن کر نمودار ہوگا، یا یہ کہ نماز بندے کا ایک ایسا عمل ہے جو اس کے دل ودماغ کو نور سے بھر دیتا ہے اور چہرے کو تابانی عطا کرتا ہے۔

الصدقة برهانٌ. یعنی بندے کا صدقہ وخیرات کرنا اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے اپنا مال خرچ کرنا ایک ایسا عمل اور ایسی دلیل ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایمان ویقین اور تعلق ومحبت کے اپنے دعوے میں سچا ہے، یا یہ کہ پروردگار عالم جب بروز قیامت سوال کرے گا کہ مال کہاں خرچ کیا؟ اور بندہ جواب دے گا کہ تیری رضا کے لیے صدقہ وخیرات کرتا رہا تو بندے کے صدقات اسکے جواب کا ثبوت اور دلیل بن کر پیش ہوں گے۔

الصبر ضياءٌ. صبر روشنی ہے یعنی یہ ایک ایسا وصف ہے جو دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہم کنار کرنے والی کامل روشنی عطا کرتا ہے، چناں چہ جو بندہ صحیح معنی میں صبر کا پیکر بن جاتا ہے وہ اپنے نفس کو برائیوں سے روک لیتا ہے اور نفس کو طاعات کا خوگر بنا دیتا ہے۔

القرآن حجةٌ. قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف، یعنی اگر قرآن کی تعلیمات پر عمل کروگے اس کی تلاوت کروگے تو وہ آخرت میں تمہارے حق میں حجت اور سند بن جائے گا بہ ایں طور کہ وہ سفارش کرے گا اور عذاب سے نجات دلائے گا۔ اور اگر قرآن کی تلاوت ترک کروگے اس پر عمل نہیں کروگے تو وہ تمہارے خلاف حجت اور سند بن جائے گا بہ ایں طور کہ عرض کرے گا اے اللہ! اس نے دنیا میں مجھے پس پشت ڈال رکھا تھا تو آج اس سے انتقام لے لے جس کی وجہ سے انسان مبتلائے عذاب ہوگا۔ قرآن کے حقوق

میں اس کی تصدیق، تلاوت، عمل اور تبلیغ چار و چیزیں داخل ہیں۔

کل النّاس یغدو۔ یعنی روز آنہ انسان اپنے نفس کا سودا کرتا ہے بایں طور کہ اگر نیک عمل کرتا ہے تو گویا نفس کو بیچ کر اس کے بدلے خیر وصول کرتا ہے اور اِس طریقے سے گویا اُس نفس کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اور اگر برا عمل کرتا ہے تو گویا نفس کو بیچ کر شر وصول کرتا ہے اور نفس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

٣٨- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْصِنِي قَالَ: أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّه أَزْيَنُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّه ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْأَرْضِ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَإِنَّه مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطٰنِ وَعَوْنٌ لَّكَ فِي أَمْرِ دِيْنِكَ، قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: وَإِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ، فَإِنَّه يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: قُلِ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا۔ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ. (مشكوة شريف ص ٤١٥)

٣٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ أَدْلَجَ وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا إِنَّ سَلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ، أَلَا إِنَّ سَلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ. (ترمذي ص ٦٨ ج٢، مشكوة ص ٤٥٧)

٤٠- عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً(وَفِي رِوَايَةٍ آيَةً) لَوْ أَخَذَ النَّاسُ كُلُّهُمْ لَكَفَتْهُمْ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيَّةُ آيَةٍ؟ قَالَ: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مَخْرَجًا۔ (ابن ملجة ص ٣٢١، مشكوة ص ٤٥٣)

(قال المؤلف) هٰذَا تَمَامُ الْأَرْبَعِيْنَ مِنْ أَحَادِيْثِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ صَبَاحَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ السَّادِسِ مِنْ جُمَادِي الْأُخْرٰى ١٣٩١ھ

ترجمہ حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ یہ تمہارے تمام معاملات کو زینت دینے والا ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور فرمادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تلاوتِ قرآن اور اللہ عزوجل کے ذکر کو لازم پکڑلو، کیوں کہ یہ آسمان میں تمہارے تذکرے کا باعث ہے اور زمین میں تمہارے لیے باعثِ نور ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور فرمادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: کثرتِ خاموشی کو لازم پکڑلو، اس لیے کہ یہ شیطان کو دفع کرنے کا ذریعہ ہے

اور تمہارے دین میں تمہارا مددگار ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور فرمادیجئے۔ فرمایا: زیادہ ہنسی سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیوں کہ یہ چیز دل کو مردہ اور چہرے کے نور کو دور کردیتی ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور فرمادیجئے۔ فرمایا: حق بات کہو اگر چہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور فرمادیجئے۔ فرمایا: اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور نصیحت فرمادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تم کو لوگوں سے روک دے وہ چیز (عیب) جو تم اپنے نفس کے متعلق جانتے ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اندیشہ ہوتا ہے وہ تاریکی ہی میں سفر کرتا ہے، اور جو اول شب ہی میں سفر شروع کرے گا وہ منزل کو پہنچ جائے گا۔ آگاہ رہو بلاشبہ اللہ کا سامان گراں ہے، سن لو! بلاشبہ اللہ کا سامان جنت ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی بات (اور بروایت دیگر میں ایک ایسی آیت) جانتا ہوں کہ اگر سارے لوگ اسے اختیار کرلیں تو ان تمام کے لیے کافی ہو جائے۔ حضرات صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی آیت ہے فرمایا" و من يتق الله يجعل له مخرجا" اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اس کے لیے اللہ (مصیبت سے) نکلنے کی سبیل پیدا فرمادیں گے۔

مولفؒ نے فرمایا: یہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث کی تکمیل ہے اور تمام حمد و ستائش اس اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔ ٦ رجمادی الاخریٰ۔ بروز جمعہ بوقت صبح۔

لغات وترکیب

زَانَ يَزِيْنُ زَيْناً (ض) زینت دینا، آراستہ کرنا۔ طَرَدَ يَطْرُدُ طَرْداً (ن) ہٹانا، دفع کرنا۔ عَانَ يَعُوْنُ عَوْناً (ن) مدد کرنا۔ حَجَزَ يَحْجُزُ حَجْزاً (ن) روک لگانا۔ سِلْعَةٌ، ج، سِلَعٌ، سامان۔ أَدْلَجَ إِدْلَاجاً (إفعال) پوری رات یا رات کے آخری حصے میں چلنا۔

ماتعلم من نفسك میں "ما" موصولہ ہے مابعد جملہ صلہ ہے۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر "ليحجز" کا فاعل واقع ہے۔ مَنْ أدلج شرط، بلغ المنزل جزا۔ آيَةٌ آية، أي هي آية آية، مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

تشریح ۳۸- أوصيك بتقوى الله. سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ کی درخواست پر سب سے پہلے تقوے کی وصیت فرمائی اور فرمایا: تقویٰ تمام امور میں تمہارے لیے باعث زینت ہے، وہ امور خواہ دینی ہوں یعنی اعتقادی، قولی اور عملی یا امور دنیویہ یعنی معاش و معاشرت کے قبیل سے ہوں، اس لیے کہ تقویٰ ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو جہاں شرک جلی و خفی کبائر و صغائر کے ارتکاب سے روکتی ہے وہیں شبہات سے دور رہنے اور شہوات میں مبتلا ہونے سے بھی بچاتی ہے اور ظاہر ہے جو انسان شرک جلی

وخفی، کبائر وصغائر اور شبہات وشہوات سے بچ جائے اس کی دنیا وآخرت دونوں سنور جاتی ہے۔

قلت: زدني. أي زدني في الإيضاح والبيان بذكر بعض تفاصيل التقوى وإلّا فكل مندرج في التقوى. یعنی زیادتی کی اس درخواست کا مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کی مزید وضاحت فرمادیں اس لیے کہ تقویٰ کو تو تمام امور شامل ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زیادتی سے مراد موصلی بہٖ ہی کہ زیادتی ہو یعنی مزید نصیحت فرمادیجئے۔ قال: عليك بتلاوة القرآن وذكر الله الخ. یعنی تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے لیے ضروری سمجھو، کیوں کہ جب تم تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رہو گے تو اس کے سبب ملائکہ آسمانوں میں تمہارا ذکر خیر کریں گے اور اس دنیا میں تمہارے لیے معرفت ویقین اور ہدایت کا نور ظاہر ہوگا۔

عليك بطول الصمت. یعنی خاموشی اختیار کرنے کا فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہو گے اس لیے کہ انسان زبان کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور خاموشی تمہیں ان گناہوں سے بچالے گی نیز یہ کہ زبان جب لایعنی باتوں سے محفوظ رہے گی تو دل خود بہ خود ذکر کی طرف متوجہ ہوگا اور ذکر نورانیتِ قلب کے حصول کا ذریعہ ہے۔

إياك وكثرة الضحك فإنه يميت القلب. یعنی زیادہ ہنسنے ہنسانے کی وجہ سے چوں کہ قلب پر غفلت وبے حسی چھاجاتی ہے اور علم ومعرفت کا وہ نور بجھ جاتا ہے جس پر دل کی حیات کا دارومدار ہوتا ہے، اس لیے بہت زیادہ ہنسنے والے کا دل گویا مردہ ہوجاتا ہے اور جب قوائے باطن پر غفلت و بے حسی کا پردہ چھاجاتا ہے تو طاعت وعبادت میں کمی آجاتی ہے جس کی وجہ سے چہرے کا وہ نور ختم ہوجاتا ہے جو عبادت کی علامت کے طور پر مومن کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہے۔

قل الحق وإن كان مرّاً. حق بات کہو خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو یعنی حق کے اظہار میں کبھی بھی پیچھے مت رہو بل کہ حق بات کو بالکل ظاہر کردو اگرچہ اس کی وجہ سے خود تمہارے نفس کو یا دوسروں کو برا لگے۔

لاتخف في الله لومة لائم. مطلب یہ ہے کہ دینِ حق کو سربلند کرنے کا جو فریضہ تم پر عائد ہوتا ہے اگر اس کی انجام دہی میں تمہیں دنیا والوں سے پوری طرح منہ موڑنا پڑے تو اس میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہ دکھاؤ اور اس بات کو ظاہر کردو کہ تمہیں دنیا والوں کی مذمت سے بے پرواہو کر ہر حال میں کلمۂ حق کو بلند کرنا ہے۔

ويحجزك عن الناس ما تعلم من نفسك. مطلب یہ ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر کیا عیوب ہیں اور تمہارا نفس کن برائیوں میں مبتلا ہے تو پھر تمہارے لیے قطعاً یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم دوسرے کے عیوب پر نظر رکھو اور دوسروں کی برائیوں پر انگلی اٹھاؤ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمے داری کو پورا کرنے کے نقطۂ نظر سے تو بے شک کسی کو ان کی برائی پر ٹوک سکتے ہو اور اس کو راہِ راست اختیار کرنے کی تلقین کرسکتے ہو، بل کہ ضروری بھی ہے لیکن محض عیب جوئی اور تحقیر وتذلیل کے خیال سے کسی کی برائی پر انگلی اٹھانا قطعاً مناسب نہیں۔

۳۹- من خاف أدلج.أي من خاف عذاب الله وكيد الشيطان۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے عذاب اور شیطان کے مکر و فریب سے مامون رہنا چاہتا ہے وہ راتوں کو قربان کر کے اللہ کے حضور گڑگڑاتا ہے، اپنی کوتاہیوں پر اظہار ندامت کرتا ہے اور گناہوں کی معافی مانگتا ہے اس طریقے سے وہ آخرت کے سفر کو طے کرتا ہے اور جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ اللہ کے عذاب اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہ کر اپنی اصل منزل پر پہنچ جائے گا جہاں وہ مسافر اپنے مطلوب اور متاع خداوندی یعنی جنت کو پالے گا جس کے حصول کے لیے اس نے دنیا میں راتوں کی نیند کو قربان کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ اصل منزل تک پہنچنے اور متاع گراں مایہ (جنت) کو پانے کے لیے بہت ہی تگ و دو کی ضرورت ہے۔

۴۰- إنّي لأعرف كلمةً. روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا وہ تقویٰ کی رو برکتوں سے بھی مالا مال ہوگا اول یہ کہ تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ بچ نکلنے کا راستہ نکال دیتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ عام ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں کی مشکلات سے متقی شخص کے لیے نجات کا راستہ مل جاتا ہے۔ اور دوسری برکت یہ ہے کہ اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں کا اس کو خیال و گمان بھی نہیں ہوتا۔ رزق کے بارے میں بھی صحیح بات یہ ہے کہ ہر ضرورت کی چیز مراد ہے خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی، یہ اللہ کا وعدہ ہے وہ متقی کی ہر مشکل کو آسان فرما دیتا ہے۔

تم الكتاب" مفتاح الأسرارشرح مشكوٰة الآثار" بتوفيق الله تعالىٰ وعونه، اللّهم اغفرلي ولوالدي ولأساتذتي ولجميع المؤمنين و المؤمنات والمسلمين والمسلمات إنّك سميعٌ مجيب الدعوات.ربّنا تقبل منَا إنّك أنت السميع العليم وتب علينا إنّك أنت التوّاب الرحيم.

مصلح الدین قاسمی

۲۷/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ - مطابق ۱۷/ستمبر ۲۰۰۱ء

دوشنبہ بوقت آٹھ بجے صبح۔

فهــــرس الكتــــــاب

ادارہ فیضان حضرت گنگوہی رح

DARUL KITAB

DEOBAND -247554(U.P.)INDIA